آئینۂ ویسی

یعنی

اِسلام آباد چاٹگام کے مُسلمانوں کی مذہبی اور علمی تاریخ، حسّانِ عجم، داؤدِ نغم، قطبِ الارشاد حضرت صُوفی سیّد فتح علی صاحب ویسی چاٹگامی ثُمّ مرشد آبادی قدّس سرّہٗ، اُن کے والد محترم، پیر و مرشد، خلفاء اور متوسّلین کے حالات اور کارنامے اور ان کی شاعری کا مفصّل تنقیدی جائزہ

محمد مطیع الرحمٰن

آئینۂ ویسی

- مؤلّفہ و مُصنّفہ ــــ "سگِ درگہہِ ویسی"، غلامِ غلامان محمد مطیع الرحمٰن ٹپنہ کالج پٹنہ
- مورخہ ــــ اتوار ۵ ربیع الاوّل ۱۳۹۶ھ مطابق ۷ مارچ ۱۹۷۶ء
- مطبوعہ ــــ لیبل لیتھو پریس۔ رمنہ روڈ، پٹنہ ۴
- کتبہ ــــ عبد الخالق۔ سوز دانا پوری
- تعداد اشاعت ــــ ایک ہزار
- قیمت ــــ پندرہ روپے

انتساب

محترم المقام مرشد زادہ جناب محمد عضد الدین خاں صاحب مدفیوضہ'
استاد شعبہ تعلیمات اسلامی، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ
کے نام

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

حسّانِ عجم، داؤدِ نغم، قطبِ ارشاد
حضرت صوفی سیّد فتح علی عنایتی وسیؔ چاٹگامی ثم مرشد آبادی رحمۃ اللہ علیہ

آبائی وطن ۔ اسلام آباد چاٹگام مشرقی بنگال

والدِ محترم ۔ مولوی صوفی سید وارث علی صاحب شہید (خلیفہ امیر المومنین سید احمد شہید رحم)

پیدائش ۔ ۱۲۴۱ھ، مطابق ۱۸۲۵ء = ۱۲۳۲ بنگلہ فصلی

تعلیم ۔ مدرسہ دہستہ ۔ تھانہ جگت بلبھ پور، ضلع ہوڑہ

پیر و مرشد ۔ حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوری (خلیفہ امیر المومنین سید احمد شہید رح)

سلاسلِ طریقت ۔ عالیہ قادریہ، عالیہ چشتیہ اور عالیہ نقشبندیہ مجددیہ

ملازمت ۔ پولیٹیکل پنشن آفس ۔ مٹیا برج ۔ کلکتہ

شادی ۔ پتاسی تھانہ بھرت پور ۔ ضلع مرشد آباد (سرکار شریف آباد)

اولادِ امجاد ۔ سید محمد مصطفیٰ علی صاحب رح اور بی بی سیّدہ زہرا قدس سرّہا

انتقال ۔ ۸ ربیع الاوّل ۱۳۰۴ھ مطابق ۶ دسمبر ۱۸۸۶ء ۲۰ اگہن ۱۲۹۳ بنگلہ فصلی

مزارِ مبارک ۔ ۲۴/۱ منشی پاڑا لین ۔ لالہ بگان ۔ مانک تلا ۔ کلکتہ ۶

تصنیف ۔ دیوانِ وسیؔ (فارسی) مطبوعہ ۱۸۹۸ء ۱۹۲۲ء اور فروری ۱۹۳۵ء

اصنافِ سخن ۔ ۱۷۵ غزلیں، ۲۳ قصیدے اور ۶ متفرقات

تعدادِ اشعار ۔ ۳۳۴۷ (نعتیہ اشعار ۔۔۔ ۱۳۲۱)

دو نامور خلفاء ۔ مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب عباسی اور مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی رح

ارشادِ فیض بنیاد

شیخ طریقت غوث زماں ہادینا و مرشدنا الحاج الحافظ حضرت
مولانا محمد سعید خاں صاحب قبلہ ادام اللہ فیوضہ
منگراواں ضلع اعظم گڑھ یو پی

"ڈاکٹر محمد مطیع الرحمٰن صاحب نے آئینہ ویسی لکھ کر
ایک بڑی کمی پوری کردی ۔ اس کتاب کا بڑا محرک ڈاکٹر
صاحب کا دینی شغف اور اہل اللہ سے محبت معلوم ہوتا ہے
اللہ جل شانہٗ اجر کا مستحق بنائے اور نفع ہو۔"

محمد سعید خاں

نزد جامع مسجد اعظم گڑھ
۸ رجون ۱۹۷۴ء

یدِ بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

جلا سکتی ہے شمعِ کُشتہ کو موجِ نفس اِن کی
الٰہی! کیا چھپا ہوتا ہے اہلِ دل کے سینوں میں

تمنّا دردِ دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

نہ پُوچھ اِن خرقہ پوشوں کی، ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

ترستی ہے نگاہِ نارسا جس کے نظارے کو
وہ رونق انجمن کی ہے انہیں خلوت گزینوں میں

کسی ایسے شرر سے پھُونک اپنے خرمنِ دل کو
کہ خورشیدِ قیامت بھی ہو تیرے خوشہ چینوں میں

(حکیم الامت علامہ اقبال)

۶۸۶

عرضِ حال

اُنیسویں صدی عیسوی کے بلند پایہ شیخِ طریقت، عاشقِ صادق اور باکمال شاعر قطب الارشاد حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب ویسی قدس سرہٗ ۱۸۲۵ء میں چاٹگام میں پیدا ہوئے اور ۱۸۸۶ء میں اُن کا کلکتہ میں انتقال ہوا۔ نعتیہ کلام پر مشتمل اُن کا فارسی دیوان پہلی بار کلکتہ سے ۱۸۹۸ء میں شائع ہوا اور تیسری بار ۱۹۳۵ء میں کان پور سے۔

اگست ۱۹۶۹ء میں جب ہادینا و مرشدنا الحاج الحافظ حضرت مولانا محمد سعید خاں قبلہ عالم قُدس سرہٗ خانقاہ نیاڑیل شریف ضلع ہوگلی میں مقیم تھے اور اللہ کے فضل و کرم سے اِس ناچیز کو خدمتِ عالی میں پہلی بار حاضری کی سعادت نصیب ہوئی، تو حصولِ شرفِ بیعت سے ایک روز قبل بدھ ۶ اگست ۱۹۶۹ء کو دیوانِ ویسی مطبوعہ ۱۹۳۵ء کا ایک نسخہ وقتی مطالعہ کے لئے عنایت ہوا۔ اور پٹنہ واپس ہونے سے قبل کلکتہ جاکر دِلّی دال قبرستان، منشی پاڑا لین، مانک تلا کلکتہ ۶ میں حضرت ویسیؒ کے دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ اتوار

۱۰ اگست ۱۹۶۹ء کو مانک تلّہ میں حضرت وحیدیؒ کے مزار مبارک پر حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔

دیوان وحیدیؒ میں دیئے ہوئے چند نامکمل پرانے پتوں کی مدد سے کچھ دشواری کے بعد اکتوبر ۱۹۶۹ء میں رابعہ بنگال بی بی زہرا قدس سرہا کے پوتے جناب سید عبدالمتین صاحب مدظلہٗ سے رابطہ قائم ہوا اور کچھ معلومات حاصل ہوئیں۔ نومبر ۱۹۶۹ء میں دیوان وحیدیؒ کا ایک نسخہ کلکتہ سے منگوایا۔ حضرت صوفی صاحبؒ کے سلسلہ سے وابستہ ایک بزرگ ممتاز المحدثین جناب مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہٗ، گوشہ نشین خانقاہ کان کھولی شریف۔ گارڈن ریچ کلکتہ نے ۱۹۵۵ء میں حضرت صوفی صاحب قدس سرہٗ کے متعلق ایک مختصر مگر نہایت ہی کارآمد تصنیف حیاتِ وحیدیؒ کے نام سے بنگلہ اور اردو میں شائع کیا تھا۔ اس کا ایک نسخہ ۱۹۷۱ء کے موسم گرما میں اعظم گڑھ کے ایک صاحب ذوق وکیل کے یہاں دیکھنے کا موقع ملا۔ میری گذارش پر مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہٗ نے اس کتاب کا ایک نسخہ روانہ کیا، جو ۸ اگست ۱۹۷۲ء کو ملا۔

مارچ ۱۹۷۳ء میں شجرۂ طریقت کی ترتیب و تدوین کے بعد قطب ارشاد حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب وحیدی قدس سرہٗ کے حالات اور ان کی شاعری کے متعلق ایک کتاب لکھنے کا خیال پیدا ہوا۔ ۱۹۷۴ء کے موسم گرما میں کتاب تیار ہو گئی اور اس کا مسودہ صاف کر کے اوائل جون ۱۹۷۴ء میں اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ کی خدمت بابرکت میں اعظم گڑھ حاضر ہوا۔ اعلیٰ حضرت نے مختلف نشستوں میں بکمال توجہ و محبت

کتاب کے مسودہ کی سماعت فرمائی۔ لفظ وسیسی کی تحقیق کے سلسلہ میں دارالمصنّفین کی لائبریری سے کتابیں منگوا کر پوری طرح اطمینان حاصل کیا۔ کہیں کہیں عبارت میں ترمیم و تنسیخ کیا۔ غلطیوں کی تصحیح فرمائی۔ کتاب کو پسند فرمایا۔ مسرت و شادمانی کا اظہار فرمایا اور محترم المقام جناب بابو محمد اسرار الحق خاں صاحب کی گذارش پر ۸ رجون ۱۹۷۴ء کو کتاب کے متعلق چند دعائیہ کلمات بھی تحریر فرمائے۔

آئینہ وسیسی کا جو ابتدائی مسودہ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ کی منظوری کے لئے پیش کیا گیا تھا وہ زیر نظر کتاب کا صرف ایک تہائی حصّہ تھا۔ اعظم گڑھ سے واپسی کے بعد کتاب کی طباعت و اشاعت میں تاخیر ہوئی اور اسی دوران بنگال کے چند بزرگوں سے خط و کتابت کا سلسلہ قائم ہوا اور امیر المؤمنین حضرت سیّد احمد شہیدؒ کے خلفا اور ان کے متوسّلین کے متعلق گرانقدر معلومات حاصل ہوئیں جن کا کچھ حصّہ کتاب میں شامل کرنا مناسب سمجھا۔

کتاب کے ابتدائی مسودہ میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب وسیسیؒ کے آبائی وطن اسلام آباد چاٹگام کے متعلق دورِ اسلامی کے حالات بہت مختصر تھے لیکن بعد میں مختلف ذرائع سے مفصّل معلومات حاصل ہونے پر تاریخی پس منظر، اسلامی اقتدار اور مذہبی خدمات کے تین ابتدائی ابواب کو قدرے شرح و بسط سے بیان کر کے چاٹگامی مسلمانوں کی اہمیت اور ان کی بیش بہا خدمات کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی۔

اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ نے کئی بار اپنے پیر و مرشد حضرت حافظ

حامد حسن صاحب علویؒ کے حوالہ سے ارشاد فرمایا کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی ولی اللّٰہی شاخ ہیں امیر المومنین حضرت سید احمد شہید بریلویؒ کے حالات مطبوعہ ہیں اور تمام بزرگوں سے متعلق کتابیں باسانی مل جاتی ہیں۔ لیکن حضرت سید احمد شہیدؒ کے بعد کے سلسلہ کے بزرگوں کے حالات اور ان کے کارناموں کے متعلق کوئی کتاب موجود نہیں ہے۔ چنانچہ زیر نظر تصنیف میں جہاں امیر المومنینؒ کے نامور خلیفہ اور حضرت صوفی صاحبؒ کے پیر و مرشد حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوریؒ کے حالات درج کئے گئے ہیں۔ وہاں حضرت امیر المومنینؒ کے دوسرے خلفاء حضرت مولانا امام الدین بنگالیؒ حضرت مولانا کرامت علی جونپوریؒ اور حضرت گلزار ملاؒ اور اُن کے خلفاء اور متوسلین کے بھی مختصر حالات پیش کئے گئے ہیں۔

قطب ارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی قدس سرہٗ کے خلفا میں حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقیؒ اور شمس العلماء حضرت مولانا غلام سلمانی صاحب عباسیؒ اور ان دونوں بزرگوں کے خلفا اور متوسلین کی دینی اور ادبی خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس سلسلہ عالیہ سے وابستہ بیسویں صدی عیسوی کی تین عظیم المرتبت ہستیوں حضرت سید عبد الباری شاہؒ۔ حضرت حافظ حامد حسن صاحب علویؒ اور حضرت مولانا محمد سعید خاں قبلہ عالم قدس سرہٗ کی گراں قدر خدمات اور اُن کے شاندار اور زریں کارناموں کو مفصل طور پر پیش کر کے حضرت صوفی صاحبؒ کے سلسلہ کے بزرگوں کے بارے میں کتاب کو بڑی حد تک جامع اور مکمل بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ ابتدائی مسودہ میں

ان تینوں کے بزرگوں کے حالات شامل نہ تھے۔ ممکن ہے کہ ان تینوں بزرگوں کے سلسلہ میں بعض تفصیلی حالات عام لوگوں کے لیے بہت زیادہ دلچسپی کا باعث نہ ہوں۔ لیکن سلسلہ سے وابستہ لوگوں کے لیے ان باتوں کی بڑی اہمیت ہے اور آنے والے دور میں جب ملتِ اسلامیہ کی تاریخ مرتب کی جائے گی اور ہندوستان میں احیائے اسلام کی تحریکوں کا جائزہ لیا جائے گا، تو اس وقت ان باتوں کی بہت زیادہ اہمیت ہوگی اور جہاں تک راقم السطور کا تعلق ہے ع

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم

آئینۂ ویسی کے دوسرے حصّہ میں قطب الارشاد حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب ویسی رح کی فارسی شاعری اور اُن کے نعتیہ کلام کا مختلف زاویہ نگاہ سے جائزہ لیا گیا ہے اور دوسرے اساتذہ فارسی کے کلام سے اُن کے اشعار کا مقابلہ اور موازنہ کر کے اُن کی شاعری کی قدر و قیمت واضح کرنے اور فارسی شاعر کی حیثیت سے اُن کا مقام متعیّن کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہر عنوان کے تحت اُن کے کلام کا کافی نمونہ پیش کیا گیا ہے اور آخیر میں اُن کی ۲۷ مکمّل غزلیں پیش کی گئی ہیں۔ تاکہ ان مکمّل غزلوں کی روشنی میں حضرت صوفی صاحب رح کی فارسی شاعری اور اُن کی غزل گوئی کے محاسن کا اندازہ لگایا جا سکے۔

آئینۂ ویسی کی ترتیب و تدوین میں جن کتابوں سے مدد لی گئی ہے۔ یا جن حضرات کے خطوط کی روشنی میں کوئی واقعہ درج کیا گیا ہے۔ ہر جگہ

فٹ نوٹ میں اُس کا مفصّل حوالہ دیا گیا ہے اور کتاب کے آخیر میں کتابیات کے عنوان سے اُن تمام کتابوں کے نام مقام اور سال اشاعت کے ساتھ درج کئے گئے ہیں اور اسی عنوان کے تحت اُن ۳۲ آدمیوں کے نام اور پتے بھی دیئے گئے ہیں، جن کے خطوط سے مدد لی گئی ہے۔ جن دوستوں اور بزرگوں نے مزارات وغیرہ کے عکس بھیجے ہیں ان کے نام اور پتے بھی ایک الگ عنوان کے تحت درج کر دیئے گئے ہیں۔

ادبی، مذہبی اور سیاسی شخصیتوں، تاریخی اور جغرافیائی ناموں کی ضروری حوالوں کے ساتھ فٹ نوٹ میں وضاحت کی گئی ہے، جس سے پڑھنے والوں کو آسانی ہو اور اگر خواہش ہو تو اُس سلسلہ میں متعلقہ کتابوں کا براہ راست مطالعہ کر کے اپنی معلومات میں اضافہ کر سکیں۔

ہر جگہ ہجری سال کے ساتھ عیسوی سال اور کہیں کہیں ضرورت کے لحاظ سے بنگلہ فصلی سال بھی دیا گیا ہے تاکہ سال اور تاریخ کے تطابق میں آسانی ہو۔ متعلقہ علاقوں اور مقامات کی وضاحت کے لئے کتاب میں کل ۱۷ نقشے دیئے گئے ہیں حضرت صوفی سیّد شیخ علی صاحب قدس سرہٗ کی تحریر اور اُن کے دستخط بزرگوں کے مزارات اور چند کتابوں کے صفحات کے کل ۲۱ عکس کتاب میں پیش کئے گئے ہیں۔

کتاب کا بیشتر حصہ چھپنے کے بعد جو ضروری باتیں معلوم ہوئی ہیں، وہ اور ۲۷ محرم الحرام ۱۳۹۶ھ = ۳۰ جنوری ۱۹۷۶ء کو ہادینا و مرشدنا الحاج الحافظ حضرات

مولانا محمد سعید خان صاحب قبلہ عالم قدس سرّہٗ کے انتقال پُر ملال اور منگراوا
ضلع اعظم گڈھ میں اُن کی تدفین اور مزار مبارک کے متعلق تمام حالات کتاب کے
اخیر میں بطور ضمیمہ شامل کر دیئے گئے ہیں۔

آئینۂ ویسی اعلیٰ حضرت پیر و مرشد قبلہ عالم قدس سرّہٗ کی نگاہ
کرم اور اُن کی دعائے نیم شبی کی برکتوں کا نتیجہ ہے۔ گرچہ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس
سرّہٗ نے اپنے ایک ناچیز اور ادنیٰ ترین غلام کی کاوشوں کے تقریباً تمام حصے کا
مطالعہ فرمایا تھا اور انہیں بہ نظر استحسان دیکھا تھا۔ لیکن کتاب کو آخری شکل میں
دیکھنے سے تقریباً ۴ روز قبل وہ اپنے مولا سے جا ملے۔ کتاب کی اشاعت میں جو
غیر معمولی تاخیر ہوئی اس میں میری کوتاہی سے زیادہ میری بے بسی کا دخل ہے۔
ناچیز راقم السطور کو اپنی بے بضاعتی اور کم مائگی کا مکمل احساس ہے۔
حتیٰ الامکان کتاب کو مفید اور کارآمد بنانے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ کالج میں
درس و تدریس کے مشاغل اور بعض انتظامی اُمور کی ذمہ داریوں کے ساتھ آئینۂ ویسی
کی کتابت اور طباعت کی ہر منزل میں سارا کام خود تن تنہا انجام دینا پڑا ہے۔
حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی قدس سرّہٗ کے حالات کے
سلسلہ میں مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہٗ کی کتاب حیات ویسی نے بنیادی
کام کیا ہے۔ مولانا نے اپنے بہت سے خطوط کے ذریعہ میری مدد کی ہے اور ہمت افزائی
بھی۔ ڈھاکہ سے محترم المقام الحاج الحافظ مولانا سید ابو البشر محمد البشیر الدین
صاحب ادام اللہ فیوضہٗ نے کتاب کی تدوین کے سلسلہ میں تقریباً ۳۵ خطوط لکھے۔

کتابیں بھیجیں۔ بزرگوں کے مزارات اور کتابوں کے عکس روانہ کیے۔ دوسروں سے خطوط لکھوائے۔ حضرت صوفی صاحبؒ کی اولاد امجاد اور اُن کے خلفائ، مریدین اور متوسّلین کے حالات مرتب کرنے میں مجھے مولانائے محترم کے خطوط سے بہت مدد ملی ہے۔

مولانا محمد اظہار الحق صاحب کے خطوط سے ملے پاش (پرگنہ نظام پور) ضلع چاٹگام، مولانا عبد السّلطان صاحب کے خطوط سے فُرفُرا شریف ضلع ہوگلی اور ڈاکٹر محمد ابو تراب صاحب کے خطوط سے منگل کوٹ ضلع بردوان اور وہاں کے بزرگوں کے متعلق ضروری معلومات حاصل ہوئیں۔ میری گذارش پر میرے برادر طریقت اور کرمفرما جناب حاجی غلام کبریا صاحب نے ڈھاکے سے سیّد مرتضیٰ علی کی کتاب "ہسٹری آف چٹاگانگ" کی ایک جلد روانہ کی۔ جس سے ابتدائی ابواب کی ترتیب اور اضافہ میں بہت مدد ملی۔

محب گرامی قدر جناب الحاج پروفیسر سیّد شاہ امین احمد صاحب کاظمی صدر شعبہ عربی پٹنہ یونی ورسٹی سے مدیح رسولؐ حضرت حسّان ابن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اور عزیزی ڈاکٹر سیّد الدار احمد صاحب صدر شعبہ فارسی پٹنہ کالج سے حضرت شیخ یوسف گداؒ اور اُن کی کتاب تحفۃ النصائح کے متعلق میری معلومات میں اضافہ ہوا اور مدد ملی۔ عزیزی ڈاکٹر حبیب المرسلین صاحب لیکچرر شعبہ فارسی پٹنہ یونی ورسٹی نے آئینہ وحیبی کے آخر میں حضرت وحیبیؒ کی کُل غزلوں کی تعداد میں اضافہ کرنے کا مفید مشورہ دیا۔ میرے آقا کے نواسے الحاج بابو

محمد اسرار الحق خاں صاحب محترم نے حضرت حافظ حامد حسن صاحب علویؒ کے خلفاء کی فہرست روانہ کی۔ میں ان تمام حضرات کا ممنون احسان ہوں۔ ان کے علاوہ جن بزرگوں، دوستوں اور عزیزوں نے کسی طرح سے بھی اس کتاب کی تدوین میں میری مدد کی ہے، خطوط لکھے ہیں۔ مزارات کے عکس بھیجے ہیں، مشورے دیئے ہیں۔ ہمّت افزائی کی ہے اور جن کی کتابوں سے میں نے مدد لی ہے، ان سب کا رہین منّت اور شکر گزار ہوں۔

اس موقع پر جناب مولوی غفران احمد صاحب رضوی قادری مرحوم (پوکھریرہ۔ تھانہ پوپری۔ ضلع سیتا مڑھی۔ بہار) کا ذکر بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ جنہوں نے بچپن میں اس ناچیز کو والد مرحوم کی نگرانی میں نہایت ہی خلوص اور محبت کے ساتھ فارسی زبان و ادب کی تعلیم دی تھی۔ وہ تعلیم آئینۂ اویسی کی تدوین کے وقت کام آئی۔ اللہ پاک اُن کی قبر کو اپنی رحمت کے پھولوں سے بھر دیں اور اُن کا مقام بلند فرمائیں۔

سگِ درگہہ ویسی اور غلام غلاماں
ناچیز
محمد مطیع الرحمٰن

۱۔ یونی ورسٹی فلیٹ، لا کالج کمپاؤنڈ
پٹنہ نمبر ۶

اتوار ۲۸ صفر المظفر ۱۳۹۶ھ
مطابق ۲۹ فروری ۱۹۷۶ء

آئینہ ولیسی

فہرست مضامین

حصہ اوّل

حصّہ دوم

قطب ارشاد حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب ویسی رح کی شاعری

فہرست نقشہ جات

فہرست عکس مزارات مبارک و عکس اوراق کتب

سلسلہ وار نمبر	عکس	مقابل صفحہ
۱۴-	مرقد انور حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی رح۔ فُرفُرا شریف ضلع ہوگلی	۲۲۴
۱۵-	مزار مبارک حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب عباسیؒ۔ فُرفُرا شریف ضلع ہوگلی	۲۹۱
۱۶-	مزار پُر انوار حضرت سید عبد الباری شاہ رح بنڈیل شریف ضلع ہوگلی	۲۳۰
۱۷-	خانقاہ بنڈیل شریف ضلع ہوگلی	۲۳۰
۱۸-	دیوان وقیسی مطبوعہ ۱۸۹۸ء کا سرِ ورق	۴۱۸
۱۹-	گنبد خضریٰ	۴۲۶
۲۰-	مزار مبارک حضرت حافظ حامد حسن صاحب علویؒ۔ فیض آباد روڈ۔ گونڈہ	۳۵۲
۲۱-	مزار پُر انوار حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب رح منگراؤاں شریف ضلع فیض آباد (اعظم گڑھ)	۵۷۰

دربارِ رسالت مآب میں

بادِ صبا کی موج سے نشوونمائے خار و خس
میرے نفس کی موج سے نشوونمائے آرزو

خونِ دل و جگر سے ہے میری نوا کی پرورش
ہے رگِ ساز میں رواں صاحبِ ساز کا لہو

فرصتِ کشمکش مدہ ایں دلِ بے قرار را
یک دو شکن زیادہ کن گیسوئے تابدار را

لوح بھی تو، قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب
گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

عالمِ آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرۂ ریگ کو دیا تو نے طلوعِ آفتاب

شوکتِ سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقرِ جنیدؒ و بایزیدؒ تیرا جمالِ بے نقاب

شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب! میرا سجود بھی حجاب

تیرہ و تار ہے جہاں گردشِ آفتاب سے
طبعِ زمانہ تازہ کر جلوۂ بے حجاب سے

(بلبلِ باغِ حجاز علامہ اقبالؒ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

١- اسلام آباد چاٹگام کا تاریخی پس منظر

ہندوستان میں اسلامی حکومت کے قیام سے پہلے عرب مسلمان کاٹھیاواڑ، کونکن، مالابار اور کارومنڈل کے ساحلی مقامات کی طرح چاٹگام اور اراکان کے ساحل پر آٹھویں اور نویں صدی[1] عیسوی میں تجارت اور تبلیغ دین

---

[1] مسلم بنگالی ادب- ڈاکٹر انعام الحق (اردو ترجمہ)- مطبوعہ کراچی ۱۹۵۷ء- ص ۲۵۳، بحوالہ اراکان راج بنگلہ ساہتیہ (اراکان دربار کا بنگالی ادب) ڈاکٹر انعام الحق- "یہ واقعہ روہنگ راجاؤں میں سے 'مہاتو یانگ'، 'ساندھیا'، یا 'مہات چندرا' (۷۸۸-۸۱۰ء) کے دور کا ہے کہ عرب تاجروں نے چٹگام آکر مستقل سکونت اختیار کرنا شروع کی- کسی حد تک ان عرب تاجروں کی بدولت یہ ہوا کہ آٹھویں اور نویں صدی عیسوی میں اس علاقہ میں اسلام پھیلنا شروع ہو گیا تھا"- ہسٹری آف چٹاگانگ (انگریزی) سید مرتضیٰ علی- مطبوعہ ڈھاکہ ۱۹۶۴ء ص ۱۰-۹ بحوالہ ۱- ابن خردادبہ متوفی ۳۰۰ھ/۹۱۲ء (ابو القاسم عبید اللہ بن عبد اللہ بن خرداذبہ- کتاب المسالک والممالک ۲۵۰ھ/۸۶۴ء- ۲- المسعودی- متوفی ۳۴۵ھ/۹۵۶ء (ابو الحسن علی مسعودی مصری- کتاب تاریخ الزمن- [بقیہ حاشیہ ص ۲ پر]

کے خیال سے پہنچے تھے۔ لیکن چونکہ علاقہ بہت پیچیدہ پہاڑوں اور گھنے جنگلوں سے بھرا تھا، ذرائع آمد و رفت کی دشواری تھی اور اندر کے جنگلی علاقوں میں نہایت غیر مہذب[۱] اور وحشی قومیں آباد تھیں اس لئے یہ عرب مسلمان اندرون ملک میں نفوذ نہ کر سکے اور ان کی تجارتی اور تبلیغی کاوشیں چاٹگام اور اراکان کے علاقہ میں صرف ساحل سمندر کی پتلی سی دھجی[۲] تک محدود رہیں۔ کچھ عرب مسلمان آباد بھی ہوئے۔ مقامی عورتوں سے شادیاں کیں۔ چنانچہ آج بھی چاٹگام کے بعض علاقوں اور اراکان کے ساحل پر مسلمانوں میں عرب خون کی آمیزش ملتی ہے[۵]۔ عرب مسلمانوں کے اثرات کا نتیجہ ہے کہ آج بھی عام ہندوستانیوں کے مقابلہ چاٹگام کے مسلمان سمندر پر چھائے ہوئے ہیں۔ وہ کثیر تعداد میں ملکی اور غیر ملکی جہاز راں کمپنیوں میں ملازم ہیں۔ دنیا کے گوشہ گوشہ میں جاتے ہیں کلکتہ میں ان چاٹگامی جہاز رانوں کی اتنی کثیر تعداد تھی کہ تقسیم ہند کے بعد جب کہ نفرت و حقارت، بے اعتمادی اور مذہبی جنون کے کالے بادل چھائے ہوئے تھے، ان چاٹگامی مسلمانوں کے بغیر کلکتہ کی بندرگاہیں پندرہ بیس سال تک کام چلانا مشکل تھا۔ پاکستان کی بحری فوج میں بنگالی مسلمانوں کی اکثریت تھی اور ان میں معتد بہ تعداد چاٹگامی مسلمانوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱ کا) مروج الذہب و معدن الجواہر ۳۰۳ھ / ۹۱۵ء۔ ۳؎ سلیمان۔ سلسلۃ التواریخ ۲۳۸ھ / ۸۵۲ء اور ۴؎ الادریسی (پیدائش ۴۹۳ھ / ۱۰۹۹ء۔ کتاب ۵۴۹ھ / ۱۱۵۴ء)؛ مضمون بنگال میں اسلام (عہد مغلیہ سے قبل) احمد حسن دانی۔ ماہ نو کراچی ستمبر ۱۹۵۳ء۔ ص ۲۷۔

۵؎ ہسٹری آف چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ علی ص ۱۳۷ "مسلم سوسائٹی"

ہی کی تھی۔ تبلیغی کاموں سے مسلمانوں کی بے اعتنائی اور شمالی ہندوستان کے عظیم اسلامی مراکز سے کافی دور ہونے کے باوجود آج بھی وہاں کی ہواؤں میں یمن اور دیار عرب کی نواؤں میں رنگ حجاز کے زندہ جاوید ثبوت[1] ملتے ہیں۔

تیرہویں صدی عیسوی میں مشرقی ہندوستان کے عظیم المرتبت روحانی پیشوا اور عارف کامل حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین[2] بہاری رح کو جن کی تعلیم عرصہ تک بنگال میں ڈھاکہ کے پاس دار الحکومت سُنارگاؤں[3] میں اس دور کے مشہور فاضل علامہ

---

[1] ہسٹری آف چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ علی ص۹ و ص۱۵۶ الکرن (القرن) سُوبِک بہر (سلوک البحر) گودِرپار (قطرہ) اور سراندیپ وغیرہ؛ اراکانی زبان میں۔ تھُوراتانی (سُلطان)۔

[2] مخدوم الملک حضرت شیخ شرف الدین بہاری فردوسی رحمۃ اللہ علیہ ابن حضرت مخدوم شیخ یحیٰ منیری رح۔ پیدائش منیر شریف ضلع پٹنہ (بہار) ۲۶ شعبان ۶۶۱ھ = جولائی ۱۲۶۲ء۔ وفات بہار شریف ضلع نالندہ (بہار) ۶ شوال ۷۸۲ھ = جنوری ۱۳۸۰ء۔ تاریخ پیدائش "شرف آگیں" اور تاریخ وفات "پُر شرف" ہے۔ شرف بیعت حضرت خواجہ نجیب الدین فردوسی رح سے حاصل تھا (۶۹۱ھ = ۱۲۹۲ء) مکتوبات صدی، مکتوبات دو صدی، مکتوبات بست و ہشت، معدن المعانی، مخ المعانی، مخز المعانی، خوان پُر نعمت، راحت القلوب، فوائد غیبی، عقائد شرفی، مونس المریدین اور شرح آداب المریدین آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ قاموس المشاہیر جلد دوم ص۱۷، کرنٹ اسٹڈیز پٹنہ کالج ۱۹۵۸ء ص۱۱۰؛ آب کوثر شیخ محمد اکرام ص۵۱-۲۹۹؛ تحفہ بہار۔ مولانا عبد المتین بہاری ص۲۰۹ تاریخ سلسلہ فردوسیہ۔ محمد معین الدین دردائی۔ ص۲۴۴ - ۱۳۷۔ [3] ضلع ڈھاکہ مشرقی بنگال (بنگلہ دیش) کے نارائن گنج۔ (بقیہ حاشیہ ص۳۸)

شیخ شرف الدین توامہ بخاری کی نگرانی میں ہوئی تھی ۔علاقہ چاٹگام میں دین متین کی تبلیغ واشاعت کا شدید احساس تھا۔چنانچہ جب سلسلہ زاہدیہ کے مشہور بزرگ حضرت بدرالدین بدرعالم زاہدی میرٹھی آپ سے ملنے کے لئے بہار شریف تشریف لائے تو آپ نے اُن کو علاقہ چاٹگام میں دین اسلام کے تبلیغی کاموں پر مامور کر کے وہاں روانہ کیا۔کہا جاتا ہے کہ حضرت بدرعالمؒ چاٹگام میں پتھر کے تختہ پر تیرتے ہوئے پہنچے تھے اور آپکی اس کرامت سے وہاں کے لوگ بہت متاثر ہوئے اور کافی تعداد میں مسلمان ہو گئے ۔اِن دنوں چاٹگام میں اجنا اور شیاطین کا بڑا ازدر تھا اور وہ لوگوں کو بہت تنگ کیا کرتے تھے ۔حضرت بدرعالم رح نے ان لوگوں سے صرف ایک چراغ کی جگہ مانگی ۔چراغ روشن کرتے پر اُن کی روحانی طاقت کا اظہار ہوا اور تمام جن پری دیو۔بھوت بھاگ گئے ۔چنانچہ آج بھی شہر چاٹگام کی سب سے بلند پہاڑی فیری ہلس (پری پہاڑی) پر جہاں سرکاری کچہریاں اور حکام کے مکانات ہیں۔کمشنر چاٹگام ڈویژن کی کوٹھی کے سامنے حضرت بدرالدین بدرعالم زاہدی رح کا چراغ روشن کیا جاتا ہے ۔اور اس کے اخراجات ہندو، مسلمان اور فرنگی سب دیتے ہیں[1]۔

[بقیہ حاشیہ صٓ۳ کا] سب ڈویژن میں ڈھاکہ شہر سے پندرہ میل پورب میگھنا ندی کے قریب مشرقی بنگال کا قدیم دارالحکومت ۱۳۵۱ء سے ۱۶۰۸ء تک مشرقی بنگال کے گورنر کی اقامت گاہ اور شیر شاہ کی بنوائی ہوئی گرینڈ ٹرنک روڈ کی مشرقی حد۔امپریل گزیٹر آف انڈیا، جلد بست وسوئم صٓ ۸۱

[1] چاٹگام ضلع گزیٹیر۔ ایس ایس۔اومیلی ۔کلکتہ ۱۹۰۸ء۔صٓ ۵۶۔

سترھویں صدی عیسوی میں شہاب الدین طالش[1] نے لکھا ہے کہ "قلعہ چاٹگام میں بلندی پر ایک مزار ہے جس کو پیر بدر کا آستانہ کہتے ہیں۔ ماگھ مشرکین نے اس آستانہ میں کچھ مواضعات وقف کئے ہیں۔ ماگھ قبائل کے لوگ حضرت بدر عالم رح کے بہت معتقد ہیں۔ زیارت کے لئے آتے ہیں اور چڑھاوا پیش کرتے ہیں[1]۔

چاٹگام ضلع گزیٹیئر کے مصنف نے لکھا ہے کہ ابھی تک سمندر میں کام کرنے والے ملاح پنج پیر کے ساتھ پیر بدر رح کے نام کی دہائی دیتے ہیں[2]:-

آمارا اچی پولا پان   گاجی آچھے نگھا بان

---

[1] شہاب الدین طالش ابن ولی محمد نے ۱۶۶۶ء میں فارسی میں تاریخ آسام لکھی تھی جس میں شہنشاہ اورنگ زیب کے سپہ سالار اور بنگال کے صوبہ دار میر جملہ کی مہم آسام ۱۰۷۷ھ = ۱۶۶۶ء کا حال لکھا تھا۔ شہاب الدین طالش کچھ دنوں تک چاٹگام میں قیام پذیر تھا۔ اس نے اپنی کتاب میں چاٹگام کی ابتدائی تاریخ بھی لکھی ہے جس میں فخر الدین مبارک شاہ (۱۳۳۸ - ۴۹ء) کی فتوحات کا ذکر ہے۔ یہ کتاب علاقہ چاٹگام میں فخر الدین مبارک شاہ کی فتوحات کے ۳۲۵ سال بعد لکھی گئی۔ تاریخ چٹاکانگ۔ سید مرتضیٰ علی۔ مطبوعہ ڈھاکہ ۱۹۶۴ء ص ۱۳؛ میر بہادر علی حسینی نے فورٹ ولیم کالج کلکتہ میں شہاب الدین طالش کی کتاب تاریخ آسام کا ۱۲۲۰ھ = ۱۸۰۵ء میں اردو میں ترجمہ کیا۔ منشی کریم الدین نے طبقات الشعراء میں اس ترجمہ کا ذکر کیا ہے۔ فرانسیسی زبان میں یہ ترجمہ ۱۲۶۱ھ ۱۸۴۵ء میں شائع ہوا۔ تاریخ داستان اردو۔ مولانا حامد حسن قادری ص ۱۱۰

[2] چاٹگام ضلع گزیٹیئر۔ ایس۔ ایس۔ او میلی۔ مطبوعہ کلکتہ ۱۹۰۸ء۔ ص ۵۶

شیرِ گنگا دریا پنج پیر بدر بدر بلا[1]

سیّد مرتضیٰ علی اپنی کتاب تاریخ چٹاگانگ میں لکھتے ہیں کہ علاقہ چاٹگام میں یہ روایت مشہور ہے کہ حضرت سیّد بختیار ماہی سوارؒ بارہ اولیاء کے ساتھ ساندویپ اور چاٹگام آئے۔ جن میں بدر عالمؒ۔ حاجی خلیلؒ۔ شاہ مسند اولیاءؒ۔ شاہ قتالؒ۔ شاہ عمرؒ۔ شاہ بادلؒ۔ چاند اولیاءؒ۔ شاہ جلالؒ۔ شرف الدینؒ اور تین اور بزرگ[2] تھے۔

حضرت سیّد بختیار ماہی سوارؒ کی اولاد کو چاٹگام میں بڑا عروج حاصل ہوا۔ پندرہویں صدی عیسوی کے اخیر میں آپ کی تیسری پشت میں مجلس اعلیٰ راستی خاں چاٹگام کے حکمراں ہوئے۔ انہوں نے ۸۷۸ھ مطابق ۷۴-۱۴۷۳ء میں ہٹ ہزاری کے پاس فتح آباد میں ایک شاندار مسجد تعمیر کرائی[3]۔ راستی خاں کے دو بیٹے پراگل خاں اور مینا خاں تھے۔ بنگال کے عربی النسل سلطان سیّد علاء الدین حسین شاہ (۱۵۱۹-۱۴۹۴ء) کے زمانہ میں جب شہزادہ ناصر الدین نصرت شاہ نے چاٹگام کو پھر سے فتح کیا، تو پراگل خاں چاٹگام کے گورنر مقرر ہوئے۔ ان کا صدر مقام ضلع چاٹگام کے شمالی حصّہ میں فینی ندی کے کنارے میر سرائے تھانہ کے پراگل پور میں تھا۔ پراگل خاں نے علم و ادب کی سرپرستی میں نمایاں حصّہ لیا۔ پراگل خاں کے بیٹے نصرت خاں

---

[1] چاٹگام ضلع گزیٹیر۔ ایس۔ ایس او میلی ص ۵۶

[2] تاریخ چٹاگانگ (انگریزی) سیّد مرتضیٰ علی۔ مطبوعہ ڈھاکہ ۱۹۶۴ء۔ ص ۱۸

[3] " " " سیّد مرتضیٰ علی ص ۱۸

عرف چھوٹی خاں اور مینا خاں کے بیٹے جعفر خاں تھے۔ پراگل خاں کے بعد اُن کے بیٹے چھوٹی خاں چاٹگام کے گورنر ہوئے۔ یہ دونوں باپ بیٹے نامور جنرل ہوئے ہیں۔ ان دونوں نے اُتّر میں ٹپرا راجہ کو اور دکھن میں اراکانیوں کو دبایا۔ بنگلہ شاعر سری کار انندی کے مطابق چھوٹی خاں کے خوف سے ٹپرا کا راجہ پہاڑوں میں چھپ گیا اور بعد میں ہاتھیوں اور گھوڑوں کا نذرانہ پیش کر کے چھوٹی خاں کو خوش کرنے کی کوشش کی۔ پراگل پور میں پراگل خاں اور چھوٹی خاں کے بنوائے ہوئے تالاب اور مساجد موجود ہیں اور اُن کا خاندان اب تک یہاں آباد ہے[۱]۔

سیّد سلطان رح کے شاگرد اور خلیفہ، بنگلہ زبان کے نامور شاعر، صحابا کتھا (اصحاب نامہ)، مقتول حسین، قیامت نامہ، دجّال نامہ، حنیفیر لڑائی اور قاسمیر لڑائی کے مصنّف محمد خاں (۱۵۸۰ - ۱۶۵۰ء) مجلس اعلیٰ راستی خاں کی ساتویں پشت میں تھے[۲]۔

حضرت سیّد بختیار ماہی سوار رح کی اولاد میں اٹھارہویں صدی عیسوی میں چاٹگام کے حضرت صوفی سیّد محمد دائم رح بڑے نامور بزرگ ہوئے ہیں۔ وہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں چاٹگام کے مشہور صاحب خانقاہ بزرگ حضرت صوفی شاہ امانت اللہ صاحب[۳]

۱ے تاریخ چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ علی ص ۲۱-۲۰؛ تاریخ بنگال۔ سر جدو ناتھ سرکار جلد دوم، ڈھاکہ ۱۹۴۸ء۔ ص ۵۰۔ ۲ے مسلم بنگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق۔ کراچی ۱۹۵۷ء ص ۲۱۱-۲۰۰؛ تاریخ چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ علی ص ۱۶۷

۳ے حضرت صوفی شاہ امانت اللہ رح پیر و مرشد کی تلاش میں سرگرداں اور پریشان رہے۔ [بقیہ ص پر]

سے بیعت تھے۔ صوفی شاہ امانت اللہ صاحبؒ ڈھاکہ کے شاہ عبدالرحیم صاحب شہیدؒ[1]
کے خلیفہ تھے۔ شہر چاٹگام میں جیل خانہ کے اتر اور لال دگی کے پورب آپ کا مزار
مرجع خلائق ہے۔ ہر سال یکم ذی الحجہ کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔ صوفی سید محمد دائمؒ چاٹگام
سے ڈھاکہ آئے اور جناب شاہ عبدالرحیم صاحب شہیدؒ کی ہدایت کے مطابق پٹنہ عظیم آباد
آئے۔ سلسلہ نقشبندیہ ابو العلائیہ کے مشہور بزرگ حضرت منعم پاکباز[2] اور پھلواری شریف

[بقیہ حاشیہ ص ۷] دہلی کشمیر اور لکھنؤ کا سفر کیا۔ مرشد آباد میں شرف بیعت حاصل ہوا۔ پیر کے حکم
سے چاٹگام جاکر ضلع جج کے دفتر میں چپراسی مقرر ہوئے۔ پھانسی کے ایک مقدمہ کے سلسلہ میں کرامت
کا اظہار ہوا۔ ملازمت ترک کر کے گوشہ نشیں ہو گئے۔ ۳۰ ذی قعدہ ۱۱۸۶ھ = فروری ۱۷۷۲ء کو
وصال ہوا۔ عینِ جاریہ۔ سید شاہ احمد اللہ صاحب۔ مطبوعہ ڈھاکہ ۱۹۶۴ء۔ ص ۲۱-۱۸ اور ضمیمہ ص ۱
بحوالہ تذکرہ اولیائے بنگالہ مصنفہ مولانا محمد عبدالحق صاحب پرنسپل مدرسہ عالیہ فینی۔

[1] حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب شہیدؒ کشمیری الاصل تھے۔ تین واسطوں سے آپکا سلسلہ حضرت خواجہ
محمد معصومؒ اور چار واسطوں سے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ تک پہنچتا ہے۔
پہلے مرشد آباد۔ پھر ڈھاکہ آئے۔ ۱۰۷۲ھ = ۱۶۶۱ء میں پیدا ہوئے تھے اور ۹ رمضان المبارک
۱۱۵۸ھ = اکتوبر ۱۷۴۵ء کو انتقال فرمایا۔ جہانگیر ڈھاکہ میں جہاں آپکا مزار ہے۔ وہ محلہ میدان میاں صاحب
کہلاتا ہے۔ شاہ امانت اللہ صاحب چاٹگامیؒ اور لکھنؤ کے صوفی شاہ پیر محمد صاحبؒ آپکے نامور خلیفہ تھے۔ رود کوثر۔
شیخ محمد اکرام ص ۶۶-۷۶۵ اور عینِ جاریہ صوفی شاہ سید احمد اللہ صاحب سجادہ نشیں میدان میاں صاحب ڈھاکہ
۱۹۶۴ء۔ ص ۱۶
[2] حضرت منعم پاکبازؒ حضرت شمس الدین حقانی فاروقی کی اولاد میں ہیں جن کا مزار لکھی سرائے

کے شاہ نعمت اللہ قادری[1] رح سے اکتسابِ فیض کیا اور ڈھاکہ واپس آکر تبلیغ دین اور ہدایتِ خلق کے کاموں میں مصروف ہوئے۔ باقی زندگی اپنی خانقاہ دائرہ عظیم پورہ میں بسر کردی۔ آپ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ ڈھاکہ۔ سلہٹ۔ نواکھالی اور چاٹگام کے اضلاع میں آپ کے مریدین اور متوسلین کی بہت کافی تعداد تھی۔ احکام شرعی کے سختی سے پابند تھے۔ خانقاہ میں طلبار کی کثیر تعداد رہتی تھی۔ جن کی تعلیم و تدریس کے لئے علمار مقرر تھے اور سب کے قیام و طعام اور لباس کا انتظام خانقاہ کے لنگر سے ہوتا تھا۔ یکم شعبان ۱۲۱۴ھ = دسمبر ۱۷۹۹ء کو وصال ہوا۔

صوفی سید محمد دائم رح کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے صوفی احمد اللہ صاحب رح

[بقیہ حاشیہ ۸ کا] ضلع مونگیر کے پاس موضع بیلوری میں ہے۔ آپ شیخپورہ ضلع مونگیر (بہار) کے پاس قصبہ تجنہ میں ۱۰۸۲ھ = ۷۲-۱۶۷۱ء میں پیدا ہوئے۔ تحصیل علوم سے فراغت پانے کے بعد ۲۰ سال میں سید خلیل الدین قادری سے بیعت ہوئے۔ تیس ۳۰ سال کی عمر میں دہلی تشریف لے گئے۔ شاہ فرہاد کے خلیفہ سید اسداللہ ابوالعلائی رح سے خلافت حاصل کیا اور پٹنہ واپس آکر ۲۳ سال تک رشد و ہدایت میں مشغول رہے۔ ۱۳ رجب ۱۱۸۵ھ = ۱۷۷۱ء کو پٹنہ میں انتقال ہوا۔ ملا متین کی مسجد کے بیرونی صحن میں دفن ہوئے۔ کیفیت العارفین۔ شاہ عطا حسین گیاوی صـ ۱۲۳-۱۱۱۔ اور تذکرۃ الصالحین۔ حبیب اللہ مختار صـ ۲۲)

[1] حضرت شاہ نعمت اللہ قادری رح۔ تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ قادری رح کے صاحبزادے ۱۴ محرم ۱۱۶۰ھ = ۲۶ جون ۱۷۴۷ء کو پھلواری شریف ضلع پٹنہ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد کے انتقال کے بعد ۱۱۹۱ھ = ۱۷۸۲ء میں ان کے جانشین ہوئے۔ ۲۹ شعبان ۱۲۴۷ھ = جنوری ۱۸۳۲ء کو وصال ہوا۔ (اعیان وطن۔ شاہ محمد شعیب پھلواروی صـ ۶۲-۲۳۹)۔

پھر دوسرے صاحبزادے صوفی لقیت اللہ رح سجادہ نشین ہوئے۔ ان کے بعد صوفی لقیت اللہ صاحب رح کے صاحبزادے شاہ ولی اللہ رح جانشین ہوئے۔ ان کا ۱۳۰۱ھ = ۱۸۸۴ء میں وصال ہوا۔ صوفی احمد اللہ صاحب رح کے صاحبزادے صوفی وجہہ اللہ صاحب رح ۱۲۱۸ھ = ۱۸۰۳ء میں پیدا ہوئے۔ بڑے صاحب کمال بزرگ تھے۔ ۱۲۷۸ھ = ۱۸۶۱ء میں وصال ہوا۔ آپ کے زمانہ میں جہانگیر نگر ڈھاکہ کا دائرہ عظیم پورہ تصنیف و تالیف کا مرکز بن گیا۔[۱]

حضرت سید بختیار ماہی سوار رح کے ساتھ آنے والے بزرگوں میں حضرت بدر عالم رح کے متعلق سید مرتضیٰ علی اپنی کتاب "تاریخ چٹاگانگ" میں لکھتے ہیں کہ "وہ علاقہ چاٹگام میں بدرالدین علامہ، بدر پیر، بدر شاہ اور بدر اولیاء کے ناموں سے مشہور ہیں۔ شہر چاٹگام کے بخشی بازار میں اس نام کے ایک بزرگ کا مزار ہے۔ جہاں ہر سال ۲۹ رمضان کو عرس ہوتا ہے۔ روایات کے مطابق وہ فخر الدین مبارک شاہ (۱۳۴۶ - ۵۲ء) کے عہد حکومت میں چاٹگام پر مسلمانوں کے پہلے حملہ کے وقت تشریف لائے۔ ان کے اثرات سے مقامی آبادی کا بڑا حصہ جو زیادہ تر بودھوں پر مشتمل تھا۔ مشرف بہ اسلام ہوا۔ اس علاقہ کے ملاح آپ کے بہت معتقد ہیں۔ روایات کے مطابق وہ پتھر کے تختہ پر تیرتے ہوئے آئے تھے۔ ڈاکٹر وائز کے مطابق وہ بدرالدین

---

[۱] رود کوثر۔ شیخ محمد اکرام۔ کراچی ۱۹۵۸ء۔ ص ۴۶۷؛ عین جاریہ۔ سید احمد اللہ صاحب سجادہ نشین میدان میاں صاحب ڈھاکہ ۱۹۶۴ء۔ ص ۷۸-۷۳

بدر عالم تھے۔ جن کا دسمبر ۱۳۴۰ء میں انتقال ہوا اور بہار شریف کی چھوٹی درگاہ میں دفن ہیں۔ وہ حضرت جلال الدین بخاریؒ (۱۲۹۱-۱۱۹۲ء) کے خلیفہ شیخ فخر الدین زاہدیؒ کے پرپوتے ہیں۔ میرٹھ کے رہنے والے تھے۔ ان کو شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ نے بہار شریف بلایا تھا۔ اپنے سفر کے زمانہ میں انہوں نے ہندو ملاحوں کی کثیر تعداد کو دائرہ اسلام میں داخل کیا اور کچھ زمانہ تک چاٹگام میں مقیم رہے۔ (انسائکلوپیڈیا آف اسلام۔ نیا ایڈیشن) [۵۱]

ڈاکٹر انعام الحق "مسلم بنگالی ادب" میں لکھتے ہیں کہ "بدر الدین مبارک علامہ عرف بدر شاہ، جو سلطان فخر الدین مبارک شاہ (۱۳۴۹-۱۳۳۴ء) کے زمانے میں ضلع چاٹگام میں رہتے تھے" [۵۲]۔ اور پھر دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ ابن بطوطہ کو یہ بھی معلوم ہوا کہ درویش بدر الدین علامہ عرف 'بدر پیر' نے سلطان فخر الدین کے ایک جرنیل بادل خاں کو چاٹگام فتح کرنے کے لئے بھیجا۔ بدر پیر کا بنگال پر جو اثر تھا اس کا آپ اس بات سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آج بھی مشرقی بنگال کے مانجھی جب طوفانی ندیوں میں گھر جاتے ہیں تو پکارتے ہیں: "اللہ نبی، پنج پیر بدر بدر" [۵۳]

نبیتی شاستر ورتا، ساعت نامہ اور خان جان جرنزا کے مصنف اور بنگلہ زبان کے مشہور شاعر مزمل کے بارے میں ڈاکٹر انعام الحق رقمطراز ہیں کہ "ساعت نامہ میں مزمل ایک جگہ لکھتے ہیں کہ انہوں نے یہ کتاب اپنے پیر شاہ بدر الدین کی ہدایت پر لکھی

---

۵۱ تاریخ چاٹگام۔ سید مرتضیٰ علی ص ۱۵۷-۱۵۶ ۵۲ مسلم بنگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق ص ۳۱ ۵۳ مسلم بنگالی ادب ص ۳۳

تھی۔ شاعر مقیم[1] کے بیان کے مطابق مزمل چٹاگانگ کے رہنے والے اور ایک صوفی شاعر تھے۔ علم الساعت علم تصوف کی ایک کتاب ہے اور کسی عربی کتاب کو بڑی آزادی کے ساتھ بنگلہ ماحول کے مطابق ڈھال دیا گیا ہے۔ مزمل یقینی طور پر ۱۴۷۰ء سے پہلے اور بعد میں زندہ تھے۔ اگر وہ پندرہویں صدی کے اوائل میں نہ تھے، تو یقینی طور پر پندرہویں صدی کے وسط کے شاعر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی زبان اس قدر پرانی ہے[2]"۔

اسی سلسلے میں لکھتے ہیں کہ "پیر بدرالدین بدر عالم بہاری نے کالنا ضلع بردوان میں اسلام کی تبلیغ کی۔ ان کے بارے میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ چاٹگام بھی گئے تھے۔ بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ چاٹگام کے بدر شاہ (جن کا ذکر پنتھوں میں بدر عالم کے نام سے آیا ہے) اور بدرالدین بدر عالم بہاری ایک ہی بزرگ کے دو نام ہیں۔ ان کا انتقال ۱۴۴۰ء میں بہار میں ہوا۔ اگرچہ ان کا ایک فرضی مقبرہ کالنا میں اب بھی موجود ہے[3]"۔

چاٹگام کے حکمراں راستی خاں کی اولاد میں محمد خاں (۱۵۸۰-۱۶۵۰ء) نامور شاعر ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب حنیفہ لڑائی میں چاٹگام کے پیر بدر کی شان میں مدح و توصیف کے اشعار لکھے ہیں[4]۔ انہوں نے اپنی دوسری کتاب مقتول حسین (۱۶۴۶ء)

---

[1] محمد مقیم اٹھارہویں صدی عیسوی کے بنگالی شاعر۔ گل بکاؤلی۔ فیض المقتدی اور لال بیبر کتھا کے مصنف ۱۷۷۳ء میں حیات تھے۔ [2] مسلم بنگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق ص ۸۳-۸۲

[3] مسلم بنگالی ادب ص ۸۲ [4] مسلم بنگالی ادب ص ۲۰۷

میں لکھا ہے کہ چاٹگام پر فخر الدین مبارک شاہ کے حملہ کے وقت اس علاقہ میں حاجی خلیلؒ اور بدر الدین علامہؒ دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں مشغول تھے۔ فخر الدین مبارک شاہ کے جرنیل قدر خاں غازی جس نے چاٹگام کو فتح کیا۔ ان دونوں بزرگوں سے ملا اور ان کی بہت عزت افزائی کی۔[1]

سید مرتضیٰ علی اپنی کتاب تاریخ چاٹگانگ میں لکھتے ہیں کہ بدر الدین علامہ وہی بدر پیر ہیں جن کے مانجھی بہت معتقد ہیں۔ شاہ جلالؒ جو ۱۳۰۳ء میں سلہٹ آئے۔ ان کے ساتھ آنے والوں میں ایک بدر پیرؒ بھی تھے، جو بعد میں گیارہ دوسرے بزرگوں کے ساتھ سلہٹ کے جنوبی حصہ میں ترافت کی طرف گئے۔ ان کے ساتھ خادم پور ضلع ٹپرا کے احمد گیسو درازؒ اور مدن پور ضلع میمن سنگھ کے شاہ سلطان رومیؒ[2] بھی تھے۔ ان بزرگوں نے مقامی

---

[1] تاریخ چاٹگانگ ص ۱۳ ۔ [2] نترکونا ضلع میمن سنگھ (مشرقی بنگال) کے قریب مدن پور میں حضرت شاہ سلطان رومیؒ کی درگاہ ہے۔ اس کو درگاہ مدن کہتے ہیں۔ جب آپ اس مقام پر آکر آباد ہوئے تو یہاں کے کوچ راجہ نے آپ کو زہر دیکر مار ڈالنے کی کوشش کی۔ لیکن بعد میں آپ کی شخصیت اور بزرگی سے متاثر ہو کر اس نے اسلام قبول کیا اور وہ موضع درگاہ کے اخراجات کے لئے ہمیشہ کے لئے آپ کے حوالہ کر دیا۔ ۱۸۲۹ء میں جب سرکار انگریزی نے اس لاخراج موضع پر قبضہ کرنا چاہا تو ۱۰۸۲ء کے ایک پرانے کاغذ کے مطابق جاگیردار سید جلال الدین محمد کو موضع واپس کر دیا گیا۔ اس کاغذ میں لکھا ہے کہ شاہ محمد سلطان رومیؒ اپنے پیر و مرشد سید شاہ سرخ قل انطیہ اور بہت سارے خدام کے ساتھ ۴۴۵ھ = ۱۰۵۳ء میں یہاں آباد ہوئے۔ بستی کی پوری آبادی آپ کے دس خادموں کی اولاد میں ہونے کا دعویٰ کرتی ہے (میمن سنگھ ضلع گزیٹیر آف ۱۹۱۷ء ص ۱۵۲ ۔

ہندو راجہ ایکا نارائن کو شکست دیا ہو سکتا ہے کہ علاقہ تراف کی فتح کے بعد بدر پیرؒ چٹاگانگ گئے ہوں۔ بدر الدین بدر عالمؒ جو بہار کی چھوٹی درگاہ میں دفن ہیں۔ وہ سلہٹ کے بدر پیر سے مختلف ہیں۔ سترہویں صدی عیسوی میں چاٹگام میں نظام شاہ سُور کے وزیر خزانہ اور بنگالی شاعر دولت وزیر بہرام خاں نے اپنی کتاب "لیلیٰ مجنوں" میں حضرت بدر پیرؒ کا ذکر کیا ہے۔ چاٹگام شہر میں ایک چھوٹی سی پہاڑی کا نام "بدر پتی" ہے۔ مسٹر بلوخ مَین اور شمس العلماء ہدایت حسین صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت بدر الدین بدر عالمؒ جن کا ۱۴۴۰ء میں انتقال ہوا اور جو بہار کی چھوٹی درگاہ میں دفن ہیں، وہ چاٹگام تشریف لائے تھے اور کچھ دنوں یہاں قیام فرمایا تھا۔ اس کا زیادہ امکان ہے کہ چٹاگانگ کے بدر پیرؒ وہی بدر الدین بدر عالمؒ ہیں۔ ڈاکٹر عبدالکریم نے اپنی تصنیف "مسلمانانِ بنگال کی سماجی تاریخ" میں لکھا ہے کہ دونوں ایک ہی بزرگ ہیں۔ ۱۹۶۲ء میں جناب محمد صدیق خاں نے بدر پیرؒ کے متعلق تمام حوالوں کا مفصّل جائزہ لے کر ثابت کیا کہ چاٹگام کے بدر پیرؒ اور بدر الدین بدر عالمؒ جو بہار میں دفن ہیں ایک ہی شخص ہیں اور حضرت بدر الدین بدر عالمؒ کی پیدائش میرٹھ میں ہوئی تھی"۔[1]

حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدیؒ جو بہار شریف ضلع نالندہ (بہار) کی چھوٹی خانقاہ میں دفن ہیں۔ اُن کے حالات کسی مستند کتاب میں نہیں ملتے اور نہ کہیں آپکی تاریخ پیدائش کا پتہ چلتا ہے۔ مسٹر وائز، مسٹر بلوخ مَین، چاٹگام ضلع گزیٹیر

---

[1] تاریخ چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ علی ۱۹۶۴ء۔ ص ۱۲-۱۳

کے مصنف مسٹر اس۔ اس۔ ادمیلی، شمس العلماء ہدایت حسین، ڈاکٹر عبد الکریم، محمد صدیق خاں، ڈاکٹر انعام الحق اور سید مرتضیٰ علی سب نے آپ کا سال وفات ۱۴۴۰ء تسلیم کیا ہے۔ مدرسہ عزیزیہ بہار شریف ضلع نالندہ کے پرنسپل جناب مولانا محمد عبد المتین صاحب نے اپنی کتاب "تحفۂ بہار" میں لکھا ہے کہ آپ کا ۲۷ رجب ۸۴۴ھ (دسمبر ۱۴۴۰ء) کو بہار شریف میں وصال ہوا۔ سید مرتضیٰ علی نے تاریخ چٹاگانگ میں لکھا ہے کہ جس زمانہ میں اراکان کے بودھ راجاؤں نے بنگال کے مسلمان سلاطین کی ماتحتی قبول کر لی تھی۔ اپنے ناموں کے ساتھ کچھ اسلامی نام بھی شامل کر لیا تھا اور اپنے سکوں پر کلمہ لکھوانا شروع کیا تھا۔ اسی دور میں سلطان جلال الدین محمد شاہ کے عہد حکومت میں حضرت بدر الدین بدر عالم رح اپنے کچھ رفقار کار کے ساتھ چاٹگام تشریف لائے اور دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہوئے۔[۱]

سلطان جلال الدین ابو المظفر محمد شاہ نے ۱۴۱۷ء سے ۱۴۳۱ء تک چودہ سال بنگال میں حکومت کی۔ یہ بھانوریا اور دیناج پور کے ہندو راجہ کنس نارائن یا گنیش[۲] کے بیٹے تھے اور بنگال کے مشہور روحانی پیشوا اور سلسلۂ عالیہ چشتیہ نظامیہ کے نامور بزرگ۔

---

[۱] تاریخ چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ علی ص ۱۷

[۲] راجہ کنس نارائن یا گنیش نے خواجہ حافظ شیرازی (۱۳۸۹ - ۱۳۱۵ء) کے ہمعصر اور میتھلی زبان کے شاعر ودیاپتی ٹھاکر (۱۴۵۰ - ۱۳۶۰ء) کے مربی سلطان غیاث الدین اعظم شاہ (۱۴۱۰ - ۱۳۸۹ء) کو سازش سے قتل کرا دیا تھا۔ اور گوڑ میں مختصر مدت کے لئے برائے نام دو بادشاہوں کے بعد

(بقیہ ص ۱۶ پر)

حضرت نور قطب عالمؒ (متوفی ۱۴۱۵ء) کے فیض سے مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ ان مصنفین کے خیالات کی روشنی میں یہ اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت بدر الدین بدر عالمؒ کا رجب ۸۴۴ھ = دسمبر ۱۴۴۰ء میں انتقال ہوا۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔

[بقیہ حاشیہ ص ۱۵ کا] ۱۴۱۴ء میں خود سلطنت پر قابض ہوگیا۔ بہت سے علماء اور مشائخ کو قتل کیا۔ مسلمانوں پر سخت ظلم ڈھایا۔ ایسے نازک حالات میں شیخ طریقت حضرت نور قطب عالمؒ کو معاملات ملکی میں دخل دینے پر مجبور ہونا پڑا۔ آپ نے جونپور کے سلطان ابراہیم شاہ شرقی (۱۴۰۲-۱۴۳۶ء) کو جسے آپ کے پیر بھائی حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ (کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد) سے کمال عقیدت تھی، خط لکھا۔ چنانچہ سلطان ابراہیم شاہ شرقی نے ۸۱۶ھ = ۱۴۱۴ء میں بنگال پر حملہ کیا۔ اس حملہ کے اثرات سے بچنے کے لئے گنیش نے اسلام قبول کرنا چاہا۔ لیکن اس کی دھرم پتنی مانع ہوئی۔ آخر اس نے اپنے بیٹے جدو (جت مل) کو حضرت نور قطب عالمؒ کے ذریعہ اسلام قبول کرایا۔ تاکہ جونپور کی فوج واپس چلی جائے اور سلطنت اس کے خاندان میں باقی رہے۔ سلطان ابراہیم شاہ شرقی کے واپس جانے کے بعد راجہ گنیش نے اپنے بیٹے جدو کو پھر ہندو بنانے کی کوشش کی۔ لیکن حضرت نور قطب عالمؒ کے فیض کے باعث جدو نے مرتد ہونے سے انکار کر دیا اور گنیش کے بعد ۱۴۱۷ء میں وہی جلال الدین ابو مظفر محمود شاہ کے نام سے حکمراں ہوا۔ اس کے زمانہ میں بنگال میں اسلام کو بڑی رونق حاصل ہوئی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا شمس الدین احمد شاہ (۱۴۳۱-۱۴۴۲ء) حکمراں ہوا۔ سلطان جلال الدین نے پانڈوا شریف کے قریب مشہور اکلاخی روضہ تعمیر کرایا۔ جس میں وہ خود، ان کی بیگم اور ان کے بیٹے احمد شاہ دفن ہیں۔ آب کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۵۲-۳۵۰ [بقیہ ص ۱۷ پر]

اخبار صدائے عام پٹنہ کی مئی ۱۹۵۵ء کی ایک اشاعت میں بہار شریف کے جناب شاہ شمیم اختر صاحب کا ایک مضمون حضرت بدرالدین بدر عالم زاہدی رح کے بارے میں شائع ہوا تھا۔ اس میں موصوف لکھتے ہیں کہ "حضرت بدرالدین بدر عالم زاہدیؒ آٹھویں صدی ہجری کے آغاز میں میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ بہت دنوں تک دہلی میں رہے۔ جون پور ہوتے ہوئے بہار شریف آئے۔ پھر مخدوم الملکؒ نے آپ کو چاٹگام روانہ کر دیا۔ جب کئی بار بہار شریف میں سیلاب سے بڑی تباہی ہوئی، تو حضرت مخدوم الملکؒ نے روحانی طاقت کے ذریعہ سیلاب کو روکنا چاہا۔ شہر کے ایک گوشہ میں خود رہے۔ دوسرے گوشہ میں اپنے خالہ زاد بھائی حضرت مخدوم احمد چرم پوش سہروردی رح اور تیسرے گوشہ میں حضرت نور قطب عالم رح کے خلیفہ حضرت فریدالدین طویلہ بخشؒ کو مامور کیا اور چوتھے گوشہ کے لئے حضرت بدرالدین بدر عالم زاہدی رح کو بنگال سے طلب کیا۔ حضرت بدرالدین بدر عالمؒ سیکڑوں سواروں کے ساتھ ذی الحجہ ۷۸۲ھ (اپریل ۱۳۸۰ء) میں بہار شریف تشریف لائے۔ آپ کے آنے سے قبل شوال کے مہینہ میں حضرت مخدوم الملکؒ کا وصال ہو چکا تھا۔ آپ کچھ دنوں بہار شریف کی چھوٹی درگاہ میں رہے۔ پھر محلّہ سوہ ڈیہہ میں منتقل ہو گئے۔ جہاں شہنشاہ فیروز شاہ کے حکم سے آپ کے لئے ایک شاندار مسجد تعمیر کی گئی۔ جس کا

[بقیہ حاشیہ ص ۱۶ کا]

بحوالہ ریاض السلاطین؛ مالدہ ضلع گزیٹیر۔ جی۔ ای۔ لمبورن۔ کلکتہ ۱۹۱۸ء؛ مسلم بنگالی ادب، ڈاکٹر انعام الحق ص ۴۳-۴۴؛ این ایڈوانس ہسٹری آف انڈیا جلد دوم، کالی کنکر دت وغیرہ۔ ص ۳۴۴-۴۵؛ تاریخ بنگال بسر جدو ناتھ سرکار۔ جلد دوم ص ۱۲۹-۱۳۰۔

کتبہ آج بھی چھوٹی درگاہ میں حضرت کے دستار پر موجود ہے۔ گیارہ سال بہار شریف میں رہے۔ تشریف آوری کے وقت عمر شریف ۸۱ سال کی تھی۔ ۲۵ رجب ۷۹۳ھ (جولائی ۱۳۹۱ء) کو وصال ہوا۔[۱]

حضرت بدرالدین بدر عالم زاہدیؒ کے دادا کا نام خواجہ شہاب الدین حق گوہ تھا۔ آپ کی حق گوئی اور بادشاہ کو ظالم کہنے کے باعث شہنشاہ جونا خان محمد تغلق (۱۳۵۱-۱۳۲۴ء) نے آپ کو فصیل قلعہ سے نیچے گرا کر شہید کرا دیا تھا۔ مولوی محمد عالم شاہ فریدی نے اپنی کتاب "مزارات اولیائے دہلی" میں لکھا ہے کہ یہ واقعہ ۷۳۰ھ ۳۰-۱۳۲۹ء میں پیش آیا۔ شاہ شمیم اختر صاحب بہاری نے لکھا ہے کہ چاٹگام سے بہار شریف تشریف آوری کے وقت عمر شریف ۸۱ سال تھی۔ اس طرح حضرت بدرالدین بدر عالمؒ کی تاریخ پیدائش ۷۰۱ھ = اکتوبر ۱۳۰۱ء متعین ہوگی۔ دادا کی شہادت کے وقت ان کی عمر تقریباً ۲۹ سال تھی۔

حضرت بدرالدین بدر عالم زاہدیؒ کے والد کا نام حضرت فخرالدین ثانی تھا۔ ان کا مزار دہلی میں حوض شمسی پر ہے۔ لیکن ان کی تاریخ وفات معلوم نہیں ہے۔ جناب پروفیسر سید حسن عسکری صاحب اپنے ایک مضمون میں حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ (کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد) کے مکتوبات کے سلسلہ میں

---

[۱] آب کوثر شیخ محمد اکرام ص ۶۴-۴۶۳؛ مضمون شاہ شمیم اختر صاحب بہار شریف، صدائے عام، پٹنہ، مئی ۱۹۵۵ء؛ مزارات اولیائے دہلی، مولوی محمد عالم شاہ فریدی ص ۶۶، تحفۂ بہار، مولانا محمد عبدالمتین ص ۱۶

میں رقمطراز ہیں کہ جب دیناج پور کے راجہ کنس یا گنیش نے گوڑ کے تخت شاہی پر قبضہ کر لیا تھا اور اس کے خلاف حضرت نور قطب عالمؒ نے جون پور کے سلطان ابراہیم شرقی سے مدد طلب کی تھی۔ اسی موقع پر حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ نے سلطان ابراہیم شرقی کو خط لکھا تھا اور اس پر زور ڈالا تھا کہ وہ حضرت نور قطب عالمؒ کی گذارش پر ضرور توجہ کرے۔ کیونکہ بنگال کی قابل فخر سرزمین میں بیشمار مشائخ عظام اور اولیائے کرام مدفون ہیں۔ صوبہ بنگال کا کوئی شہر، کوئی قصبہ اور کوئی دیہات ایسا نہیں ہے، جہاں ان متبرک ہستیوں کے قدوم میمنت لزوم نہ پہنچے ہوں۔ گرچہ ان میں سے اکثر کا انتقال ہو چکا ہے۔ لیکن ان عظیم المرتبت بزرگوں کی اولاد اور ان کے معتقدین زندہ ہیں۔ آپ نے خاص طور پر دیوگاؤں[1]، مہسوں[2]۔ دیوتلہ[3]۔ نارکوٹی[4] اور

---

[1] دیوگاؤں سے غالباً دیوکوٹ یا دیوی کوٹ (دمدمہ) مراد ہے، جو مغربی دیناج پور ضلع میں ضلع کے صدر مقام بالر گھاٹ سے تقریباً ۲۵ میل اتر پچھم اور دیناج پور شہر سے ۱۸ میل دکھن پورنبھا ندی کے کنارے گنگا رام پور تھانہ کا صدر مقام ہے۔ قصبہ گنگا رام پور سے ایک میل کے فاصلہ پر دھال دیگھی ایک شاندار تالاب ہے۔ اس کے کنارے ایک مسجد ہے اور حضرت ملا عطاء الدین رح (متوفی ۱۳۵۵ء) کا مزار ہے۔ بنگال کے آزاد مسلمان حکمرانوں کے زمانہ میں ایک بڑی فوجی چھاونی تھی۔ گنگا رام پور سے کچھ اتر بان نگر میں آثار اسلامی بہت ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ مشہور فاتح بختیار خلجی کا دیوی کوٹ میں انتقال ہوا تھا۔ یہاں ایک بڑا میلہ لگتا ہے۔ دیناج پور ضلع گزیٹیر ص ۱۳۴ مسلم بنگالی ادب ص ۳۲ اور ص ۵

[2] مہسوں (مٹھو راجہ) ضلع مغربی دیناج پور (مغربی بنگال) میں سب ڈویژن کے [بقیہ حاشیہ ص ۲۰ پر]

سُنار گاؤں[۱] کا ذکر کیا ہے۔ سنار گاؤں کے سلسلہ میں تحریر فرمایا ہے کہ وہاں حضرت مخدوم شرف الدین منیری ؒ کے استاد حضرت شرف الدین توامہ ؒ آسودۂ خاک ہیں اور وہیں حضرت بدرالدین بدر عالم زاہدی ؒ کے والد کو عروج حاصل ہوا[۲]۔ جناب احسن دانی نے اپنے مضمون 'بنگال میں اسلام' (عہد مغلیہ سے قبل) مطبوعہ ماہ نو کراچی ستمبر ۱۹۵۳ء میں حضرت مخدوم سیّد اشرف جہانگیر سمنانی رح کے اس خط مرقومہ ۱۴۱۵ء[۳] کا ذکر کیا ہے[۵]۔

حضرت مخدوم سیّد اشرف جہانگیر سمنانی ؒ کے بارے میں اب تک یہ تسلیم کیا جاتا تھا کہ وہ سمنان (ایران) میں ۶۸۸ھ = ۱۲۸۹ء میں پیدا ہوئے اور بحساب قمری

[بقیہ حاشیہ صـ۱۹ کا]

صدر مقام رائے گنج سے چھ میل اُتر اور قاسم پور کنتور سے دو میل دکھن کیٹھہ ندی کے قریب واقع ہے۔ یہاں حضرت مولانا شیخ سلمان سہروردی رح اور امام غزالی ؒ کی کتاب احیاء العلوم کے شارح مولانا تقی الدین سہروردی رح کے مزارات ہیں۔ حضرت شیخ سلیمان سہروردی ؒ حضرت مخدوم احمد چرم پوش ؒ بہار شریف کے پیر مولانا علاء الدین سہروردی ؒ (پورینی بھاگل پور) کے پیر و مرشد ہیں۔

۳ے دیوتلہ مالدہ سے گنگا رام پور اور دیناج پور جانے والی سڑک پر مالدہ ضلع کے گجول تھانہ میں پانڈوا سے ۱۴ میل اُتر پورب سنکرول کے پاس ہے۔ یہاں حضرت جلال تبریزی ؒ کا چلّہ ہے۔

۴ے ناروکوٹی کا صحیح محل وقوع معلوم نہیں ہے۔ سرجدو ناتھ سرکار کا خیال ہے کہ یہ گھوڑا گھاٹ ضلع دیناج پور کے پاس تھا۔ تاریخ بنگال جلد دوم صـ۳۶

۱ے ضلع ڈھاکہ، بنگلہ دیش میں ڈھاکہ سے ۱۵ میل پورب مشرقی بنگال کا قدیم دارالحکومت۔ ۲ے کرنٹ اسٹڈیز۔ پٹنہ کالج۔ مارچ ۱۹۵۸ء صـ۱ مضمون تصوف عہد وسطیٰ کے بہار میں ۳ے ماہ نو کراچی ستمبر ۱۹۵۳ء صـ۲۸

۱۲۰ سال کی عمر میں ۸۰۸ھ = ۱۴۰۵ء میں کچھوچھ شریف ضلع فیض آباد (اودھ) میں انتقال[۱] فرمایا۔ کچھوچھ شریف میں مزار مبارک پر "وصالش بتاریخ بست و ہشتم ماہ محرم در ۸۰۸ھ ثمان و ثمان ماہ" درج ہے۔ "اشرف المومنین" اور "بدریا رسید قطرۂ آب" سے بھی ۸۰۸ھ خارج ہوتا ہے۔ راجہ گنیش نے ۱۴۱۴ء میں گوڑ کی سلطنت پر قبضہ کیا تھا۔ اور اسی سال یعنی ۸۱۶ھ = ۱۴۱۴ء میں سلطان ابراھیم شرقی نے بنگال پر حملہ کیا تھا۔ اگر حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رح نے سلطان ابراہیم شرقی کو بنگال پر حملہ کی ترغیب دیتے ہوئے خط لکھا تو یقیناً آپ کا وصال ۸۱۶ھ = ۱۴۱۴ء کے بعد ہوا ہے اور محرم ۸۰۸ھ = جولائی ۱۴۰۵ء میں آپ کی وفات کی تاریخ صحیح نہیں ہے۔ آپ کے پیر بھائی حضرت نور قطب عالم رح کا ۸۱۸ھ = ۱۴۱۵ء میں انتقال ہوا۔

خیر حضرت مخدوم سمنانی رح کے مکتوب سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بدرالدین بدر عالم زاہدی رح کے والد حضرت فخر الدین ثانی رح عرصہ تک سُنار گاؤں میں مقیم تھے۔ جناب شمیم احمد نے اپنے ایک مضمون "بنگال دوش کے آئینہ میں[۲]" غلام حسین زیدپوری کی فارسی کتاب ریاض السلاطین (مرتبہ ۱۷۸۸ء) کے حوالہ سے لکھا ہے "کہ سلطان علاؤالدین حسین شاہ بڑا دین دار، عادل، اُلوالعزم اور نامور حکمراں گذرا ہے اور وہ

---

[۱] داستانِ تاریخ اُردو۔ مولانا حامد حسن قادری صفحہ ۱۷ اور مقدمہ سیرۃ الاشرف۔ مرتبہ منشی امیر احمد علوی صفحہ ۷۲-۷۱

[۲] ماہ نو کراچی۔ دسمبر ۱۹۶۲ء۔ صفحہ ۳۸

حضرت غلام شاہ فخر الدین زاہدیؒ کا مرید تھا۔ جو بہار شریف (پٹنہ) میں رہتے تھے۔
یہ غلام شاہ فخر الدین زاہدیؒ کوئی دوسرے بزرگ ہیں۔ کیونکہ سید علاء الدین حسین شاہ کا
زمانہ ۱۴۹۳ء سے ۱۵۱۸ء تک ہے۔ وہ دہلی کے بادشاہ بہلول لودی اور سکندر
لودی کا ہمعصر ہے اور حضرت فخر الدین ثانیؒ محمد تغلق اور فیروز تغلق کے زمانہ میں تھے۔

حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدیؒ کی ایک ہمشیرہ کی شادی حضرت شیخ علاء الدین
علاء الحق بنگالی ابن شیخ اسعد لاہوریؒ سے ہوئی تھی۔ حضرت علاء الحقؒ نے پانڈوا شریف
ضلع مالدہ میں ۸۰۰ھ = یکم رجب بدھ ۲۰ مارچ ۱۳۹۸ء کو انتقال فرمایا۔ ان
کے صاحبزادے حضرت نور قطب عالمؒ جو حضرت بدر الدین زاہدیؒ کے حقیقی بھانجے
ہیں، ان کا پانڈوا شریف میں ۸۱۸ھ = ۱۴۱۵ء وصال ہوا۔ حضرت شیخ عبد الحق
محدث دہلویؒ نے آپ کا سال وفات ۸۱۳ھ = ۱۴۱۰ء لکھا ہے اور ڈاکٹر انعام
نے ۸۱۹ھ = ۱۴۱۶ء تسلیم کیا ہے۔ حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدیؒ کی دوسری ہمشیرہ
نظام المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ (۱۲۳۸-۱۳۲۵ء) کے
حقیقی چچازاد[1] بھائی حضرت جمال اولیاءؒ کے صاحبزادے سید ابراہیمؒ سے ہوئی تھی۔
جن کو حضرت نظام المشائخؒ کے خلیفہ حضرت عثمان اخی سراج آئینۂ ہند (متوفی ۷۵۸ھ

---

[1] حضرت نظام المشائخؒ کے چچا کا نام حضرت سید محمد بخاریؒ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت جمال اولیاءؒ کا
مزار بھونگیر ضلع نل گونڈہ (آندھرا پردیش) میں ہے۔ آپ کی اولاد بہار شریف ضلع نالندہ، خسرو پور ضلع پٹنہ
لودی کٹرہ پٹنہ سیٹی، دریاپور اور سبزی باغ پٹنہ میں ہے۔ (بحوالہ جناب سید اختر حسین سبزی باغ۔ پٹنہ ۴)

=۱۳۵۷ء) اپنے ساتھ گود لے گئے تھے حضرت سید ابراہیم چشتی رح کے صاحبزادے حضرت فرید الدین طویلہ بخش رح ہیں۔ جن کا مزار محلہ چاند پورہ بہار شریف میں ہے۔ یہ حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدی رح کے دوسرے بھانجے اور حضرت نور قطب عالم رح کے خالہ زاد بھائی اور ان کے خلیفہ ہیں۔ چاند پورہ بہار شریف میں ایک مسجد سنہ ۷۱۰ھ = ۱۳۱۰ء کی ہے[1]۔

حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدی رح کے ایک صاحبزادے حضرت مخدوم شہاب الدین قتال رح کا مزار جوکی حسن، تھانہ بریا، ضلع سیوان (بہار) میں ہے۔ لیکن ان کی تاریخ وفات معلوم نہیں ہے۔ آپ کے صاحبزادے حضرت مخدوم شاہ رکن الدین رکن عالم رح صاحب ولایت شہر خرید کا مزار موضع زاہدی پور (متصل چک حاجی عوث شیخ پٹی پرگنہ سکندر پور مشرقی) ضلع بلیا میں قصبہ سکندر پور سے تین میل یعنی ۴½ کیلومیٹر پورب ہے۔ آپ یہاں سنہ ۸۷۱ھ = ۶۷-۱۴۶۶ء میں تشریف لائے اور ۱۱ ذی الحجہ سنہ ۹۱۱ھ = سنہ ۱۵۰۶ء کو انتقال فرمایا[2]۔ یہ تاریخیں مزار شریف کے

---

[1] مضمون "تصوف عہد وسطی کے بارے میں"۔ پروفیسر سید حسن عسکری، کرنٹ اسٹڈیز۔ پٹنہ کالج۔ جنوری سنہ ۱۹۵۸ء صفحہ ۳۴ (عسکری صاحب نے حضرت فرید الدین طویلہ بخش رح کی وفات کا سال سنہ ۸۹۷ھ = سنہ ۱۴۹۱ء تحریر فرمایا ہے۔ جو ان کے خالہ زاد بھائی حضرت نور قطب عالم رح کی وفات کے ۷۶ سال بعد ہے۔ اس لئے کچھ مشکوک ہے۔)

[2] زاہدی پور ضلع بلیا کی درگاہ میں حضرت مخدوم رکن الدین رکن عالم رح کے مزار پر جو کتبہ ہے۔ اس میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴ پر)

باہر کندہ ہیں۔ لیکن دوسرے ذرائع سے ان کی تصدیق نہیں ہو سکی ہے۔ حضرت رکن الدین رکن عالم رح کے صاحبزادے حضرت مخدوم بڑے زاہدیؒ کا مزار بھی چوکی حسن ضلع سیوان (بہار) میں ہے۔ لیکن یہاں بھی کوئی کتبہ نہیں ہے اور تاریخ وفات معلوم نہیں ہو سکی ہے۔

حضرت بدرالدین بدر عالم زاہدیؒ کے ایک بھائی مخدوم صدرالدین صدر عالمؒ چھپرہ ضلع سارن کے پاس گھگھٹا[۱] میں آرام فرما ہیں۔ لیکن ان کا بھی کوئی حال معلوم نہیں ہے۔ شیراز ہند جون پور کے مؤلف جناب سید اقبال احمد نے لکھا ہے کہ مخدوم سید صدرالدین شاہ زاہدیؒ جو بہار شریف ضلع پٹنہ کے سید بدرالدین بدر عالم زاہدی رح کے حقیقی بھائی تھے۔ وہ مخدوم شاہ حسام الدین مانک پوری رح سے اجازت و خلافت حاصل کرنے کے بعد جون پور آئے۔ ۵ رمضان المبارک ۹۳۳ھ = ۱۲ اکتوبر ۱۵۲۶ء کو انتقال ہوا۔ مُلّا ٹولہ شہر جون پور میں دکھن طرف املی کے درخت کے نیچے مزار ہے۔ جناب شاہ شمیم اختر صاحب بہاری نے بھی اپنے مضمون میں لکھا ہے کہ حضرت بدرالدین بدر عالمؒ دہلی سے جون پور آئے جہاں آپ کے بڑے بھائی کا مزار ہے۔

[بقیہ حاشیہ ص۲۳ کا]

آیا ہے ۸۷۱ھ کے نیچے ۱۴۳۸ء اور وصال ۱۱ ذی الحجہ ۹۱۱ھ کے نیچے ۱۴۷۷ء درج ہے جو غلط ہے۔ راقم الحروف نے اتوار ۲۷ اکتوبر ۱۹۶۸ء زاہدی پور میں کتبہ کی پوری عبارت نالہ بچھوں کے ساتھ نوٹ کی تھی۔ یہاں ہجری سال کو صحیح مان کر عیسوی سال درست کر دیئے گئے۔ [۱] بحوالہ جناب شاہ ذکی اشرف صاحب چوکی حسن، تھانہ بڑہریا، ضلع سیوان (بہار) منگل ۲۲ اکتوبر ۱۹۶۸ء۔

ہوسکتا ہے کہ گھگھٹا ضلع سارن (بہار) کے زاہدی بزرگ اور جون پور کے مخدوم صدر الدین زاہدی کے ناموں میں کچھ فرق ہو۔ لیکن صاحب شبیر ازہند کی تحریر میں بعض سخت تضاد کے باعث ان کا بیان محلِ نظر ہے۔ اگر حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدی رح کی تاریخ وفات رجب ۸۴۴ھ (سنہ ۱۴۴۰ء) تسلیم کی جائے تو ان کے بڑے بھائی کی تاریخ وفات سے ۹۸ سال کا فرق ہوتا ہے اور سنہ ۷۹۳ھ (سنہ ۱۳۹۱ء) سے ۴۰ اسال کا فرق ہوتا ہے۔ دونوں صورتیں ناممکن ہیں۔ دوسرے حضرت حسام الدین مانک پوری رح خلیفہ ہیں حضرت نور قطب عالم رح کے جو بھانجے ہیں حضرت بدر الدین زاہدی رح کے۔ حضرت نور قطب عالم کا سنہ ۸۱۸ھ = سنہ ۱۴۱۵ء میں اور حضرت حسام الدین مانک پوری رح کا سنہ ۸۸۲ھ = سنہ ۱۴۷۷-۷۸ء میں وصال ہوا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت نور قطب عالم رح کے بڑے ماموں کا ان کے ۵۱ سال بعد انتقال ہوا ہو۔ اس لئے جون پور کے حضرت صدر الدین زاہدی رح کی تاریخ وفات لکھنے میں غلطی ہوئی ہے۔

حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدی رح کے دادا حضرت خواجہ شہاب الدین حق گو شہید رح کے واقعۂ شہادت سنہ ۷۳۰ھ = سنہ ۱۳۲۹-۳۰ء
اُن کے برادر نسبتی حضرت شیخ علاء الدین علاء الحق رح کی تاریخ وفات یکم رجب سنہ ۸۰۰ھ = ۲۰ مارچ سنہ ۱۳۹۸ء اُن کے خسر فیروز شاہ تغلق (۱۳۸۸-۱۳۵۱ء) کی تاریخ وفات

۱۳ رمضان ۷۹۰ھ = ستمبر ۱۳۸۸ء۔ اُن کے بھانجے حضرت نور قطب عالم رح کے سال وفات ۸۱۸ھ = ۱۴۱۵ء۔ اُن کے پوتے حضرت رکن الدین رکن عالم رح (زاہدی پور ضلع بلیا) کی تاریخ وفات ۱۱ ذی الحجہ ۹۱۱ھ = ۱۵۰۶ء اور حضرت مخدوم الملک شرف الدین بہاری رح کی تاریخ وفات ۶ شوال ۷۸۲ھ = جنوری ۱۳۸۰ء کی روشنی میں ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ حضرت بدرالدین بدرعالم زاہدی کی عمر، چاٹگام سے بہار شریف کو واپسی اور اُن کے انتقال کی جو تاریخیں جناب شاہ شمیم اختر صاحب نے لکھی ہیں وہ صحیح ہیں[1]۔ یعنی وہ غالباً ۷۰۱ھ = اکتوبر ۱۳۰۱ء میں علاء الدین خلجی کے عہدِ حکومت میں پیدا ہوئے اور بہار شریف ضلع نالندہ (بہار) میں ۲۵ رجب ۷۹۳ھ = جولائی ۱۳۹۱ء کو بنگال کے سلطان غیاث الدین اعظم شاہ کے عہدِ حکومت میں انتقال فرمایا۔

بنگلہ زبان کے شاعر اور ساعت نامہ، کے مصنّف مزمّل نے اپنے پیر کا نام شاہ بدرالدین لکھا ہے۔ اگر اُن کے پیر حضرت بدرالدین بدرعالم زاہدی رح ہیں تو مزمّل پندرہویں صدی عیسوی کے وسط کے نہیں، بلکہ چودھویں صدی عیسوی کے وسط کے شاعر ہیں۔ کالنا ضلع بردوان میں بدر صاحب نامی بزرگ کے مزار کے سلسلہ میں جو ڈاکٹر انعام الحق نے لکھا ہے کہ وہاں حضرت بدرعالم رح نے اسلام کی تبلیغ کی تھی۔ اور وہاں ان کا ایک فرضی مقبرہ موجود ہے۔ بردوان گزیٹیر میں لکھا ہے کہ "ضلع کے دو اور بزرگ جن کی ہندو اور مسلمان دونوں یکساں عزت کرتے ہیں۔ وہ کالنا کے بدر صاحب رح

---

[1] روزنامہ صدائے عام۔ پٹنہ۔ مئی ۱۹۵۵ء کی ایک اشاعت

اور مجلس صاحبؒ ہیں۔ دونوں کے مزارات دریا کے کنارے ایک میل کے فاصلہ پر ہیں۔ یہ دونوں بھائی تھے اور چار سو سال قبل تبلیغ و اشاعتِ اسلام کے لئے یہاں آئے تھے۔ دونوں مزارات کے درمیان زائرین بالکل محفوظ رہتے ہیں اور ندی میں مزارات کے درمیان گھڑیال بھی انسان کو نہیں پکڑتا۔ ان دونوں مزارات پر مٹی کے چھوٹے چھوٹے گھوڑے، پھول اور مٹھائیاں پیش کی جاتی ہیں[1]۔ یہ ممکن ہے کہ حضرت بدرالدین بدر عالم زاہدیؒ نے تبلیغ دین کے سلسلے میں کالنا ضلع بردوان میں قیام فرمایا ہو۔ لیکن یہاں کے بدر صاحبؒ مجلس صاحبؒ کے بھائی سمجھے جاتے ہیں اور ان کا زمانہ (۱۵۰۰ء) سولہویں صدی کے آغاز کا ہے اور راقم الحروف کے خیال میں یہ حضرت بدرالدین بدر عالم زاہدیؒ سے مختلف بزرگ ہیں۔

سلہٹ کے راجہ گوڑ گوبند نے برہان الدین نامی ایک مسلمان پر سخت ظلم ڈھایا۔ بچہ کی پیدائش کے موقع پر گائے ذبح کرنے کے جرم میں ان کے نومولود بچہ کو قتل کر دیا گیا اور اُن کا ایک ہاتھ کاٹ لیا گیا۔ انہوں نے گوڑ کے مسلمان بادشاہ سلطان فیروز شاہ دہلوی (۱۳۲۲ - ۱۳۰۱ء) کے دربار میں فریاد کی۔ چنانچہ گوڑ گوبند کی سرکوبی کے لئے بادشاہ نے اپنے بھانجے سکندر غازی کی ماتحتی میں فوج روانہ کی۔ اس فوج کو گوڑ گوبند کے مقابلہ میں ناکامی ہوئی، تو سکندر غازی کی مدد کے لئے سپہ سالار سید

---

[1] بردوان ضلع گزیٹیر۔ جے۔ سی۔ کے پیٹرسن ۱۹۱۰ء ص ۱۵ اور ص ۱۹۸

نصیر الدین کی ماتحتی میں ایک اور فوج بھیجی گئی مسلمان گوڑ گوبند کی فوجی طاقت اور اس کی جادوگری سے کچھ ہراساں تھے۔ اس زمانہ میں حضرت شاہ جلال مجردؒ یمنیؒ اپنے مریدوں اور معتقدوں کے ساتھ اس علاقہ میں مصروف کار تھے۔ سکندر غازی اور سپہ سالار نصیر الدین حضرت شاہ جلال مجرد یمنیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دعا اور مدد کی درخواست کی۔ حضرت جلال یمنیؒ نے دعا کی اور اپنے ۳۶۰ مریدوں کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئے۔ آپ نے بہادر پور میں براک ندی کو اپنے مصلیٰ پر بیٹھ کر عبور کیا۔ سپہ سالار سید نصیر الدین جن کی نماز فجر کبھی قضا نہیں ہوئی تھی، انہوں نے راجہ کی آہنی کمان کو چڑھایا۔ گوڑ گوبند فرار ہو گیا اور ۷۰۳ھ = ۱۳۰۳ء میں سلہٹ فتح ہو گیا۔ شیخ محمد اکرام نے آب کوثر میں لکھا ہے کہ "شاہ جلال مجرد قطب بود" سے تاریخ وفات نکلتی ہے اور حضرت کا وصال ۲۰ ذی قعدہ ۷۴۰ھ یعنی ۱۸ مئی ۱۳۴۰ء کو ہوا۔ لیکن ڈاکٹر انعام الحق نے اپنی کتاب 'مسلم بنگالی ادب' میں حضرت شاہ جلال مجردؒ یمنیؒ کا سال وفات ۱۳۴۶ء تسلیم کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ابن بطوطہ ۴۶-۱۳۴۵ء میں بنگال سے گزرا، تو وہ سلہٹ جا کر حضرت شاہ جلال یمنیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ۱۳۴۷ء میں جب وہ چین پہنچا، تو اُسے حضرت شاہ جلال یمنیؒ کی وفات کی خبر معلوم ہوئی۔[۵]

---

[۵] آب کوثر، شیخ محمد اکرام ص ۳۶۳-۳۵۵؛ حضرت شاہ جلالؒ سلہٹ۔ مضمون سید مرتضیٰ علی۔ ماہ نو کراچی۔ مئی ۱۹۵۹ء ص ۵۲؛ مسلم بنگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق ص ۵۷

حضرت جلال مجرّد یمنیؒ کے سلسلہ میں بدر پیرؒ کا ذکر آتا ہے۔ تاریخ چاٹگانگ کے مصنّف سید مرتضیٰ علی کا یہ خیال صحیح ہے کہ سلہٹ کے بدر پیرؒ بہار شریف کے حضرت بدر عالمؒ سے مختلف ہیں۔ کیونکہ ۱۳۰۳ء میں سلہٹ کی فتح کے وقت حضرت بدرالدین بدر عالم زاہدیؒ کی عمر دو تین سال سے زیادہ نہ تھی۔ شہر چاٹگام کے بخشی بازار محلہ میں بدر اولیاؒ نامی ایک بزرگ کا مزار ہے۔ جہاں ہر سال ۲۹ رمضان کو عرس ہوتا ہے قیاس غالب ہے کہ جنوبی سلہٹ کی فتح کے بعد حضرت بدر پیرؒ چاٹگام کے علاقہ میں آئے اور یہاں بخشی بازار محلہ میں اُن ہی کا مزار ہے۔ جنوبی سلہٹ کے علاقہ ترافت کے سلسلہ میں مدن پور ضلع میمن سنگھ کے حضرت شاہ سلطان رومیؒ کا نام آیا ہے۔ یہ سلہٹ کے حضرت شاہ جلال مجرّد یمنیؒ سے ڈھائی سو سال قبل اس علاقہ میں دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے آگئے تھے۔ کیونکہ ۱۶۷۱ء کے ایک سرکاری کاغذ کے مطابق ۴۴۵ھ یا ۱۰۵۳ء میں آپ کے یہاں آکر آباد ہونے کا حال معلوم ہوتا ہے۔ اِس لئے ان کو سلہٹ کے حضرت جلال مجرّد یمنیؒ کے ساتھ شامل کرنا مناسب نہیں ہے۔

حضرت بدرالدین بدر عالم زاہدیؒ شیخ الاسلام حضرت احمدؒ[1] جام زندہ پیلؒ

---

[1] شیخ الاسلام حضرت احمد النامقی الجامیؒ چھٹی صدی ہجری کے اکابر صوفیہ میں گزرے ہیں۔ ۴۴۱ھ یا ۱۰۴۹ء میں پیدا ہوئے اور ۵۳۰ھ یا ۱۱۳۵ء میں انتقال ہوا۔ چشت کے مشہور بزرگ حضرت خواجہ مودود چشتی (متوفی ۵۲۷ھ یا ۱۱۳۳ء) کے ہم عصر تھے [بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰ پر]

کی اولادیں تھے۔ چنانچہ آپ کے دادا شیخ شہاب الدین حق گو رح، جو بڑے صاحب صدق بزرگ گذرے ہیں۔ انہیں کچھ لوگ شیخ زادہ جام[1] بھی کہتے تھے۔ ان ہی کو بادشاہ محمد تغلق نے فصیل قلعہ سے نیچے گرا کر شہید کرا دیا[2] تھا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت بدرالدین بدر عالم زاہدی رح کے جدِ اعلیٰ حضرت شہاب الدین کبیر رح کعبہ شریف میں امام تھے۔ وہاں سے بشارت نبوی ؐ کے مطابق میرٹھ آئے اور وہاں سکونت اختیار کی حضرت شہاب الدین کبیر رح۔ ان کے بیٹے حضرت فخرالدین زاہدی رح اور حضرت فخرالدین زاہدی رح کے تین بیٹوں کا مزار شہر میرٹھ میں[3] ہے۔ شہر میرٹھ میں ایک محلہ زاہدی نام کا موجود[4] ہے۔ حضرت شہاب الدین حق گو شہید رح حضرت فخرالدین زاہدی رح کے بیٹے تھے۔ ان کا مزار دہلی میں تغلق آباد میں فصیل قلعہ کے پاس ہے۔ حضرت بدر عالم زاہدی رح کے والد حضرت فخرالدین ثانی زاہدی رح کی زندگی کا بڑا حصہ بنگال کے قدیم دارالحکومت سنار گاؤں میں گذرا۔ آپ دہلی میں حوض شمسی کے پاس آرام فرما ہیں۔

[بقیہ حاشیہ ص ۲۹]

ملا عبدالرحمٰن جامی رح نے نفحات الانس میں آپ کا ذکر کیا ہے۔ انیس الطالبین، مفتاح النجات، بحرالحقیقت وغیرہ آپ کی تصانیف ہیں۔ قاموس المشاہیر میں سال وفات رجب ۷۳۶ھ = فروری ۱۳۴۲ء لکھا ہے ۱۸ سال تک جنگلوں اور پہاڑوں میں عبادت کی تھی۔ سیرت الاشرف جلد اول ص ۷۷ اور قاموس المشاہیر جلد اول ص ۶۶-۶۵

[1] آب کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۲۶۳۔ [2] آب کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۲۶۴ بحوالہ ترجمہ سفرنامہ ابن بطوطہ جلد دوم ص ۱۴۸ [3] تحفہ بہار مولانا محمد عبدالمتین صاحب ص ۶۱۔ [4] میرٹھ ضلع گزیٹیر رح۔ اے نیویل الٰہ آباد

۱۳۴۰ء میں فخر الدین مبارک شاہ (۴۹-۱۳۳۸ء) کے عہدِ حکومت میں چاٹگام پر مسلمانوں کے پہلے حملہ کے وقت حضرت بدر الدین بدرِ عالم زاہدیؒ چاٹگام میں موجود تھے۔ بنگال میں ۴۶-۱۳۴۵ء میں افریقی سیاح ابن بطوطہ کی سیاحت کے وقت بھی وہاں آپ کی موجودگی ثابت ہوتی ہے۔ چاٹگام کی بدرپتی پہاڑی آپ کے نام پر ہے۔ اور فری ہلز پر آپ ہی کے نام کا چراغ جلتا ہے۔ بنگلہ زبان میں چیٹی ہٹی کے دیا کو کہتے ہیں۔ اور آپ نے جو چراغ روشن کیا تھا۔ اسی کی وجہ سے اس مقام کا نام چیٹی گاؤں ہو گیا۔ سمندر میں کام کرنے والے ملاح آپ ہی کے نام کی دہائی دیتے ہیں۔[۱]

حضرت بدر الدین بدرِ عالم زاہدیؒ سلطان غیاث الدین تغلق (۲۴-۱۳۲۱ء) سلطان محمد عادل تغلق شاہ (۵۱-۱۳۲۴ء) اور سلطان فیروز شاہ تغلق (۸۸-۱۳۵۱ء) کے دورِ حکومت میں تھے۔ آپ کی ایک شادی سلطان فیروز شاہ تغلق کی صاحبزادی بی بی فہمیدہ سے ہوئی تھی اور دوسری شادی پرتھوی راج چوہان کے خاندان میں۔ دوسری بی بی کا نام بی بی نخوی تھا۔ ان سے ایک بڑے حضرت سلطان زاہدی اور ایک صاحبزادی بی بی ابدال تھیں۔ اور بی بی فہمیدہ سے آپ کے چار صاحبزادے تھے۔ بہار شریف ضلع نالندہ میں حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین بہاریؒ کے مزار مبارک سے تقریباً نصف میل پورب دکھن محلہ نکیہ کلاں میں آپ کا مزار ایک احاطہ کے اندر ہے۔ اس کو چھوٹی درگاہ کہتے ہیں۔ آپ کے مزار شریف پر آسیب جل جاتے ہیں۔ اس لئے بہت سے لوگ آپکو

---

[۱] تاریخ چٹگاؤں۔ سید مرتضیٰ علی صفحہ ۹۔ بحوالہ چاٹگام مردم شماری رپورٹ ۱۹۶۱ء صفحہ ۱۳۰-۱

جلو پیر بھی کہتے ہیں۔

آپ کے زمانہ میں بنگال میں حضرت عثمان اخی سراج آئینہ ہند رح (متوفی ۱۳۵۷ء) اُن کے خلیفہ اور آپ کے برادر نسبتی حضرت مخدوم علاء الدین علاء الحق رح (متوفی ۱۳۹۸ء) آپ کے بھانجے حضرت نور قطب عالم رح (متوفی ۱۴۱۵ء)؛ دیوی کوٹ (دمدمہ) ضلع دیناج پور کے مولانا شاہ عطار رح (متوفی ۱۳۵۵ء) شمس الدین محمد الیاس کے دور حکومت کے حضرت راجہ بیابانی رح (متوفی ۱۳۵۴ء)؛ فرفرہ شریف ضلع ہوگلی کے شاہ انور قلی حلبیؒ (متوفی ۱۳۷۵ء) اور سلہٹ کے حضرت جلال مجردؒ یمنی رح (متوفی ۱۳۴۷ء) دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں مشغول تھے۔

حضرت بختیار ماہی سوار رح کے ساتھ آنے والے بارہ اولیاء میں سے حضرت بدرالدین بدر عالم زاہدی رح کے سوا دوسرے بزرگوں کے مفصّل حالات معلوم نہیں ہیں۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے کچھ بزرگ چاٹگام اور سیتا کنڈ کے مابین کومیرا اسٹیشن کے پاس بارہ اولیا نامی بستی میں آباد ہوئے۔ وہاں ایک ساتھ بارہ ۱۲ پرانی قبریں دکھلائی جاتی ہیں[1]۔ شاہ قتالؒ کا مزار شہر چاٹگام کے شمالی مضافات قتال گنج (قتل گنج) میں ہے۔ عام طور پر ان کو قتال پیرؒ کہتے ہیں۔ مغل عہد حکومت میں سرکاری کچہریاں قتال گنج ہی میں تھیں[2]۔ شاہ چاند اولیا رح چاٹگام سے آٹھ میل جنوب مشرق کی طرف پاٹیا میں سری متی ندی کے کنارے آرام فرما ہیں۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت چاند اولیاءؒ

---

[1] تاریخ چاٹگام سید مرتضیٰ علی ص۷ [2] تاریخ چاٹگام سید مرتضیٰ علی ص۵۸ اور ص۱۰۹

سولہویں صدی عیسوی میں دہلی سے چاٹگام آئے۔ اور لنگوٹ بند لے ہے[۱]۔

حضرت بدر عالمؒ کے ساتھ آنے والے بزرگوں میں ایک نام حضرت شاہ محسن اولیا رح کا ملتا ہے۔ پہلے آپ کو جھیاری میں سنکھا ندی کے کنارے دفن کیا گیا۔ لیکن جب ندی کی دھارا بدل گئی، تو آپ کی قبر بھٹیالی کو منتقل کی گئی۔ آپ کی صاحبزادی کا نام نرمیٔ بی بی تھا۔ جن کی شادی آپ کے بھتیجے شاہ سکندرؒ سے ہوئی تھی۔ ان کے بیٹے شاہ قطب الدین رح تھے۔ اُن کی اولاد اب تک جھیاری میں آباد ہے۔ یہاں طغریٰ کا ایک کتبہ ہے جس میں ۸۰۰ھ = ۱۳۹۷ء کی تاریخ درج ہے[۲]۔

شہر چاٹگام سے چار میل اتّر، پچھم نصیر آباد میں حضرت سلطان بایزید بسطامیؒ کی درگاہ ہے۔ اس کو سلطان بایزید بسطامی رح کا چلّہ کہتے ہیں۔ چلّہ کی سادہ مگر باوقار مربع عمارت ایک ٹیلہ کے اُوپر ہے اور ٹیلہ کے دامن میں عہدِ عالمگیری کی ایک شاندار مسجد ہے، جس کا رُدکار اور مرکزی قُبّہ قابلِ دید ہے۔ ابھی تک حضرت سلطان بایزیدؒ کے متعلق تحقیق نہیں ہو سکی ہے کہ یہ کون بزرگ ہیں اور یہاں کب تشریف لائے۔ ڈاکٹر انعام الحق کا خیال ہے کہ فی الحقیقت یہ حضرت شاہ سلطان بلخی رح کی درگاہ ہے۔ جو سانڈوِپ سے نصیر آباد آئے تھے[۳]۔ دوسروں کا کہنا ہے کہ نویں صدی عیسوی میں دنیائے اسلام کے عظیم روحانی پیشوا حضرت خواجہ بسطامی رح[۴] تبلیغ اسلام کے سلسلہ

---

[۱] تاریخ چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ علی ص ۱۵۸۔ [۲] تاریخ چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ علی ص ۱۵۸-۱۵۷۔ اور مسلم بنگالی ادب ص ۵۷۔ [۳] تاریخ چٹاگانگ ص ۱۲۔ [۴] حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رح کے پیر و مرشد حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ۔ ایران میں شاہ رود کے پاس بسطام میں ۱۶۰ھ یعنی ۷۷۷ء

(باقی حاشیہ ص ۳۴ پر)

میں چاٹگام تشریف لائے اور چھ سال تک یہاں مقیم رہے۔ لیکن خواجہ بایزید بسطامیؒ (۸۷۵ - ۷۷۷ء) کے چاٹگام تشریف لانے کا کوئی تاریخی ثبوت نہیں ہے حضرت سلطان سخی سرورؒ[۱] کبھی مشرقی پنجاب میں تشریف نہیں لائے۔ لیکن جالندھر اور لودھیانہ کے تمام سلطانی ہندو جاٹوں کی بستی میں آپ کی درگاہ موجود ہے۔ اس کو زیارت کہتے ہیں۔ ہر جمعرات کو زیارت صاف کی جاتی ہے اور اس میں رات کو چراغ جلایا جاتا ہے اور اجمیر شریف میں غوث الاعظم حضرت سید محی الدین عبد القادر جیلانیؒ[۲] کے تشریف نہیں لانے کے باوجود حضرت خواجہ بزرگؒ[۳] کے مزار مبارک کے سامنے

[بقیہ حاشیہ ص۳۳ کا]

میں پیدا ہوئے اور ۱۵ شعبان ۲۶۱ھ = ۲۶ مئی ۸۷۵ء کو وصال ہوا۔

[۱] حضرت احمد سیدؒ (سلطان سخی سرور لکھ داتا) کرسی کوٹ میں پیدا ہوئے۔ حضرت غوث الاعظمؒ اور شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ سے فیض حاصل کیا۔ لاہور سے ۷۰ میل سودھرہ میں بھر گئی سال دھونکل میں رہے۔ ضلع ڈیرہ غازی خاں کے شاہ کوٹ تشریف لے گئے۔ سنہ ۱۱۱۸ء میں شہید ہوئے۔ مزار مبارک شاہ کوٹ (سخی سرور) میں ہے۔ ہندو آپ کے بہت معتقد ہیں۔ آب کوثر۔ شیخ محمد اکرام ۱۹۵۸ء ص۱۹۱؛ امپریل گزیٹیر آف انڈیا جلد بست و یکم ص ۳۹۰

[۲] سلسلۂ عالیہ قادریہ کے امام غوث الاعظم حضرت سید محی الدین عبد القادر جیلانیؒ ایران کے ضلع جیلان (گیلان) کے گاؤں نائف (نیف) میں یکم رمضان المبارک ۴۷۱ھ = مارچ ۱۰۷۸ء کو پیدا ہوئے اور ۱۱ ربیع الآخر ۵۶۱ھ = ۱۴ فروری ۱۱۶۶ء کو بغداد شریف میں وصال ہوا۔

[۳] سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ ۱۴ رجب ۵۳۷ھ = فروری ۱۱۴۳ء کو علاقہ سجستان میں پیدا

(باقی حاشیہ ص۳۵ پر)

نارا گرڈھ پہاڑی کے راستہ پر آپ کا چلّہ تعمیر ہوا۔ جہاں حضرت غوث الاعظمؒ کے ایک عقیدت مند نے بغداد شریف سے آپ کی درگاہ کی ایک اینٹ لاکر اپنے سینہ کے اُوپر دفن کرایا۔ اسی طرح عین ممکن ہے کہ سلطان العارفین حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ کے سلسلہ کے کسی بزرگ نے ازراہ عقیدت مندی آپ کے نام سے یہ چلّہ تعمیر کرایا ہو اور چونکہ عام طور پر اسے حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ کی درگاہ یا آپ کا چلّہ کہتے ہیں اس لئے اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ یہ درگاہ شریف آپ کے نام سے تعمیر کی گئی ہے۔ آپ کی طرف اس کی نسبت صحیح ہے۔

شہر چاٹگام سے ایک میل اُتر ایک چشمہ ہے جس کو شیخ فریدؒ کا چشمہ کہتے ہیں۔ اس علاقہ میں یہ روایت مشہور ہے کہ اس مقام پر شیخ فریدؒ نے اُلٹا لٹک کر چلّہ کیا تھا اور یہ چشمہ آپ کے آنسوؤں سے جاری ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ اس چشمہ کے سلسلہ میں شیخ فریدؒ سے حضرت شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ[۱] (۱۱۷۵-۱۲۶۵ء) مراد ہیں۔ جو عام طور پر بابا فریدؒ کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کا مزار مبارک (اجودھن) پاک پٹن، پاکستان میں بہت بڑی زیارت گاہ ہے۔ لیکن بابا صاحبؒ کبھی چاٹگام تشریف نہیں لائے اور

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴ کا]

ہوئے۔ ۱۰ محرم ۵۶۱ھ = ۱۶ نومبر ۱۱۶۵ء کو اجمیر شریف تشریف لائے اور ۶ رجب ۶۳۳ھ = ۱۶ مارچ ۱۲۳۶ء کو اجمیر شریف (راجستھان) میں وصال ہوا۔

[۱] حضرت شیخ کبیر بابا فریدالدین مسعود گنج شکرؒ ملتان میں پیدا ہوئے۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے خلیفہ اور نظام المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ اور حضرت مخدوم

(باقی حاشیہ صفحہ ۳۷ پر)

چودہویں صدی عیسوی سے قبل چاٹگام کا علاقہ مسلمانوں نے فتح نہیں کیا لیکن یہ روایت صحیح نہیں[۱] ہے۔ ممکن ہے کہ کسی عقیدت مند نے اس پہاڑی چشمہ کو آپ کے نام سے اس لئے منسوب کر دیا ہو کہ اس علاقہ کے مسلمان حضرت بابا صاحبؒ کی عظمت اور بزرگی سے واقف ہو سکیں۔

حضرت سیّد محمد یوسفؒ جو شاہ پیرؒ کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کا مزار چاٹگام سے تقریباً پندرہ میل دکھن پورب ست کا نیا میں ہے۔ روایت کے مطابق آپ کا تعلّق ایک شاہی خاندان سے تھا لیکن دنیاوی عیش و آرام سے الگ ہو کر درویشی اختیار کر لی اور ست کا نیا میں آباد ہوئے۔ سلسلہ شطّاریہ میں شاہ پیر نام کے ایک بزرگ گذرے ہیں۔ جن کا میرٹھ[۲] میں ۱۶۳۰ء میں انتقال ہوا[۳]۔ ۱۵۰۵ء میں حضرت جلال علیؒ (۱۵۲۳-۱۴۶۲ء) چاٹگام تشریف لائے۔ ان کا مزار پھاٹک چاری تھانہ کے جلال آباد میں[۴] ہے۔

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵ کا]

علاء الدین صابرؒ کلیر شریف کے پیر و مرشد ہیں۔ ۵ محرم ۶۶۴ھ = ۱۷ اکتوبر ۱۲۶۵ء کو پاک پٹن (اجودھن) ضلع ساہی وال (سابق ضلع مونٹ گومری) میں وصال ہوا۔ راحت القلوب اور اسرار الاولیاء آپ کے دو ملفوظات ہیں۔ جنوبی پنجاب میں اسلام کی اشاعت آپ کی کوششوں کی رہین منت ہے۔ آب کوثر شیخ محمد اکرام صفحہ ۲۵۵-۲۴۴   [۱] تاریخ چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ علی صفحہ ۱۵۷

[۲] میرٹھ گزیٹیر میں لکھا ہے کہ شہر پناہ کی دیوار کے ۹ دروازوں میں ایک کا نام شاہ پیر دروازہ ہے۔ یہ دروازہ شاہ پیرؒ کے مقبرہ کے پاس ہے۔ سنگ سرخ کا یہ شاندار مقبرہ ملکہ نور جہاں نے ۱۶۲۸ء میں ایک نیز کی یادگار میں بنوایا تھا۔ شاہ پیر محلہ بھی آپ ہی کے نام پر آباد ہے۔ میرٹھ ضلع گزیٹیر۔ ایچ۔ آر۔ نیول الہ آباد سنہ ۱۹۰۴ء۔ صفحہ ۲۷۲۔   [۳] تاریخ چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ علی صفحہ ۱۵۸   [۴] تاریخ چٹاگانگ صفحہ ۱۹

شہر چاٹگام کے چاند پور محلہ میں شاہ ملّا مسکین رح کا مزار ایک ٹیلہ کے اُوپر ہے۔ درگاہ کے پاس ایک مسجد ہے، جو پٹھانوں کے عہد کی معلوم ہوتی ہے۔ آپ حضرت بدرپیر رح کے کچھ دنوں بعد چاٹگام آئے۔ آپ کے ساتھ آنے والوں میں شاہ نور رح۔ شاہ اشرف رح کابلی شاہ رح۔ بندہ رضا شاہ رح اور شاہ مبارک علی رح تھے۔ اِن بزرگوں کے مزارات بھی حضرت شاہ ملّا مسکین رح کے مزار کے پاس ہیں۔[1]

چاٹگام سے رائمو اور کوکس بازار کو جانے والی پختہ سڑک پر چاٹگام سے تقریباً ۲۵ میل دکھن چکریا تھانہ ہے۔ تھانہ کے پُورب ایک چھوٹی سی وادی میں حضرت شاہ عمر رح کا مزار ہے۔ ضلع نواکھالی کے پرگنہ عمرآباد میں آپ کی ایک درگاہ ہے[2] اور شاید پرگنہ کا نام بھی آپ ہی کے نام پر ہے۔ دہلی کے شہنشاہ محمد شاہ (۱۷۴۸ - ۱۷۱۹ء) نے آپ کی گذارش پر اِس پرگنہ کو احسن اللہ خاں اور ثناء اللہ خاں دو بھائیوں کے نام مال کی معمولی سالانہ آمدنی پر بندوبست کر دیا تھا۔ زیادہ تر لوگوں کا خیال ہے کہ نواکھالی کے شاہ عمر رح اور چکریا کے شاہ عمر رح ایک ہی بزرگ ہیں۔[3]

میرسرائے تھانہ میں گیلیا دیگھی کے کنارے قاضی مُرسّل رح (متوکّل؟) کی درگاہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ شہنشاہ اورنگ زیب عالم گیر کے عہدِ حکومت میں دہلی میں قاضی القضاۃ کے عہدہ پر فائز تھے اور بادشاہ بیگم کے ناراض ہو جانے کے بعد

---

[1] تاریخ چٹاگانگ ص ۱۹ [2] تاریخ چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ علی ص ۱۵۸

[3] تاریخ چٹاگانگ سید مرتضیٰ علی ص ۵۹ - ۱۵۸

دہلی سے چاٹگام چلے آئے اور باقی ماندہ زندگی تبلیغ و اشاعتِ اسلام اور عبادت و ریاضت میں گزاری[1]۔

پھاٹک جاری (فتح جاری) تھانہ کے کفایت نگر میں حضرت حامد شاہؒ کی درگاہ ہے۔ پہلے اس درگاہ میں بہت بڑی جاگیر تھی۔ حامد شاہؒ کے مورث اعلیٰ عرب سے ہندوستان آئے اور دارالحکومت گوڑ میں آباد ہوئے۔ ۱۵۷۳ء میں منعم خاں کی صوبہ داری کے زمانہ میں گوڑ میں پلیگ پھیلا اور حامد شاہؒ کے دادا گوڑ سے چاٹگام چلے آئے۔ حامد شاہؒ کے والد کا نام عبدالصمد تھا۔ حامد شاہؒ کی اقامت کے بعد کفایت نگر میں جنگل صاف کرکے آبادی ہوئی[2]۔ پھاٹک جاری چاٹگام سے پندرہ میل شمال مشرق اور میرسرائے سے آٹھ میل مشرق قدرے جنوب کی طرف ہے۔

کرنافلی ندی کے کنارے مرزا خیل میں ہیمئی اولیا کی درگاہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ہیمئی اولیا پہلے ایک ہندو حجام تھے۔ اگوارام اور مہلشن چندر ان کے دو بیٹے تھے ان تینوں نے اسلام قبول کیا۔ ان کے بیٹوں کا نام عتیق اللہ اور محمد شریف رکھا گیا۔ یہ تینوں بڑے نامور بزرگ گذرے ہیں۔ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیرؒ نے ان لوگوں کو جاگیریں عطا کیں۔ نواپارا اور شرف بھاٹا میں ذمہ عتیق اللہ اور ذمہ محمد شریف ان دونوں بزرگوں کے نام پر ہیں۔

حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوریؒ (متوفی ۱۸۵۸ء) اور ان کے خلیفہ

---

[1] تاریخ چاٹگانگ ص ۱۵۹

[2] تاریخ چاٹگانگ ص ۱۵۹
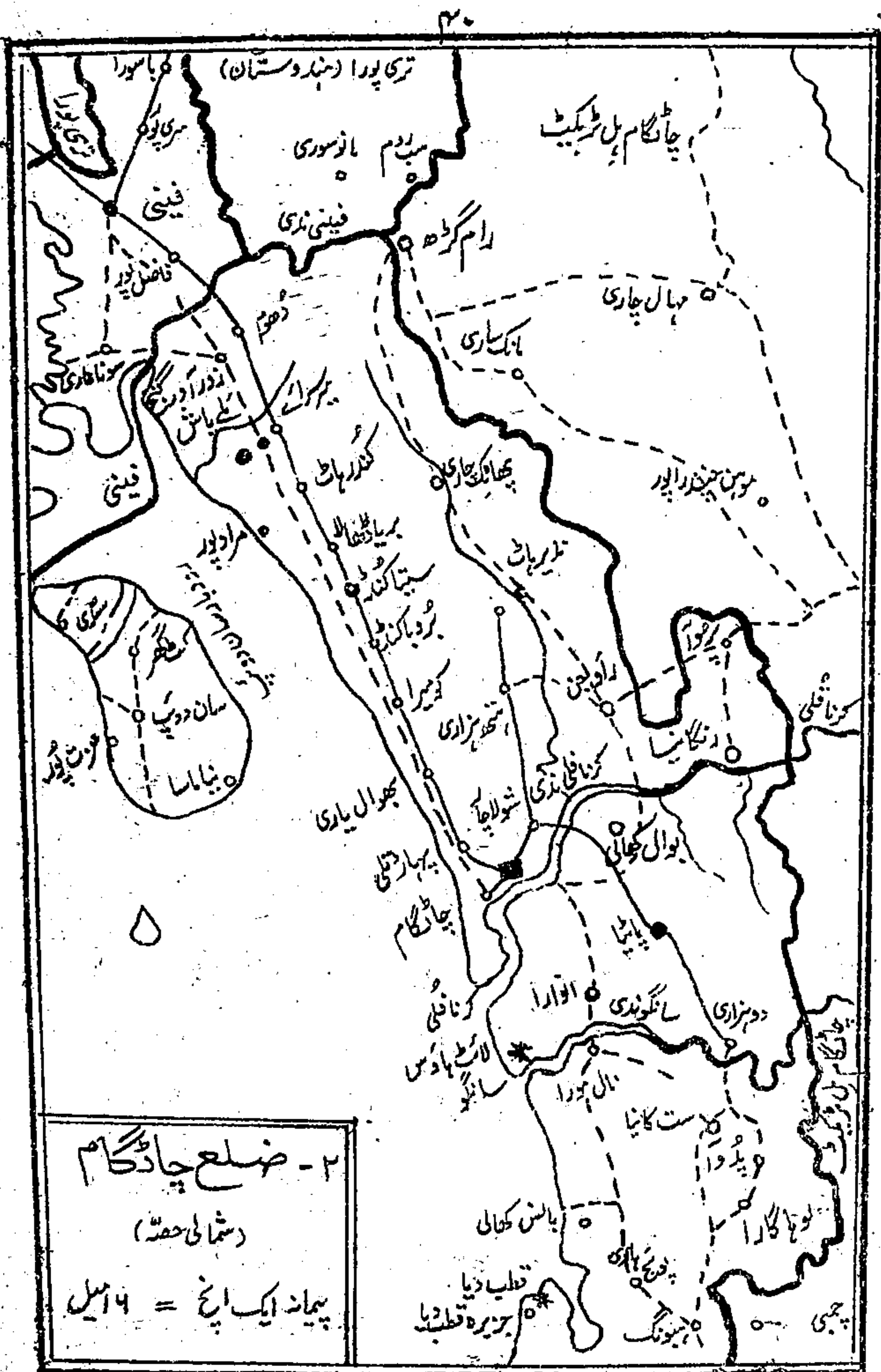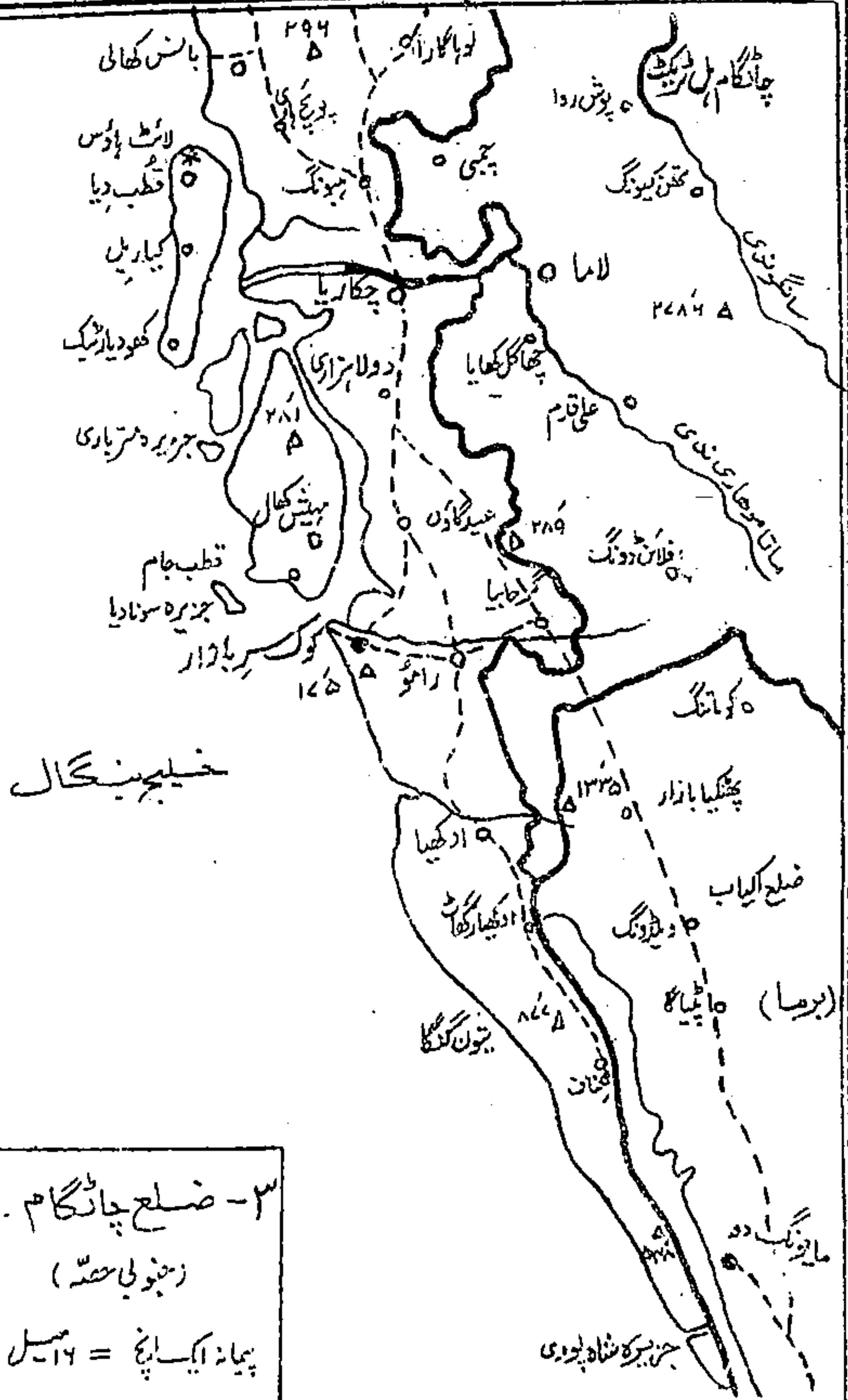
قطب الارشاد حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب ویسیؒ (متوفی ۱۸۸۶ء) کے معاصرین میں جناب شاہ معین الدین صاحبؒ کی درگاہ شہر چاٹگام کے مضافات میں پہاڑتلی سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔ وہ تقریباً ۱۳۵ سال قبل حیات تھے۔ جناب شاہ احمد اللہ صاحبؒ کی درگاہ پھاٹک چاری تھانہ کے بیچ بھنڈار نامی مقام میں ہے۔ یہ ۱۸۲۷ء میں پیدا ہوئے۔ اور ۱۹۰۶ء میں ان کا وصال ہوا۔ وہ اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم اور صاحب معرفت بزرگ گذرے ہیں۔ ہر سال ماگھ مہینہ کی دسویں تاریخ کو اُن کے عرس میں چاٹگام اور آس پاس کے اضلاع سے ہزاروں ہزار زائرین شریک ہوتے ہیں۔[1]

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجدّدیہ کے صاحب خانقاہ بزرگ جناب شاہ امانت اللہ صاحبؒ کا تعلّق بھی اس دور سے ہے۔ فروری ۱۸۷۴ء میں آپ کا وصال ہوا۔ حضرت بختیار ماہی سوارؒ کی اولاد میں حضرت صوفی شاہ دائمؒ کے سلسلہ میں قبل آپ کا ذکر آچکا ہے۔ آپ ضلع جج کی عدالت میں چپراسی کا کام کرتے تھے۔ مولانا سیّد شاہ احمد اللہ صاحب نے اپنی کتاب عینٌ جاریۃٌ میں تذکرہ اولیائے بنگالہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مہیش کھالی کا ایک شخص اپنے ایک سنگین مقدمہ کے ضروری کاغذات گھر چھوڑ آیا تھا۔ اس کے وکیل نے بتلایا کہ اگر کل تاریخ سماعت کے وقت وہ کاغذات پیش نہیں کئے جاسکے، تو وہ مقدمہ ہار جائے گا۔ چاٹگام سے اس کا مکان بہت کافی فاصلہ پر تھا اور دو تین روز سے کم میں کاغذات لے کر واپس آنا

---

[1] تاریخ چٹاگانگ ص ۱۵۹

ممکن نہ تھا، وہ سخت پریشان ہوا۔ شام کو گھر جاتے وقت اس کا رونا پیٹنا دیکھ کر آپ بہت متاثر ہوئے۔ آپ کی ایک کرامت کا اظہار ہوا۔ صبح تک وہ کاغذات لے کر چاٹگام واپس آگیا اور مقدمہ جیت گیا۔ تاکید شدید کے باوجود اس شخص نے کرامت کے اس راز کو ظاہر کر دیا۔ آپ کی شہرت ہو گئی۔ ملازمت سے سبکدوش ہو کر گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ اور رشد و ہدایت میں مشغول ہو گئے چاٹگام میں آپ سے اور بھی چند کرامتوں کا اظہار ہوا۔ اس علاقہ کے بہت لوگوں نے آپ سے فیض حاصل کیا۔ ہر سال یکم ذی الحجہ کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔ مزار پر ایک عالی شان عمارت ہے اور مرجع خلائق ہے[1]۔

جناب شاہ وعظ الدین رح ۱۸۰۵ء میں کان کھالی تھانہ رنگو نیا میں پیدا ہوئے۔ بارہ زمین دوز کمروں میں چلہ کشی کرتے رہے۔ چاٹگام اور اکیاب کے علاقہ میں آپ کے مریدین اور متوسلین کی تعداد بہت کافی تھی۔ ۱۸۸۰ء میں انتقال ہوا کان کھالی ہی کے مولانا سید تجمل علی رح عربی و فارسی کے زبردست عالم اور مشہور بزرگ گذرے ہیں ۱۸۳۰ء میں پیدا ہوئے اور ۱۸۹۵ء میں وصال ہوا۔ ان کے بڑے بیٹے

---

[1] رود کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۴۶۶ ؛ عین جاریہ۔ شاہ احمد اللہ صاحب۔ مطبوعہ ڈھاکہ ۱۹۶۷ء۔ ضمیمہ ص ۱ بحوالہ تذکرہ اولیائے بنگالہ مصنفہ مولانا محمد عبدالحق صاحب پرنسپل عالیہ فینی اور تاریخ چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ علی ص ۱۶۰-۱۵۹

مولانا سید نور الحق صاحب (۱۸۶۷ - ۱۹۲۸ء) کو اپنے زمانہ میں بڑی شہرت حاصل ہوئی۔ میر پور۔ ڈھاکہ اور چاٹگام میں کثیر تعداد میں لوگ ان سے مرید ہوئے۔ تقریباً اسی دور میں جناب شاہ سید ابو القاسم رح بڑے نامور بزرگ ہوئے ہیں۔ وہ بریا کھالی تھانہ راؤ جن میں ۱۸۶۵ء میں پیدا ہوئے۔ شیخ بھنڈار تھانہ پھاٹک چاری کے شاہ احمد اللہ صاحب رح کے خلیفہ تھے۔ ۱۹۲۸ء میں جے نگر تھانہ رنگو نیا میں ان کا انتقال ہوا۔[1]

---

[1] تاریخ چاٹگانگ، سید مرتضیٰ علی ص ۱۴۰

۲- چاٹگام پر اسلامی اقتدار

مُسلمانوں نے بنگال کا صوبہ تیرھویں صدی عیسوی کے آغاز میں فتح کر لیا تھا۔ ۱۳۰۳ء میں سکندر غازی اور سپہ سالار سیّد نصیر الدین نے حضرت جلال یمنیؒ کی مدد سے سلہٹ پر قبضہ کر لیا تھا۔ لیکن چودھویں صدی عیسوی کے وسط تک وہ میگھنا ندی کے پورب نہیں بڑھ رہے تھے۔ سُنار گاؤں کے فخر الدین مبارک شاہ[1] (۴۹-۱۳۳۸ء) بنگال کے پہلے آزاد مسلم حکمران تھے۔ جنہوں نے ۱۳۴۰ء میں میگھنا ندی کے پورب نواکھالی۔ ٹپرا۔ چاٹگام اور سلہٹ کے علاقوں کو فتح کیا[2]۔ اسی

---

[1] سُنار گاؤں میں غیاث الدین بہادر شاہ کی دوبارہ سرکوبی اور خاتمہ کے بعد سلطان محمد بن تغلق کے رضاعی بھائی تاتار خاں جو عام طور پر بہرام خاں کے نام سے مشہور ہیں، گورنر تھے۔ ۱۳۳۶ء میں اُن کے انتقال کے بعد فخر الدین مبارک شاہ حکمران ہوئے۔ ۱۳۳۸ء میں انہوں نے اپنی آزادی کا اعلان کر دیا اور اپنے نام کا سکّہ جاری کیا۔ اُنہوں نے دس سال حکومت کی۔ ان کے بعد اُن کا لڑکا اختیار الدین غازی شاہ حکمران ہوا۔ ۱۳۵۲ء میں حاجی شمس الدین محمد الیاس نے سُنار گاؤں کو اپنی سلطنت میں ملا لیا۔ ایڈوانس ہسٹری آف انڈیا۔ جلد دوم۔ کالی کنکر دت وغیرہ صفحہ ۴۴-۳۴۳؛ تاریخ بنگال۔ سر جدو ناتھ سرکار۔ جلد دوم صفحہ ۹۱-۹۰ اور صفحہ ۱۰۵۔ [2] چاٹگام ضلع گزیٹیر۔ ایس۔ ایس۔ او میلی صفحہ ۲۰

بادشاہ کے عہد حکومت میں اس کے جنرل قدر خاں غازی نے چاٹگام پر حملہ کیا تھا۔
اس جنرل کے نام پر چاٹگام ضلع کے راؤجن تھانہ میں قدل پور (قدر پور) بستی ہے۔
جہاں ایک قدیم مسجد بھی ہے اُس علاقہ میں حاجی محمد خلیلؒ اور حضرت بدرالدین بدر عالمؒ
نے اسلام پھیلایا۔ فاتح جنرل قادر خاں غازی نے ان دونوں مبلغین اسلام سے ملاقات
کرکے اُن کی عزت افزائی کی تھی۔ فخرالدین مبارک شاہ نے دارالحکومت سنارگاؤں
کو ایک اعلیٰ درجہ کی سڑک کے ذریعہ چاٹگام سے ملانے کی کوشش کی۔ چنانچہ
چاند پور سے چاٹگام تک پختہ سڑک بنوائی۔ چاٹگام میں مسجدیں اور مقبرے تعمیر کرائے۔[1]
۷۴۶ھ = ۴۶-۱۳۴۵ء میں مشہور افریقی سیاح ابن بطوطہ چاٹگام آئے تھے ان
کے سفرنامہ سے اسلامی فتوحات اور قیام سلطنت کی تصدیق ہوتی ہے۔ بنگالی
شاعر محمد خاں نے ۱۶۴۶ء میں اپنی کتاب "مقتول حسین" میں اور ۱۶۶۶ء میں شہاب الدین
طالش نے اپنی کتاب "علاقہ چاٹگام" میں فخرالدین مبارک شاہ کی فتوحات کا ذکر کیا ہے۔
۸۷۸ھ = ۷۴-۱۴۷۳ء میں حضرت سید بختیار ماہی سوارؒ کے پرپوتے اور چاٹگام کے
حاکم مجلس اعلیٰ راستی خاں نے ہتھ ہزاری کے پاس فتح آباد میں گوڑ کے حبشی سلطان
رکن الدین باربک شاہ (۷۴-۱۴۵۸ء) کے عہد میں فقیر علی کی یادگار میں جو مسجد
تعمیر کرائی تھی، اس کے کتبہ سے بھی اس علاقہ میں مسلمانوں کی حکومت کا ثبوت ملتا ہے۔[2]
۱۴۰۵ء میں جب چینی سفیر چاٹگام آیا تھا، تو اس وقت بھی وہاں مسلمانوں

---

[1] تاریخ چٹاگانگ۔ سید علی مرتضیٰ علی ص ۱۳ [2] چاٹگام ضلع گزیٹیر ص ۲۲ اور تاریخ چٹاگانگ ص ۱۸

کی حکومت قائم تھی[1]۔ لیکن ۱۵۱۲ء میں چاٹگام پر ٹیپرا کے راجہ دھنیا مانکیا (۱۵۱۵-۱۴۶۳ء) کا قبضہ ہو گیا تھا۔ پھر کچھ ہی دنوں بعد گوڑ کے عربی النسل سلطان علاء الدین حسین شاہ[2] (۱۴۹۳-۱۵۱۸ء) نے کومِلّا کے پاس قصبہ نامی مقام میں ٹیپرا راجہ کو شکست دیا اور بادشاہ کے بیٹے ناصر الدین نصرت شاہ[3] (۱۵۱۸-۳۲ء) نے بغدادی تاجر ابوالحسین کی ترغیب سے چاٹگام پر حملہ کر کے وہاں پھر اسلامی اقتدار قائم کر دیا

---

[1] چاٹگام ضلع گزیٹیر ص ۲۲ [2] سلطان علاء الدین حسین شاہ پہلے گوڑ کے حبشی سلطان کے وزیر تھے ۱۴۹۳ء میں اُمرائے سلطنت نے ان کو بادشاہ بنایا۔ ۲۶ سال حکومت کی اور ۱۵۱۸ء میں انتقال ہوا۔ یہ عربی النسل تھے، لیکن شادی ایک بنگالی خاندان میں ہوئی تھی۔ بہت ہی دین دار وسیع النظر اور عالی خیال حکمراں تھے۔ اڑیسہ۔ مگدھ، کوچ بہار۔ آسام اور چاٹگام کو فتح کیا۔ کثرت سے مساجد اور مدرسے تعمیر کرائے۔ اُن کے لئے اور بزرگوں کی مزارات کی نگہداشت کے لئے ہزاروں بیگھے زمین دفف کی ہر سال حضرت نور قطب عالم رح کے مزار کی زیارت کے لئے پانڈوہ شریف جاتے تھے۔ اسی خانقاہ کے اخراجات کے لئے بہت بڑی جائداد وقف کی جس کو بائیس ہزاری کہتے ہیں۔ گوڑ میں داخل دروازہ بنوایا اور گوڑ کے پاس سعد اللہ پور میں حضرت عثمان اخی سراج آئینہ ہند رح کا مقبرہ تعمیر کرایا بنگالی زبان کی سرپرستی کی۔ ان کے عہد حکومت میں منسا منگل۔ ودیا سندر اور پراگلی مہابھارت بنگلہ زبان میں لکھی گئی۔ بہار شریف ضلع نالندہ (بہار) کے حضرت غلام شاہ فخر الدین زاہدی رح کے مرید تھے۔ (رود کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۴۵ ؛ مسلم بنگالی ادب ص ۵-۴۸؛ مالدہ گزیٹیر ص ۲۰-۱۹؛ ایڈوانس ہسٹری آف انڈیا جلد دوم ص ۳۴ ؛ ماہ نو کراچی۔ دسمبر ۱۹۶۲ء ص ۴۳) - [3] ناصر الدین نصرت شاہ اپنے باپ کی طرح لائق وفائق

(باقی حاشیہ ۴۸ پر)

اس فوجی مہم میں بغدادی تاجر الفا حسینؔ[1] اور چاٹگام کے سابق حاکم سید راستی خاں کے بیٹے جنرل پراگل خاں نے شہزادہ کی بہت مدد کی تھی۔ شہزادہ نصرت شاہ نے چاٹگام سے ۸ میل پر فتح آباد کو اپنا صدر مقام بنایا اور اس زمانہ میں بہت کافی آبادی مسلمان ہو گئی۔

۱۵۳۸ء تک مسلمانوں کا قبضہ رہا۔ پھر ماگھ قبائل حاوی ہو گئے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے نصرت شاہ کے انتقال کے فوراً ہی بعد ۱۵۳۲ء تپرا کے راجہ بجے مانکیا (۷۰ - ۱۵۲۸ء) نے چاٹگام پر قبضہ کر لیا۔ لیکن ۱۵۵۶ء میں جب بجے مانکیا نے چاٹگام پر حملہ کر کے آٹھ مہینوں تک شہر کا محاصرہ کیا، تو بنگال کے حکمران بہادر شاہ کے رشتہ دار اور چاٹگام کے گورنر مبارک خاں نے تپرا کی فوج کو بُری طرح شکست دیا تھا۔ بعد میں جب پٹھان فوجی کھانے پکانے میں مشغول تھے تو تپرا کی فوج نے دوبارہ حملہ کر کے مسلمانوں کی شکست دی۔ مبارک خاں کو گرفتار

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۷ کا]

حکمران تھا۔ اس نے ترہت کو فتح کیا۔ گوڑ میں بڑا سونا مسجد اور قدم رسول تعمیر کرایا۔ مہابھارت کا بنگالی زبان میں ترجمہ کرایا۔ ۱۵۱۸ء میں حکمران ہوا اور ۱۵۳۳ء میں اسے قتل کر دیا گیا۔ (مسلم بنگالی ادب صفحہ ۵۱ مالدہ گزیٹیر صفحہ ۱۹ - ایڈوالنس ہسٹری آف انڈیا جلد دوم صفحہ ۳۶)

[1] الفا حسین بغداد کے رہنے والے عربی تاجر تھے۔ اُن کے پاس سمندر میں جانے والے ۱۴ جہاز تھے۔ بعد میں نصرت شاہ کے خاندان سے اُن کے ازدواجی تعلقات قائم ہوئے۔ (تاریخ چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ علی صفحہ ۲۰؛ تاریخ بنگال سر جدو ناتھ سرکار جلد دوم صفحہ ۱۵۰ بحوالہ احادیث الخوانین مصنفہ حمید اللہ خاں صفحہ ۱۸-۱۷

کرلیا اور پجاری چلتی کی ترغیب سے دیوی کے سامنے قربان کر دیا۔ ۱۵۷۳ء میں بنگال کے بادشاہ داؤد خاں قرّانی نے چاٹگام پر قبضہ کرنے کے لئے فوج روانہ کی۔ ٹپرا کے راجہ اُدے مانکیا کے بہنوئی رناگن نارائن نے باون ہزار فوج کے ساتھ مقابلہ کیا۔ لیکن نواکھالی ضلع کے قندال نامی مقام پر ٹپرا کی فوج کو شکست ہوئی۔ تیس ہزار ٹپرا کے فوجی مارے گئے۔ پانچ ہزار پٹھان شہید ہوئے۔ اس فتح کے بعد داؤد خاں قرّانی نے مزید فوج فیروز خاں اَنیؔ اور جمال خاں پنیؔ کی ماتحتی میں روانہ کیا۔ ان دونوں نے ٹپرا پر حملہ کیا اور کوملّا کے پاس مہرکل نامی مقام پر ٹپرا راجہ کو پھر شکست دی۔ ضلع چاٹگام میں راجہ ٹوڈرمل کی بندوبستی میں سلیمان پور مہال کا نام ملتا ہے، جو داؤد خاں قرّانی کے والد سلیمان خاں قرّانی کے نام پر اس فتح کی یادگار رہی ہے۔ ۱۵۷۶ء میں داؤد خاں قرّانی کے انتقال کے بعد اس علاقہ پر اراکان راجہ کا قبضہ ہو گیا۔ ۱۵۸۵ء میں جب سیّاح رالف فیچ یہاں آیا تھا تو اس وقت اراکانیوں کا قبضہ تھا۔[1]

پرتگال کے بحری قزّاقوں کی مدد سے اراکانیوں اور ماگھ قبائل نے مسلمانوں پر بہت ظلم ڈھایا۔ ہزاروں ہزار کو تہہ تیغ کر دیا اور بہت سے لوگوں کو غلام بنا لیا۔ ۱۶۰۹ء میں پرتگالیوں نے فتح خاں کو شکست دے کر جزیرہ ساندویپ پر قبضہ کر لیا۔ ہندوؤں نے پرتگالیوں کی ماتحتی قبول کی اور ان کی مدد سے بہت سے مسلمان

---

[1] تاریخ چاٹگام صفحہ ۲۷-۳۰

مارے گئے۔ ان بحری قزاقوں کے ظلم و تشدد سے ساحلی علاقے ویران ہوگئے تھے۔ چنانچہ ان بحری قزاقوں کے حملوں کو روکنے کے خیال سے گورنر اسلام[۱] خاں نے سنہ ۱۶۱۱ء میں صوبہ کا دارالحکومت راج محل سے جہانگیر نگر ڈھاکہ منتقل کر دیا۔ سنہ ۱۶۱۴ء میں اراکانیوں اور پرتگالیوں کی مشترکہ فوج نے بنگال پر حملہ کیا لیکن ناکام رہے۔ اراکانی راجہ نے پھر دوبارہ حملہ کیا۔ بھلوا (نواکھالی) کا مغل فوجدار فرار ہوگیا لیکن مرزا نورالدین اور دوسرے مغل حکام نے بہادری سے مقابلہ کرکے راجہ کو جنوری سنہ ۱۶۱۶ء میں پوری طرح شکست دیا۔ اراکان کا راجہ بڑی مشکلوں سے جان بچا کر فرار ہونے میں کامیاب ہوا۔ اراکانیوں کو مزید سزا دینے کے لئے بنگال کے صوبہ دار قاسم خاں نے فروری سنہ ۱۶۱۶ء میں عبدالنبی کی ماتحتی میں ایک فوج چاٹگام روانہ کی۔ چاٹگام سے بیس[۲] میل شمال مغرب کی جانب کٹ گھر نامی مقام میں اراکانیوں کا ایک نامکمل قلعہ تھا جہاں

---

[۱] اعتضاد الدولہ شیخ علاءالدین اسلام خاں فتح پور سیکری کے حضرت شیخ سلیم چشتیؒ (متوفی فروری سنہ ۱۵۷۲ء) کے پوتے اور بابا فرید گنج شکرؒ کی اولاد میں تھے۔ ان کی شادی شیخ مبارک ناگوری کی صاحبزادی لاڈلی بیگم سے ہوئی تھی۔ سنہ ۱۶۰۸ء میں شہنشاہ جہانگیر نے ان کو بنگال کا صوبہ دار مقرر کیا۔ اگست سنہ ۱۶۱۳ء میں اُن کا انتقال ہوا۔ لاش فتح پور سیکری (ضلع آگرہ) لا کر دفن کی گئی۔ جہاں حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کی درگاہ کے احاطہ میں ان کا شاندار مقبرہ موجود ہے۔ ان کے بعد نواب قاسم خاں بنگال کے صوبہ دار مقرر ہوئے وہ اُن کے بھائی تھے۔ نواب اکرام خاں ان کے صاحبزادے تھے۔ (قاموس المشاہیر جلد اوّل ص ۴۸؛ تاریخ بنگال سر جدو ناتھ سرکار جلد دوم ص ۲۸۸-۲۴۷)

ایک لاکھ پیدل فوج، چار سو ہاتھی اور ایک ہزار جنگی کشتیاں موجود تھیں عبدالنبی بڑی تیز رفتاری سے آگے بڑھا اور قلعہ پر اچانک حملہ کیا۔ سخت مقابلہ ہوا۔ اراکانی مغلوب ہو کر قلعہ چھوڑنا ہی چاہتے تھے کہ عبدالنبی نے اپنے چند حکام کے مشورہ سے جنگی کارروائی دوسرے روز کے لئے ملتوی کر دی۔ اس غلط فیصلے سے دوسرے روز لڑائی کا پانسہ پلٹ گیا۔ پھر عبدالنبی نے اراکانی قلعہ کا محاصرہ کیا۔ چند مہینے بعد رسد کی کمی کے باعث مغل کمانڈر کو محاصرہ اٹھا لینا پڑا اور وہ مئی ۱۶۱۶ء میں ڈھاکہ واپس آیا۔ اس مہم میں چاٹگام کے پرگنہ نظام پور پر شاہی فوج کا قبضہ ہو گیا۔ لیکن فوج کی واپسی کے بعد پھر ماگھوں نے قبضہ کر لیا۔

صوبہ دار ابراہیم خاں نے مارچ ۱۶۲۱ء میں ٹپرا کو فوجی مرکز بنا کر چاٹگام پر حملہ کیا۔ راستہ سید حاضر در تھا لیکن پہاڑی اور جنگلی علاقہ ہونے کے باعث سخت دشوار گذار تھا۔ راستہ کی دشواری، رسد کی کمی اور وبائی امراض کے پھیلنے کے باعث صوبہ دار کو ناکام واپس آنا پڑا۔ ۱۶۲۵ء میں بنگال کے صوبہ دار کے اشارہ پر چاٹگام میں ماگھ سرداروں نے بغاوت کی۔ اراکانی راجہ تھیری تھودما نے حملہ کر کے نہ صرف بغاوت کو دبا دیا۔ بلکہ ۱۶۲۶ء میں بنگال پر حملہ کر کے بھلوا (نواکھالی) پر قبضہ کر لیا۔ اور بھلوا کے فوجدار مرزا باقی کی ناکامی کے بعد آگے بڑھتا ہوا ڈھاکہ کے مضافات تک آ گیا۔ صوبہ دار خانہ زاد خاں قبل ہی دارالحکومت ڈھاکہ کو اپنے ماتحتوں پر چھوڑ کر راج محل چلے آئے تھے۔ مغل حکام نے اراکانی راجہ کا مقابلہ کیا۔ لیکن ان کو شکست ہوئی۔ اراکانی راجہ نے شہر کو

لوٹ لیا۔ بہت کافی مال غنیمت اور بہت سے لوگوں کو قیدی بنا کر لے گیا۔ قیدیوں کے ساتھ جانوروں کا سا برتاؤ کرتا تھا۔ صوبہ دار خانہ زاد خاں دار الحکومت اور اس کے باشندوں کے حفاظت میں بالکل ناکام رہے۔

صوبہ دار شیخ اسلام خاں (۱۳-۱۶۰۸ء) نے ارا کانیوں کی طاقت کو بڑھنے نہیں دیا۔ ان کے بعد تین صوبہ دار قاسم خاں[1] (۱۷-۱۶۱۳ء)۔ ابراہیم خاں[2] (۲۴-۱۶۱۷ء) اور خانہ زاد خاں[3] (۲۶-۱۶۲۵ء) کے زمانہ میں ارا کانیوں سے

---

[1] نواب شیخ قاسم خاں جو عام طور پہ شیخ محی خاں کے نام سے مشہور تھے حضرت شیخ سلیم چشتی رح (فتح پور سیکری ضلع آگرہ) کے پوتے تھے اور صوبہ دار بنگالہ شیخ اسلام خاں کے بھائی تھے۔ اپنے بھائی کی وفات کے بعد ۱۶۱۳ء میں بنگال کے صوبہ دار مقرر ہوئے۔ ۱۶۱۷ء میں بادشاہ نے ان سے ناراض ہو کر ان کو واپس بلا لیا۔ (قاموس المشاہیر جلد دوم ص ۳۷-۱۳۶؛ تاریخ بنگال سر جدو ناتھ سرکار۔ جلد دوم ص ۹۸-۲۸۹

[2] نواب ابراہیم خاں فتح جنگ چہار ہزار منصب دار تھے۔ حضرت شیخ سلیم چشتی رح کے پوتے نواب قاسم خاں کے بعد ۱۶۱۷ء میں بنگال کے صوبہ دار مقرر ہوئے۔ شہزادہ خرم کی بغاوت کے زمانہ میں اپریل ۱۶۲۴ء میں اکبر نگر کی لڑائی میں مارے گئے۔ ان کی بی بی روح پرور خانم نے عہد عالمگیری میں انتقال کیا۔ (قاموس المشاہیر جلد اول ص ۱۵۔ تاریخ بنگال سر جدو ناتھ سرکار۔ جلد دوم۔ ص ۳۰۹-۲۹۸

[3] نواب خانہ زاد خاں کا نام مرزا امان اللہ تھا۔ وہ عہد جہانگیری کے نامور سردار زمان بیگ مہابت خاں (متوفی ۱۶۳۴ء) کے بڑے لڑکے تھے۔ ۱۶۲۵ء میں شہنشاہ جہانگیر نے ان کو بنگال

(بقیہ حاشیہ ص ۵۳ پر)

لڑائیاں ہوتی رہیں۔ لیکن اراکانیوں کے مقابلہ اس علاقہ میں مغلوں کی طاقت کمزور ہوتی گئی۔ ابراہیم خاں شہزادہ خرّم کی بغاوت کے زمانہ میں ۱۶۲۴ء میں مارے گئے۔ اراکانی راجاؤں کے حملوں کو روکنے میں ناکامی کے باعث شہنشاہ جہانگیر قاسم خاں اور خانہ زاد خاں سے سخت ناراض ہوئے اور ان دونوں صوبہ داروں کو واپس بلا لیا گیا۔ ۱۶۲۸ء میں عہد شاہ جہانی میں قاسم خاں جوینی[1] صوبہ دار مقرر ہوئے انہوں نے سلطنت کے اس دُور دراز صوبہ میں مغل شہنشاہ کا اقتدار پوری طرح بحال کر دیا۔

[بقیہ حاشیہ ص۵۲ کا]

کا صوبہ دار مقرر کیا۔ لیکن دو سال کے اندر واپس بُلا لیا۔ عہد شاہ جہانی میں ان کو پنج ہزاری منصب ملا اور خان زمان بہادر کا خطاب عطا ہوا۔ شاعر تھے اور امانی تخلص کرتے تھے۔ ایک کتاب موسومہ 'مجموعہ' اور ایک دیوان یادگار ہے۔ ۱۶۳۷ء میں دولت آباد (اورنگ آباد دکن) میں انتقال کیا۔ قاموس المشاہیر ص۲۰۱-۲۰۲۔ تاریخ بنگال سر جدو ناتھ سرکار۔ جلد دوم ص۲۱۵-۳۱۳

[1] نواب قاسم خاں جوینی ایران کے شہر سبزوار کے رہنے والے تھے۔ ان کی شادی نور جہاں بیگم کی ایک بہن منیژہ خاتون سے ہوئی تھی۔ شاہ جہاں کے دربار میں پنج ہزاری منصب پر فائز تھے۔ فدائی خاں کے بعد ۱۶۲۸ء میں بنگال کے صوبہ دار مقرر ہوئے۔ ہوگلی میں پرتگالی تاجروں نے ایک قلعہ بنا کر ظلم و ستم کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ بادشاہ کے حکم سے صوبہ دار نے قلعہ کا محاصرہ کر کے پرتگالیوں کی طاقت کا خاتمہ کر دیا۔ ۱۶۳۲ء میں انتقال ہوا۔ شاعر تھے۔ قاسم تخلص تھا۔ ایک دیوان یادگار ہے۔ (قاموس المشاہیر جلد دوم ص۱۳۶؛ ایڈورڈ سن ہسٹری آف انڈیا۔ جلد دوم۔ کالی کنکر دت وغیرہ ص۲۷۲۔

۱۶۳۷ء میں جب اسلام خان مشہدی[1] بنگال کے صوبہ دار ہو کر آئے، تو ایک طرف وادی برہم پتر میں اہوم راجہ[2] کو دبایا اور ہاجو[3] تک قبضہ کر لیا اور دوسری طرف چاٹگام علاقہ کے ماگھ راجہ کو اپنی سیاست اور حکمت عملی سے ملا لیا اور وہ مغل شہنشاہ کی ماتحتی میں آ گیا۔ اس کے باوجود اراکانیوں اور پرتگالیوں کے مظالم جاری رہے ماگھ گورنر متگت لمائے پر ۱۶۳۸ء میں اراکانی راجہ نے حملہ کیا۔ دریائے فینی کو پار کر کے اس نے مغل علاقہ میں پناہ لیا۔ صوبہ دار کے حکم سے جو گدیا کے مغل تھانہ دار

---

[1] نواب اسلام خان مشہدی کا اصلی نام میر عبدالسلام تھا۔ عہد جہانگیری میں پنج ہزاری منصب پر فائز تھے۔ عہد شاہ جہانی میں شش ہزاری منصب اور معتمد الدولہ کا خطاب ملا۔ پہلے گجرات میں تھے، پھر بنگال کی صوبہ داری پر مامور رہے۔ ۱۶۴۳ء میں وزیر سلطنت مقرر ہوئے اور جمدۃ الملک کا خطاب پایا۔ ہفت ہزاری منصب پا کر دکن کے صوبہ دار مقرر ہوئے۔ ۲ نومبر ۱۶۴۷ء کو انتقال ہوا۔ مزار اورنگ آباد دکن میں ہے — قاموس المشاہیر جلد اوّل ص۷۸۔

[2] بالائی آسام کے اہوم راجہ بری النسل تھے۔ ان لوگوں نے بعد میں ہندو مذہب اختیار کر لیا۔ ان کا دارالحکومت سب ساگر ضلع کے نظرا (گڑ گاؤں) میں تھا۔ مغل سلطنت کے سرحدی علاقوں پر مسلسل حملے اور ۱۶۵۸ء میں کچھ ہاٹی پر قبضہ کر لینے کے بعد بنگال کے صوبہ دار میر جملہ نے سال ۱۶۶۲ء کے موسم سرما میں ۱۲ ہزار سوار اور ۳۰ ہزار پیدل فوج اور طاقتور دریائی بیڑہ کی مدد سے اہوم راجہ پر حملہ کیا۔ ۱۷ مارچ ۱۶۶۲ء کو ان کے دارالحکومت پر قبضہ کر کے ان کی طاقت کا خاتمہ کر دیا اور ان کو صلح کرنے پر مجبور کیا — امپیریل گزیٹیر آف انڈیا جلد ششم ص۲۹-۲۷؛ جلد بست و دوم۔ ص۴۹-۴۸-۳

[بقیہ حاشیہ ص۵۵ پر]

نے حملہ آوروں کو بھگا دیا۔ منگت رائے چودہ ہاتھیوں اور ۹ ہزار آدمیوں کے ساتھ ڈھاکہ آیا۔ صوبہ دار نے اس کی آمد پر مسرت کا اظہار کیا اور اس کے قیام وطعام کا مناسب انتظام کر دیا۔ اسی زمانہ میں چاٹگام کے علاقہ میں خانہ جنگی کی سی کیفیت پیدا ہوئی۔ اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بنگال کے وہ دس ہزار باشندے جن کو پرتگالیوں اور اراکانیوں نے غلام بنا رکھا تھا وہاں سے فرار ہو کر واپس آنے میں کامیاب ہوئے۔ ان تمام باتوں کا بدلہ لینے کے لئے اراکانی راجہ نے پرتگالیوں سے دوستی کر کے سمندر کی طرف سے بنگال پر زبردست حملہ کیا۔ لیکن صوبہ دار اسلام خان مشہدی نے مقابلہ کر کے اس حملہ کو ناکام بنا دیا[۵]۔

عہد شاہ جہانی میں نواب اسلام خان مشہدی کے بعد بادشاہ کے دوسرے بیٹے شاہ شجاع[۷] ۱۶۳۹ء سے ۱۶۶۰ء تک اکیس[۲۱] سال بنگال کے صوبہ دار رہے

[بقیہ حاشیہ ص۵۴ کا]

ایڈ وانس ہسٹری آف انڈیا جلد دوم ص۴۹۳ ؛ تاریخ بنگال سرجدو ناتھ سرکار۔ جلد دوم ص۳۰۵-۳۲۵

[۵۳] آسام کے ضلع کامروپ میں برہم پترا ندی کے اُتر اور گوہاٹی سے تقریباً پندرہ میل شمال مغرب کی طرف ہاجو ایک تاریخی مقام ہے۔ یہ ہندوؤں اور بودھوں کا تیرتھ استھان اور مسلمانوں کی زیارت گاہ ہے یہاں پیر غیاث الدین اولیا کی بنوائی ہوئی ایک مسجد ہے۔ اس کا مسلمانوں کی نظر میں بڑا احترام ہے اور اس کو "پاؤ مکہ" کہتے ہیں۔ امپریل گزیٹیر آف انڈیا جلد سیزدہم ص۸ اور ٹورسٹ آسام۔ محکمہ سیاحت آسام ص۱۷ [۵] چاٹگام ضلع گزیٹیر۔ ایس۔ ڈیس۔ اوبلی ص۲۹-۳۰ اور تاریخ چاٹگانگ۔ سید مرتضیٰ علی ص۲۸-۲۹ [۶] سلطان شجاع (شاہ جہان بادشاہ کا دوسرا بیٹا)

(بقیہ حاشیہ ص۵۶)

اُن کے زمانہ میں امن و امان رہا۔ پٹنہ کے راجہ نے آزادی کا اعلان کر دیا تھا، اُس کو اُنہوں نے مغلوب کر کے پھر مغل سلطنت کا باجگزار بنا دیا[1]۔ کومِلّا کے پاس شاہ شجاع کے نام کی ایک مسجد ہے، جس کے اخراجات کے لئے پٹنہ ضلع کی شجاع نگر بستی وقف تھی۔ کہا جاتا ہے کہ پٹنہ کے راجہ گووند مانکیا نے جذبہ احسان مندی کے تحت شاہ شجاع کی یادگار میں یہ مسجد بنوایا تھا۔ پٹنہ ضلع کے داؤد کنڈی سے چاٹگام ہوتے ہوئے اراکان کی طرف جو اونچی اور پختہ سڑک جاتی ہے۔ اس کو لوگ اب تک شاہ شجاع روڈ کہتے ہیں۔ اس سڑک کے کنارے داؤد کنڈی سے کومِلّا تک بہت ساری مسجدیں ملتی ہیں۔ یہ سب شاہ شجاعؒ کی بنوائی ہوئی ہیں[2]۔

ستمبر ۱۶۵۷ء میں بادشاہ کی علالت کے بعد شاہ شجاع نے بنگال میں اپنے شہنشاہ ہونے کا اعلان کر دیا اور دارالحکومت کی طرف بڑھے لیکن شہزادہ دارا شکوہ

[بقیہ حاشیہ ص۵۵ کا]

۱۲ مئی ۱۶۱۶ء کو اجمیر شریف میں پیدا ہوئے۔ ۱۶۳۲ء میں ایران کے شاہی خاندان کے رستم مرزا صفوی کی لڑکی سے شادی ہوئی۔ ۱۶۳۳ء میں دکن کی مہم پر بھیجے گئے۔ ۱۶۳۹ء میں بنگال کے صوبہ دار مقرر ہوئے فطری طور پر ذہین، عالی دماغ، رحم دل اور انصاف پسند تھے۔ اعلیٰ فوجی صلاحیت بھی تھی۔ میر جملہ سے شکست کھانے کے بعد مکہ معظمہ جانے کا ارادہ کیا اور اراکان میں پناہ لیا جہاں ۱۶۶۱ء میں بڑی بے کسی اور بے بسی کے عالم میں شہید ہوئے۔ قاموس المشاہیر جلد اوّل ص۲۹۸-۹۹ ۔ ایڈوانس ہسٹری آف انڈیا ص۴۸۲-۸۳ ۔ [1] پٹنہ ضلع گزیٹر۔ جی۔ ای۔ ویبسٹر الہ آباد ۱۹۱۰ء ص۱۴

[2] پٹنہ گزیٹر ص۱۵ اور تاریخ چاٹگام۔ سید مرتضیٰ علی ص۵۱

کے بیٹے سلیمان شکوہ نے ان کو بنارس کے پاس شکست دے کر بنگال واپس آنے پر مجبور کیا۔ اورنگ زیب کے مقابلہ پہلے اجین کے پاس دھرمت پور (فتح آباد۔ ۱۵ اپریل ۱۶۵۸ء) اور پھر آگرہ کے پاس سموگڑھ میں (۲۹ مئی ۱۶۵۸ء) دارا شکوہ کی شکست کی خبروں سے ان کی ہمت افزائی ہوئی۔ اور انہوں نے حصول سلطنت کے لئے ایک کثیر فوج کے ساتھ دہلی کی طرف پیش قدمی کی۔ ۲۱ جولائی ۱۶۵۸ء کو دہلی میں اورنگزیب عالمگیر نے اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا تھا۔ ۵ جنوری ۱۶۵۹ء کو الہ آباد سے ۹۵ میل پچھم ضلع فتح پور کے کھجوہ نامی مقام پر دونوں بھائیوں کا مقابلہ ہوا شاہ شجاع کو بڑی طرح شکست ہوئی[1]۔ اورنگ زیب کے سپہ سالار اور میر جملہ نے ان کا پیچھا کیا اور ۱۶۶۰ء میں مالدہ ضلع میں ٹانڈہ کے پاس ان کو پھر شکست دیا[2]۔ اپنے اہل و عیال کے ساتھ وہ اراکان جاتے ہوئے پہلے تپرا کے راجہ گووند مانکیا سے ملے۔ وہ ان کے ساتھ محبت سے پیش آیا۔ ضلع چاٹگام میں جہاں شہزادہ نے جون ۱۶۶۰ء میں نماز عید الفطر ادا کی تھی۔ اس مقام کو عید گاہ[3] کہتے ہیں۔

---

[1] قاموس المشاہیر جلد اوّل ص ۲۹۹ اور ایڈ والس ہسٹری آف انڈیا جلد دوم ص ۲۸۴۔

[2] مالدہ گزیٹیر ص ۲۳

[3] عیدگاؤں چاٹگام اراکان روڈ پر دولہزاری اور رامو کے درمیان کوکس بازار سے تقریباً دس میل اتر پورب اور تقریباً اتنا ہی فاصلہ رامو سے اتر کی طرف ہے۔

شاہ شجاعؒ نے اراکانی راجہ سے گذارش کی تھی کہ انہیں کچھ دنوں کے لئے پناہ دی جائے اور مکہ معظمہ جانے کے لئے اُن کے اپنے خرچ سے جہازوں کا سامان کر دیا جائے۔ ٹکنا ف سے وہ پرتگالی جہاز میں آئے اور ۲۶ اگست ۱۶۶۰ء کو اراکان کے دارالحکومت مروہونگ پہنچے۔ پہلے تو ان کے ساتھ محبت کا برتاؤ کیا گیا۔ لیکن آٹھ مہینوں کے انتظار کے بعد بھی ان کے لئے جہاز کا سامان نہیں کیا جا سکا۔ اراکانی راجہ سندا تھودھما نے ان کی بڑی لڑکی کا مطالبہ کیا۔ جس کو غیرت مند شہزادہ نے پسند نہیں کیا۔ اوائل فروری ۱۶۶۱ء شہزادہ کو قتل کر کے ان کے اہل و عیال کو قید کر لیا گیا۔ بنگال کے صوبہ دار میر جملہ نے شاہ شجاع کے اہل و عیال کی رہائی اور ان کو بچانے کی کوشش کی۔ لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ ۱۶۶۳ء میں اراکانی راجہ نے ان لوگوں کو کشتی میں بٹھا کر غرق کرا دیا اور اپنے دارالحکومت کے بہت سے مسلمانوں کو ان لوگوں کی ہمدردی کے باعث قتل کرا دیا۔ چاٹگام اور اراکان کے علاقہ میں شاہ شجاع کی صاحبزادی کی مصیبت بھری داستانِ حیات دردناک دیہی گیت کی شکل میں رائج ہے۔ کلکتہ یونیورسٹی کی طرف سے مشرقی بنگال کے دیہی گیتوں کا جو مجموعہ شائع ہوا ہے اس میں یہ درد بھری کہانی بھی شامل ہے۔[1]

عہد عالمگیری میں جب امیر الامراء نواب شائستہ خاں[2] بنگال کے صوبہ دار

---

[1] تاریخ چاٹگانگ۔ سید مرتضیٰ علی ص ۵۳-۵۲

[2] امیر الامراء نواب شائستہ خاں کا نام مرزا ابو طالب تھا۔ یہ وزیر سلطنت یمین الدولہ

(بقیہ حاشیہ ص ۵۹ پر)

ہو کر آئے، تو انہوں نے اراکانی راجہ کی سرکوبی کا فیصلہ کیا۔ اراکانیوں اور بحری قزاقوں کے مسلسل حملوں کے باعث بنگال کے ساحلی علاقوں میں رعایا کی تباہی اور بربادی کے علاوہ صوبہ دار کو اراکان کے دارالحکومت موروہونگ میں اپنے بھانجہ شاہ شجاع اور ان کے لڑکوں کے بے گناہ قتل کیے جانے کا بھی صدمہ تھا۔ میگھنا کے دہانہ پر ڈھاکہ اور چاٹگام کے درمیان سانددیپ کا جزیرہ واقع ہے۔ دلاور خاں[1] صوبہ دار ابراہیم خاں کے زمانہ میں بحریہ کا افسر تھا۔ اراکان کے راجہ نے جب سانددیپ سے اپنے ماتحت پرتگالی حکمرانوں کو نکال دیا، تو کچھ ہی دنوں بعد دلاور خاں سانددیپ پر قابض ہو گیا۔ گرچہ وہ اپنے کو صوبہ دار کا ماتحت کہتا تھا اور اس کا بیٹا شریف منصب دار بھی تھا۔ لیکن وہ سانددیپ پر آزادانہ حکومت کرتا تھا۔ دلاور خاں

[بقیہ حاشیہ ۵۸ کا]

آصف خاں کے بیٹے اور نورجہاں کے بھتیجے تھے۔ ۱۶۳۱ء میں بہار کے حاکم اور ۱۶۴۱ء میں وزیر سلطنت ہوئے۔ ۱۶۵۲ء میں گجرات کی مہم پر اور ۱۶۵۶ء میں گولکنڈہ کی مہم پر بھیجے گئے۔ ۱۶۵۹ء میں دکن کے صوبہ دار مقرر ہوئے۔ بڑی کامیابی ہوئی۔ پونا کو فتح کر لیا۔ ۱۶۶۴ء میں بنگال کی صوبہ داری پر مامور ہوئے۔ ۱۶۷۸ء میں انتقال ہوا۔ آگرہ میں اپنے باغ میں دفن کیے گئے۔ قاموس المشاہیر جلد دوم ص ۱۳

[1] دلاور خاں دلال راجہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس نے تقریباً ۵۰ سال تک سانددیپ کے جزیرہ پر ایک آزاد حکمران کی حیثیت سے بڑے جور و ظلم، تشدد اور سختی کے ساتھ حکومت کی اور صوبہ دار بنگال اور اراکانی راجہ کی مخالفت کے باوجود آزادانہ حکومت کرتا رہا۔ اس کے خلاف فوجی مہم میں امیر البحر ابوالحسن کے علاوہ ابن حسین، جمال خاں، سرانداز خاں، کرامت خاں اور محمد بیگ نے حصہ لیا

(بقیہ حاشیہ ص ۶۱ پر)

کو ارا کانی راجہ کے خلاف فوجی مہم کے سلسلہ میں بھلوا (نواکھالی) آنے کا حکم دیا گیا۔
اس نے حکم کو منظور کر لیا۔ لیکن حاضر نہیں ہوا۔ چنانچہ چاٹگام پر حملہ کرنے سے پہلے ساندویپ
میں دلاور خاں کے مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی گئی۔ تاکہ راستہ میں دشواری نہ ہو
امیر البحر ابوالحسین نے ۹ نومبر ۱۶۶۵ء کو حملہ کیا۔ بعد میں مزید کمک روانہ کی گئی۔
دلاور خاں اور اس کے ۹۲ فوجی گرفتار ہوئے۔ ساندویپ فتح ہو گیا۔

قتل و غارت گری اور بے گناہ انسانوں کو غلام بنانے میں ارا کانی اور
پرتگالی ایک دوسرے کے حلیف تھے۔ لیکن کبھی دونوں میں لڑائیاں بھی ہوتی تھیں
چنانچہ چاٹگام میں ارا کانی راجہ کو شکست دینے کے لئے پرتگالی فرنگیوں کو الگ کرنا
ضروری تھا۔ چاٹگام کے فرنگیوں کو لکھا گیا کہ اگر وہ لوگ ارا کانی راجہ کا ساتھ چھوڑ
کر مغل صوبہ دار کی ماتحتی میں آجائیں، تو انہیں ارا کان راجہ کے مقابلہ زیادہ
آسانیاں دی جا سکتی ہیں۔ اور اگر نافرمانی کی تو ایک ایک کو ختم کر دیا جائے گا۔
اس دھمکی کا اچھا اثر ہوا۔ پرتگالیوں نے بغاوت کر دیا۔ ان کا سردار کپتان
مورائس چالیس جہازوں میں پرتگالیوں کو سوار کر کے بھلوا (نواکھالی) کے مغل
تھانہ دار فرہاد خاں کے پاس آیا۔ کچھ پرتگالی ساندویپ میں ٹھہر گئے۔ باقی ڈھاکہ
آئے۔ نواب شائستہ خاں نے اپنے وعدہ کے مطابق ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا۔ ڈھاکہ
سے ۱۲ میل دکھن ان کے لئے نو آبادی قائم کی گئی اور فراخ دلی کے ساتھ ان کو

[بقیہ حاشیہ ص۵۹ کا]

تھا۔ گرفتاری کے وقت اس کی عمر ۸۰ سال تھی۔ تاریخ چاٹگام ص ۴۹-۵۰

مناسب مراعات دی گئیں[1]۔

چاٹگام پر حملہ کے لئے ایک زبردست بحری بیڑہ تیار کیا گیا جس میں چھ سات قسم کے چھوٹے بڑے کل ۲۸۸ جہاز تھے۔ تیرہ ہزار فوج جمع کی گئی۔ نواب شائستہ خاں کی عمر ۸۰ سال تھی۔ وہ خود ڈھاکہ میں رہے۔ صوبہ دار کے بڑے بیٹے بزرگ امید خاں[2] اس فوجی مہم کے سپہ سالار مقرر ہوئے۔ ۲۵ دسمبر ۱۶۶۵ء کو تین ہزار فوج بحری بیڑہ میں امیر البحر ابن حسین کی ماتحتی میں اور دس ہزار فوج خشکی کے راستہ سے خود سپہ سالار کی ماتحتی میں روانہ ہوئی۔ بری اور بحری فوج میں ہمیشہ رابطہ قائم رکھا گیا، تاکہ امیر البحر کو ندیوں اور جزیروں سے بحری قزاقوں کو نکالنے میں دشواری نہ ہو۔ سپہ سالار کی مدد کے لئے اختصاص خاں اور سر انداز خان اور دوسرے جنرل تھے۔ ڈھاکہ سے میر مرتضیٰ کو اور نوارہ سے منوّر خاں اور دوسرے زمینداروں کو فرہاد خاں اور فرنگی سردار کپتان مور ایس کے ساتھ روانہ کیا گیا۔

---

[1] چاٹگام ضلع گزیٹیر صـ۳۱-۳۲ اور تاریخ چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ علی صـ۵۷-۵۹

[2] بزرگ امید خاں امیر الامرا نواب شائستہ خاں کے بڑے بیٹے عہد عالمگیری کے نامور امراء میں رہے ہیں۔ ۱۶۶۶ء میں چاٹگام کی فتح کے بعد وہاں کے پہلے گورنر مقرر ہوئے۔ دو سال چاٹگام میں رہے ۱۶۶۶ء میں جامع مسجد تعمیر کرائی۔ بعد ازاں بنگالیوں اور راگھوں کی سرکوبی کے لئے ان کو باقر گنج میں مامور کیا گیا۔ ۱۶۶۸ء سے ۱۶۷۴ء تک باقر گنج میں رہے۔ ضلع باقر گنج کا پرگنہ بزرگ امید پور ان کے نام پر ہے۔ ۱۶۷۴ء سے ۱۶۷۸ء تک دوبارہ چاٹگام میں رہے۔ ۱۶۸۸ء میں ان کو الہ آباد کا گورنر مقرر کیا گیا، پھر بہار کے گورنر مقرر ہوئے۔ ۱۶۹۴ء میں انتقال کیا۔ قاموس المشاہیر جلد اوّل صـ۱۲۸، اور تاریخ چٹاگانگ صـ۶۵-۶۶

سپہ سالار بزرگ اُمید خاں بڑی تیز رفتاری سے بڑھے۔ دریائے فینی کو پار کرنے کے بعد ایک بستی کا نام بزرگ اُمید نگر رکھا گیا۔ یہاں فوجی چوکی قائم کی گئی امیر البحر دریائے فینی کے دہانہ سے آگے بڑھا تاکہ فوجی چوکی پر فینی ندی ہو کر بحری حملہ کا خطرہ نہ رہے۔ سپہ سالار جنگلوں کو صاف کرتے ہوئے اور راستہ بناتے ہوئے بڑھ رہے تھے۔ اس لئے کچھ تاخیر ہوئی تھی۔ ۲۲ جنوری ۱۶۶۶ء کو ابن حسین اپنے بحری بیڑہ کے ساتھ کُمبرا آ گئے۔ یہاں کبھی تبلیغ دین کے لئے بارہ اولیاء کا قافلہ اُترا تھا۔ سپہ سالار ابھی تین کوس پیچھے تھے۔ ۲۳ جنوری کو اراکانیوں کا بحری بیڑہ کٹھالیا سے آگے بڑھا۔ سمندر میں طوفانی کیفیت تھی لیکن ابن حسین نے آگے بڑھ کر بڑی ہمت اور بہادری سے مقابلہ کیا۔ اراکانیوں کو شکست ہوئی۔ ۲۴ جنوری کو پھر مقابلہ ہوا اور اراکانیوں کا بحری بیڑہ کرنافلی کے دہانہ میں داخل ہوا۔ یہاں پھر بڑی سخت لڑائی ہوئی جس میں فرنگیوں اور نوارا کے زمینداروں نے نمایاں خدمات انجام دیں۔ اراکانیوں کے بہت سے جہاز ڈبو دیئے گئے اور کچھ قسم کے چھوٹے بڑے کل ۱۳۴ آہنگی جہازوں پر قبضہ کیا گیا۔ رات میں فاتح فوج شہر چاٹگام سے کچھ نیچے جہازوں میں رہی۔

دوسرے روز ۲۵ جنوری ۱۶۶۶ء کو چاٹگام کے قلعہ کا محاصرہ کر کے گولہ باری کی گئی۔ قلعہ کی اراکانی فوج اپنے بحری بیڑہ کی تباہی کے بعد کمزور ہو گئی تھی۔ لیکن ایک روز تک بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ ۲۶ جنوری کی صبح کو قلعہ کے فوجیوں نے ہتھیار ڈال دیا۔ منور خاں کے سپاہیوں نے قلعہ اور شہر کو کچھ نقصان پہنچایا۔ ۲۷ جنوری ۱۶۶۶ء کو سپہ سالار بزرگ امید خاں قلعہ چاٹگام میں فاتحانہ داخل ہوئے۔ بہت کم مال غنیمت ہاتھ آیا۔ دو ہزار ماگھ قیدی بنائے گئے۔ ہزاروں ہزار بنگالی کسان جنہیں اِن ماگھ بحری قزاقوں نے گرفتار کر کے اپنا غلام بنا لیا تھا، آزاد کر دیئے گئے اور اپنے اپنے

گھروں کو واپس ہوئے۔ اراکانی راجہ کی ماتحتی میں جو ماگھ گورنر یہاں متعین تھا اور جس نے ہتھیار ڈالا تھا۔ اس کو ڈھاکہ بھیج دیا گیا۔ ندی کے دوسرے کنارے پر قلعہ میں جو ماگھ تھے۔ انہوں نے راہ فرار اختیار کی اور اس قلعہ پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

سپہ سالار بزرگ اُمید خاں نے قلعہ میں داخل ہونے پر امن و امان کا اعلان کر دیا اور تمام لوگوں کو یقین دلایا کہ اُن کے جان و مال بالکل محفوظ رہیں گے۔ فوج کو سختی سے ممانعت کر دی گئی کہ رعایا پر کسی قسم کا جبر و دباؤ اور ظلم و ستم نہ ہونے پائے۔ بزرگ اُمید نگر اور چاٹگام کے درمیان شاہ راہ کی حفاظت کے لیے میرائے میں فوجی چوکی قائم کی گئی۔

چاٹگام اور اراکان کے درمیان چار دن کے راستہ پر رامُو[1] کی بندرگاہ میں اراکانیوں کا ایک مضبوط قلعہ تھا۔ اُس کی حفاظت پر فوجیوں کی ایک کثیر تعداد مامور تھی۔ میر مرتضیٰ کو اس قلعہ کا محاصرہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ دشوار گذار راستوں، گھنے جنگلوں اور خطرناک ندیوں کو پار کرتے ہوئے بارہ دنوں کے بعد وہ رامُو کے پاس پہنچے۔ کل ہو کر قلعہ پر حملہ کیا۔ اراکانی راجہ کے بھائی راولی نے سخت مقابلہ کیا لیکن شکست کھا کر اپنے فوجیوں کے ساتھ پہاڑوں میں فرار ہو گیا۔ میر مرتضیٰ نے اُن کا تعاقب کر کے ان میں سے بہتیرے مگھوں کو قتل کیا اور بہت کافی گرفتار ہوئے۔ یہاں بھی بنگالی مسلمانوں کی ایک کافی تعداد مقید تھی۔ ان کو رہا کر دیا گیا۔ سپہ سالار کو معلوم ہوا کہ اراکانی راجہ ایک نئی اور تازہ دم فوج رامُو بھیج رہا ہے تو اُنہوں نے بینا خاں، جمال خاں اور دوسرے فوجی حکام کو میر مرتضیٰ کی مدد کے لیے روانہ کیا۔

---

[1] رامُو ضلع چاٹگام کے جنوبی حصّہ میں ساحل سمندر سے تقریباً آٹھ میل اندر سب ڈویژن کے صدر مقام کوکس بازار سے ۹ میل پورب تھوڑے دکھن باگھ کھالی ندی کے جنوبی کنارے پر واقع ہے۔ تھانہ کا صدر مقام ہے۔ یہ چاٹگام سے تقریباً ۶۵ میل اور سڑک کے ذریعہ ۷۵ میل کے فاصلہ پر ہے۔ عیدگاؤں یہاں سے دس میل اُتر، ادکھیا پندرہ میل دکھن اور گرجانیا آٹھ میل اُتر پورب ہے۔ نویں اور دسویں صدی عیسوی میں عرب تاجر یہاں کی رہمی یا رہماہ سلطنت کا ذکر کرتے ہیں۔ (چاٹگام گزیٹیر صفحہ ۱۸۸)۔

رامو سے ڈیڑھ کوس کے فاصلہ پر حفاظت کے لئے ایک فوجی دستہ متعین تھا۔ اراکانیوں کی ایک بڑی فوج نے سات ہاتھیوں کے ساتھ یکایک اس فوجی دستہ پر حملہ کر کے اس کو منتشر کر دیا۔ جب میر مرتضیٰ کو یہ حال معلوم ہوا، تو اپنی فوج کا کچھ حصہ لے کر فوراً روانہ ہوئے۔ ایک[1] ندی کے کنارے تک پہنچے۔ ندی بہت گہری تھی اور اس کے جنوبی کنارے پر دشمن جنگی تیاریوں میں مشغول تھا۔ لیکن فوج نے بڑی جرأت اور بہادری کے ساتھ بحفاظت دریا پار کر کے دوسرے کنارے پر اراکانیوں کا مقابلہ کیا۔ سخت جنگ ہوئی۔ دشمن شکست کھا کر فرار ہو گیا۔ میر مرتضیٰ نے ان کا تعاقب کر کے ۸۰ توپیں اور بہت سا جنگی سامان چھین[2] لیا۔

برسات کا زمانہ شروع ہو گیا۔ برسات میں چٹاگانگ سے رامو تک کا علاقہ سیلاب سے ڈوب جاتا تھا۔ ذرائع آمد و رفت، اور رسل و رسائل کی دشواری کے پیش نظر سپہ سالار نے میر مرتضیٰ کو واپس آنے کا حکم دیا۔ چنانچہ رامو سے میر مرتضیٰ سرداروں، زمینداروں اور وفادار کسانوں کے ساتھ چاٹگام کے قریب دکھن کول، چلے آئے۔ عالمگیر نامہ میں مغل فوج کے رامو تک جانے اور وہاں کے دشوار گذار راستوں کا ذکر[3] ہے۔

مغل فوج کی کامیابی اور چاٹگام کی فتح کی خبر شہنشاہ عالمگیر کو فروری ۱۶۶۶ء میں ملی۔ مسرت اور شادمانی کا اظہار کیا۔ اور اس فوجی مہم سے وابستہ تمام امراء اور حکام کو اعزاز و افتخار سے نوازا۔ امیر الامراء نواب شائستہ خاں صوبہ دار کو بادشاہ نے اپنی ایک قیمتی مرصع تلوار

---

[1] سید مرتضیٰ علی نے اپنی کتاب تاریخ چٹاگانگ میں اس ندی کا نام مناموہاری لکھا ہے۔ جو مشکوک ہے کیونکہ دشمن کی فوج ندی کے دکھن تھی اور مناموہاری رامو سے تقریباً ۲۵ میل پورب پہاڑی علاقوں میں اُتر رُخ اور پھر تقریباً اتنے ہی فاصلہ پر اُتر میں جپکاریا کے پاس پچھم رُخ گذرتی ہے۔ دونوں حالات میں مناموہاری کا نام صحیح نہیں معلوم ہوتا ہے۔ رامو کے دکھن اُوکھیا کے قریب والی ندی ہو سکتی ہے۔

[2] تاریخ چٹاگانگ صـ ۶۳ [3] چاٹگام گزیٹیر صـ ۱۸۸

دو ہاتھی مع ہودج، دو آراستہ گھوڑے اور ایک خلعت خاص عطا کیا۔ ان کے شاندار کارنامہ کے سلسلہ میں تعریف و توصیف کا ایک شاہی فرمان جاری ہوا۔ سپہ سالار بزرگ اُمید خاں،[۱] امیر البحر ابن حسین، میر مُرتضیٰ اور محمد بیگ اباکش کو ترقی دی گئی۔ ابن حسین کو منصور خان اور میر مُرتضیٰ کو مجاہد خاں کا خطاب ملا۔ شہنشاہ کے حکم سے شہر چاٹگام کا نام اسلام آباد[۱] رکھا گیا۔ مسلمان فوجیوں، علما اور سرداروں کو چاٹگام میں جاگیریں دی گئیں۔

تقریباً ایک سو سال تک چاٹگام پر مسلمانوں کا قبضہ رہا۔ پلاسی کی لڑائی کے بعد اکتوبر سنہ ۱۷۶۰ء میں بنگال کے نواب ناظم میر قاسم علی خاں[۲] نے مدنا پور اور بردوان کے ساتھ چاٹگام کا ضلع بھی انگریزوں کے حوالہ کر دیا۔

بزرگ اُمید خاں چاٹگام کے پہلے مغل گورنر مقرر ہوئے۔ انہوں نے قلعہ چاٹگام میں ۱۰۷۸ھ = ۱۶۶۷ء میں ایک شاندار جامع مسجد تعمیر کرائی۔ اس مسجد پر قطعات تاریخ کے دو فارسی کتبے لگے ہوئے ہیں۔ جن میں ایک قطعہ[۳] تاریخ یہ ہے:

خداوندے سلاطین قدر دیندار — رواج دین پاکِ مصطفیٰ کرد
خرد گفتہ بگو تاریخ تعمیر — بعالم کعبہ ثانی بنا کرد

۱۰۷۸ھ

---

[۱] اس وقت برِّ عظیم ہند و پاک میں اسلام آباد نام کے تین مقامات ہیں۔ (۱) اسلام آباد چاٹگام سابق مشرقی پاکستان موجودہ بنگلہ دیش میں (۲) اسلام آباد اننت ناگ ضلع جنوبی کشمیر ریاست جموں و کشمیر ہندوستان میں اور (۳) پاکستان کا دارالحکومت اسلام آباد ضلع راولپنڈی پنجاب پاکستان میں۔ [۲] نواب میر قاسم علی خاں سید امتیاز صوبہ دار گجرات کے پوتے اور بنگال کے نواب میر جعفر کے داماد تھے۔ انگریزوں نے میر جعفر کو معزول کر کے ستمبر سنہ ۱۷۶۰ء ان کو بنگال کا نواب بنایا۔ انہوں نے انگریزوں کے دباؤ میں بردوان، مدنا پور اور چاٹگام کے زرخیز اضلاع اُن کے حوالہ کر دیئے۔ خرچ کو گھٹایا۔ مالی اور فوجی اصلاحات نافذ کیں۔ دارالحکومت مرشد آباد سے مونگیر منتقل کر دیا۔ بعد میں انگریزوں کی دخل اندازی اور ریشہ دوانی کی وجہ سے اختلاف پیدا ہوا۔ ۷ر جولائی سنہ ۱۷۶۳ء کو انگریزوں نے انہیں معزول کر کے —— (بقیہ حاشیہ ص ۶۶ پر)

۱۷۶۰ء میں انگریزی اقتدار کے بہت دنوں تک اس مسجد کو بطور میگزین استعمال کیا گیا۔ پھر اس میں محکمہ تعمیراتِ عامہ کا گودام رہا۔ ۱۸۳۸ء کے ریونیو سروے میں اس کی لاخراج زمین پر ایسٹ انڈیا کمپنی نے قبضہ کر لیا۔ ایک بااثر اور دیندار مسلمان کی کوششوں سے تقریباً ایک سو سال بعد ۱۸۵۶ء میں یہ مسجد واگذار ہوئی۔

شہر سے چار میل کے فاصلہ پر نصیر آباد میں حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ کی درگاہ کے متصل عہد عالمگیری کی ایک دوسری شاندار مسجد ہے۔ جو نقش و نگار اور حسن و خوبصورتی کے لحاظ سے قابل دید عمارت ہے۔ جس زمانہ میں نواب شائستہ خاں کے دوسرے بیٹے جعفر خاں چاٹگام میں فوجدار کے عہدہ پر فائز تھے۔

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۵ کا]

۔ دوڑ سے میر جعفر کو پھر نواب بنایا۔ ۲۷ جولائی کو بیلا گیریا ضلع مرشدآباد میں اور پھر ۲ اگست کو اُدانالا ضلع سنتھال پرگنہ میں نواب میر قاسم علی خاں کو انگریزوں کے مقابلہ شکست ہوئی۔ ۲۰ اکتوبر ۱۷۶۴ء کو بکسر کی لڑائی میں نواب میر قاسم علی، نواب شجاع الدولہ (نواب وزیر اودھ) اور بادشاہ شاہ عالم کی متحدہ فوج کی شکست کے بعد بنگال میں مسلمانوں کے اقتدار کا آخری چراغ گل ہو گیا۔

گوالیار کے پاس گوہد میں رہے۔ وہاں سے جودھپور گئے۔ پھر دہلی آئے۔ دہلی کے پاس موضع کوٹوال میں ۱۷۷۷ء میں نہایت بیکسی کے عالم میں انتقال کیا۔ شال فروخت کر کے تجہیز تکفین ہوئی۔

قاموس المشاہیر جلد دوم صفحہ ۱۳۷؛ جدید تاریخ ہند کا نصاب سرکار اور دت؛ مسند اف مرشدآباد ۳۶

۵۔ تاریخ چاٹگام صفحہ ۶۵ ۔ ۶۔ خط الحاج مولانا سید ابو البشر محمد شبیر الدین صاحب مد ظلہٗ ۔ جدونا تھ باسک لین۔ ڈھاکہ ۱ بنام راقم الحروف مورخہ ۱۱ مارچ ۱۹۷۵ء (بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۷ پر)

(۸۷ - ۱۶۸۰ء) سید حمزہ خاں چودھری نے باغ حمزہ خاں میں ۱۰۹۳ھ ۱۶۸۲ء میں مسجد تعمیر کرائی۔ ان کے نام پر ایک حمزہ دِگھّی بھی ہے[۱]۔

حمزہ خاں سید مرحمت خاں کے پوتے اور سید شمشیر خاں کے بیٹے تھے۔ ان کا خاندان ۱۵۷۳ء میں گوڑ کی تباہی کے بعد چاٹگام کے ہالی شہر میں آکر آباد ہوا۔ ان کا ۱۵۹۴ء میں انتقال ہوا۔ جعفر خاں کے ایک بخشی حمید نے الیسا تھانہ بانس کھالی میں ۱۶۵۴ء میں تالاب کھودوایا اور مسجد تعمیر کرائی۔ انہوں نے میر مرتضٰی کی واپسی کے بعد بزرگ اُمید خاں نے سانگوندی کو مغل حکومت کی سرحد قرار دیا اور یہاں اراکانیوں کے حملے سے سرحد کی حفاظت کے لئے ہزاری عہدہ کے دو حکام کو متعین کیا۔ جس مقام پر یہ دونوں افسر آباد ہوئے، اس کو دوہزاری کہنے لگے۔ ان ہزاری حکام میں سے ایک ادّھو خاں تھے۔ ان کو ساٹھ مواضعات جاگیر میں دیئے گئے۔ انہوں نے سانگوندی کے پار ایک مضبوط قلعہ تعمیر کیا۔ ہزاری ادّھو خاں کے بھائی نواب بہادر خان رویل کھنڈ کے ناظم تھے۔ جعفر خاں کے بعد بہادر خاں کے بیٹے مظفر خاں چاٹگام کے فوجدار مقرر ہوئے۔

عظیم خاں کوکہ صوبہ دار بنگالہ (۳۷-۱۶۳۲ء) کے بڑے بیٹے فدائی خاں ۱۶۸۹ء سے ۱۶۹۳ء تک چاٹگام کے فوجدار تھے۔ ان کے زمانہ میں شہبازیہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۶ کا) : صوفی فتح علی صاحب ویسی رح کے پیر بھائی خان بہادر حمید اللہ خاں مصنف احادیث الخوانین (تاریخ حمید) راہ نجات اور گلزار شہادت ۔ تاریخ چاٹگام ص ۴۵

دیوان ہاٹ میں ۱۱۰۵ھ ۱۶۹۳ء میں مسجد تعمیر کرایا۔ ۱۶۹۹ء میں نواب شائستہ خاں کے تیسرے بیٹے عقیدت خاں فوجدار تھے۔ ان کے دیوان محمد خاں نے جولاپارا میں ایک مسجد بنوائی اور اس کے قریب تالاب کھودوایا۔ ۱۷۱۳ء سے ۱۷۲۳ء تک ولی بیگ خاں چاٹگام کے فوجدار تھے۔ انہوں نے چاٹگام میں ایک شاندار مسجد تعمیر کرائی جو ان کے نام سے مشہور ہے۔ لکھنؤ سے شاہ مجاہد الدین کے صاحبزادے شاہ عبداللہ کو بلوا کر مسجد کا خطیب مقرر کیا۔ اور اس میں کافی جائداد وقف کی۔ اس مسجد کے بیرونی صحن میں عہد مغلیہ میں بہت سے بزرگوں کو دفن کیا گیا۔ میج مھنڈال تھانہ پھاٹک پیاری کے شاہ احمد اللہ صاحبؒ (۱۸۲۷-۱۹۰۵ء) اور اُن کے بھتیجے مولانا غلام الرحمٰن صاحب نے کافی دنوں تک اس مسجد میں چلہ کشی کی تھی۔ فوجدار ولی بیگ خاں نے قدل پور۔ نظام پور اور ساندویپ کی مسجدوں کی حفاظت اور مرمّت کے لئے بھی کافی جائداد وقف کی۔ چاٹگام کا چوک بازار انہی کا آباد کیا ہوا ہے۔ ہتھ ہزاری تھانہ کی چار یا لستی میں انہوں نے ایک دوسری مسجد بنوائی اور وہاں تالاب کھودوایا۔ اُن کی قبر چاٹگام کے عنایت بازار میں ہے۔

۱۷۲۳ء سے ۱۷۲۷ء تک یٰسین خاں چاٹگام کے فوجدار تھے۔ انہوں نے ۱۱۳۶ھ ۱۷۲۳ء میں تین گنبدوں کی ایک خوبصورت مسجد تعمیر کرائی۔ اس کو قدم مبارک کی مسجد کہتے ہیں۔ مسجد کے پہلو میں دو کمرے ہیں۔ شمالی کمرے میں قدم مبارکؐ کا نشان ہے۔ ڈھاکہ میں مغل فن تعمیر کی مسجدوں کے انداز

پر یہ مسجد بنوائی گئی اور باوجود کافی تبدیلی اور مرمت کے اس کا مغل فن تعمیر نمایاں ہے یٰسین خاں نے شمشیر غازی سے قدم مبارک کا نشان حاصل کر کے اس مسجد میں نصب کیا تھا۔ اور دس ہزار سالانہ آمدنی کی جائداد جس کا نام رسول نگر تھا۔ اس مسجد کی ضروریات کے لئے وقف کیا۔ وقف لاخراج کو ایسٹ انڈیا کمپنی نے ضبط کرلیا۔ اور ماہانہ خرچ کے لئے صرف پچاس روپیہ اور سالانہ اخراجات کے لئے چھ سو روپے منظور کیا۔

فوجدار یٰسین خاں کے زمانہ میں اراکانیوں نے آخری بار چاٹگام کو فتح کرنے کی ناکام کوشش کی۔ اُن کا بحری بیڑہ یکایک کرنافلی ندی میں داخل ہوا۔ اور چاٹگام پر حملہ کیا۔ یٰسین خاں کو شکست ہوئی۔ لیکن دوہزاری کے قلعہ دار اڈھو خاں کے بیٹے شیر جمال خاں نے آکر مقابلہ کیا اور اراکانیوں کو شکست دے کر بھگا دیا۔ سانگو ندی کے کنارے شیر جمال خاں کی جاگیر میں مزید اضافہ کیا گیا۔[1]

۱۹۰۱ء کی مردم شماری میں ضلع چاٹگام کی آبادی تیرہ لاکھ ترپن ہزار ۲۵۰ تھی۔ ان میں مسلمان نو لاکھ ۶۸ ہزار ۵ یعنی پوری آبادی کا ۷۲ فی صد تھے۔ مسلمانوں میں ۹ لاکھ ۵۴ ہزار ۲۹ شیخ تھے۔ یہ زیادہ مقامی نومسلموں کی اولاد ہیں۔ ۹ ہزار سید اور ۲ ہزار پٹھان[2] تھے۔ کچھ عرب تاجروں کی بھی آبادی

---

[1] تاریخ چاٹگانگ۔ سید مرتضیٰ علی ص ۶۴-۶۷ اور ص ۱۳۷

[2] چاٹگام ضلع گزیٹیر۔ ایس۔ ایس او میلی، کلکتہ ۱۹۰۸ء ص ۵۹

تھی۔ پٹھان اور سادات زیادہ تر اُن بیرونی مسلمانوں کی اولاد ہیں، جو فوجی کاروائیوں کے زمانہ میں وہاں بھیجے گئے تھے۔ وہاں مختلف عہدوں پہ مامور ہوئے اور اُن کو جاگیریں دی گئیں۔ اُن میں سے کچھ اُن مسلمان بزرگان دین کی بھی اولاد ہیں جو تبلیغ واشاعت اسلام کے لئے چاٹگام گئے تھے اور وہیں آباد ہو گئے جیسے حضرت بختیار ماہی سوار۔

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی انیسوی صدی عیسوی کی پہلی رُبع میں اسلام آباد چاٹگام میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم کا نام مولانا شاہ صوفی سید وارث علی رحمتہ تھا۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا ہے کہ سادات کا یہ خاندان کب چاٹگام جا کر آباد ہوا تھا۔ گمان غالب ہے کہ ۱۵۱۲ء میں ٹپرا کے ہندو راجہ دھنیا مانکیا (۱۵۱۵-۱۴۶۳ء) نے چاٹگام پر قبضہ کر لیا۔ اور بغدادی تاجر الفا حسین کی ترغیب سے گوڑ کے مسلمان سلطان علاءالدین حسین شاہ (۱۵۱۸-۱۴۹۳ء) کے بیٹے ناصر الدین نصرت شاہ (۳۲-۱۵۱۸ء) نے ٹپرا راجہ کے خلاف فوجی کاروائی کر کے چاٹگام پر پھر سے اسلامی اقتدار قائم کر دیا۔ اسی وقت سادات کا یہ خاندان گوڑ کی شاہی فوج کے ساتھ چاٹگام جا کر آباد ہوا۔ عہد اکبری میں منعم خاں صوبہ دار بنگالہ کے زمانہ میں گوڑ میں سخت وبائی بخار پھیلا۔ اس سے ۱۵۷۳ء میں شہر ویران ہو گیا[1]۔ اس زمانہ میں یہاں علماء، شرفاء اور اُمراء کا بہت سا خاندان منگل کوٹ ضلع بردوان کے پاس سرکار شریف آباد[2] میں اور کچھ خاندان چاٹگام جا کر آباد ہوا۔ ہو سکتا ہے کہ حضرت شاہ صوفی سید وارث علیؒ کے مورث اعلیٰ کا خاندان بھی اسی زمانہ میں چاٹگام منتقل ہوا ہو۔

۱؎ مالدہ ضلع گزیٹیر۔ جی۔ ای۔ لیمبورن۔ کلکتہ ۱۹۱۸ء صفحہ ۲۲-۲۱۔ ۲؎ سرکار شریف آباد۔ ندیا ہگلی (بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۱ پر)

۳۔ چاٹگامی مسلمانوں کی مذہبی خدمات

جب سولھویں صدی عیسوی میں شری چیتنیہ[۱] کی وشنوی تحریک، ہندوؤں میں نشاطِ ثانیہ کے احساس، بالائی ہند اور باہر کے مسلمانوں کی آمد کا سلسلہ منقطع ہو جانے اور بنگلہ زبان میں اسلامی ادب کی کمی کے باعث بنگالی مسلمانوں کے نچلے طبقہ کے عقائد میں خلفشار پیدا ہوا تو عام مسلمانوں کو مشرکانہ خیالات سے محفوظ رکھنے کے لئے جن درد مند اور دیندار مسلمانوں نے بنگلہ زبان میں اسلامیات پہ کتابیں لکھیں، ان میں علاقہ چاٹگام کے سید سلطان[۲] رح کا نام سرِ فہرست آتا ہے۔ آپ نے

[بقیہ حاشیہ ص ۱۷۰ کا]

کے بیچم بھوان اور مرشد آباد کا درمیانی علاقہ جس میں ۲۶ پرگنے شامل تھے۔ اس کا صدر مقام منگل کوٹ ضلع بردوان تھا۔ یہاں بہت سے علماء اور مشائخ گوڑ سے آکر آباد ہو گئے تھے۔ موجودہ ضلع بردوان کا کٹوا اور ضلع مرشد آباد کا کاندی سب ڈویژن۔ بردوان ضلع گزیٹیر۔ مرشد آباد ضلع گزیٹیر۔ ڈیوڈ کورٹ ص ۴۶۱

[۱] بنگال میں وشنوی تحریک کے بانی شری چیتنیہ نوادیپ ضلع ندیا (مغربی بنگال) میں ۱۴۸۶ء میں پیدا ہوئے اور ۱۵۳۳ء میں انتقال کیا۔ رادھا کی پرستش پر زور دیا اور برندابن ضلع متھرا میں ہندوؤں کے مذہبی مقامات کی نشاندہی کی۔ ندیا ضلع گزیٹیر۔ جے۔ ایچ۔ ای۔ گیرٹ ۱۹۱۰ء ص ۵۰

[۲] سید سلطان رح بنگال کے قدیم ترین شعراء میں سے ہیں۔ ۱۵۵۰ء میں چکراشالا تھانہ پٹیا ضلع چاٹگام میں پیدا ہوئے۔ وہاں کے میر خاندان سے ان کا تعلق تھا۔ کچھ دنوں پراگل پور (بقیہ حاشیہ ص ۱۷۲ پر)

سولھویں صدی عیسوی کے وسط میں نبی بنگشا (قصص الانبیاء)، اوفات رسولؐ (وفاتِ رسولؐ)، شبِ معراج، رسولِ وجے، ابلیس نامہ، جیون پرادیپ (چراغ زندگی)، جیکم راجر لڑائی اور معرفتی گان لکھا۔ نبی بنگشا (قصص الانبیاء) ایک رزمیہ نظم ہے۔ یہ ضخیم کتاب حضرت سیّد سلطانؒ کا شاہ کار ہے۔ اس میں عقیدۂ توحید کی تلقین کی ہے۔ کام نہایت مشکل تھا۔ لیکن وہ پوری طرح کامیاب ہوئے ہیں۔ اوفاتِ رسولؐ مختصر تصنیف ہے۔ یہ ۱۵۵۶ء میں اکبر اعظم کی تخت نشینی کے وقت لکھی گئی ۔۔۔ شبِ معراج ۱۵۸۶ء میں لکھی گئی۔ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی رُوحانی فتوحات کا بیان ہے۔ رسولؐ وجے ۱۰۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں غزواتِ رسولؐ کا ذکر ہے۔ ابلیس نامہ (نُور فراموش نامہ) نبی بنگشا کے فوراً بعد لکھی گئی۔ اس میں بتلایا ہے کہ عظمت کے زوال کا حقیقی سبب غرور اور تکبّر ہے۔ جیون پرادیپ (چراغ زندگی) میں اسلامی تصوّف اور مسائلِ شریعت کو پیش کیا ہے۔ یہ کتاب حدیث مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ کی تفسیر ہے۔ اس میں ناسوت، ملکوت، جبروت۔ لاہوت۔ ذکر۔ رابطہ اور مراقبہ وغیرہ کا بیان ہے۔ جیکم راجر لڑائی چھوٹی سی کتاب ہے۔ یہ رسول وجے کا ایک حصّہ ہے۔ معرفتی گان میں سید سلطانؒ کی صوفیانہ نظمیں شامل ہیں۔

[بقیہ حاشیہ ص۷۱ کا]

(قصہ پشلو پرا گل خاں) میں منظوم ہے۔ یہ حضرت شاہ حسینؒ کے خلیفہ تھے۔ طویل عمر پاکر ۱۶۴۸ء میں انتقال کیا۔ مسلم بنگالی ادب، ڈاکٹر انعام الحق۔ اردو ترجمہ کراچی ۱۹۵۷ء ص ۱۸۲ — ۱۶۰، اور دکوثر بشیخ محمد اکرام ص ۵۴ - ۲۵۱ - اور تاریخ چٹاگانگ سید مرتضیٰ علی ص ۱۶۷

سید سلطان رح کے معاصرین میں شیخ پراں[1] نے نور نامہ اور نصیحت نامہ لکھا نور نامہ میں تخلیق کائنات اور نور محمدیؐ کا بیان ہے۔ نصیحت نامہ کسی عربی یا فارسی کتاب کا ترجمہ ہے۔ حاجی محمد[2] صاحب رح نے نورجمال اور صورت نامہ لکھا۔ نورجمال میں شریعت اور طریقت کے اصولوں اور توحید وجودی اور توحید شہودی کے نظریوں سے بحث کی ہے۔ صورت نامہ میں ایمان کی نشانیوں اور دوسرے مذہبی مسائل کا بیان ہے۔

سید سلطان رح کے جانشینوں میں نصر اللہ[3] خان رح نے شریعت نامہ،

---

[1] شیخ پراں رح (۱۶۱۷-۱۵۵۰ء) ضلع چاٹگام میں سیتا کنڈ کے رہنے والے تھے۔ یہ کفایت المصلین (۱۶۳۹ء) کے مصنف شیخ مطلب کے والد تھے۔ مسلم بنگالی ادب ص۸۲-۱۸۰ اور تاریخ چٹاگانگ ص۱۶۷

[2] حاجی محمد رح شیخ پراں رح سے کچھ پہلے گذرے ہیں۔ شیخ پراں رح نے اپنی کتاب نصیحت نامہ میں ان کی تصنیف "صورت نامہ" کی بڑی تعریف کی ہے۔ ان کا زمانہ ۱۵۵۰ء سے ۱۶۲۰ کے درمیان تسلیم کیا گیا ہے۔ بزرگ انسان تھے۔ ان کے بہت سے مرید تھے، جن میں محمد شفیع بہت مشہور رہا۔ مسلم بنگالی ادب ص۱۸۷-۱۸۲

[3] نصر اللہ خان رح کے مورث اعلیٰ گوڑ کے رہنے والے تھے۔ حمید الدین خاں کے بیٹے برہان الدین خاں، روشنگ کے اراکانی راجہ مینگ ساں دان (۱۶۲۳ء-۱۶۴۰ء) کے یہاں فوجی افسر تھے۔ ان کے بعد ان کے بیٹے ابراہیم خاں اور پھر ابراہیم خاں کے بیٹے شجاع الدین خاں اس (بقیہ حاشیہ ص۷۴ پر)

جنگ نامہ، موسیٰ سوال (سوالات موسیٰ ع) اور ہدایت الاسلام لکھا۔ شریعت نامہ میں دین اسلام کے اصول وضوابط کو نہایت خوبصورتی سے نظم کیا ہے اور شریعت کے اوامر و نواہی سے بحث کی ہے۔ جنگ نامہ، رسول وجے، کے قسم کی تصنیف ہے۔ اس میں جناب امیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے جنگی کارناموں کا ذکر ہے۔ موسیٰ سوال مکالمہ کی شکل میں ایک منظوم تصنیف ہے۔ اس میں کوہ طور پر موسیٰ علیہ السلام کی ذات باری تعالیٰ سے ہم کلامی اور معراج نبوی ص کے موقع پر حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف ملاقات اور ہم کلامی کی روشنی میں نماز پنجگانہ اور تلاوت قرآن پاک کی اہمیت واضح کی ہے۔ یہ کتاب کسی فارسی کتاب کا ترجمہ ہے۔

سید سلطان رح کے نامور شاگرد محمد خاں[1] رح نے صحابہ کرام (اصحاب نامہ)، مقتول حسین، قیامت نامہ، دجال نامہ، حنیفہ لڑائی اور قاسم لڑائی لکھا۔ بنگال کے

———[بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۳ سے]———

معز زعہدہ پر مامور ہوئے۔ شجاع الدین خاں کے بیٹے بابو خاں تارک الدنیا ہوگئے اور فقیر مولل، کے نام سے مشہور ہوئے۔ یہ شاہ نصر اللہ خاں کے دادا تھے۔ نصر اللہ خاں کے والد منصور خاں اخوند کالر کو سادن دیپ کے مسلم کمانڈر فتح خاں نے بہت نوازا تھا۔ نصر اللہ خاں ضلع چاٹگام کے کوکبسر بازار سب ڈویژن میں ہاٹوکے رہنے والے تھے۔ یہ ۱۵۶۰ء کے قریب پیدا ہوئے۔ اور ۱۶۲۵ء کے قریب انتقال ہوا۔ حضرت حمید الدین رح کے خلیفہ تھے۔ چٹاگانگ ص ۱۷۲، مسلم بنگالی ادب ص ۱۹۰-۱۸۷

[1] محمد خاں رح ہتھ ہزاری ضلع چاٹگام کے رہنے والے تھے اور چاٹگام کے مشہور حکمران راستی خاں کی ساتویں (بقیہ حاشیہ ص ۷۵ پر)

حسین شاہی خاندان (۱۵۳۸-۱۴۹۳ء) کے فرمانرواؤں نے بنگالی ادب کو ترقی دینے کی کوشش کی اور اس سلسلہ میں ہندوؤں کی مذہبی کتاب رامائن اور مہابھارت کا سنسکرت سے بنگلہ میں ترجمہ کرایا[1]۔ علاء الدین حسین شاہ (۱۵۱۹-۱۴۹۳ء) کے دورِ حکومت میں چاٹگام کے گورنر پراگل خاں نے پرمیسور نامی شاعر جو کوِندرا کے نام سے مشہور ہے، اُس سے مہابھارت کا دوسرا بنگلہ ترجمہ کرایا۔ یہ کتاب پراگلی مہابھارت کے نام سے مشہور ہے اور بہت مقبول ہوئی۔ پراگل خاں کے بیٹے چھوٹی خاں نے سری کارانندی شاعر سے مہابھارت کے کچھ حصّہ کا بنگلہ میں ترجمہ کرایا[2]۔

مہابھارت کے رزمیہ واقعات کی منظوم کہانیاں بنگالی ہندوؤں کے علاوہ مسلمان گھرانوں میں بھی پڑھی جاتی تھیں۔ بنگلہ زبان میں عام مسلمانوں کے لئے اسلامی تاریخ سے وابستہ اس طرح کی کوئی منظوم کہانی موجود نہ تھی۔ حضرت سید سلطانؒ کو اس کمی کا شدید احساس تھا چنانچہ اپنی کتاب 'شبِ معراج' کے دیباچے میں بڑے دردانگیز پیرایہ میں اس کمی کا ذکر کیا ہے۔ اُنہوں نے اپنی قابلِ قدر تصانیف نبی بنگشا، رسول وجے اور

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۴ کا]

پشت میں تھے۔ میتھو ہزاری میں ۹۶ھ کی راستی خاں کی بنوائی ہوئی ایک پرانی مسجد ہے۔ محمد خاںؒ مشہور مبلغِ دین حضرت بختیار ماہی سوارؒ کی اولاد میں تھے۔ یہ ۱۵۸۰ء کے قریب پیدا ہوئے اور ۱۶۵۰ء کے بعد انتقال کیا۔ یہ حضرت سید سلطانؒ کے سب سے نامور شاگرد اور خلیفہ گذرے ہیں۔ تاریخ چاٹگام صفحہ ۱۶۷؛ مسلم بنگالی ادب صفحہ ۲۱۱-۲۱۰

[1] ایڈوانسڈ ہسٹری آف انڈیا۔ جلد دوم۔ کالی کنکر دت وغیرہ صفحہ ۴۰۷

[2] ایڈوانسڈ ہسٹری آف انڈیا جلد دوم صفحہ ۴۰۸؛ تاریخ بنگال۔ سرجدوناتھ سرکار صفحہ ۱۵۲

شبِ معراج کے ذریعہ بڑی حد تک اس کمی کو پورا کیا۔ سید سلطان رح کے بعد اُن کے لائق اور نامور مرید اور شاگرد محمد خان رح نے اُن کی ہدایت کے مطابق دینی اور ملّی خدمات کے اس سلسلہ کو بڑے جوش اور خلوص عزم اور ارادے کے ساتھ جاری رکھا۔

۱۶۴۵ء یا ۱۶۴۶ء میں مقتول حسین لکھا۔ مقتول حسین اُن کی سب سے ضخیم، شاندار اور کامیاب تصنیف ہے۔ اس کے کئی ابواب ہیں۔ دوسرے باب میں اصحاب کہف کا قصّہ نظم کیا ہے۔ تیسرے باب سے ساتویں باب تک سیدنا حضرت امام حسن رض اور سیدنا حضرت امام حسین رض کے حالات زندگی قلمبند کئے ہیں[۱]۔ میدان کربلا میں حضرت امام حسین رض اور اُن کے اعزا اور اقربا کی شہادت کے جانگداز واقعات کو بڑی کامیابی سے پیش کیا ہے۔ تاریخی نوعیت کی اس مذہبی کتاب کو جس میں واقعات کی تفصیل کے ساتھ ساتھ بلند خیالی دل آویزی اور دیگر شاعرانہ خوبیاں بھی موجود ہیں۔ مسلمانوں میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ محرم کے مہینے میں چاٹگام کے مختلف علاقوں میں اس کتاب کو بلند آواز سے پڑھنے کا رواج ہے۔

اصحاب نامہ میں خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا ذکر ہے۔ قیامت نامہ میں روز قیامت کا تصوّر پیش کیا ہے۔ قیامت نامہ اُن کی کتاب مقتول حسین کا گیارھواں باب ہے۔ اصحاب نامہ بھی مقتول حسین کا ایک حصّہ ہے۔ دجّال نامہ قیامت نامہ سے الگ ایک تصنیف ہے۔ نا سمیر لڑائی میں حضرت قاسم رض کی سرگذشت

---

[۱] مسلم بنگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق ص ۲۰۸-۲۱۱

اور اُن کے جنگی کارناموں کا ذکر ہے۔ حنیفہ لڑائی ایک کامیاب تصنیف ہے۔ اس کا آغاز ایک طویل دعائیہ نظم سے ہوتا ہے جس میں مقامات مقدسہ، انبیائے کرام، بزرگانِ دین اور مقدس و متبرک کتابوں کی تعریف و تصنیف کی گئی ہے۔ اس کے اخیر میں چاٹگام کے بدر پیر رح کی مدح و ثنا بھی ہے۔ یہ کتاب سید خاں کی تصنیف 'حنیفہ اور کائرا پری' سے متاثر ہو کر لکھا ہے۔ ضلع چاٹگام کے بالکل جنوبی حصہ میں شاہ پیر کا جزیرہ (شاہ پر یردیپ) ہے وہ 'حنیفہ اور کائرا پری' کے قصہ سے منسوب ہے[۱]۔

شیخ مطلب رح[۲] نے ۱۶۳۸ء میں فقہ اسلامی پر ایک کتاب "کفایت المصلین" لکھا۔ اس میں مسلمانوں کی روزمرہ کی زندگی سے متعلق جیسے نماز، روزہ اور وضو وغیرہ کے مسائل بیان کئے ہیں۔ اس سے قبل بنگلہ زبان میں فقہ اسلامی پر کتابیں لکھنے کا رواج نہ تھا۔ اس لئے مصنف نے بڑی معذرت کا اظہار کیا ہے

۱۔ مسلم بنگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق ص ۸-۲۰۷

۲۔ شیخ مطلب رح 'نور نامہ' اور 'نصیحت نامہ' کے مصنف شیخ پران رح کے بیٹے اور سیتا کنڈ کے رہنے والے تھے۔ یہ بارہ تیرہ سال کی عمر میں یتیم ہو گئے تھے۔ ان کی پرورش ایک دیندار بزرگ مولوی رحمت اللہ صاحب نے کی۔ اُن کے حکم سے انہوں نے کفایت المصلین لکھی۔ کتاب میں اپنے محسن اور استاد مولوی رحمت اللہ کا ذکر بڑی محبت کے ساتھ کیا ہے۔ اپنے پیر جناب سید حسین رح اور ان کے بیٹے سید محمد شفیع کا بھی احترام سے ذکر کیا ہے۔ تاریخ چٹاگانگ ص ۱۶۷، مسلم بنگالی ادب ص ۲۲۱-۲۱۷ یہ ۱۵۹۵ء میں پیدا ہوئے اور ۱۶۶۰ء میں انتقال کیا۔

سیّد محمد شفیع رح نے نورنامہ اور ساعت نامہ لکھا۔ نورنامہ کا دوسرا نام نورِ قندیل بھی ہے۔ یہ نورِ جمال اور صورت نامہ کے مصنّف حاجی محمد رح (۱۵۵۰ - ۱۶۲۰ء) کے شاگرد تھے۔ سیّد محمد شفیع رح نے اپنی کتاب نورنامہ میں نورِ محمدیؐ کی اہمیّت سے بحث کرتے ہوئے بتلایا ہے کہ کائنات کی ساری چیزیں نورِ محمدیؐ سے پیدا ہوئی ہیں۔ ساندویپ ضلع چاٹگام کے شاعر عبدالحکیم رح[1] نے نورنامہ، نصیحت نامہ، کاروالا (کربلا) اور یوسف زلیخا لکھا۔ نورنامہ میں مذہبی باتوں کے علاوہ اس امر سے بھی بحث کی ہے کہ عام مسلمانوں کی واقفیت اور بھلائی کے لئے بنگلہ زبان میں کتابیں لکھنا ضروری ہے۔ نصیحت نامہ کا دوسرا نام شہاب الدین نامہ ہے۔ یہ کتاب اُن کے پیر حضرت شہاب الدین رح کی سوانح حیات نہیں ہے۔ بلکہ مذہبی مسائل کے متعلق ایک نہایت کارآمد اور مفید تصنیف ہے۔ جس میں گمراہی سے بچنے اور راہِ راست پر چلنے کی تدبیریں بتائی گئی ہیں۔ عقیدت اور برکت کے خیال سے انہوں نے اس کتاب کو اپنے پیرِ و مرشد کے نام سے معنون کیا ہے۔ کاروالا میں واقعاتِ کربلا کا ذکر ہے اور یوسف زلیخا ایک طویل بیانیہ نظم ہے۔ جس میں قرآن شریف کے احسن القصص کو بڑی خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔ اور حضرت ملّا عبدالرحمان جامی رح کی کتاب یوسف زلیخا سے کافی متاثر ہیں۔ ان کی کتابیں بہت مقبول ہوئیں۔

---

[1] عبدالحکیم رح ساندویپ کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد کا نام عبدالرزاق تھا۔ یہ سدھارام میں پیدا ہوئے ان کے استاد اور پیرِ و مرشد کا نام شہاب الدین محمد رح تھا۔ ان کا زمانہ ۱۶۲۰ء سے ۱۶۹۰ء تسلیم کیا گیا ہے۔ تاریخ چاٹگام ص ۶۸ - ۱۶۷ ۔ مسلم بنگالی ادب ص ۲۳۴ - ۲۲۳

نوازش خاں[1]، ضلع چاٹگام میں ست کانیا تھانہ کے گاؤں سُکھ چاری کے رہنے والے تھے۔ اُنہوں نے دوہزاری کے پٹھان خاندان کے شاندار کارناموں کے متعلق ایک کتاب "پٹھان پراسنگشا" (پٹھان کی مدح سرائی) لکھا۔ سپہ سالار بزرگ اُمید خاں نے سانگو ندی کے کنارے اَدّھو خاں کو قلعہ دار مقرر کیا تھا۔ اور فوجدار یٰسین خاں کے زمانہ میں اَدّھو خاں کے بیٹے شیر جمال خاں نے اراکانیوں کو شکست دے کر بھگا دیا تھا۔ نوازش خاں نے ایک مذہبی کتاب بھی لکھا ہے جس کے ایک بیان میں انسان اور اس کے جسم کے درمیان معرکہ دکھایا گیا ہے اور دوسرے بیان میں ریاکاری کے مسئلہ سے بحث کی گئی ہے۔

شاعر قمر علی[2]۔ ضلع چاٹگام میں پاٹیا تھانہ کے گاؤں کارو ڈانگا کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے ۱۶۷۵ء میں ایک مسلمان عالم منشی منعم مسلم کی ہدایات کے مطابق ایک کتاب "سرلیریا" تصنیف کی۔ اِس میں مسلمانوں کے روزمرّہ کے قوانین اخلاق سے بحث کی گئی ہے اور ایک فارسی کتاب کا ترجمہ ہے۔ وہ فارسی

---

[1] مُسلم بنگالی ادب صہ ۲۳۸-۲۳۵؛ تاریخ چٹاگانگ صہ ۱۶۸

[2] مسلم بنگالی ادب صہ ۳۹-۲۳۸۔ سید مرتضیٰ علی نے تاریخ چٹاگانگ میں ان کو بوال کھالی تھانہ کے کرول ڈنگا کا باشندہ لکھا ہے۔ صہ ۱۶۸ تھانہ بوال کھالی پٹیا تھانہ کے متصل اُتر ہے۔ ڈاکٹر انعام الحق مسلمان عالم کا نام منعم مسلم اور سید مرتضیٰ علی منشی منعم لکھتے ہیں۔

کی اچھی صلاحیت رکھتے تھے اور ماہرِ موسیقی بھی تھے۔ عبد النبی[۱] نے ۱۰۹۶ھ ۱۶۸۴ء میں 'امیر نامہ' لکھا۔ اس کے واقعات فارسی کتاب داستان امیر حمزہ سے ماخوذ ہیں۔ عبد النبی نے بھی اس کتاب کو بنگلہ زبان میں پیش کرنے پر معذرت کا اظہار کیا ہے۔ ڈاکٹر انعام الحق لکھتے ہیں کہ عبد النبی چیل پور کے رہنے والے تھے اور اُن کا وہاں کے صدیقی خاندان سے تعلّق تھا۔

محمد فصیح[۲]، سید سلطان رح کے شاگرد اور مقتول حسین کے مصنّف محمد خان کے ہم عصر تھے۔ ان کا زمانہ ۱۶۱۰ھ سے ۱۶۸۰ء تسلیم کیا گیا ہے۔ چھبیس صفحات کی ایک چھوٹی سی کتاب 'مناجات' اُن کی یادگار ہے۔ کتاب کے اخیر میں حمد اور نعت بیان کیا ہے۔ یہ ایک نہایت کارآمد مذہبی کتاب ہے اور زبان و بیان کے لحاظ سے بہت مقبول تصنیف۔ شاعر محمد جان[۳] نے بنگلہ زبان اور عربی رسم الخط میں نمازنامہ لکھا۔ اس مذہبی کتاب کو بنگلہ رسم الخط میں لکھنا گناہِ عظیم سمجھا ہے۔ شیخ منصور[۴] نے ۱۷۰۳ء میں 'سرنامہ' لکھا جو فارسی نظم 'اسرار الموسیٰ' کا خلاصہ ہے۔ تصوّف اور معرفت کی اس ضخیم کتاب میں کُل ۹ ابواب ہیں۔ شیخ منصور کے والد قاضی غیلبی چاٹگام علاقہ کے پیر تھے۔

---

۱ مسلم بنگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق ص ۴۱-۲۴۰۔ تاریخ چٹاگانگ ص ۱۶۸

۲ مسلم بنگالی ادب ص ۴۳-۲۴۱   ۳ مسلم بنگالی ادب ص ۴۴-۲۴۳

۴ مسلم بنگالی ادب ص ۴۶-۲۴۵

محمد وزیر علی[1] ہٹ ہزاری تھانہ کے گاؤں چاندیا میں پیدا ہوئے تھے۔
انہوں نے ۱۸۷۱ء میں اپنے بڑے بھائی نذیر علی کی خواہش پر "شاہ نامہ" یا "نسل و شان اسلام آباد" لکھا۔ ۱۴۵ صفحات کی ایک ضخیم تصنیف ہے اس میں چاٹگام کی تاریخ اور یہاں کے بزرگانِ دین کے حالات ہیں۔ محمد وزیر علی کے بھائی نذیر علی بہت ہی با اثر رئیس تھے۔ انہوں نے پھاٹک چاری تھانہ میں ہٹ ہزاری کی سرحد پر نذیر ہاٹ آباد کیا۔ ۱۸۷۱ء میں اس قصبہ کی بنیاد رکھی گئی اور سات برسوں میں مکمل ہوا۔ نذیر ہاٹ ہٹ ہزاری کے اثر ریل کا آخری اسٹیشن ہے۔
علاول کا شمار بنگال کے چند ممتاز مسلمان شاعروں میں ہوتا ہے۔ یہ ضلع چاٹگام کے تھانہ ہٹ ہزاری کے جوبرا گاؤں میں ۱۶۰۷ء میں پیدا ہوئے کرنا فلی اور ہلدا ندی کے مقام اتصال پر مشہور تاریخی مقام فتح آباد ہے۔ چاٹگام کی فتح کے بعد ناصر الدین نصرت شاہ نے اس کو اپنا صدر مقام بنایا تھا۔ مجلس خاں فتح آباد کے حاکم تھے اور شاعر علاول کے والد اُن کے مصاحبین میں تھے۔ ان کے مورث علی دارالحکومت گوڑ سے چاٹگام آکر آباد ہوئے تھے۔ ان کے والد پرتگالی بحری قزاقوں سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ علاول بھی زخمی ہوئے لیکن کسی طرح جان بچا کر اراکان پہنچے اور راجہ تھادو منتور (۱۶۴۵ - ۱۶۵۲ء) کے محافظ دستے میں مقرر ہوئے۔ ۱۶۶۰ء میں شاہ شجاع کی شہادت کے وقت

---

[1] مسلم بنگالی ادب ص ۲۴۷-۱۴۷؛ تاریخ چاٹگانگ ص ۱۶۹

ان کو قید کر دیا گیا۔ لیکن جلد ہی رہا کر دیئے گئے۔ زندگی کے آخری چند سال انہوں نے اپنے وطن جوبرا میں بسر کیا۔ ۱۶۸۰ء میں ان کا انتقال ہوا۔ جوبرا میں علاول تالاب اور علاول مسجد اُن کی یادگار اب تک موجود ہے۔[۱]

علاول نے ۱۶۵۱ء میں حضرت ملک محمد صاحب جائسی رح[۲] کی مشہور تصنیف پدماوت کا بنگلہ میں آزاد ترجمہ کیا۔ پھر ۱۶۶۰ء سے ۱۶۶۴ء تک چار سال میں نظامی گنجوی[۳] رح کی کتاب ہفت پیکر اور اس کے بعد عہد فیروز شاہی کے

۱۔ مسلم بنگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق ص ۲۷۰ - ۲۶۴

۲۔ حضرت ملک صاحب جائسی رح ۸۹۹ھ = ۱۴۹۳ء میں جائس ضلع رائے بریلی (اودھ) کے محلہ کنچانہ میں پیدا ہوئے اور ۹۴۹ھ = ۱۵۴۲ء میں امیٹھی ضلع رائے بریلی میں انتقال کیا۔ حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رح کے سلسلہ میں حضرت محی الدین چشتی رح کے مرید تھے۔ امیٹھی کا راجہ آپ کا بہت معتقد تھا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی دعا کی برکت سے راجہ کے یہاں لڑکا پیدا ہوا تھا۔ ہندی کے پریم مارگی شاعروں میں آپ کا نام سرفہرست ہے۔ پدماوت، اکھراوت اور آخری کلام تین کتابیں آپ کی یادگار ہیں۔ پدماوت ایک منظوم افسانہ اور تمثیلی داستان ہے۔ یہ اودھی زبان اور فارسی رسم الخط میں لکھی گئی۔ اس کا سن تصنیف ۹۲۷ھ = ۱۵۲۰ء ہے۔ اکھراوت میں مسائل تصوف اور آخری کلام میں اسلامی تعلیمات کو پیش کیا ہے۔ تاریخ ادب ہندی۔ ظہیر الدین علوی؛ ہندی ادب کی تاریخ۔ ڈاکٹر محمد حسن ص ۹۰-۸۵؛ رسالہ نیا دور لکھنؤ۔ ستمبر ۱۹۷۲ء ص ۲۲

۳۔ شیخ نظام الدین، نظامی گنجوی رح ایران کے شہر گنجہ کے رہنے والے تھے۔ ۵۰۳ھ = ۱۱۰۹ء میں

(بقیہ حاشیہ ص ۸۳ پر)

فارسی شاعر یوسف گدا[1] کی کتاب تحفہ (مرتبہ ۱۳۹۲ء) کا چار سال میں بنگلہ میں ترجمہ کیا۔ ۱۶۷۳ء میں سکندر نامہ کا ترجمہ مکمل کیا۔ علاول کے ادبی کارناموں میں تحفہ ایک مذہبی تصنیف ہے۔ فقہ اسلامی کی یہ کتاب اب تک بنگال کے مسلمانوں میں بہت مقبول ہے۔

[بقیہ حاشیہ ص ۸۳ کا]

پیدا ہوئے ۶۰۶ھ = ۱۲۰۹ء میں انتقال ہوا۔ فارسی کے مسلم الثبوت استاد مانے جاتے ہیں۔ مخزن الاسرار لیلیٰ و مجنوں۔ خسرو شیریں۔ ہفت پیکر اور سکندر نامہ ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ سکندر نامہ ایک رزمیہ مثنوی ہے جو ۵۹۷ھ = ۱۲۰۰ء میں مکمل ہوئی۔ ایک دیوان بھی یادگار ہے۔ قاموس المشاہیر جلد دوم ص ۶۵-۲۶۴

[1] شیخ یوسف گدا حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ (المتوفی ۷۵۷ھ = ۱۳۵۶ء) کے خلیفہ تھے۔ انہوں نے اپنے بیٹے ابو الفتح کے لئے پند و موعظت، اخلاق و نصیحت اور قانون شریعت کی ایک کتاب "تحفۃ النصائح" لکھی جس میں پانچ ابواب اور کل ۷۸۰ اشعار ہیں۔ کتاب کے آخر میں لکھا ہے کہ انہوں نے اپنی اس منظوم تصنیف کو ۲۰ رجمادی الثانی ۷۹۵ھ = ۱۳۹۲ء کو مکمل کیا۔ اس کتاب کا ایک نسخہ خدا بخش اورینٹل لائبریری پٹنہ میں، دو نسخے انڈیا آفس لائبریری میں نمبر ۱۲۷۶ اور ۱۲۷۷) اور ایک نسخہ سینٹ پیٹرس برگ کی لائبریری میں ہے۔ آخر الذکر میں اس کا سن تصنیف ۷۵۲ھ = ۱۳۵۱ء لکھا ہے جو زیادہ قرین قیاس اور صحیح ہے۔ شیخ یوسف گدا کا ۷۷۴ھ = ۱۳۷۲ء میں انتقال ہوا۔ دکنی زبان میں ملّا قطبی نے ۱۰۴۶ھ = ۱۶۳۶ء میں شیخ یوسف دہلویؒ کی کتاب تحفۃ النصائح کا ترجمہ اسی ردیف اور قافیہ میں کیا۔ سلک السلوک اور طوطی نامہ کے مصنف مولانا ضیاء الدین نخشبی بدایونی (متوفی ۱۳۵۰ء)؛ تاریخ فیروز شاہی کے مصنف حضرت ضیاء الدین برنیؒ؛ دوسری تاریخ فیروز شاہی کے مصنف شمس سراج عفیف؛ مشہور مثنوی فتوح السلاطین کے مصنف عصامی؛ عہد فیروز شاہی کے نامور علما مولانا احمد تھانیسری

(بقیہ حاشیہ ص ۸۴ پر)

شاہ عبدالکریم[1] اخوند کار نے ہزار مسائل، تمیم انصاری، دلا مجلس اور نور نامہ لکھا۔ ہزار مسائل اسی نام کی ایک فارسی کتاب کا ترجمہ ہے جس میں اسلامی قوانین جمع کئے گئے ہیں۔ دلا مجلس ایک فارسی کتاب کا آزاد ترجمہ ہے اس میں اولیائے کرام، اصحاب رسولؐ اور صوفیائے کبار کے حالات ہیں۔ نور نامہ ایک مذہبی تصنیف ہے جس میں نور محمدی کی اہمیت واضح کی گئی ہے۔

علی رضا[2] رح (۱۶۹۵-۱۷۸۰ء) اوش کھائن ضلع چاٹگام کے رہنے والے تھے۔ اسی مقام پر ان کا مقبرہ بھی موجود ہے۔ یہ کانو فقیر کے نام سے مشہور ہیں۔ انہوں نے سراج القلوب، جنان ساگر اور یوگ قلندر لکھا۔ جنان ساگر میں

[بقیہ حاشیہ صہ ۸۳ کا]

مولانا خواجگی اور قاضی عبدالمقتدر دہلوی ان کے ہم عصر تھے۔ خدا بخش لائبریری کیٹلاگ آپ کو شیخ محمد اکرام، تاریخ ادب اردو رام بابو سکسینہ صہ ۷۲ صہ ۹-۲۷۵

[1] شاہ عبدالکریم اخوند کار اراکان کے دارالحکومت مروہانگ (۱۶۸۵-۱۷۳۰ء) میں رہتے تھے۔ ان کے مورث اعلیٰ رجو میاں بحری جنگی کے محکمہ میں اعلیٰ عہدہ پر فائز تھے۔ اور ان کو راجہ نے خطاب بھی دیا تھا۔ آپ کے دادا محسن علی جنگی کے محکمہ میں مترجم تھے۔ ان کے والد کا نام علی اکبر تھا۔ مروہانگ میں راجہ اتی بار کے مہتمم خزانہ کی فرمائش پر انہوں نے ۱۶۹۸ء میں دلا مجلس لکھی تھی۔ مسلم بنگالی ادب صہ ۷۲-۷۰

[2] علی رضا رح ایک صوفی بزرگ تھے۔ ان کے پیر و مرشد کا نام قیام الدین رح تھا۔ علی رضا کی اولاد

(بقیہ حاشیہ صہ ۸۵ پر)

تصوف اور یوگ کی آمیزش ملتی ہے اور یہ شہزادہ دارا شکوہ[ل] کی کتاب 'مجمع البحرین' کے قسم کی تصنیف ہے۔

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۴ کا]

موضع اوش کھائن میں موجود ہے۔ ان کے بیٹے کا نام شرافت اللہ تھا۔ جو ۱۸۴۰ء تک حیات تھے۔
مسلم بنگالی ادب ص ۳۱۰-۳۱۱؛ تاریخ چاٹگام ص ۱۶۹

ل شہزادہ دارا شکوہ قادری شہنشاہ شاہ جہاں کا بڑا بیٹا۔ ۲۰ مارچ ۱۶۱۵ء کو اجمیر شریف میں پیدا ہوا سنسکرت کی تعلیم بنارس میں حاصل کی۔ حضرت میاں میر لاہوریؒ (متوفی ۱۶۳۵ء) کا بڑا معتقد تھا۔ (۱۰ اپریل ۱۶۴۰ء کو حضرت میاں میرؒ کے خلیفہ ملا شاہ قادریؒ (متوفی ۱۶۶۱ء) کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ۱۶۴۰ء میں سفینۃ الاولیاء اور ۱۶۵۵ء میں مجمع البحرین تصنیف کی۔ سفینۃ الاولیا میں دنیائے اسلام کے اہم بزرگان دین کے حالات ہیں اور مجمع البحرین مسلمان صوفیاں اور ہندو یوگیوں کے عقاید کا مجموعہ ہے۔ تصوف اور یوگ کو ایک ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ سر اکبر میں اپنشدوں کے ۵۰ ابواب کا ترجمہ ہے۔ دارا شکوہ نے بھاگوت گیتا کا بھی فارسی میں ترجمہ کیا تھا۔ بادشاہ نے اس شہزادہ کو شاہ بلند اقبال کا خطاب دیا تھا اور اسے ولیعہد خلافت لکھا تھا حصول تاج و تخت کی لڑائی میں دارا شکوہ کو پہلے اجین کے پاس دھرمت (فتح آباد) میں (اپریل ۱۶۵۸ء) اور پھر آگرہ کے پاس سموگڑھ میں (مئی ۱۶۵۸ء) اور آخر میں اجمیر کے پاس دلوارائی (اپریل ۱۶۵۹ء) میں شکست ہوئی۔ اُن کو بلوچستان میں درہ بولن کے پاس دادر میں گرفتار کر لیا گیا اور عقائد اسلامی سے انحراف کے جرم میں ۲۹ اگست ۱۶۵۹ء کو دہلی میں قتل کر دیا گیا۔ مقبرہ ہمایوں میں دفن ہوئے رود کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۴۱۱-۳۹۷؛ قاموس المشاہیر جلد اول ص ۲۳۳-۲۳۲؛ ایڈورڈس ہسٹری آف انڈیا ص ۸۷-۲۸۲؛ رسالہ آجکل مارچ ۱۹۶۷ء ص ۳۵؛ مضمون مجمع البحرین'

علی رضا رح کے مرید سید محمد مقیم[1] نے گل بکاؤلی، فیض المقتدی اور ایوب نبیر کیتھا (پیغمبر ایوب ع کا قصہ) لکھا۔ گل بکاؤلی ایک فارسی کتاب کا آزاد ترجمہ ہے۔

لیکن اس میں طبع زاد ٹکڑے بہت ہیں۔ نہایت ہی ولولہ انگیز انداز میں حمد و نعت لکھا ہے۔ صحابہ کبار رض۔ ائمہ کرام اور ہم اصوفیوں کی تعریف و توصیف بیان کی ہے۔ اس میں سات آسمان، سات سمندر۔ زمین کے سات طبقات اور ہفت اقلیم کا ذکر کیا ہے۔ اپنی اس منظوم تصنیف میں انہوں نے بنگال کے سابق اور ہم عصر شاعروں کی ایک فہرست بھی پیش کی ہے، جو بہت کارآمد ہے۔ اپنے خاندان کے حالات لکھے ہیں اور شاہ غازی شریف ضلع چاٹگام کے شاہ شہاب الدین رح کے متعلق نہایت اچھے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ یہ کتاب ۱۷۶۰ء میں چاٹگام پر انگریزی اقتدار کے چند سال بعد لکھی گئی ہے۔ اپنی کتاب 'فیض المقتدی' کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے پیر و مرشد کے حکم سے کلا کام مرگیا وتی[2] اور ایوب نبیر کیتھا۔ تین مذہبی کتابیں لکھیں۔ فیض المقتدی جنگ پلاسی

---

[1] سید محمد مقیم رح نواپاڑہ ضلع چاٹگام کے رہنے والے تھے۔ نواپاڑا راؤجن تھانہ میں ہے اور جدید بنگالی ادب کے مشہور شاعر نبین چندر سین کی بھی جائے پیدائش ہے۔ سید محمد مقیم کے مورث اعلیٰ قینی ضلع نواکھالی کے رہنے والے تھے۔ سیاسی وجوہات کی بنا پر وہاں سے فتح آباد ضلع چاٹگام چلے گئے۔ وہاں سے عظیم پورہ پھر نواپاڑی میں آکر آباد ہوئے۔ ان کے دادا کا نام سید محمد افضل اور والد کا نام سید محمد دوست تھا۔ بچپن میں یتیم ہو گئے۔ حبیب اللہ حسین چودھری نے ان کو تعلیم دلوائی۔ مسلم بنگالی ادب صفحہ ۱۱۵-۲۱۱۔ تاریخ چٹاگانگ صفحہ ۱۷۰

[2] شیخ برہان چشتی رح کے مرید قطبین چشتی رح نے ہندی میں ۹۰۵ھ میں ایک منظوم تمثیلی داستان

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۷ پر)

(۱۷۵۷ء) کے سولہ سال بعد ۱۷۷۳ء میں لکھی گئی۔

محمد علی[1] جو ضلع چاٹگام میں عادل پور عظیم نگر کے رہنے والے تھے اور ۱۷۷۳ء میں باحیات تھے۔ انہوں نے لیلا نگ کے زینہ اور یوسف حفیظ کی تجویز پر حیرت الفقہ نامی کتاب لکھی۔ اس میں سوال و جواب کی شکل میں قوانین شریعت کو بڑی خوبی سے بیان کیا ہے۔ حیرت الفقہ کسی فارسی کتاب کا بنگلہ ترجمہ ہے۔ شاعر محمد علی سیّد محمد مقیم کے ہم عصر تھے اور حیرت الفقہ کے دیباچہ میں انہوں نے چاٹگام کی بہت تعریف کی ہے اور سیّد محمد مقیم کو اپنے زمانے کا فاضل ترین شخص لکھا ہے۔

سیّد نور الدین[2] بنگال کے مذہبی شاعروں میں سب سے اعلیٰ اور ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ یہ عربی فارسی ادب سے پوری طرح واقف تھے اور ان کی علمی سطح بہت بلند تھی۔ صوفی شاعر تھے اور اصول شریعت کے سختی سے پابند۔ ان کی نظمیں عربی اور بنگلہ دونوں رسم الخط میں ملتی ہیں۔ انہوں نے دقائق۔ موسار سوال،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۶ کا)

مرگاوتی لکھی تھی۔ اس پر تصوف کا رنگ غالب ہے۔ مرگاوتی ہندی میں "پریم مارگی شاعری" کا نہایت عمدہ نمونہ ہے۔ اس میں چندن گرڑھ کے راجہ گن پتی دیو اور کنچن پور کی راج کماری مرگاوتی کے معاشقہ کی داستان ہے۔ ہندی ادب کی تاریخ ڈاکٹر محمد حسن ص ۸۳-۸۲

[1] مسلم بنگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق ص ۱۷۱-۳۱۵؛ تاریخ چٹا گانگ۔ سید مرتضیٰ علی ص ۲۷۱

[2] دقائق الحقائق میں مصنف نے اپنے کو سید نور الدین ابن عزیز، متوطن چاٹگام لکھا ہے۔ مسلم بنگالی ادب ص ۲۱-۳۱۹

راحت القلوب اور ہیت آپدیش لکھی۔ دقائق فقہ عربی کی مشہور کتاب کنز الدقائق مصنفہ امام حفیظ الدین ابوالبرکات عبداللہ بن احمد النسفی متوفی ۷۱۰ھ (۱۳۱۰ء) کا بنگلہ ترجمہ ہے۔ بنگلہ کتاب کا پورا نام دقائق الحقائق ہے اور اسے سید نور الدین رح نے ۱۷۹۰ء میں نظم کیا۔ یہ بائیس ابواب پر مشتمل ہے۔ ٹوسا اور سوال اکیس صفحات کی ایک چھوٹی سی دلچسپ کتاب ہے۔ راحت القلوب یا قیامت نامہ اس نام کی ایک فارسی کتاب کا آزاد ترجمہ ہے۔ اس ضخیم کتاب میں کل ۱۹ ابواب ہیں۔ اس میں حیات انسانی کے تمام اہم اُمور اور شریعت اسلامی کے اُصول وضوابط سے بحث کی گئی ہے۔ اس کتاب میں وہ تمام باتیں درج ہیں، جو ایک سچے مسلمان کے لئے مفید ہو سکتی ہیں۔ ہیت آپدیش یعنی برہان العارفین میں تصوف کے اسرار ورموز بیان کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب ۱۷۹۶ء میں لکھی گئی۔

علاقہ چاٹگام میں مغل روایات کے دلدادہ اور عربی فارسی ادب پر عبور کامل رکھنے والے آخری مسلمان ادیب اور شاعر جناب خان بہادر حمید اللہ خاں رح تھے۔ یہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سے وابستہ تھے اور ان کو امیر المومنین سید احمد شہید رح کے خلیفہ صوفی نور محمد صاحب نظام پوری رح (متوفی ۱۸۵۸ء) سے شرف بیعت حاصل تھا۔ یہ قطب الارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی چاٹگامی رح کے پیر بھائی تھے۔ خان بہادر حمید اللہ خاں ۱۸۰۸ء میں پیدا ہوئے اور ۱۸۷۰ء میں ان کا انتقال ہوا۔ مزار آپ کا چاٹگام کے شمالی مضافات قتل گنج میں ہے۔ انیسویں صدی عیسوی کے وسط میں یہ چاٹگام میں ریونیو آفیسر تھے۔

زمینداری بھی تھی۔ اِن کی اَولاد بجلیش میں آباد ہے ۱۸۵۷ء کے غدر کے وقت ان کی عمر ۵۰ سال تھی۔ قیام امن وامان کے سلسلہ میں انہوں نے سرکار انگریزی کی بہت مدد کی اور خطاب خان بہادر سے سرفراز ہوئے۔ چاٹگام کے رہنے والے ان سے پوری طرح واقف ہیں۔ انہوں نے بخشی کی ہاٹ سے کچھ فاصلہ پر لامار بازار نامی مارکٹ قائم کیا تھا۔ نہایت دردمند مسلمان تھے۔ چاٹگام میں عہدِ عالمگیری کی ایک شاندار جامع مسجد ہے جسے امیرالامرا نواب شائستہ خاں کے دورِ حکومت میں سپہ سالار بزرگ اُمید خاں نے بنوایا تھا۔ ۱۷۶۱ء میں چاٹگام پر انگریزی اقتدار کے بعد تقریباً سو سال تک اس مسجد کو پہلے بطور میگزین اور پھر محکمہ تعمیرات کے گودام کی حیثیت سے استعمال کیا گیا۔ چاٹگامی مسلمانوں کو خانۂ خدا کی اس بے حرمتی کا بڑا افسوس تھا اپنے پیر و مرشد حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوری کی ترغیب سے خان بہادر حمید اللہ خاںؒ نے اِس جامع مسجد کی واگذاری کے لیے باضابطہ تحریک شروع کی اپنے اثر اور رسوخ سے کام لیا۔ اس مقصد کے تحت ۱۸۵۵ء خود کلکتہ گئے۔ بنگال کے لفٹننٹ گورنر سر فریڈرک ہیلی ڈے سے ملے اور مسلمانوں کی طرف سے محضر نامہ پیش کیا۔ آخر ان پُرخلوص کوششوں کے نتیجہ میں ۱۸۵۶ء میں جامع مسجد واگذار ہوئی۔ صوفی نور محمد صاحبؒ نے اپنے مُرید مولانا اکرم صاحبؒ کو اس مسجد کا امام مقرر کیا۔ چھیانوے سال بعد اس مسجد میں

لے تاریخ چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ علی ص ۶۵

اذان کی آواز بلند ہوئی اور اسی موقع پر یہ شعر کہا گیا :

آں جا کہ بود نعرۂ غوغائے مشرکاں

اکنوں خروش غلغل اللہ اکبر است[1]

جامع مسجد چاٹگام کی واگذاری خان بہادر حمید اللہ خان کا بڑا شاندار کارنامہ ہے۔ چاٹگام کے مسلمان اپنی قوم کے اس عظیم محسن کو یاد رکھتے ہیں اور محبت سے انہیں نواب خان بہادر حمید اللہ خان کہتے ہیں۔

خان بہادر حمید اللہ خان[2] نے فارسی اور بنگلہ دونوں زبانوں میں کتابیں لکھی ہیں۔ احادیث الخوانین - گلزار شہادت اور راہ نجات ان کی تصانیف ہیں۔

احادیث الخوانین کا دوسرا نام تاریخ حمید ہے۔ یہ کتاب فارسی میں چاٹگام کی ایک مستند تاریخ ہے جس میں چاٹگام کی بندرگاہ کے علاوہ

---

[1] خط الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ بنام راقم الحروف مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۷۵ء بحوالہ گلمپس آف اولڈ ڈھاکہ" مولفہ ایس - ایم - طیفور خان بہادر ص۱۸۶ - اسلام آباد

[2] مسلم بنگالی ادب - ڈاکٹر انعام الحق ص۱۳۳ اور ص۲۹-۳۲۶ ؛ تاریخ چٹاگانگ سید مرتضیٰ علی ص۱۳۸ اور ص۱۷۰ ؛ قاموس المشاہیر جلد اوّل ص۲۱۳

[3] احادیث الخوانین یعنی تاریخ اسلام آباد چاٹگام کہ مسمیٰ بتاریخ حمید است تصنیف مورخ بےمثال کہ نظم و نثر جناب مولوی حمید اللہ خان بہادر دام فضلہ و شرفہ در مطبع مظہر العجائب

(بقیہ حاشیہ ص۹۱ پر)

وہاں کے علما، اور فضلا، بزرگان دین اور صوفیائے کرام کے حالات ملتے ہیں۔ ٹائپ کے حروف میں ۱۸۷۱ء میں کلکتہ سے شائع ہوئی۔ گلزار شہادت اور راہ نجات دونوں بنگلہ زبان کی نظمیں ہیں۔ گلزار شہادت کا دوسرا نام شہادت ادیان بھی ہے۔ اس میں واقعات کربلا کو نہایت درد انگیز پیرایہ میں نظم کیا ہے۔ یہ کتاب سنہ ۱۲۸۰ھ ۱۸۶۳ء میں مکمل ہوئی۔ "رمضان نقطہ" سے اس کی تاریخ نکلتی ہے۔ راہ نجات کا بنگلہ نام "ترن پانتھ" ہے۔ یہ نظم ۱۸۶۸ء میں لکھی گئی اور سچے مسلمانوں کے لئے مذہبی ہدایات کا مجموعہ ہے۔ ڈاڑھی منڈھانے کے متعلق اس میں جو کچھ لکھا ہے وہ بہت دلچسپ ہے۔

ضلع چاٹگام میں باہر سے جاکر آباد ہونے والے سادات اور پٹھان مسلمانوں اور اُن کے متوسلین کو اپنی مذہبی ذمہ داریوں کا پورا احساس تھا۔ اُن کو اسلام اور بانی اسلام سے بے انتہا محبت تھی اور ان بزرگوں نے بڑے نازک موقع پر مقامی زبان میں اپنی ادبی اور مذہبی خدمات کے ذریعہ نہ صرف دشنوی تحریک کے جارحانہ اثرات سے بنگالی مسلمانوں کو محفوظ رکھا، بلکہ ان کو ذہنی طور پر مرعوب اور مغلوب ہونے سے بچالیا اور ان کی یہ خدمات نہایت قابل قدر ہیں۔

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۰ کا]

واقع شہر کلکتہ، محلہ تالتلہ مملوکہ مولوی کبیر الدین احمد صاحب چھاپ شد۔ کلکتہ ۱۸۷۱ء نقل عبارت سرورق احادیث الخواتین۔ مرسلہ جناب مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب، مدظلہ ڈھاکہ موصولہ ۲۹ مارچ ۱۹۷۵ء۔

۴۔ حضرت سید احمد شہیدؒ کے بنگالی رفقائے کار

انیسویں صدی عیسوی کے اوائل میں حضرت سید احمد شہیدؒ[1] بریلوی نے احیائے دین کے سلسلہ میں جو اصلاحی تحریک شروع کی تھی۔ اس سے جنوبی

---

[1] تیرھویں صدی ہجری کے مجددؒ امیر المومنین حضرت سید احمد شہیدؒ اودھ میں عہد عالمگیری کے مشہور روحانی پیشوا سید علم اللہ (متوفی ۱۶۸۵ء) کی اولاد میں تھے۔ سید علم اللہؒ حضرت آدم بنوری رحؒ (متوفی مدینہ منورہ ۲۴ دسمبر ۱۶۴۳ء) کے خلیفہ تھے ۳۴ واسطوں سے حضرت سید احمد شہیدؒ کا سلسلہ نسب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔ والد کا نام سید محمد عرفانؒ تھا۔ جن کا ۱۸۰۰ء میں انتقال ہوا۔ حضرت سید احمد شہیدؒ ۶ صفر ۱۲۰۱ھ = ۲۹ نومبر ۱۷۸۶ء کو رائے بریلی اودھ میں پیدا ہوئے۔ مئی ۱۸۰۶ء میں دہلی پہنچے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ سے اجازت و خلافت پاکر ۱۲۲۳ھ = ۱۸۰۸ء میں وطن واپس آئے۔ اسی سال نصیر آباد ضلع رائے بریلی میں شادی ہوئی۔ ۱۲۲۴ھ ۱۸۰۹ء میں نواب امیر خاں کی فوج میں ملازم ہوگئے۔ ۹ نومبر ۱۸۱۷ء کو انگریزوں سے معاہدہ ہونے کے باعث فوج سے مستعفی ہوگئے۔ ۱۲۳۴ھ = ۱۸۱۹ء کو رائے بریلی واپس آئے۔ ۳۰ جولائی ۱۸۲۱ء کو ۴۰۰ آدمیوں کے قافلہ کے ساتھ حج بیت اللہ کو روانہ ہوئے [بقیہ صفحہ ۹۳ پر]
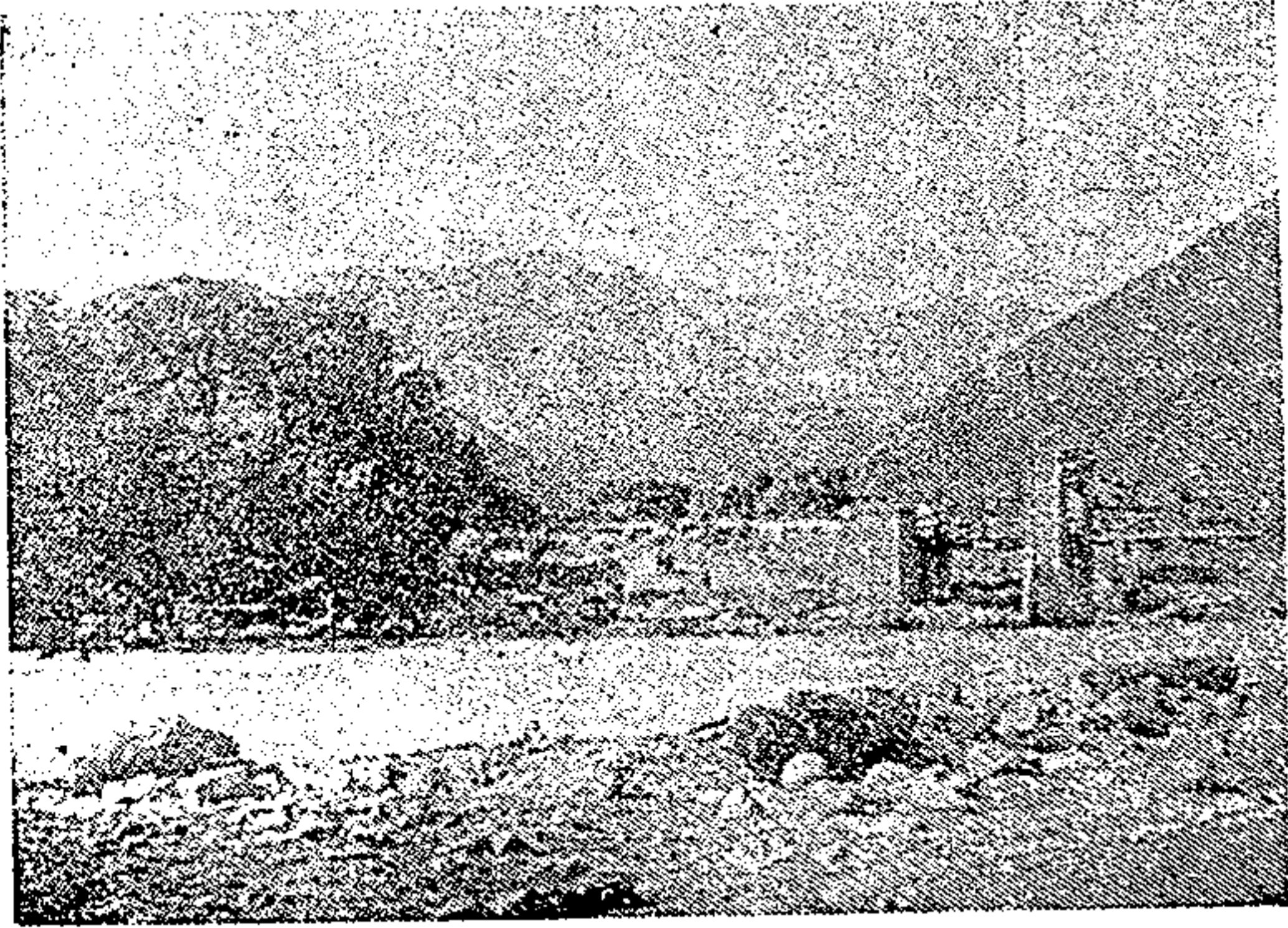
۱ - بالاکوٹ ضلع ہزارہ (کنہار ندی اور پل)

مشرقی بنگال یعنی چاٹگام۔ نواکھالی۔ سلہٹ۔ فریدپور اور باقرگنج وغیرہ کے مسلمان بہت متاثر ہوئے۔ چنانچہ امیر المومنین حضرت سید احمد شہید رحہ کے متوسلین، رفقائے کار اور وطن عزیز سے بہت دور صوبہ سرحد میں اسلام کی عظمت اور برتری کے لئے جنگ میں حصہ لینے والے مجاہدین اور شہدا میں بنگالی مسلمانوں کی معتدبہ تعداد[۱] نظر آتی ہے۔ جن میں مولوی امام الدین رحہ مولوی

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۲ کا]

۲۹ اپریل ۱۸۲۴ء کو رائے بریلی واپس آئے۔ ۷ جنوری ۱۸۲۶ء، دوشنبہ کے دن رائے بریلی سے جہاد کے لئے روانہ ہوئے۔ ۲۰ جمادی الآخر ۱۲۴۲ھ = ۱۳ جنوری ۱۸۲۷ء کو بیعت امامت ہوئی اور خطبہ میں نام شامل کیا گیا۔ ۱۸۳۰ء میں پشاور فتح کیا۔ ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ = ۶ مئی ۱۸۳۱ء کو جمعہ کے دن بالاکوٹ ضلع ہزارہ میں شہید ہوئے۔ مزار مبارک بالاکوٹ میں ہے۔ سر مبارک گڑھی حبیب اللہ خاں ضلع ہزارہ میں دفن ہے۔ سید احمد شہید۔ غلام رسول مہر، کتاب منزل لاہور ستمبر ۱۹۵۲ء)۔

[۱] بنگالی مجاہدین: مولوی امام الدین رحہ مولوی نور محمد رحہ۔ ظہور اللہ رحہ طالب اللہ رحہ قاضی مدنی رحہ عبد القادر رحہ۔ حاجی چاند رحہ، مولوی عبد الحکیم رحہ ضمیمہ غازیوں کی فہرست سید احمد شہید، غلام رسول مہر جلد اوّل ص ۳۱۳، جلد دوم ص ۱۶۷ اور ص ۲۶۳؛ بنگالی شہدا:۔ فیض الدین رحہ علیم الدین رحہ۔ لطف اللہ رحہ۔ شرف الدین رحہ۔ سید مظفر حسین رحہ۔ منشی محمدی انصاری رحہ (میر منشی حضور رحہ) ضمیمہ شہدا کی فہرست جلد دوم ص ۳۳۲؛ شیخ برکت اللہ رحہ جلد اوّل ص ۳۶۹؛ فضل الرحمان بردوانی رحہ جلد دوم ص ۲۴۷
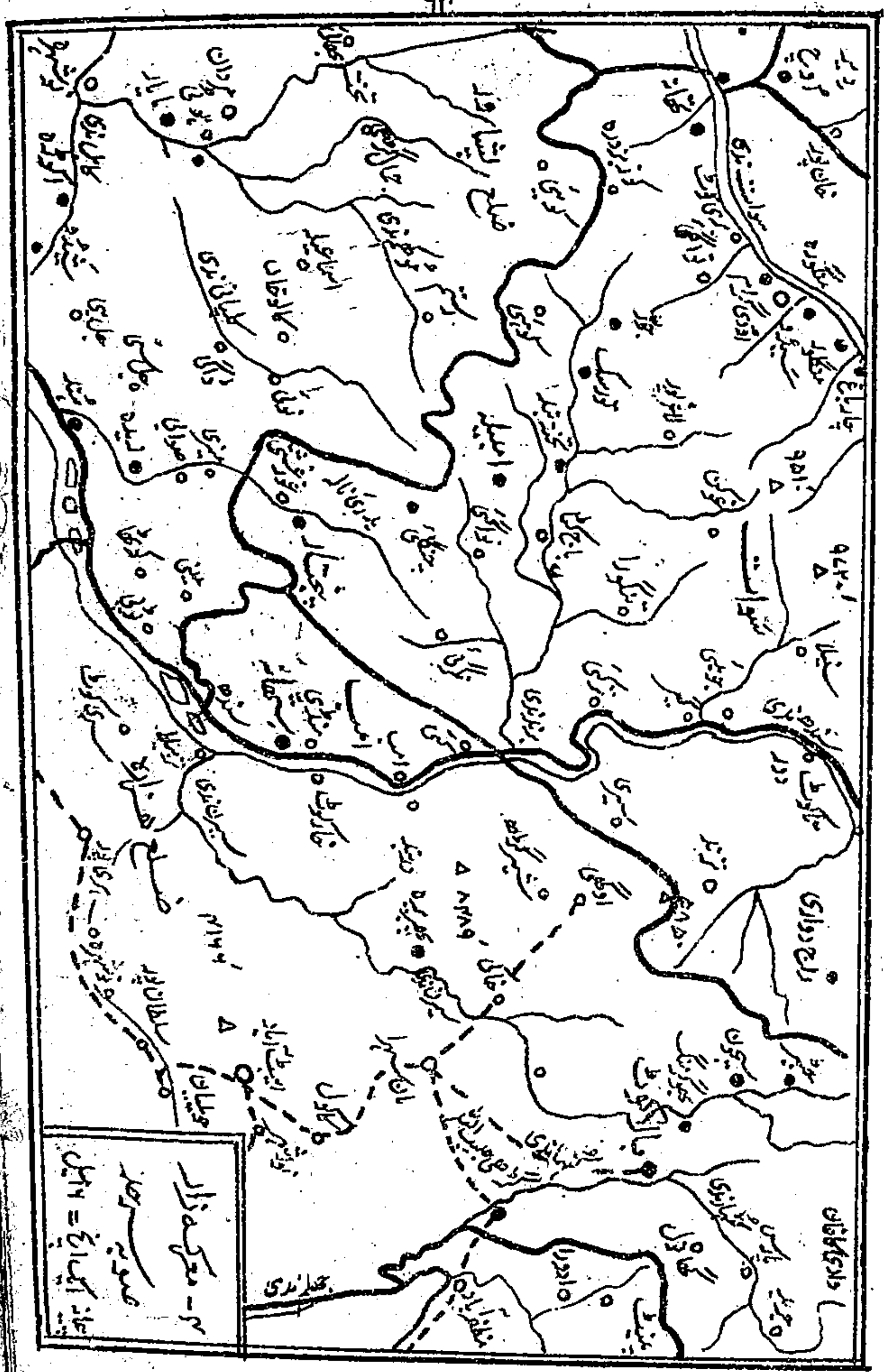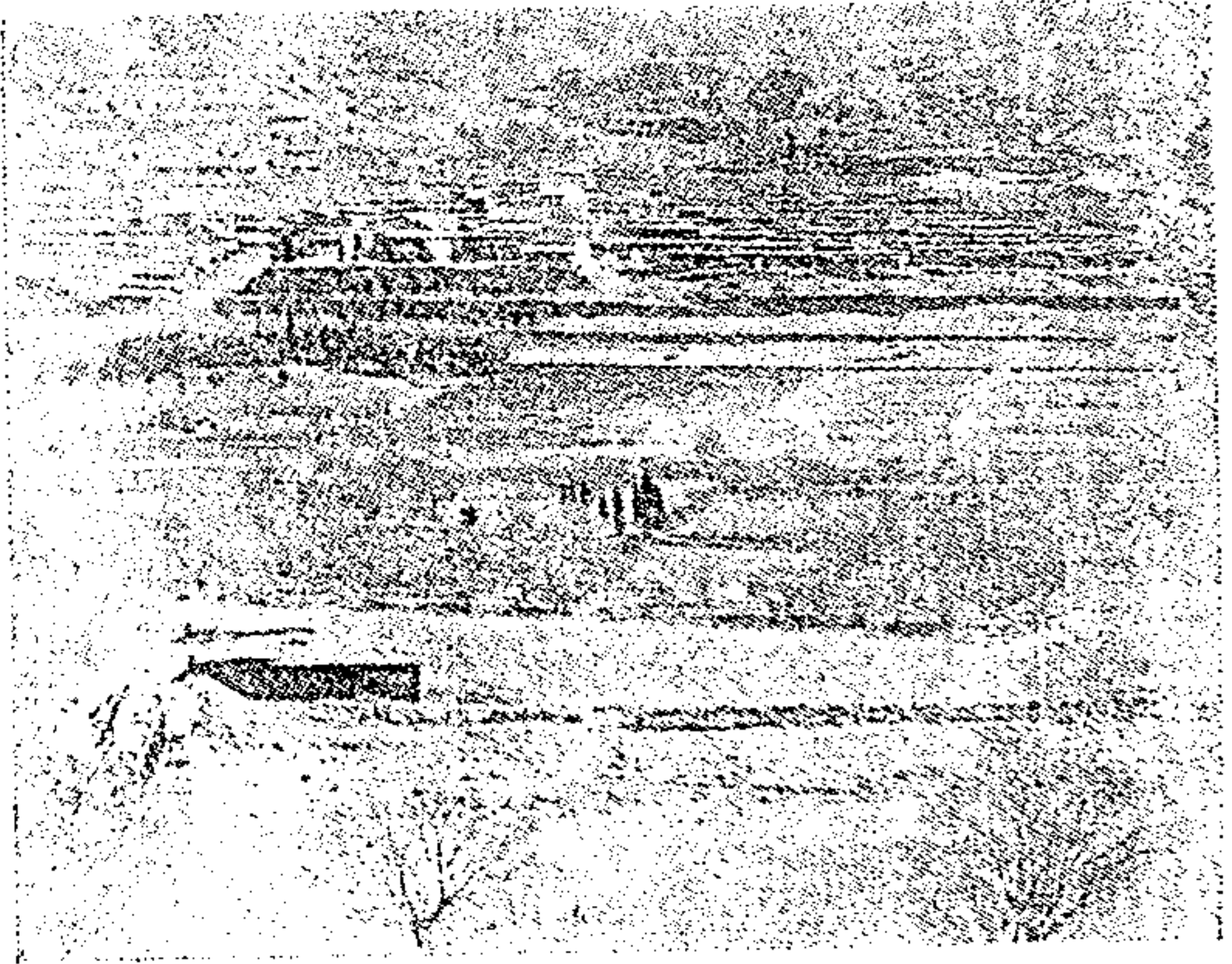
۲ - گڑھی حبیب اللہ خاں ضلع ہزارہ

وارث علی رح اور مولوی نور محمد رح خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ قلعہ پنجتار[1] کے شمالی مشرقی برج میں حضرت سیّد احمد شہید رح کی اقامت گاہ تھی اور اس سے متصل بجھم کے دو کمروں[2] میں مولوی وارث علی بنگالی رح اور مولوی امام الدین بنگالی رہتے تھے۔ اور قلعہ کی مشرقی دیوار سے باہر پورب کو جانے والی سڑک کے اُتر مولوی نور محمد بنگالی رح کا قیام تھا۔ قلعہ پنجتار سے جنگی جاتے وقت بھی یہ تینوں محترم ہستیاں حضرت سید احمد شہید رح کے ساتھ تھیں۔

۱۲۳۵ھ ۱۸۲۰ء میں حضرت سیّد احمد شہید رح نواب غازی الدین حیدر کے عہدِ حکومت میں لکھنؤ تشریف لے گئے اور اس موقع پر جن اکابر و عمائد نے بیعت کی کی اُن میں مولانا عبد اللہ فرنگی محلی رح اور مولانا ولایت علی عظیم آبادی رح کے ساتھ مولوی امام الدین بنگالی[2] رح اور مولوی نجیب اللہ بنگالی رح بھی شامل تھے۔ مولوی امام الدین بنگالی رح ضلع نواکھالی کے صدر مقام شدارام کے پاس سعد اللہ پور[3] نامی گاؤں کے

---

[1] پنجتار صوبہ سرحد کے ضلع سوات (ضلع مردان کی شمالی مشرقی سرحد کے قریب) پہاڑوں کے درمیان ایک پہاڑی نالے کے کنارے محفوظ مقام ہے۔ اس کے دکھن میں خوڑ غشنی اور مزید دکھن میں نونالی ہے۔ پنجتار کی لڑائی اوائل جون ۱۸۲۹ء میں ہوئی تھی۔ سکھ فوج کا افسرِ اعلیٰ جنرل ونتورا تھا۔ اسے شکست ہوئی۔ ۱۸۵۵ء میں انگریزوں نے اس قلعہ کو توپ سے اڑا دیا۔ سید احمد شہید رح۔ غلام رسول مہر جلد دوم ص ۷۵-۷۶؛ نقشہ پنجتار مقابل ص ۶۹ جلد دوم۔

[2] سید احمد شہید رح۔ غلام رسول مہر جلد اوّل ص ۱۶۹

[3] مولوی امام الدین بنگالی رح کا آبائی وطن موضع حاجی پور۔ پرگنہ عنبر آباد۔ علاقہ روشن آباد تھا۔

۵ - پنجتار

علاقہ سوات - صوبہ سرحد
پیمانہ ایک انچ = ایک میل
جنگ پنجتار :- جون ۱۸۲۹ء

قاسم خیل
بدری نالہ
پنج تار
قلعہ
باغ شہتوت
رانی کوٹ
غلہ غشتی
عیدگاہ
علی کلی
نالہ بدری
تنگ درہ
نیک درہ
سنبل ڈھیری
تونالی
مدرسہ
تھانہ
پولیس چوکی
ڈاگی
کوہ جاورہ

لینے والے عالم باعمل اور بے مثال صوفی تھے حضرت سید احمد شہیدؒ کے خاص عقیدت مندوں اور جاں نثاروں میں تھے۔ ۲۰ شوال ۱۲۳۶ھ = ۳۰ جولائی ۱۸۲۱ء کو رائے بریلی سے سید شہیدؒ کی رہنمائی میں چار سو تین[۲۳] مسلمان مردوں اور عورتوں کا جو قافلہ حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوا تھا، اس میں مولوی امام الدین بنگالیؒ بھی شامل تھے۔ صفر ۱۲۳۷ھ (اکتوبر ۱۸۲۲ء) میں جب یہ قافلہ کلکتہ پہنچا، تو مولوی امام الدین بنگالیؒ حضرت سید شہیدؒ سے اجازت لے کر اپنی والدہ سے ملاقات کرنے کے لئے وطن گئے اور جب واپس آئے، تو ان کے ساتھ اس علاقہ کے تیس چالیس مسلمان امیر المومنین سید احمد شہیدؒ کی زیارت اور حصول بیعت کی نیت سے کلکتہ آئے اور بیعت سے مشرف ہوئے[۱]۔ مولوی امام الدینؒ حج اور جہاد میں ساتھ

[بقیہ حاشیہ ص ۹۶ کا]

وہی مقام آپ کی جائے پیدائش بھی ہے۔ بعد میں آپ ضلع نواکھالی کے صدر مقام سدارام کے پاس سعد اللہ پور نامی موضع میں سکونت پذیر ہوئے۔ خط مولانا ابو البشر محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ[۱] بنام راقم الحروف مورخہ ۷ مئی ۱۹۷۵ء، مولوی غلام رسول مہر نے بھی آپ کے وطن کا نام حاجی پور لکھا ہے۔ (سید احمد شہید ص ۲۱۹)؛ چکلہ روشن آباد، اضلاع ٹیپرا، نواکھالی اور سلہٹ میں مہاراجہ صاحب تری پورا کی زمینداری ریاست جس کا رقبہ ۵۷۰ مربع میل اور آمدنی ۸ لاکھ سالانہ تھی۔ نواب شجاع الدین خاں کی صوبہ داری کے زمانہ میں ۱۷۳۳ء میں ریاست تری پورا کے اس میدانی علاقہ پر مسلمانوں کا باضابطہ قبضہ ہوا۔ امپریل گزیٹیر آف انڈیا جلد دہم ص ۱۲۴ اور جلد بست دوم ص ۳۸۲

[۱] سید احمد شہیدؒ۔ غلام رسول مہر ص ۲۱۹

رہے۔ جہاد میں حصہ لینے کے لئے آخری دور میں مولوی امام الدینؒ کے بھائی علیم الدینؒ بھی بنگال سے ایک قافلہ لے کر گئے تھے اور کالا باغ سے ان کا قافلہ مولوی جعفر علی نقوی کے قافلہ کے ساتھ گیا تھا[۱]۔ مولوی علیم الدینؒ صوبہ سرحد کی معرکہ آرائیوں میں شہید ہوئے۔ معرکہ بالاکوٹ (مئی ۱۸۳۱ء) کے بعد مولوی امام الدینؒ بنگال واپس آئے اور اپنے علاقہ میں تبلیغ دین اور اصلاح عقائد کے کاموں میں مشغول[۲] رہے۔ کلکتہ میں منشی غلام رحمٰن کی مسجد واقع محلہ مصری گنج (مدرسہ کرجا کی مغرب جانب) میں جہاں صوفی نور محمد صاحب نظام پوریؒ بھی قیام فرماتے تھے۔ دوسری بار حج کو جاتے وقت آپ نے اس مسجد میں فرمایا تھا کہ "اے اللہ میری قبر کی کوئی نشانی باقی نہ رہے" دعا قبول ہوئی۔ حج سے واپسی کے وقت ۱۲۷۴ھ ۱۸۵۷ء میں عدن کے پاس بحیرۂ عرب میں جہاز پر انتقال ہوا اور لاش مبارک سمندر میں ڈالی گئی[۳]۔ مشرقی بنگال کے جنوبی حصہ میں آپ نے دینی خدمات انجام دیں، جو مشرقی اور شمالی حصہ میں حضرت سید احمد شہیدؒ کے دوسرے خلیفہ حضرت مولانا کرامت علی[۴] جون پوریؒ

---

[۱] سید احمد شہید، غلام رسول مہر جلد دوم ص ۳۱ [۲] رود کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۲۵

[۳] خط الحاج مولانا سید محمد شبیر الدین صاحب مدظلہ ڈھاکہ، بنام راقم الحروف مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۷۵ء بحوالہ تذکرہ اولیائے بنگالہ۔ مولانا عبید الحق اسلام آبادی مہتمم مدرسہ عالیہ فینی ضلع نواکھالی ۱۳۵۰ھ حصہ اول۔

[۴] مولانا کرامت علی صاحب جون پوریؒ قاری ہفت قرأت، عالم باعمل، متقی اور پرہیزگار اور اعلیٰ پایہ کے خوش نویس تھے۔ بہت سی کتابیں آپ کی یادگار ہیں۔ جمعہ ۳ ربیع الآخر ۱۲۹۰ھ (۱۸۷۳ء)

(بقیہ حاشیہ ص ۹۹ پر)

نے خان بہادر حمید اللہ خان رح نے اپنی کتاب احادیث الخوانین[۱] میں آپ کی اعلیٰ دینی خدمات کا بڑی محبت سے ذکر کیا ہے۔

حضرت کے چھاپہ کے بعد ہنڈ کے پاس دریائے سندھ کے کنارے بازار کی جو لڑائی ہوئی تھی، اس میں قندھاری مجاہدین کی مدد کو جانے والوں میں شیخ فیض الدین رح اور شیخ برکت اللہ بنگالی رح شامل تھے۔ اس جنگ میں سکھوں سے لڑتے ہوئے شیخ برکت اللہ بنگالی رح شہید ہوئے اور شیخ فیض الدین بنگالی رح زخمی ہوئے[۲]۔ امیر المومنین سید احمد شہید رح کی جب تنولی سردار پائندہ خاں ہنڈوال سے ستھانہ کے پاس عشرہ میں ملاقات ہوئی تھی، تو امیر المومنین رح نے حفاظت کے خیال سے جن بارہ[۱۲] مجاہدین کو اپنے ساتھ لیا تھا، اُن میں مولوی امام الدین بنگالی رح اور شیخ شرف الدین بنگالی رح شامل تھے اور اس موقع پر حضرت مولانا اسمٰعیل[۳] صاحب شہید رح نے ندی کے کنارے جن چوبیس[۲۴] مجاہدین کو مامور کیا تھا۔ ان میں سید

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۸ کا]

کو انتقال ہوا۔ مزار رنگ پور، بنگلہ دیش میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ موج کوثر شیخ محمد اکرام صفحہ ۴۰؛ شیراز ہند جون پور۔ اقبال احمد صفحہ ۷۶؛ قاموس المشاہیر جلد دوم صفحہ ۱۵۱

[۱] احادیث الخواتین (تاریخ حمید) - خان بہادر حمید اللہ خان۔ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۷۱ء۔ صفحہ ۲۰۷

[۲] سید احمد شہید رح - غلام رسول مہر جلد اول صفحہ ۳۶۹

[۳] مولانا اسمٰعیل شہید رح، امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رح کے پوتے، مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رح کے بھتیجے اور جناب مولانا شاہ عبد الغنی صاحب رح

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۰ پر)

ظہور اللہ بنگالیؒ، سید لطف اللہ بنگالیؒ اور قاضی مدنی بنگالیؒ شامل[1] تھے۔ ذی قعدہ ۱۲۴۵ھ / ۱۸۳۰ء میں ضلع ہزارہ کے مقام پھولڑہ میں سید احمد شہیدؒ کے بھانجے سید احمد علیؒ کی قیادت میں سکھوں سے جو جنگ ہوئی تھی، اُس میں امیر لشکر کے ساتھ فیض الدین بنگالیؒ[2] بھی شہید ہوئے۔ مردان کے پاس ۱۸۳۰ء میں مایار کی لڑائی میں امیر المؤمنین سید احمد شہیدؒ کے دونوں بازوؤں میں آپ کے جو دو رائفل بردار تھے، اُن میں ایک حافظ صابر تھانوی اور دوسرے شرف الدین بنگالیؒ[3] تھے۔ اس لڑائی میں فضل الرحمٰن بردوانیؒ[4] شہید ہوئے اور مولوی نور محمد بنگالیؒ اور اُن کے بھائی حاجی چاندؒ، قاضی مدنیؒ اور مولوی عبد الحکیم بنگالیؒ زخمی ہوئے۔

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۹ کا]

کے بیٹے تھے۔ ۱۲۱۰ھ / ۱۷۹۶ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ اپنے چچا کے خلیفہ حضرت سید احمد شہیدؒ سے بیعت ہوئے۔ پیر کے ساتھ حج بیت اللہ کو گئے۔ علم و فضل، تحریر و تقریر، تدبر و دانائی، جرأت اور بہادری میں یکتائے روزگار تھے۔ سکھوں کے خلاف جہاد میں شریک ہوئے۔ امیر لشکر تھے۔ جمعہ ۶ مئی ۱۸۳۱ء کو بالاکوٹ ضلع ہزارہ میں شہید ہوئے۔ مزار آپ کا بالاکوٹ میں شہر سے اُتر ہے۔ تقویۃ الایمان آپ کی تصنیف ہے۔ صراط مستقیم، کا آدھا حصہ بھی آپ کا لکھا ہوا ہے۔ اصول فقہ، منصب امامت، مثنوی سلک نور وغیرہ آپ کی دوسری کتابیں ہیں۔ — آثار الصنادید۔ سید احمد خاں صفحہ ۵۵۴-۵۴۸؛ موج کوثر۔ شیخ محمد اکرام صفحہ ۳۷-۳۴؛ سید احمد شہید۔ غلام رسول مہر جلد اول صفحہ ۱۲؛ داستان تاریخ اردو حامد حسن قادری صفحہ ۱۵۶-۱۵۵۔

[1] سید احمد شہید۔ غلام رسول مہر جلد دوم صفحہ ۱۵۲-۱۵۱

[2] سید احمد شہید۔ غلام رسول مہر جلد دوم صفحہ ۱۸۰؛ ہزارہ گزیٹیر۔ ایچ۔ ڈی۔ واٹسن۔ لندن ۱۹۰۷ء صفحہ ۹۳-۸۸

[3] سید احمد شہید۔ غلام رسول مہر صفحہ ۲۴۱

[4] سید احمد شہید۔ غلام رسول مہر صفحہ ۲۴۶

برنا کا ٹیلہ
نوری میدان
دریائے کنہار
برنا کا نالہ
مزار شاہ اسمٰعیلؒ
جامع مسجد
ستبنی کا نالہ
حویلی زماں
زیدون منزل
مسجد زیریں
مسجد بالا
میدان جنگ
بالاکوٹ
برنا کا نالہ
چوکی جنگلات
مزار سید صاحبؒ
پرائمری اسکول
ہائی اسکول
کاغان روڈ
پاکستان ہوٹل
بالا پیر
بس کا اڈہ
دریائے کنہار
ڈاک بنگلہ
تھانہ
کاغان روڈ
منڈی
سول اسپتال
بیلہ
ٹھنڈا کٹھا
بھرن کٹھا
مشہد ۶
بالاکوٹ
ضلع ہزارہ — صوبہ سرحد
پیمانہ: ایک انچ = ۳۵۲ گز
۵ انچ = ایک میل
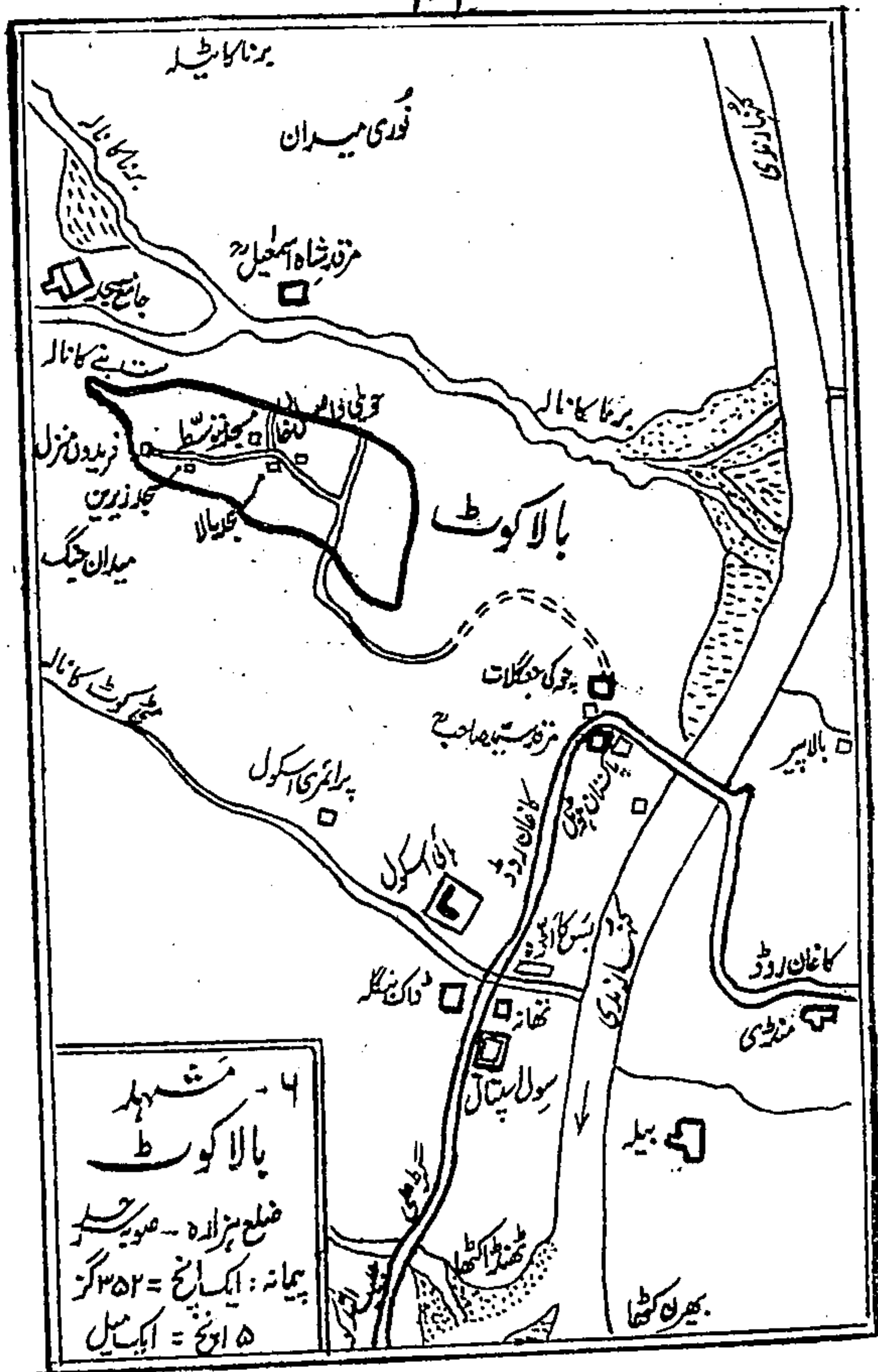
۵- حضرت صوفی نُور محمّد صاحب نظام پُوریؒ

حضرت سیّد احمد شہیدؒ نے تین مہینے کلکتہ میں قیام فرمایا۔ اس زمانہ میں آپ کی نگاہ کیمیا اثر سے ہزاروں ہزار مسلمان راہ راست پر آ گئے۔ سلہٹ اور چاٹگام کے دُور دراز علاقوں سے بھی مسلمان کثیر تعداد میں آئے اور بیعت سے مشرف ہو کر سچے اور دیندار مسلمان بن گئے۔ چنانچہ حضرت سیّد احمد شہیدؒ کے بڑے بھانجے سید محمد علی صاحبؒ نے اپنی کتاب "مخزن احمدی" میں لکھا ہے کہ "ہر خطّہ اور ہر کشور سے ہزاروں بلکہ بے شمار مسلمان آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اہلِ شرک و بدعت اور سرکش اور گناہ گار اپنے بُرے اعمال سے توبہ کر کے مخلص مومنوں کے زُمرے میں شامل ہو گئے[۱]۔"

اُسی زمانہ میں ضلع چاٹگام کے شمالی مغربی حصہ میں میر سرائے کے پاس ملی پاش کے ایک عالم مولانا صوفی نُور محمد صاحب نظام پوریؒ کو خواب میں جناب رسالت مآب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی طرف سے بشارت ہوئی کہ "ہمارا لڑکا سیّد احمد کلکتہ

---

[۱] سید احمد شہیدؒ۔ غلام رسول مہر، جلد اوّل ص ۲۱۶ بحوالہ مخزن احمدی۔ قلمی نسخہ پنجاب یونی ورسٹی لائبریری۔ لاہور۔ پاکستان۔

آیا ہوا ہے تو جا کر اُس کے ہاتھ پر بیعت کر[1]۔ چنانچہ صوفی نور محمد صاحب رح فوراً کلکتہ آئے اور بشارتِ نبوی ؐ کے مطابق امیر المومنین سید احمد شہید رح سے شرف بیعت حاصل کیا۔ اور جب سید شہید رح نے اوائل ۱۸۲۶ء میں بغرض جہاد ہندوستان سے صوبہ سرحد کی طرف ہجرت کی، تو آپ کے ساتھ گئے اور مختلف جنگوں میں حصہ لیا۔ پشاور کی فتح سے کچھ قبل رنجیت سنگھ کے ماتحت سلطان محمد خاں والی پشاور کے خلاف مردان کے پاس ۱۸۳۰ء میں مایار کی جو لڑائی ہوئی تھی۔ اس میں خود صوفی نور محمد صاحب رح اور اُن کے ایک بھائی حاجی چاند رح (جو نگر، یا راج نگر۔ بنگال کے رہنے والے تھے) زخمی ہوئے[2]۔ غالباً معرکہ بالاکوٹ (۶ مئی

---

[1] حیات ولیسی۔ مرتبہ مولانا زین العابدین صاحب اختری۔ کلکتہ ۱۹۵۵ء حصہ اردو ص ۹

[2] سید احمد شہید رح غلام رسول مہر جلد دوم ص ۲۶۳ جناب غلام رسول صاحب مہر نے حاجی چاند رح کے گاؤں کا نام ناگور۔ بنگال لکھا ہے، جو صحیح نہیں ہے۔ ناگور راجستھان میں اور ناگور تامل ناڈو کے ضلع تھنجور میں مسلمانوں کی زیارت گاہیں ہیں۔ ناگور قاضی حمید الدین ناگوری رح کی وجہ سے مشہور ہے اور یہاں حضرت خواجہ بزرگ کے خلیفہ حضرت صوفی حمید الدین ناگوری رح (متوفی ۱۲۷۳ء) کا مزار ہے اور ناگور ضلع تھنجور میں ساحل سمندر پر حضرت میران صاحب کھن رح کے مقبرہ پر ۹۰ فٹ بلند مینار ہے۔ یہاں جنوبی ہندوستان کے مسلمانوں کا بڑا اجتماع ہوتا ہے (امپریل گزیٹیر جلد دوازدہم ص ۳)۔ الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب نے ڈھاکہ سے مطلع کیا ہے کہ بنگال میں ناگور نام کا کوئی مقام نہیں ہے۔ یہ ضلع بیر بھوم کا نگر نامی مقام ہو سکتا ہے، جس کو راج نگر بھی کہتے ہیں۔ حضرت سید احمد شہید رح کے میر منشی مولانا محمدی انصاری رح

(بقیہ حاشیہ ص ۱۰۴ پر)

۱۸۳۱ء) کے بعد صوفی نور محمد صاحب ؒ بنگال واپس آئے اور میر سرائے ضلع چاٹگام کے پاس کلے پاش پرگنہ نظام پور میں رشد و ہدایت کا چراغ روشن کیا۔ تبلیغ و اشاعت دین اور اصلاح عقائد و معاشرت کے لئے اپنی زندگی وقف کردیا۔ یہیں سوموار ۲۲ ربیع الاول

[بقیہ حاشیہ ص ۱۰۳ کا]

بھی اسی گاؤں کے رہنے والے تھے۔ (خط جناب مولانا سید محمد شبیر الدین صاحب بنام راقم الحروف مورخہ ۱۵ اپریل ۱۹۷۵ء)۔ حج بیت اللہ سے واپسی کے بعد کلکتہ سے رائے بریلی جاتے ہوئے حضرت سید احمد شہیدؒ مرشد آباد سے منشی محمدی انصاری کے وطن تشریف لے گئے تھے اور اُن کو وطن میں ٹھہرنے کا حکم دیا تھا۔ کچھ دنوں بعد جب حضرت سید احمد شہیدؒ بغرض جہاد صوبہ سرحد کی طرف روانہ ہوئے، تو یہ بھی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ سید احمد شہید، غلام رسول مہر جلد اوّل ص ۲۳۹؛ مغربی بنگال کے ضلع بیر بھوم میں نگر یا راج نگر سب سے اہم تاریخی مقام ہے۔ یہ ضلع کے صدر مقام سیوری سے ۱۵ میل پچھم ضلع سنتھال پرگنہ کی سرحد کے قریب ہے۔ یہ اسلامی فتوحات کے بعد مسلمان راجاؤں کا صدر مقام تھا۔ کالی داہا تالاب کے کنارے محلوں کے کھنڈر ہیں۔ کئی مسجدیں اور تالاب ہیں۔ بارہ گنبدوں کی 'موتی چور' نامی مسجد ہے۔ قریب میں قلعہ ہے۔ نگر کے قریب خوس نگری میں حضرت عبداللہ کرمانی ؒ کا مزار مرجع خلائق ہے۔ جو بیٹھک کے شاہ ارزاں دیوان ؒ متوفی سنہ ۱۶۳۰ء کے خلیفہ تھے۔ بیر بھوم گزیٹیر۔ اس۔ اس۔ اومیلی؛ نگر کے پاس حضرت پور میں حضرت سید شاہ احمد مجنوں بخاری ؒ کا مزار ہے۔ جو حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت ؒ کی اولاد میں ہیں۔

خط مولانا محمد رضا صاحب بخاری حضرت پور، ضلع بیر بھوم
بنام راقم الحروف، مورخہ ۲ فروری ۱۹۶۷ء

۱۲۷۵ھ = یکم نومبر ۱۸۵۸ء (۱۳ کاتک ۱۲۶۶ بنگلہ فصلی) کو انتقال ہوا[۱]۔ آپ کے نامور خلیفہ خان بہادر حمید اللہ خان رح صاحبِ احادیث الخوانین، نے آپ کی وفات کی تاریخ لکھی[۲]:

شاہ نور محمد وجہ مبرورے رفت	چوں موسیٰ در تجلّی طورے رفت
تاریخ برائے رحلت آں مغفور	"شاہ حیف کز آفاق نبی نورے رفت"

۱۲۷۵ھ

سترہویں صدی عیسوی کے نصف اوّل میں امام ربّانی مجدّد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رح[۳] کے خلیفہ مولانا حمید[۴] دانشمند منگل کوٹی رح نے سرکار شریف آباد

---

[۱] خط جناب مولانا محمد اظہار الحق صاحب مدرسہ صوفیہ نظام پور ضلع چاٹگام بنام راقم الحروف مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۷۱ء

[۲] قطعہ تاریخ مرسلہ جناب ابو البشر سید محمد شبیر الدین صاحب جلدو ناتھ باسک لین ڈھاکہ ۱ مورخہ ۲۵ اگست ۱۹۷۱ء

[۳] گیارہویں صدی ہجری کے مجدّد امام ربّانی مجدّد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رح (امام طریقۂ عالیہ نقشبندیہ مجدّدیہ) شب جمعہ ۱۴ شوال ۹۷۱ھ (اخیر جون ۱۵۶۴ء) کو سرہند پنجاب میں پیدا ہوئے اور ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ (۳۰ نومبر ۱۶۲۴ء کو منگل کے دن بوقت چاشت انتقال کیا۔ مزار مبارک سرہند شریف ضلع پٹیالہ (پنجاب) میں مطلع فیض اور دنیائے اسلام کی بڑی زیارت گاہ ہے۔ طریقۂ عالیہ قادریہ اور سلسلۂ عالیہ چشتیہ میں آپ کو اجازت و خلافت اپنے والد حضرت شیخ عبد الاحد فاروقی سرہندی رح (متوفی ۱۵۹۸ء) سے اور سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت خواجہ باقی باللہ رح (متوفی ۱۶۰۳ء) سے حاصل تھی۔ عہد اکبری کی مذہبی بے قاعدگیوں کا سدّ باب کر کے آپ نے ہندوستان

(بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

(مغربی بنگال) میں تبلیغ و اصلاح کا جو کام شروع کیا تھا اُسے مشرقی بنگال کے دُور دراز علاقوں میں اسی سلسلہ عالیہ کے حضرت صوفی نور محمد صاحب رح نے مکمّل کیا۔ یہی صوفی نور محمد صاحب رح جن کی رُوحانی تربیت ایک مجدّدِ وقت کے زیر سایہ سفر و حضر کے علاوہ میدانِ جہاد میں بھی ہوئی تھی۔ حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب وَیسی رح کے پیر و مرشد ہیں۔ اور میر سرا کے پاس پرگنہ نظام پور کے ملے یاش میں آرام فرما ہیں۔ یہاں سالانہ عرس نہیں ہوتا ہے لیکن ہر سال ہزاروں ہزار مسلمان آپ کی زیارت سے فیض یاب ہوتے ہیں۔

[بقیہ حاشیہ ص۱۰۵ کا]

میں اسلام کو بچا لیا۔ آپ کے مکتوبات اہلِ تصوّف کے آنکھوں کا نور ہیں۔ اس کی تین جلدیں ہیں۔ دفترِ اوّل کا نام نُور المعرفت، دفترِ دوم کا نام نُور الخلائق اور دفترِ سوم کا معرفت الحقائق ہے۔ دفترِ اوّل میں ۳۱۳۔ دفترِ دوم میں ۹۹ اور دفترِ سوم میں ۱۱۵ مکاتیب ہیں۔ مکاتیب کی مجموعی تعداد ۵۲۷ ہے۔ حضرت خواجہ معصوم صاحب رح اور حضرت آدم بنوری رح آپ کے دو سب سے اہم خلفا ہیں۔ رود کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۲۸۵-۲۰۹ ؛ مسالک السالکین۔ مرزا عبد الستار بیگ۔ اور مجدد اعظم۔ محمد حلیم سنہ ۱۹۵۸ء۔

۲ مولانا شیخ حمید الدین دانشمند منگل کوٹی رح قاضی ضیاء الدین احمد سالار رح کی اولاد میں تھے۔ لاہور میں تعلیم حاصل کی شروع میں صوفیوں کے مخالف تھے۔ دہلی میں حضرت امام ربّانی رح سے ملاقات ہوئی شرفِ بیعت کے ایک سال بعد خلافت سے سرفراز ہوئے اور منگل کوٹ ضلع بردوان آ کر باقی زندگی رُشد و ہدایت میں صرف کی۔ شاہ جہاں آپ کا بہت معتقد تھا۔ سنہ ۱۶۵۲ء میں انتقال ہوا۔ آپ کے نام حضرت مجدد رح کے کئی خطوط ہیں۔ حضرت بدر الدین سرہندی رح نے اپنی کتاب (بقیہ حاشیہ ص۱۰۷ پر)

حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوری کہلاتے ہیں۔ نظام پور کسی خاص موضع یا بستی کا نام نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک پرگنہ کا نام ہے۔ جو ضلع چاٹگام کے شمالی مغربی گوشہ میں ساحل سمندر اور سیتا کنڈ کے پہاڑی سلسلہ کے مابین واقع ہے۔ اس کے اُتر میں فینی ندی ہے اور یہ میرسرائے تھانہ پر مشتمل ہے میرسرائے تھانہ کے دکھن سیتا کنڈ تھانہ[2] کا بھی کچھ حصہ اس پرگنہ میں شامل ہے۔ میرسرا اور زورآورگنج اس پرگنہ کے دو خاص اور اہم مقامات ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ سور خاندان کے نظام شاہ کے نام پر اس پرگنہ کا نام نظام پور ہے۔

شیر شاہ[3] سور نے (۱۵۴۰-۴۵ء) نے ۱۵۳۸ء میں حسین شاہی خاندان کے

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۶ کا]

حضرات القدس، میں آپ کا ذکر کیا ہے۔ مولانا حمید الدین دانشمندؒ کا مزار کئی سال سے جنگلوں سے گھرا ہوا تھا۔ بشیر ہاٹ ضلع چوبیس پرگنہ کے ایک دین دار خاندان کے نامور فرزند جناب خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق صاحب نے جنگلوں کو صاف کرا کے مزار شریف کی مناسب مرمت کرایا ۱۹۴۰ء میں بنگال وقت بودھ نے اس سلسلہ میں آپ کی خدمات کو بہت سراہا۔ — رود کوثر شیخ محمد اکرام ص ۶۵-۲۶۱؛ خط الحاج مولانا سید محمد شبیل الدین صاحب مدظلہ ڈھاکہ نمبر ا بنام راقم الحروف مورخہ ۱۸ مارچ ۱۹۶۵ء۔

[1] تاریخ چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ علی ص ۱۰۶ اور خط مولانا محمد ظہار الحق صاحب صوفیہ مدرسہ میرسرائے ضلع چاٹگام۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۷۴ء۔ [2] مسلم بنگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق ص ۱۰۶

[3] شیر شاہ کا اصلی نام فرید خان تھا۔ ان کے دادا ابراہیم خاں سور پشاور کے پاس (بقیہ ص ۱۰۸ پر)۔

آخری فرماں روا سیّد غیاث الدین محمود[1] شاہ کو شکست دے کر بنگال پر قبضہ کر لیا

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۷ کا]

روہ نامی مقام سے فوجی ملازمت کی تلاش میں مشرق کی طرف آئے تھے۔ فرید خاں ۱۴۷۲ء میں پنجاب کے پرگنہ بجوڑہ میں پیدا ہوئے۔ فریدخاں کے والد حسن خاں سُور کو جون پور کے گورنر عمر خاں سروانی خان اعظم نے سہسرام میں جاگیر عطا کیا تھا۔ فرید کی تعلیم و تربیت جون پور میں ہوئی۔ بہار کے آزاد حکمراں بہار خاں لوہانی کی ملازمت اختیار کر لی۔ یہیں تنہا ایک شیر کو مارنے پر شیر خاں کا خطاب ملا۔ ایک سال تک شہنشاہ بابر کی ملازمت میں رہے۔ پھر بہار چلے آئے۔ چُنار کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ لوہانی پٹھانوں اور بنگال کے سلطان کی متحدہ فوج کو مارچ ۱۵۳۴ء میں سورج گڑھ ضلع مونگیر کے پاس شکست دیا۔ گوڑ پر قبضہ کر لیا۔ جون ۱۵۳۹ء میں شہنشاہ ہمایوں کو چوسا میں اور پھر ۱۷ مئی ۱۵۴۰ء کو قنوج کے پاس شکست دے کر ہندوستان کے تاج و تخت پر قبضہ کر لیا۔ پنجاب راجستھان اور مالوہ کو فتح کیا۔ وسط ہند میں کالنجر کے قلعہ پر حملہ کے وقت بارود کے ذخیرہ میں آگ جانے کے باعث ۲۲ مئی ۱۵۴۵ء کو انتقال کیا۔ لاش سہسرام لا کر دفن کی گئی۔ جہاں ایک تالاب کے وسط میں شاندار مقبرہ ہے۔ شیر شاہ کا شمار ہندوستان کے چند کامیاب، عادل اور نامور بادشاہوں میں ہوتا ہے۔ ایڈوانس ہسٹری آف انڈیا۔ کالی کنکر دت وغیرہ صفحہ ۴۴۳-۴۴۴
تاریخ بنگال سر جدو ناتھ سرکار صفحہ ۱۷۸-۱۵۹

[1] عبد البدر سیّد غیاث الدین محمود شاہ فاتح چاٹگام ناصر الدین نصرت شاہ کا چھوٹا بھائی تھا۔ اس نے نصرت شاہ کے بیٹے علاء الدین فیروز (۳۳-۱۵۳۲ء) کو قتل کر کے ۱۵۳۳ء میں بنگال کے تخت پر قبضہ کیا اور ۱۵۳۸ء تک حکمراں رہا۔ مارچ ۱۵۳۴ء میں شیر شاہ سُور نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۹ پر)

اور خضر خاں ترک کو بنگال کا گورنر مقرر کیا۔ لیکن ابھی تک چاٹگام میں سید غیاث الدین محمود شاہ کے دو حکام خدابخش خاں اور امیرزا خاں حکمراں تھے۔ ان دونوں میں اختلاف تھا۔ اس اختلاف سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے شیرشاہ کے ایک سردار نظام خاں سُور نے اس علاقہ پر قبضہ کر کے سُور خاندان کی حکومت قائم کردی۔ پرتگالی اس نظام خاں کو نوگازل (نوازش) خاں لکھتے ہیں۔

شیرشاہ کے بیٹے اسلام شاہ[2] سُور کے انتقال کے بعد بنگال کے پٹھان صوبہ دار محمد خاں سُور نے ۱۵۵۳ء میں شمس الدین محمد شاہ غازی کے نام سے اپنی آزادی کا اعلان کر دیا۔ اراکان پر حملہ کیا جون پور پر قبضہ کر کے آگرہ کی طرف بڑھا۔ دوسری طرف شیرشاہ کے بھتیجے مبارز خاں نے اسلام شاہ سُور کے بیٹے فیروز شاہ سُور کو قتل کر کے محمد شاہ عادل کے نام سے اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ اس بادشاہ کے جنرل ہیمو نے محمد خاں سُور (شمس الدین محمد شاہ غازی) کو کالپی سے تیس میل اوپر چھپر گھاٹ (چھپر مئو) کی لڑائی میں دسمبر ۱۵۵۵ء میں شکست دی یا شہباز خاں کو بنگال کا صوبہ دار

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۸ کا]

نے اسے مونگیر کے پاس سورج گڑھ میں شکست دیا۔ ۶ اپریل ۱۵۳۸ء کو دارالحکومت گوڑ پر قبضہ ہو گیا۔ غیاث الدین محمود کا کہل گاؤں (بھاگل پور) کے پاس انتقال ہوا۔ تاریخ بنگال۔ سرجدو ناتھ سرکار ص ۱۶۵-۱۵۹

[1] تاریخ بنگال مرتبہ سرجدو ناتھ سرکار ص ۱۷۴-۱۷۳ ؛ تاریخ چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ علی ص ۲۷-۲۹

[2] شیرشاہ کے دوسرے بیٹے جلال خاں سلطان اسلام خاں کے نام سے ۲۵ مئی ۱۵۴۵ء کو بادشاہ ہوئے۔ زیادہ تر سلیم شاہ کے نام سے مشہور ہیں (۳۰ اکتوبر ۱۵۵۳ء کو گوالیار میں انتقال ہوا۔ لاش سہسرام (ضلع روہتاس۔ صوبہ بہار) لا کر دفن کی گئی۔

مقرر کیا گیا۔ لیکن محمد خاں سُور کے بیٹے خضر خاں سُور نے جھوسی ضلع الہ آباد میں غیاث الدین بہادر شاہ کے نام سے اپنی بادشاہت کا اعلان کیا اور شہباز خاں کو شکست دے کر بنگال پر قبضہ کر لیا۔ اور ۱۵۶۳ء تک حکمراں رہا۔

زیادہ تر لوگوں کا خیال ہے کہ ضلع چاٹگام کے پرگنہ نظام پور کا نام شیر شاہ سُور کے فوجی سردار نظام خاں سُور (نوگاندل) کے نام پر ہے۔ شروع میں نظام خاں سُور کی حیثیت ایک فوجی سردار اور حاکم ضلع سے زیادہ نہ تھی۔ لیکن چھپر گھاٹ کی لڑائی میں ہیمو کے ہاتھوں شمس الدین محمد شاہ غازی کی شکست اور قتل کے بعد ہوسکتا ہے کہ انہوں نے نظام شاہ سُور کے نام سے چاٹگام کے ایک آزاد حکمراں کی حیثیت حاصل کر لی ہو۔ نظام شاہ سُور کے دورِ حکومت میں مشہور شاعر دولت وزیر بہرام نے اپنی مشہور نظم لیلیٰ مجنوں لکھی، جو بنگلہ زبان میں حضرت عبدالرحمٰن جامیؒ کی فارسی مثنوی لیلیٰ مجنوں کا آزاد ترجمہ ہے۔ اپنی اس کتاب میں دولت وزیر بہرام نے نظام خاں کی بہت تعریف کی ہے۔ لکھا ہے کہ ان کے محافظ دستہ میں سو آدمی تھے اور اُن کے پاس سرخ اور سفید ہاتھیوں کی کافی تعداد تھی۔ انہوں نے چاٹگام میں ایک قلعہ بھی بنوایا تھا[1]۔

ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب مرحوم نے لکھا ہے کہ نظام شاہ سُور شیر شاہ کے بھائی تھے[2]۔ تاریخ چٹاگانگ کے مصنف سید مرتضیٰ علی[1] لکھتے ہیں کہ یہ بات

---

[1] مسلم بنگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق ص ۱۰۸—۱۰۵

[2] تاریخ چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ علی ص ۲۷

قابلِ یقین نہیں ہے کہ شیر شاہ نے خضر خاں تُرک کو جس سے اس کی کوئی رشتہ داری نہ تھی۔ بنگال کا صوبہ دار مقرر کیا اور خود اپنے بھائی کو اس صوبہ دار کی ماتحتی میں چاٹگام کا حاکم ضلع بنایا ہو۔ لیکن ڈاکٹر شہید اللہ صاحب مرحوم کی تحقیق صحیح ہے۔ شیر شاہ کے بھائی کا نام نظام شاہ سُور تھا۔ بادشاہ اسلام شاہ سُور کی شادی نظام شاہ سُور کی صاحبزادی سے ہوئی تھی اور شیر شاہ کا بھتیجا مبارز خاں جو اسلام شاہ سُور کے انتقال کے تین روز بعد اسلام شاہ سُور کے بیٹے فیروز شاہ سُور کو قتل کر کے محمد شاہ عادل کے نام سے بادشاہ ہوا تھا وہ اِسی نظام شاہ کا بیٹا تھا۔

۱۴۰۶ء میں اراکان کے حکمراں مینگ سوا م وان (نارامیکھ لا ۱۴۳۴-۱۴۰۴ء)۔ کو برما کے بادشاہ نے معزول کر دیا۔ اور اس نے گوڑ کے مسلمان سلطان غیاث الدین اعظم شاہ (۱۴۱۰-۱۳۸۹ء) کے دربار میں پناہ لیا۔ وہ ۲۴ سال تک گوڑ میں رہا۔ حضرت نور قطب عالمؒ (متوفی ۱۴۱۵ء) کی دعوت پر راجہ گنیش کی سرکوبی کے لئے جب جون پور کے بادشاہ ابراہیم شاہ شرقی گوڑ آئے تھے۔ تو اراکانی راجہ وہاں موجود تھا۔ ۱۴۳۰ء میں راجہ گنیش کے بیٹے سلطان جلال الدین محمد شاہ نے اپنی فوج کی مدد سے اراکانی راجہ کو تاج و تخت واپس دلایا۔ راجہ نے شکریہ کے طور پر میو ہیونگ کے پاس سانتی کئی مسجد تعمیر کرایا۔ اراکان کا راجہ بنگال

لہ تاریخ چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ علی ص ۲۷

کے مسلمان بادشاہ کی ماتحتی میں آگیا۔ اراکان میں اسلامی اثرات بڑھے۔ راجاؤں نے اپنے ناموں میں اسلامی نام بھی شامل کیا اور کلمہ شریف کے ساتھ اپنے سکے ڈھالے۔ ۱۶۲۲ء تک یہ سلسلہ جاری رہا[۱]

چنانچہ اس نقطۂ نگاہ سے ڈی۔ سی۔ بھٹاچارجی کا خیال ہے کہ شاعر دولت وزیر بہرام خاں نے اپنی نظم لیلیٰ مجنوں میں جس نظام شاہ کا ذکر کیا ہے وہ نظام شاہ سُور نہیں ہیں۔ بلکہ یہ اراکان کے ماگھ راجہ کا دوسرا نام ہے۔ پروفیسر احمد شریف، ڈی۔ سی۔ بھٹاچارجی کے خیال سے متفق ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ اراکان کے راجہ سنداتھودما (۱۶۵۲-۸۴ء) کا اسلامی نام نظام شاہ تھا۔[۲]

راجہ مینگ بینگ زابک (۱۵۳۱-۵۳ء) نے رامو پر قبضہ کر لیا تھا اور راجہ بسوا بیا کلیم شاہ (۱۴۵۹-۸۲ء) کے زمانہ میں اراکانیوں کا چاٹگام پر قبضہ ہو گیا تھا۔[۳] شیر شاہ نے اپنے ابتدائی دورِ حکومت میں ۱۵۴۰ء کے قریب جب

---

[۱] تاریخ چاٹگام۔ سید مرتضیٰ علی ص ۱۶-۱۷۔ اراکانی راجاؤں کے نام:۔ راجہ مینگ کھری علی خاں (۱۴۳۴-۵۹ء)؛ راجہ بسوا بیا کلیم شاہ (۱۴۵۹-۸۲ء)؛ راجہ گج بتی الیاس شاہ (۱۵۲۳-۳۱ء) راجہ مینگ بینگ زابک (مبارک یا باریک) (۱۵۳۱-۵۳ء) راجہ مینگ پھلونگ سکندر شاہ (۱۵۷۱-۹۳ء) راجہ مینگ راذا گی سلیم شاہ (۱۵۹۳-۱۶۱۲ء) اور راجہ مینگ کھومنگ حسین شاہ (۱۶۱۲-۱۶۲۲ء)۔

[۲] تاریخ چاٹگام۔ سید مرتضیٰ علی ص ۲۷۔ [۳] تاریخ چاٹگام۔ سید مرتضیٰ علی ص ۱۷

راجہ مینگ (۱۵۷۱-۹۳ء)

نظام خاں سُور کو چاٹگام کے علاقہ پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجا تھا، تو وہاں خدا بخش خاں اور امیرزا خاں دو مسلمان سردار حکمراں تھے[1]۔ دولت وزیر بہرام خاں نے لیلیٰ مجنوں میں اپنے خاندانی حالات لکھے ہیں۔ اُس کے مطابق اُن کا زمانہ اراکان کے راجہ سندا تھو دما (۱۶۵۲-۱۶۸۴ء) سے بہت پہلے کا معلوم ہوتا ہے۔

حمید خاں نامی ایک معزز مسلمان سردار گوڑ کے مسلمان بادشاہ علاء الدین حسین شاہ (۱۴۹۳-۱۵۱۹ء) کے دربار سے وابستہ تھے۔ چاٹگام کی فتح کے لئے شہزادہ نصرت شاہ کی ماتحتی میں ۱۵۱۷ء میں جو فوج بھیجی گئی تھی اُس میں حمید خاں بھی شامل تھے۔ چاٹگام کی فتح کے بعد وہ وہیں آباد ہو گئے اور اپنے نیک کاموں میں مشغول رہے۔ نظام شاہ سُور کے زمانہ میں حمید خاں کی اولاد میں مبارک خاں نہایت مشہور تھے۔ نظام شاہ نے ان کو "دولت وزیر" کا خطاب دیا۔ اس خطاب کے ملنے کے چند سال بعد مبارک خاں کا انتقال ہو گیا۔ اُس وقت مبارک خاں کے بیٹے بہرام خاں کی عمر پندرہ سال کے قریب تھی لیکن نظام شاہ نے ازراہ کرم باپ کا یہ خطاب بیٹے کو عطا کیا اور یہی بہرام خاں "دولت وزیر بہرام خاں" کے نام سے بنگلہ زبان کے نامور شاعر ہوئے۔ ڈاکٹر انعام الحق کا خیال ہے کہ شاعر نے اپنی کتاب میں جس نظام شاہ کا ذکر کیا ہے اور جن کے نام پہ

---

[1] تاریخ چاٹگام، سید مرتضیٰ علی ص ۲۶-۲۷؛ تاریخ بنگال، سرجدو ناتھ سرکار ص ۱۶۲-۱۶۳

ضلع چاٹگام کے سیتا کنڈ تھانہ کا نظام پور پرگنہ مشہور ہے۔ وہ اس علاقہ کے جاگیردار نظام شاہ سور[۱] تھے۔

شہزادہ نصرت شاہ نے چاٹگام میں کرنافلی اور ہلدا ندی کے مقام اتصال پر فتح آباد کو صدر مقام بنایا تھا۔ دولت وزیر بہرام خاں کے دادا حمید خاں اسی فتح آباد میں رہتے تھے۔ شاعر نے اپنی کتاب میں اس کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کے ایک طرف کرنافلی ندی اور دوسری طرف سمندر ہے۔ اور شہر کے چاروں طرف ایک کھائی ہے۔ ڈاکٹر انعام الحق[۲] کا خیال ہے کہ اس زمانہ میں شہر چاٹگام بڑھتے بڑھتے فتح آباد تک پھیل گیا تھا۔

دولت وزیر بہرام خاں کی دو کتابیں یادگار ہیں۔ ایک "لیلیٰ مجنوں" اور دوسری "امام وجے"۔ لیلیٰ مجنوں ایک قابل قدر تصنیف ہے اور زبان وبیان کی نزاکت، متانت، سنجیدگی اور پاکیزگی، جذبات کے لحاظ سے سولھویں صدی کی

---

[۱] مسلم بنگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق ص ۱۰۸-۱۰۵

[۲] مسلم بنگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق ص ۱۰۸ [۱] مسلم بنگالی ادب ص ۱۰۸

[۲] امام وجے۔ مصنفہ دولت وزیر بہرام خاں۔ مرتبہ پروفیسر علی احمد ۱۱ گرین روڈ اور شائع کردہ بنگالی ڈیولپمنٹ بورڈ۔ ڈھاکہ۔ جون ۱۹۶۹ء ص ۱۷۔ بحوالہ خط الدمدسہ صوفیہ، نوپیہ۔ ملے پاش میرسرائے ضلع چاٹگام اگست ۱۹۷۴ء بنام راقم الحروف موصولہ ۱۷ر ستمبر ۱۹۷۴ء

عیسوی کے بنگلا ادب میں کوئی دوسری نظم اس کے ہم پلّہ نہیں ہے۔ 'امام وجے' کے مقدمہ میں پروفیسر علی احمد صاحب نے کافی تحقیق کے بعد لکھا ہے کہ دولت وزیر بہرام خاں نظام شاہ سُور کے وزیر خزانہ تھے۔ انہوں نے واقعہ کربلا پر بنگلہ میں یہ نظم لکھی ہے۔ اور نظام شاہ سُور۔ جو شیر شاہ سُور کے بھائی تھے۔ اُن کا دار الحکومت پرگنہ نظام پُور کے علاقہ میں ظفر آباد میں تھا۔ اُن کے عہدِ حکومت کے تقریباً پچاس سال بعد یعنی ۱۶۱۶ء سے یہ علاقہ نظام پور کے نام سے آج تک مشہور ہے۔

پروفیسر علی احمد صاحب کی تحقیقات اور دوسرے تاریخی شواہد کی روشنی میں یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ ضلع چاٹگام کے پرگنہ نظام پور کا نام نظام شاہ سُور کے نام پر ہے۔ شاعر دولت وزیر بہرام خاں نے اپنی کتاب 'لیلیٰ مجنوں' میں اسی نظام شاہ سُور کا ذکر کیا ہے۔ اور نظام پُور کا اراکان کے راجہ سندا تھودما (۱۶۵۲-۸۴ء) سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ امیر المومنین سیّد احمد شہید رح (متوفی ۱۸۳۱ء) کے خلیفہ حضرت صوفی نور محمد صاحب رح اسی پرگنہ نظام پور کی بستی ملے پاش کے رہنے والے تھے اور وہیں آپ کا مزار مبارک ہے اسی لئے نظام پوری کہلاتے ہیں۔

چاٹگام سے فینی۔ لکسام۔ کومِلا۔ اکھورا اور بھیرب بازار ہوتے ہوئے ڈھاکہ کو جانے والی میٹر گیج (مجھولی پٹڑی) کی تمام لائن پر میر سرائے[۱]

---

[۱] میر سرائے ریلوے اسٹیشن کومِلا سے ۶۰ میل (۹۷ کیلومیٹر)، ڈھاکہ سے ۱۶۲ میل (۲۶۱ کیلومیٹر)، سلہٹ (بقیہ ...)

ریلوے اسٹیشن ہے۔ یہ چاٹگام سے ۳۶ میل (۵۸ کیلومیٹر) اُتر۔اور کومِلّا ضلع کے لکسام ریلوے جنکشن سے ۴۴ میل (۷۰ کیلومیٹر) دکھن پورب ہے۔ عہدِ عالمگیری میں ۱۶۶۶ء میں چاٹگام کی فتح کے بعد راستہ کی حفاظت کے لئے یہاں ایک فوجی چوکی قائم کی گئی تھی۔ اس کا نام مشہور فاتح میر مرتضیٰ کے نام پر ہے۔ چاٹگام کی فوجی مہم میں سپہ سالار بزرگ امید خاں کے حکم سے میر مرتضیٰ نے رامو کو فتح کیا تھا اور شہنشاہ اورنگ زیب عالم گیر رح نے اس جنرل کے شاندار کارناموں سے خوش ہو کر اسے مجاہد خاں کا خطاب دیا تھا۔

پرگنہ نظام پور ضلع چاٹگام کے شمالی حصّہ میں ہے۔ اس کے پورب میں سیتا کُنڈ کی پہاڑیاں ہیں اور پچھم میں سمندر ہے۔ میر سرائے ریلوے اسٹیشن سے بخطِ مستقیم پچھم میں ساحلِ سمندر کا فاصلہ سات میل سے زیادہ نہیں

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۰ کا]

سے ۱۹۸ میل (۳۱۹ کیلومیٹر)، چاند پور ضلع کومِلّا سے ۷۶ میل (۱۲۳ کیلومیٹر)۔ کلکتہ سے ۲۹۸ میل (۴۷۹ کیلومیٹر)، دہلی سے ۱۱۹۳ میل (۱۹۱۱ کیلومیٹر)، سرہند شریف ضلع پٹیالہ سے ۱۲۱۳ میل (۱۹۱۵ کیلومیٹر)۔ ضلع ہزارہ کے حویلیاں اسٹیشن سے ۱۷۰۷ میل (۲۷۴۸ کیلومیٹر) ہے۔ حویلیاں اسٹیشن سے براہ ایبٹ آباد بالاکوٹ ۴۵ میل (۷۳ کیلومیٹر) ہے۔ اس وقت چاٹگام لکسام سکشن پر میر سرائے تھانہ میں اتر کی طرف سے دھوم گھاٹ، دھوم، میر سرائے اور بڑا تکیہ چار ریلوے اسٹیشن ہیں۔

ریلوے اسٹیشن سے کچھ پچھم قدرے دکھن میرسرائے قصبہ[1] ہے۔ جہاں سے ریلوے لائن کے متوازی اُتر دکھن ڈھاکہ سے چاٹگام کو جانے والی قومی شاہ راہ گذرتی ہے۔ ریلوے اسٹیشن سے ½ ۵ میل (۹ کیلومیٹر) پچھم ملے پانی بستی ہے۔ اور اس کے قریب دوسری بستی میٹھا نالہ ہے۔ دونوں بستیوں کے مابین

---

[1] قصبہ میرسرائے ۲۲ درجہ ۴۷ دقیقہ شمالی عرض البلد اور ۹۱ درجہ ۳۵ دقیقہ مشرقی طول البلد پر واقع ہے۔ میرسرائے سے کچھ ہی دور اُتر فینی ندی کا دہانہ ہے۔ جو اضلاع چاٹگام اور نواکھالی کے درمیان حدِ فاصل ہے۔ میرسرائے کے ساحل اور جزیرہ سادندیپ کے درمیان سمندر کی پتلی سی دھجی ہے، جسے رددبارسادندیپ کہتے ہیں۔ میرسرائے کے پاس اتر سے ایک چھوٹی سی ندی گذرتی ہے۔ جو اتر پورب کی پہاڑیوں سے نکلتی ہے اور دکھن پچھم کو بہتی ہوئی رودبار سادیپ سے ملتی ہے۔ ۱۹۴۱ء کی مردم شماری کے وقت میرسرائے تھانہ کا رقبہ ۱۷۲ مربع میل تھا۔ اس میں ۸۶ مواضعات شامل تھے۔ آبادی ۱۵۵,۱۶۲ نفوس تھی اور ۹۰۲ آدمی فی مربع میل آباد تھے۔ کل آبادی میں ۱۱۰,۴۷۹ مسلمان تھے۔ مکہ معظمہ ۲۱ درجہ ۲۵ دقیقہ شمالی عرض البلد پر ہے۔ اس طرح میرسرائے، قبلہ شریف کے عرض البلد سے صرف ایک ڈگری ۲۲ دقیقہ اتر ہے۔ ضلع چاٹگام میں کوکسز بازار کے قریب مشہور تاریخی مقام رامو میرسرائے سے ۱۰۸ میل دکھن پورب ہے۔ وہ تقریباً مکہ معظمہ کے سامنے واقع ہے۔ میرسرائے کلکتہ سے ۱۹۶ میل پورب۔ بالاکوٹ ضلع ہزارہ سے ۱۳۰۶ میل اور مدینہ منورہ سے ۳۰۷۰ میل دکھن پورب ہے۔
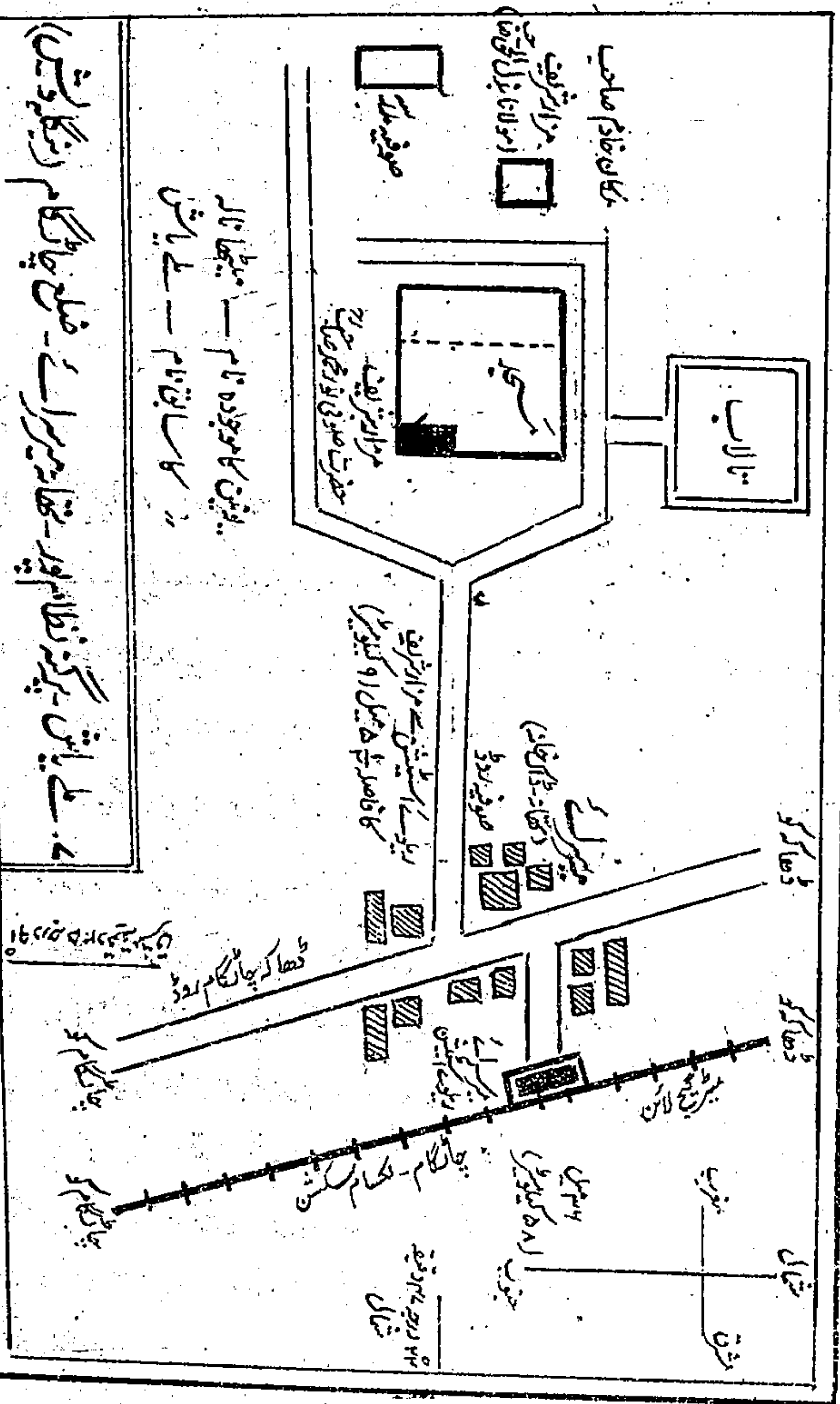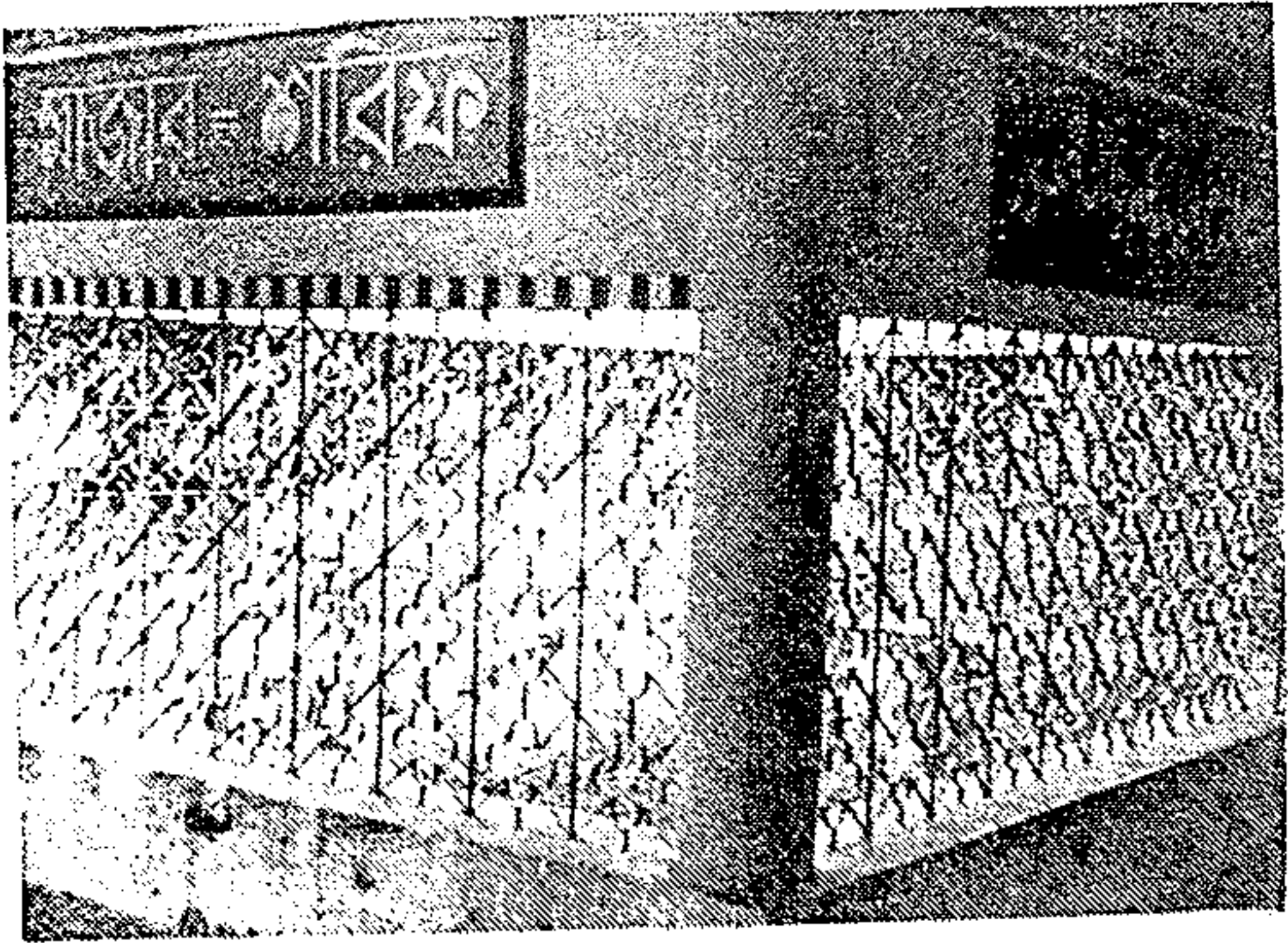
۴ - مرقدِ انور حضرتِ صوفی نور محمد صاحب نظام پوریؒ۔ ملے یاش ضلع چاٹگام
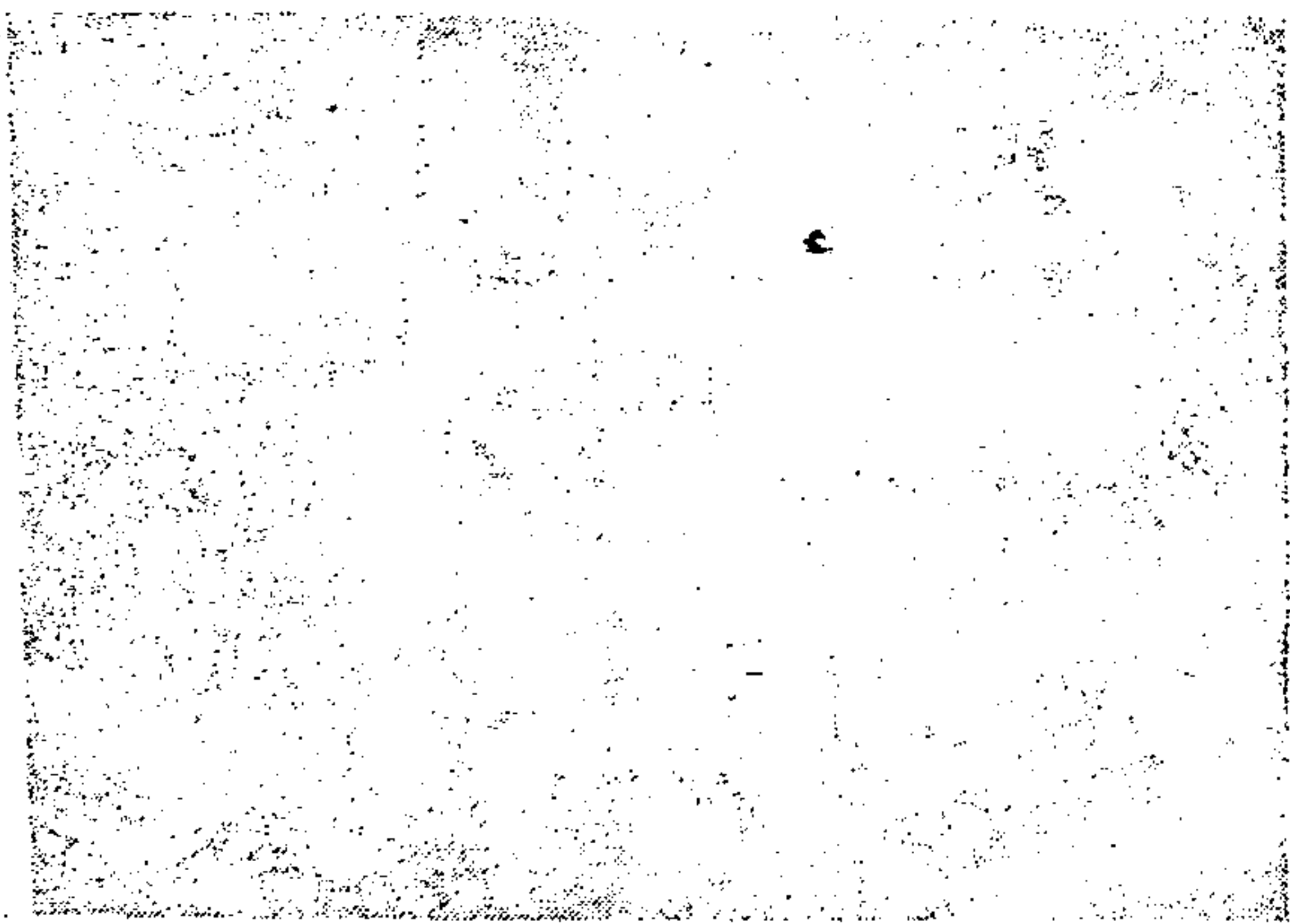
مسجد کے جنوبی مشرقی گوشہ میں حضرت صوفی فتح علی صاحب وسیی رح کے پیر و مرشد حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوری رح کا مزار مبارک ہے۔ مسجد اور مزار مبارک کا علاقہ پہلے ملے باش موضع میں تھا۔ لیکن ریو نیو سروے کے بعد اسے میٹھا نالہ موضع میں شامل کیا گیا۔ پورب میں قصبہ میرسرائے سے گذرنے والی قومی شاہ راہ سے میٹھا نالہ مسجد تک جو سڑک آتی ہے اُسے صوفیہ روڈ کہتے ہیں۔ مسجد سے قریب شمال مشرق کی طرف ایک بڑا تالاب ہے مسجد سے دو فرلانگ پچھم حضرت کے نام پر صوفیہ نوریہ مدرسہ ہے۔ مسجد سے متصل شمالی مغربی گوشہ میں درگاہ شریف کے موجودہ خادم جناب مولانا بذل الحق صاحب کا رہائشی مکان ہے۔ میرسرائے کے بڑے ڈاک خانہ کی ماتحتی میں میٹھا نالہ میں جو چھوٹا ڈاک خانہ ہے۔ اس کا نام صوفیہ مدرسہ ہے۔

حضرت صوفی نور محمد صاحب رح کے والد محترم کا اسم گرامی محمد فنا تھا۔ آپ کی والدہ محترمہ کا نام اور آپ کی زندگی کے ابتدائی حالات معلوم نہیں ہو سکے ہیں۔ لیکن اکتوبر ۱۸۲۲ء میں امیر المومنین حضرت سید احمد شہید رح کی کلکتہ میں تشریف آوری اور بشارت نبوی ﷺ کے مطابق کلکتہ جا کر حضرت سے شرف بیعت حاصل کرنے سے قبل بھی آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سے وابستہ ہو چکے تھے۔ آپ کے پہلے مرشد حضرت مولانا شیخ زاہد وکونابی رح تھے۔ جو ضلع نواکھالی کے علاقہ بھنی کے رہنے والے اور سلسلہ عالیہ مجددیہ کے نامور بزرگ صوفی سید محمد دائم رح

دائرہ عظیم پورہ ڈھاکہ کے خلیفہ تھے[1]۔ حضرت صوفی سید محمد دائمؒ حضرت بختیار ماہی سوار کی اولاد میں تھے اور حضرت شاہ امانت اللہؒ چاٹگامی رح کے خلیفہ تھے۔ اِن بزرگوں کا ذکر قبل آچکا ہے۔

معرکہ بالاکوٹ (مئی ۱۸۳۱ء) کے بعد آپ بنگال تشریف لائے اور میرسرائے ضلع چاٹگام کے پاس پرگنہ نظام پور کی بستی ملّے پاش میں رشد و ہدایت کے کاموں میں مصروف رہے۔ کوئی باضابطہ مدرسہ قائم نہیں کیا۔ لیکن ملّے پاش کی مسجد میں درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ آپ نے شادی نہیں کی اور نومبر ۱۸۵۸ء میں آپ کے انتقال کے وقت آپ کی ہمشیرہ آمنہ بی بی موجود تھیں۔

حضرت صوفی نور محمد صاحبؒ کی ہمشیرہ آمنہ بی بی کی شادی جناب شیخ نجم الدین بھوئیاں سے ہوئی تھی۔ ان کے لڑکے کا نام شیخ عبدالرحمٰن تھا اور شیخ عبدالرحمٰن کے ایک لڑکے شیخ عبدالغنی تھے۔ جناب شیخ عبدالغنی صاحب کے پانچ بیٹے شیخ نور احمد منشی، شیخ عبدالرؤف، مولوی شیخ عبدالعزیز، شیخ محمد میاں اور شیخ صدیق احمد تھے۔ جناب شیخ نور احمد صاحب منشی کے تین بیٹے شیخ مجیب الحق، شیخ سعید الحق اور مولانا شیخ بذل الحق ہوئے۔ شیخ مجیب الحق صاحب نے لاولد انتقال کیا۔ جناب شیخ سعید الحق صاحب کا بھی انتقال ہو چکا ہے۔ ان کے دو بیٹے مولانا شیخ محمد اظہار الحق اور شیخ محمد زین العابدین ہیں۔ درگاہ شریف

---

[1] خط جناب الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مدظلہٗ ڈھاکہ بنام راقم الحروف مورخہ ۱۵ اپریل ۱۹۷۵ء

کے موجودہ خادم جناب مولانا شیخ بذل الحق صاحب مدظلہ، حضرت صوفی نور محمد صاحبؒ کے بھانجے جناب شیخ عبدالرحمن صاحبؒ کے پرپوتے ہیں۔ درگاہ شریف کی مسجد کے موجودہ خطیب مولانا محمد ضیاء الحق صاحب مدظلہ، شیخ عبدالعزیز صاحبؒ کے بیٹے اور مولانا بذل الحق کے چچازاد بھائی ہیں۔ مولانا شیخ محمد اظہار الحق صاحب مدرسہ صوفیہ نوریہ میں زیر تعلیم ہیں۔[1]

فرفرا شریف ضلع نوکھلی کے حضرت مولانا شاہ صوفی ابو بکر صاحب صدیقیؒ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب اویسی چاٹگامی کے خلیفہ اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے بڑے نامور بزرگ ہوئے ہیں۔ کلے پاش، تھانہ میر سرائے ضلع چاٹگام کے جناب مولانا شاہ محمد عبدالغنی صاحب مدظلہ کو مولانا صوفی ابو بکر صاحب صدیقیؒ سے اجازت وخلافت حاصل ہے۔ مولانا شاہ محمد عبدالغنی صاحب مدظلہ نے سنہ ۱۹۰۲ء میں کلے پاش میں ایک مدرسہ قائم کیا اور ان کے پیر ومرشد حضرت مولانا صوفی ابوبکر صدیقی رح نے حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوریؒ کے نام پر اس دینی درس گاہ کا نام صوفیہ نوریہ مدرسہ رکھا۔

اس مدرسہ کے پہلے مہتمم خود بانیٔ مدرسہ مولانا شاہ محمد عبدالغنی صاحب مدظلہ تھے۔ مولانا کی جسمانی حالت کمزور ہونے کے بعد ان کے بھائی مولانا عبدالواحد

---

[1] خطوط از جناب مولانا محمد اظہار الحق صاحب نظام پوری۔ مدرسہ صوفیہ نوریہ کلے پاش۔ براہ میر سرائے، ضلع چاٹگام۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۱ ستمبر سنہ ۱۹۷۴ء اور ۱۸ جنوری سنہ ۱۹۷۵ء

صاحب مرحوم مہتمم مقرر ہوئے۔ اُن کے انتقال کے بعد مولانا شاہ محمد عبدالغنی صاحب کے صاحبزادے مولانا محمد نورالسلام صاحب مہتمم ہوئے اور وہی صدر مدرس کے فرائض بھی انجام دے رہے ہیں۔ بانی مدرسہ الحاج مولانا شاہ محمد عبدالغنی صاحب مدظلہ ابھی حیات ہیں۔ کافی ضعیف اور کمزور ہو گئے ہیں۔ آپ کا مکان مدرسہ صوفیہ نوریہ سے کچھ ہی پچھم میٹھا نالہ گرام میں واقع ہے[1]۔

ضلع چاٹگام کی اس مشہور دینی درس گاہ کا پورا نام "صوفیہ نوریہ سینیر مدرسہ" ہے۔ اور یہ مدرسہ اکزامینیشن بورڈ ڈھاکہ سے درجۂ فاضل تک منظور شدہ اور ملحق ہے۔ خارجی طور پر مدرسہ میں درجہ کامل کی بھی تعلیم ہوتی ہے۔ اس میں کل چودہ مدرّس اور ۱۷۹ طلباء ہیں[2]۔

۱۷۶۰ء میں چاٹگام پر ایسٹ انڈیا کمپنی کے اقتدار کے بعد انگریزوں نے شہر چاٹگام میں امیر الامراء نواب شائستہ خاں کی بنوائی ہوئی جامع مسجد کو بطور میگزین اور گودام استعمال کیا۔ خانۂ خدا کی اس بے حرمتی کا حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوری کو بے حد ملال تھا۔ تعمیر مسجد کی تاریخ :—

---

[1] خط مولانا محمد اظہار الحق صاحب نظام پوری۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۷۴ء

[2] اگست ۱۹۷۴ء میں مدرسہ کی داخل جماعت میں ۸۶، عالم میں ۲۰، فاضل میں ۱۸، کامل میں ۱۲، حافظ میں ۱۳ اور ابتدائی درجہ میں ۳۰ کل ۱۷۹ طلبا تھے۔ خط از مدرسہ صوفیہ نوریہ کلے پاشا بنام راقم الحروف اگست ۱۹۷۴ء۔ موصولہ ۲ ستمبر ۱۹۷۴ء۔

"بعالم کعبہ ثانی بنا کرد" سے نکالی گئی تھی۔ اور قطعہ تاریخ کا یہ کتبہ کچی مسجد میں لگا ہوا تھا۔ آپ نے اپنے خلیفہ خان بہادر حمید اللہ خان سے فرمایا کہ کعبہ ثانی کے گستاخانہ الفاظ پروردگار کو ناگوار گذرے۔ اس لئے تقریباً سو سال تک یہ مسجد ویران رہی۔ جاؤ اور اسے آباد کرو"۔ آپ کی ترغیب سے خان بہادر حمید اللہ خان رح نے جامع مسجد چاٹگام کو واگذار کرانے کی باضابطہ تحریک شروع کی اور حضرت صوفی صاحب رح کی دعا کی برکت سے ۱۸۵۶ء میں ان کو اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہوئی۔

جناب خان بہادر حمید اللہ خان اپنی فارسی تصنیف احادیث الخوانین میں حضرت مولانا امام الدین رح اور اپنے پیر و حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوری رح کے متعلق لکھتے ہیں:۔ "بفضل الٰہی آں ہمہ رسوم ازاں دیار بہ برکت و ہدایت ذوات خیر و حسنات حاجی و غازی و زاہد و عالم و فاضل و عابد و مجاہد مولانا امام الدین مرحوم و خلاصہ اتقیا و زبدہ اصفیا غازی و حاجی و فاضل و عامل و اورع و زاہد حضرت پیر و مرشد صوفی نور محمد رحمۃ اللہ الاحد و اتباع شاں برخاستہ آں اقوام بحلیہ علم و عمل آراستہ شدند و چہ جائیکہ کسی دراں نواحی بی نماز باشد، بلکہ قضا کردن نماز اھل ایشاں ہم بدوانی دانند و چوں وقت نماز رسد۔ بہر کاریکہ باشد فی الفور آں را گذاشتہ طہارت کردہ

له خط الحاج مولانا سید محمد شبیر الدین صاحب ڈھاکہ بنام راقم الحروف مؤرخہ ۱۲ مارچ ۱۹۷۵ء

بنماز مشغول می شوند۔ حتیٰ کہ درعین وقت بازار اسباب بیع و شرا نہادہ بنذکر خداوند تعالیٰ درنماز استادہ مظہر معنی کریمہ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ[1] الایہ می شوند و بکسب تحصیل رنج جزائی و عدہ صادقہ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ[2] ۔ دیگر امور خیر و عزر درگاہ ہستند والحمد للہ علیٰ ذٰلک وھو اعلم[3]

حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوری؟ کے پیر بھائی حضرت مولانا امام الدین بنگالیؒ حاجی پور پرگنہ خنبر آباد۔ علاقہ روشن آباد کے رہنے والے تھے۔ لیکن بعد میں ضلع نواکھالی کے صدر مقام سدھارام کے پاس سعداللہ پور نامی گاؤں میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ ایک بار ۱۲۳۷ھ؍۱۸۲۳ء میں اپنے پیر و مرشد حضرت سید احمد شہید بریلویؒ کے ساتھ حج کر چکے تھے۔ دوسری بار جب ۱۲۷۴ھ؍۱۸۵۷ء میں حج بیت اللہ سے واپس آ رہے تھے تو عدن کے پاس جہاز پر انتقال ہوا۔ لاش مبارک سمندر میں ڈالی گئی۔ مولانا عبید الحق صاحب اسلام آبادی مہتمم مدرسہ عالیہ فینی ضلع نواکھالی نے اپنی کتاب تذکرہ اولیائے بنگالہ

---

[1] قرآن پاک۔ سورۂ نور (۲۴)۔ آیت ۳۷؛ پارہ ۱۸، رکوع ۱۲

[2] قرآن پاک۔ سورۂ نور (۲۴)۔ آیت ۳۸، پارہ ۱۸، رکوع ۱۲

[3] احادیث الخواتین۔ مصنفہ خان بہادر حمید اللہ خانؒ۔ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۷۱ء۔ ص ۲۰۷-۲۰۸

میں آپ کے انتقال کا یہ قطعۂ تاریخ نقل کیا ہے۔

آں گوہر یکتا کہ بہ بحر او نہفت ۔۔۔ در تار بخش حمید گوہر در سفت

چوں رفت ز روئے بحر آں گوہر پاک ۔۔۔ "شد دُر یتیم اینک از دریا" گفت

۱۲۷۲ + ۲ = ۱۲۷۴ھ

"شد دُر یتیم اینک از دریا" کے اعداد میں بحر کی 'ب' کا عدد شامل کرنے سے ۱۲۷۴ھ خارج ہوتا ہے۔

ضلع نواکھالی کی سرکاری کچہریاں سُدھارام کے پاس میجدی میں ہیں اور میجدی کورٹ[۱]

---

[۱] کومِلّا ضلع کے لکسام جنکشن سے نواکھالی کو جانے والی میٹر گیج برانچ ریلوے لائن پر اس وقت آٹھواں اسٹیشن میجدی، نواں میجدی کورٹ، دسواں ہری نارائن پور اور گیارھواں اور آخری اسٹیشن نواکھالی ہے۔ میجدی کورٹ لکسام جنکشن سے ۲۸ میل (۴۹ کیلومیٹر) دکھن اور آخری اسٹیشن نواکھالی سے ۲½ میل (چار کیلومیٹر) اُتّر ہے۔ نواکھالی سے اُتّر پورب اور میجدی کورٹ سے دکھن پورب سُدھارام نامی شہر نواکھالی کھال کے دائیں کنارے پر ۲۲ درجہ ۴۹ دقیقہ شمالی عرض البلد اور ۹۱ درجہ ۷ دقیقہ شرقی طول البلد پر واقع ہے۔ پہلے ضلع کے صدر مقام اور اس کی میونسپلٹی کا نام سُدھارام تھا۔ پھر ضلع کے نام پر شہر کا نام بھی نواکھالی رکھا گیا۔ اب ضلع کا نام نواکھالی اور اس کے صدر مقام کا نام میجدی ہے۔ لیکن تھانہ کا نام سُدھارام ہے۔ ۱۹۰۱ء میں سُدھارام تھانہ کا رقبہ ۱۶۶ مربع میل اور آبادی ۲۱۹,۲۸۹ نفوس تھی جن میں مسلمان ۱۸۲,۷۳۶ تھے۔ شہر نواکھالی کی آبادی ۵,۵۷۵ ,۱۸ تھی۔ سامپریل گزیٹیر آف انڈیا جلد بست ودوم ص ۱۱۵؛ رپورٹ مردم شماری ۱۹۰۱ء بنگال (بقیہ حاشیہ ص ۱۲۶ پر)

کے متصل پورب، سعد اللہ پور واقع ہے۔ میجدی کورٹ ریل کے ذریعہ لکسام جنکشن سے ۲۸ میل اور چاٹگانگ سے ½ ۱۰۸ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ مسلمانوں کے دورِ حکومت میں نواکھالی کا نام بھلوا تھا۔ اب ضلع نواکھالی کے صدر مقام کا نام میجدی ہے۔ نواکھالی، ہری نارائن پور، سدھارام، میجدی کورٹ اور میجدی سب ایک ہی شہر میجدی کے مختلف حصے ہیں۔ میرسرائے ضلع چاٹگام سے سعد اللہ پور ضلع نواکھالی تقریباً ۳۵ میل پچھم قادرے اُتر ہے۔ میرسرائے تھانہ کے زور آور گنج سے نواکھالی ضلع کے سونا غازی اور کمپنی گنج ہوتی ہوئی ایک سڑک نواکھالی کو آتی ہے۔

سعد اللہ پور میں حضرت مولانا امام الدین بنگالیؒ کا خاندان آباد ہے۔

خان بہادر حمید اللہ خاں چاٹگامی رحؒ، صاحبِ احادیث الخوانین (تاریخ حمید) نے اپنے پیر و مرشد حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوریؒ اور اُن کے پیر بھائی حضرت مولانا امام الدین بنگالی رحؒ کے متعلق ایک دوسری کتاب انوار النیرین فی اخبار الخیرین لکھی تھی، جو طبع نہیں ہو سکی۔ اس کا ایک قلمی نسخہ سدھارام میں مولانا امام الدین رحؒ کے کتب خانہ میں تھا۔ مولانا علیم اللہ صاحب کے زمانہ میں آتش زدگی کے ایک حادثہ میں یہ کتاب ضائع ہو گئی۔ مولانا عبید الحق صاحب نے

[بقیہ حاشیہ صـ۱۲۵ کا]

آر۔ اے۔ ڈوش سملہ ۱۹۴۳ء؛ ایسٹرن بنگال ریلوے ٹائم ٹیبل نومبر ۱۹۵۴ء صـ۳۵؛ انڈین براڈشا نیوز میں ستمبر ۱۹۷۲ء صـ۲۹۳

تذکرہ اولیائے بنگال میں انوار النیّرین کا ذکر کیا ہے۔ سعد اللہ پور میں حضرت مولانا امام الدین بنگالی رح کے خاندان میں امیر المومنین سید احمد شہید رح کا جبّہ و دستار اور آپ کی ٹوٹی ہوئی تلوار محفوظ ہے۔ اور جب حضرت مولانا ابوبکر صاحب صدیقی رح کے خلیفہ الحاج مولانا سید ابو البشر محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ ڈھاکہ سے کتاب انوار النیّرین کی تلاش میں سعد اللہ پور ضلع نواکھالی تشریف لے گئے تھے، تو جمعہ ۱۳ مارچ ۱۹۷۵ء کو انہیں مولانا علیم اللہ صاحب کے بھائی کے ذریعہ ان تبرکات عالیہ کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی [1]

حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوری رح کے دوسرے پیر بھائی جن کی وجہ سے بنگال میں احیائے دین اور اصلاح رسوم کی ولی اللہی تحریک کو بڑی تقویت حاصل ہوئی وہ مولانا کرامت علی صاحب جون پوری رح ہیں۔ آپ ۱۸ محرم ۱۲۱۵ھ = ۱۲ جون ۱۸۰۰ء کو ملّا ٹولہ جونپور (اودھ) میں پیدا ہوئے۔ فقہ کی کتابیں حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رح اور ان کے بھتیجے مولانا شاہ اسمٰعیل صاحب شہید رح سے پڑھیں۔ شرف بیعت امیر المومنین حضرت سید احمد شہید رح سے حاصل تھا۔ فن خطاطی کے

---

[1] خط جناب اے۔ ایم۔ صفی اللہ صاحب۔ نارتھ بروک روڈ ڈھاکہ ۱ بنام راقم الحروف مورخہ ۱۳ اپریل ۱۹۷۵ء اور خط جناب سید ابو البشر سید محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ ۱ بنام راقم الحروف مورخہ ۵ اپریل ۱۹۷۵ء

ماہر اور خط نسخ، نستعلیق اور طغریٰ میں اپنی مثال آپ تھے۔ قاری ہفت قرأت، بڑے متقی اور پرہیزگار، بہت ہی قابل، معاملہ فہم اور دانشمند بزرگ تھے۔ اکاون سال تک صوبہ بنگال میں ترویج علوم دین اور اصلاح رسوم کے کاموں میں ہمہ تن مصروف رہے۔ سلطنت مغلیہ کے خاتمہ کے بعد اپنے حقوق کی پامالی، غدر کے موقع پر انگریزوں کے بے پناہ مظالم، معاشی تباہی اور بدحالی، مقدمات، قید و بند اور حکومت کے شک و شبہہ کے باعث مسلمانوں کا ایک طبقہ ہندوستان کو دارالحرب سمجھ کر یہاں سے ہجرت کی تیاری کرنے لگا۔ اس قسم کے خیالات رکھنے والے مسلمان بنگال میں بہت تھے۔ ایسے نازک موقع پر نواب عبداللطیف خان بہادر[1] مرحوم سکریٹری محمڈن لیٹریری ایسوسی ایشن کلکتہ کی مساعی جمیلہ اور حضرت مولانا کرامت علی صاحب جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کے فتوے اور وعظ و نصیحت سے عام مسلمانوں کے شبہات دور ہوئے۔

---

[1] نواب عبداللطیف خان بہادر سی۔ آئی۔ ای ضلع فرید پور کے رہنے والے انیسوی صدی عیسوی میں بنگال کے ایک عظیم مسلم رہنما گذرے ہیں۔ ریاست بھوپال میں وزیر مقرر ہوئے تھے۔ وہ بنگال میں فرائضی شریعت اللہ کی تحریک کے سخت مخالف تھے۔ سنہ ۱۸۶۳ء میں محمڈن لیٹریری ایسوسی ایشن قائم کیا اور بنگالی مسلمانوں میں انگریزی تعلیم حاصل کرنے کا شوق پیدا کیا۔ وہ رائٹ آنریبل جسٹس امیر علی مصنف اسپرٹ آف اسلام (متوفی ۱۹۰۹ء) کے عربی اور اردو کے مشہور ادیب خان بہادر نواب سید محمد آئی۔ ایس، اور مولانا آزاد (مصنف نوابی دربار) [بقیہ حاشیہ ص ۱۲۹ پر]

اور وہ سمجھنے لگے کہ جب تک فرائض اسلامی کے ادا کرنے کی ممانعت اور اس میں دشواری نہ ہو یہ ملک دار الحرب قرار نہیں دیا جا سکتا[۱]۔ حضرت مولانا جون پوری رح کے اس فتویٰ سے مسلمانوں کے ڈگمگاتے ہوئے قدم جم گئے ان کی مایوسی دور ہو گئی۔ غدر کے بارہ سال بعد جب لارڈ میو[۲] (۱۸۷۲-۱۸۶۹ء) ہندوستان کے وائسرائے مقرر ہوئے تو مسلمانوں کے ساتھ انگریزوں کے طرز عمل میں تبدیلی پیدا ہوئی، اُن کو کچلنے اور ختم کردینے کی پالیسی ختم ہوئی۔ ان کے ساتھ کسی قدر نرمی اور ہمدردی کا برتاؤ کیا جانے لگا۔

[بقیہ حاشیہ ص۱۲۸ سے]

شمس العلما مولانا کمال الدین احمد (انڈین ایجوکیشنل سروس) اور خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق رح کے خسر تھے۔ نواب صاحب مرحوم اخبار انڈین پیڈنٹ الہ آباد کے اڈیٹر اور مصر میں ہندوستان کے سفیر سید حسین مرحوم کے نانا تھے ۔۔۔ موج کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص۱۲۸ اور ص۱۲۹؛ ماہ نو کراچی مئی ۱۹۵۶ء ص۴۳-۴۴۔ عبدالرحمن بے خود؛ ماہ نو کراچی اپریل ۱۹۶۱ء۔ آج کل بمبئی ۱۹۷۵ء ص۷۲-۸۰؛ خط مولانا سید محمد شبیر الدین صاحب ڈھاکہ۔ مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۷۵ء۔

[۱] شیراز ہند جون پور۔ سید اقبال احمد ۱۹۶۳ء ص۶۷۹؛ موج کوثر۔ شیخ محمد اکرام۔ کراچی ۱۹۵۸ء ص۴۰؛ ڈھاکہ ضلع گزیٹیر۔ بی سی۔ ایلین ۱۹۱۲ء۔

[۲] لارڈ لارنس (۱۸۶۴-۶۹ء) کے بعد لارڈ میو ۱۸۶۹ء میں ہندوستان کے وائسرائے اور گورنر جنرل مقرر ہو کر آئے۔ یہ تجربہ کار، نیک طینت اور عالی حوصلہ [بقیہ حاشیہ ص۱۳۰ پر]

مولانا کرامت علی صاحب جون پوریؒ میانہ روی اور معاملہ فہمی میں حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ کے جانشین سمجھے جاتے ہیں۔ آپ نے بڑے مشکل زمانہ میں بہت ہی تدبر و دانائی بہ دور اندیشی اور ہوشیاری کے ساتھ قوم کی سچی رہنمائی کی۔ آپ نے شرک و بدعت کے خاتمہ، مسلمانوں کی اخلاقی اور روحانی ترقی اور ان کے دینی و دنیاوی فلاح و بہبود کی طرف خاص طور پر توجہ کی۔ مولانا سید سلیمان ندویؒ کی رائے ہے کہ "بنگال میں اسلام کی اشاعت اور مسلمانوں کی اصلاح کا کام ان سے بڑھ کر کسی نے انجام نہیں دیا"۔ رد البلاغت۔ دافع الوسواس۔ ترجمہ شمائل ترمذی۔ ترجمہ مشکوٰۃ جلد اوّل، مفتاح الجنت وغیرہ آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۹ کا]

حکمراں تھے مسلمانوں کے ساتھ انہوں نے ہمدردی کا برتاؤ کیا۔ اُن کے زمانہ میں ان کی ترغیب سے ولیم ہنٹر نے "آور محمڈنس آف انڈیا" نامی کتاب لکھ کر مسلمانوں کے سیاسی اور معاشی حالات کا مفصل جائزہ لیا۔ اجمیر شریف میں والیانِ ریاست کے لڑکوں کی تعلیم کے لئے میو کالج اسی وائسرائے کے زمانہ میں قائم ہوا۔ ۱۸۷۲ء میں پورٹ بلیر (جزائر انڈمان) میں شیر محمد خان نامی ایک مسلمان قیدی نے لارڈ میو کو جہاز پر سوار ہوتے وقت لوہے کے ایک مضبوط چھرے سے قتل کر دیا۔ لارڈ لٹن (۱۸۷۶-۸۰ء) نے بھی مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا۔ علی گڑھ محمڈن اینگلو اورنٹیل کالج کا سنگ بنیاد رکھا۔ لارڈ رپن (۱۸۸۰-۸۴ء) نے کالا پانی کے مسلمانوں قیدیوں کو رہا کر دیا اور کشمکش کا خاتمہ ہوا۔
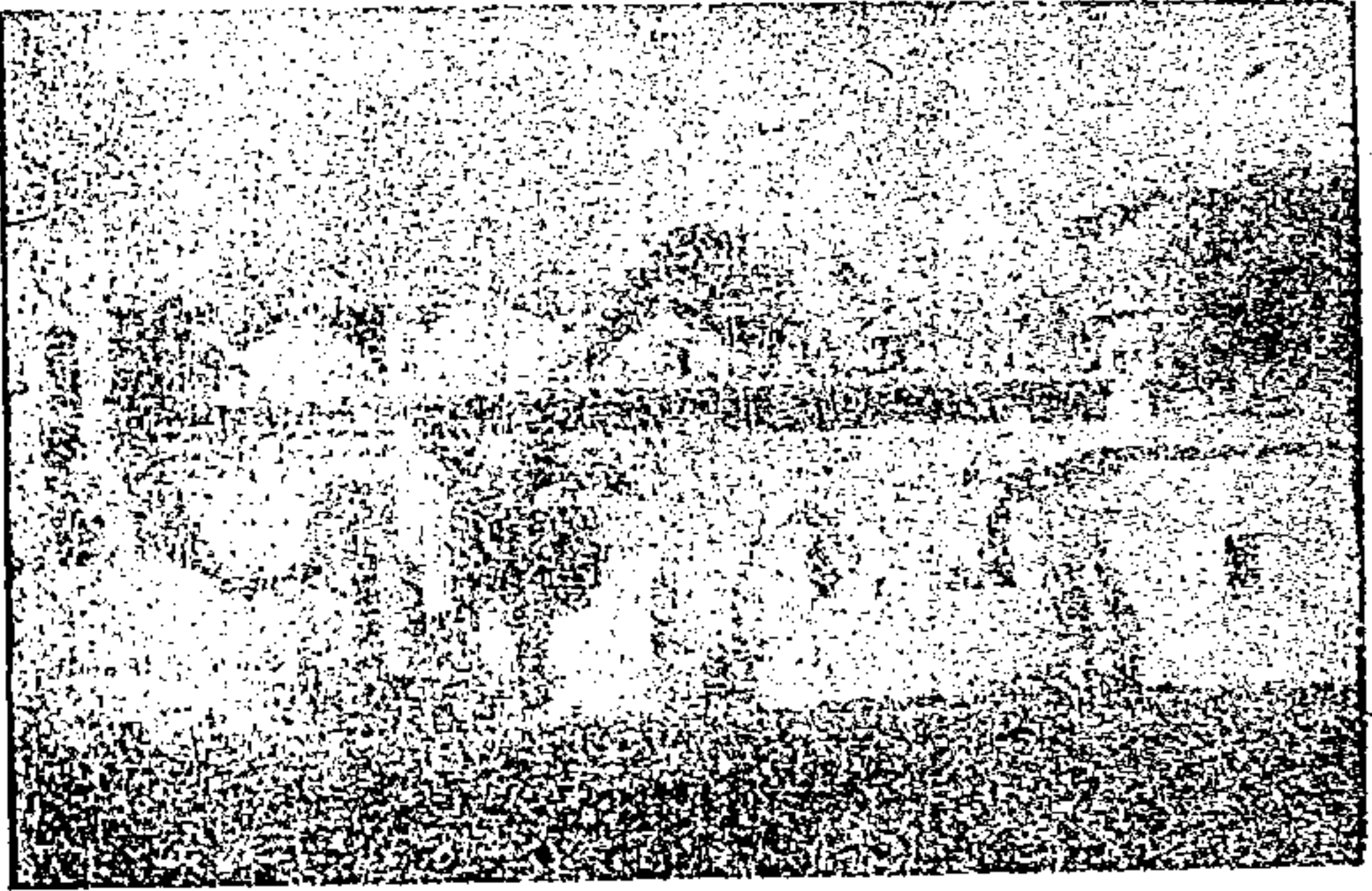
۵ - مزار مبارک مولانا کرامت علی صاحب جون پوریؒ - رنگ پور

اضلاع باقر گنج۔ فرید پور۔ نواکھالی۔ ٹپرا۔ چاٹگام۔ ڈھاکہ۔ رنگ پور اور دیناج پور وغیرہ میں آپ کے مریدین اور منوسلین کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی۔ آپ کے علم و فضل، زہد و تقویٰ، دینی اور ملّی خدمات کے باعث بنگال کے مسلمانوں میں آپ کا بڑا احترام تھا۔ جمعہ ۲ ربیع الآخر ۱۲۹۰ھ مطابق ۳۰ مئی ۱۸۷۳ء صبح سویرے رنگ پور میں انتقال ہوا۔ شہر رنگ پور (بنگلہ دیش) کے محلہ منشی پاڑا میں آپ کا مزار مسلمانوں کی بہت بڑی زیارت گاہ ہے۔ دور دراز سے مسلمان یہاں زیارت کے لیے آتے ہیں۔[1] جون پور کے محلہ عمر خاں میں حسین شاہ شرقی کی بنوائی ہوئی عظیم الشان جامع مسجد میں آپ کا قائم کردہ مدرسہ قرآنیہ ۱۴۲ سال سے جاری ہے۔[2]

حضرت مولانا کرامت علی صاحب جون پوریؒ کے منجھلے بیٹے مولانا حافظ احمدؒ اپنے والد کے انتقال کے بعد اُن کے جانشین مقرر ہوئے۔ یہ کلکتہ میں ۱۲۵۰ھ / ۱۸۳۴ء میں پیدا ہوئے۔ تعلیم لکھنؤ اور جون پور میں ہوئی۔ اپنے

---

[1] موج کوثر۔ شیخ محمد اکرام۔ کراچی ۱۹۵۸ء صفحہ ۱۰؛ رنگ پور ضلع گزیٹیر۔ جے۔ اے۔ واس۔ ۱۹۱۱ء صفحہ ۱۴۷؛ قاموس المشاہیر جلد دوم صفحہ ۱۵۱

[2] مدرسہ قرآنیہ جامع مسجد جون پور کو حضرت سید احمد شہیدؒ کے خلیفہ مولانا سخاوت علی صاحب جون پوریؒ (متوفی ۱۲۷۴ھ) نے باعانت مولانا کرامت علی صاحب جون پوریؒ ۱۲۴۹ھ / ۱۸۳۳ء میں قائم کیا تھا۔ ۱۳۹۲ھ / ۱۹۷۲ء میں طلباء کی تعداد ۴۲۵ اور اساتذہ کی تعداد ۱۶ تھی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۲ پر)

دور کے بڑے نامور بزرگ گذرے ہیں۔ زندگی کا زیادہ حصہ بنگال میں گذرا۔ ۱۲۹۱ھ بمطابق ۱۸۷۴ء سے رشد و ہدایت کا کام شروع کیا۔ زہد و تقوٰی، فیاضی سخاوت اور دریا دلی میں باپ کے مماثل تھے۔ بہت سی کرامتوں کا اظہار ہوا زائرین کا ہجوم ہوتا تھا۔ کلکتہ سے جون پور آئے، تو شاہی پل سے ملا ٹولہ تک ½ امیل کے فاصلہ میں عقیدت مندوں کے ہجوم سے راستہ چلنا دشوار ہو گیا تھا[1]۔ سفر حج کے سلسلہ میں بھی کرامت کا اظہار ہوا۔ ۱۸ ذی قعدہ کو جون پور سے اور ۲۶ کو بمبئی سے روانہ ہوئے اور بغیر قرنطینہ کے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ۸ ذی الحجہ کو مکہ معظمہ پہنچے اور نویں ذی الحجہ کو آٹھ بجے میدان عرفات میں پہنچ گئے۔ حج بیت اللہ سے واپسی کے بعد پھر مشرقی بنگال تشریف لے گئے۔ قدم تلی تھانہ مطلب بازار ضلع کومِلّا میں فالج کا حملہ ہوا۔ اور ۶ رمضان المبارک ۱۳۱۶ھ مطابق ۱۸۹۹ء کو صدر گھاٹ ڈھاکہ میں بوٹ پر انتقال ہوا۔ ڈھاکہ چوک کی مسجد کے گوشہ میں دفن ہوئے[2]۔

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۱]

تقریباً ۷۰ ہزار سالانہ آمد و خرچ ہے۔ بیرونی طلبا کی تعداد ۱۰۰ تھی۔

[1] شیراز ہند (جون پور) سید اقبال احمد ۱۹۶۳ء ص ۷۸۲۔ بحوالہ التجلی نور حصہ دوم ص ۱۳۷۔ نور الدین زیدی جون پوری اور سیرت مولانا حافظ احمد جون پوری رح۔ مولانا عبد الباطن ص ۱۰۲-۱۰۳۔ بحوالہ التجلی نور

[2] سیرت مولانا حافظ احمد جون پوری رح۔ مولانا عبد الباطن جون پوری رح ڈھاکہ ۱۳۸۹ھ ۲۴۴ صفحات۔

بنگال میں مولانا حافظ احمد جون پوری رحمہ کے مریدین اور خلفا کی بہت کافی تعداد تھی۔ آپ نے باقر گنج، نواکھالی اور کومِلّا ضلع میں زیادہ کام کیا۔ ضلع باقر گنج کے دولت خاں نامی مقام میں دینی تعلیم کے لئے ایک مدرسہ قائم کیا اُس کا پورا خرچ خود برداشت کرتے تھے۔ وہاں ایک شاندار عیدگاہ بھی بنوائی تھی۔ کلکتہ میں لارڈ ڈیبو کے عہدِ حکومت میں مولانا کرامت علی صاحب جون پوری رحؒ کی امامت میں عیدُ الفطر کی نماز کے لئے کلکتہ میدان میں پچاس ہزار مسلمانوں کا اجتماع ہوا تھا۔ ۳ر نومبر ۱۸۸۱ء کو جمعرات کے روز نواب عبدالطیف خان بہادر کی کوششوں سے کلکتہ میں نمازِ عیدالضحیٰ کا انتظام کیا گیا اور مولانا حافظ احمد صاحب جون پوری رحؒ کی اقتدا میں تقریباً ۷۰ ہزار مسلمانوں نے نماز ادا کی۔ اس سے قبل شہر کلکتہ میں مسلمانوں کا اتنا بڑا اجتماع کبھی نہیں ہوا تھا[1]۔

مولانا حافظ احمد جون پوری رحمہ کے انتقال کے بعد آپ کے بھتیجے اور جانشین مولانا حافظ عبد الرب رحؒ نے بنگال میں اپنے دادا مولانا کرامت علی جون پوری رحؒ کے دینی کاموں کو جاری رکھا۔ صفر ۱۲۹۱ھ = مارچ ۱۸۷۴ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۳۱۶ھ = ۱۸۹۸ء سے ۱۳۵۴ھ = ۱۹۳۵ء تک رشد و ہدایت کے کاموں کو انجام دیتے رہے۔ جمعرات ۲ر ربیع الاول ۱۳۵۴ھ = جون ۱۹۳۵ء کو جون پور میں انتقال ہوا[2]۔

---

[1] سیرت مولانا حافظ احمد جون پوری رحؒ ص ۹۱-۹۰ [2] سیرت مولانا حافظ احمد جون پوری رحؒ ص ۱۳۸-۱۳۴

مولانا حافظ احمد جون پوری رح کے دوسرے نامور خلیفہ مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب بدر پوری رح تھے۔ جو مولانا حاتم علی صاحب رح کے نام سے مشہور تھے۔ سلاطین دہلی نے سلطنت کی مشرقی سرحد پر سلہٹ کے پورب براک ندی کے کنارے ایک مضبوط قلعہ بنوایا تھا۔ یہ قلعہ ضلع کچھار (آسام) کے مقام بدر پور[۱] میں پوران بازار کے قریب تھا۔ اس قلعہ کی حفاظت کے لئے دہلی کے معزز خاندانوں سے شیخ، سید، مغل اور پٹھان چار فوجی افسر بھیجے گئے تھے۔ بعد میں ان چاروں افسروں کی اولاد علاقہ بدر پور میں سکونت پذیر ہوئی۔ ان میں سے شیخ افسر کی اولاد بند اسل نامی موضع میں آباد ہوئی۔ مولانا محمد یعقوب رح کے مورث اعلیٰ اسی خاندان سے تھے۔ مولانا کے والد کا نام شاہ محمد باصر تھا۔ مولانا محمد یعقوب صاحب رح ۱۲۶۴ھ ۱۸۴۸ء میں پیدا ہوئے۔ تعلیم سلہٹ، کٹک اور رام پور میں ہوئی۔ حدیث شریعت کی تعلیم مولانا عبدالحق خیرآبادی رح اور مولانا ارشاد حسین

---

[۱] بدر پور۔ آسام کے ضلع کچھار میں کریم گنج سب ڈویژن کا ایک شہر اور ریلوے جنکشن جو براک ندی کے بائیں کنارے پر ۲۴ درجہ ۵۱ دقیقہ شمال اور ۹۲ درجہ ۳۳ دقیقہ مشرق پر واقع ہے۔ بدر پور جنکشن سے ضلع کے صدر مقام سلچر کو ریلوے لائن جاتی ہے۔ یہاں براک ندی پر ۳۵۴ گز لمبا ریلوے کا مضبوط اور خوبصورت پل ہے۔ آسام کے پہاڑی علاقوں کے بعد وادیٔ سُرما کا یہ پہلا شہر ہے۔ ۱۹۱۲ء میں بدر پور تھانہ کا رقبہ ۴۷ مربع میل اور آبادی ۱۷۵,۵۴ نفوس تھی۔ ان میں مسلمان ۱۴,۸۱ ، ۲۵ تھے۔ بدر پور میں تیل کا کنواں ہے۔ [بقیہ حاشیہ ص ۱۳۵ پر]

رام پوری رح سے حاصل کی ۔ خواب میں مولانا حافظ احمد جون پوری رح سے ملاقات ہوئی ۔ تیسرے روز چاند پور ضلع کومِلّا میں حاضر ہوئے ۔ بیعت کے بعد اجازت وخلافت مرحمت ہوئی اور فوراً واپس کر دیا گیا ۔ پہلے چند مدرسوں میں نہایت خلوص کے ساتھ علم دین کی تعلیم دیتے رہے ۔ بدر پور میں مدرسہ عالیہ اور دارالحدیث قائم کیا ۔ آپ کی کوششوں سے بہت سی دینی درسگاہیں قائم ہوئیں ۔ ۷۸ سال کی عمر میں ۱۳۶۴ھ = جنوری ۱۹۴۵ء میں بدرپور کے پاس شِیداسِل میں انتقال ہوا ۔[۱]

کچھ دنوں تک مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب رح نے اپنے حالات کو چھپایا لیکن حالات کے آشکارا ہوتے ہی مسلمانوں کی کثیر تعداد اکتساب فیض کے لئے آپ کے پاس آنے لگی ۔ اضلاع سلہٹ ۔ کچھاڑ ۔ نوگاؤں ۔ گوال پارہ اور لکھیم پور کے مسلمانوں نے آپ سے بہت فیض حاصل کیا ۔ آپ کے ذریعہ احیائے دین کی ولی اللّٰہی تحریک اور امیر المومنین سید احمد شہید رح کا سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ آسام کے پہاڑی علاقوں اور وادی برہم پترا میں برما اور چین کی سرحدوں تک پھیل گیا ۔

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۴ کا]

تقسیم ہند سے قبل یہ علاقہ ضلع سلہٹ میں شامل تھا ۔ امپریل گزیٹیر آف انڈیا جلد ششم ص ۱۴۷؛ مردم شماری ۱۹۴۱ء ۔ آسام ۔ کے ۔ ڈبلو ۔ پی ۔ مرار ۱۹۴۲ء ۔

[۱] سیرت مولانا حافظ احمد جون پوری رح ۔ ص ۱۲۴ ۔ ۱۳۹ ۔

مشرقی بنگال میں امیر المومنین حضرت سید احمد شہید رح کے ایک اور خلیفہ حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوری رح کے ایک دوسرے پیر بھائی حضرت مولانا شاہ گلزار ملّا رح کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ آپ کے حالات زندگی معلوم نہیں ہو سکے ہیں۔ آپ کا مزار سوناری چار، تھانہ داود کانڈی[1] ضلع کومِلّا میں ہے وہیں آپ کا خاندان بھی آباد ہے۔ اس وقت آپ کے پوتے جناب خواجہ آفتاب الدین[2] صاحب مدظلہ، سجّادہ نشین ہیں۔ خواجہ صاحب کی عمر ۸۰ سال ہے۔ لیکن ضعیف اور کمزور ہونے کے باوجود دینی خدمات میں منہمک ہیں اور اس مقصد کے تحت اس پیرانہ سالی میں بھی سفر کی زحمت برداشت کرتے ہیں۔

حضرت مولانا شاہ گلزار ملّا رح کے خلیفہ حضرت خواجہ لاسکیر ملّا رح تھے۔ ان کا مزار چار بھاسانی۔ بیدّر بازار ضلع ڈھاکہ میں ہے۔ ڈھاکہ سے یہاں اسٹیمر اور موٹر لونچ سے جاتے ہیں۔ حضرت خواجہ لاسکیر ملّا رح کے خلیفہ ڈھاکہ میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ، مجددیہ کے مشہور بزرگ حضرت شاہ احسن اللہ صاحب صدیقی رح

---

[1] ڈھاکہ سے کومِلّا ہو کر چاٹگام کو جانے والی قومی شاہ راہ پر ڈھاکہ اور کومِلّا کے درمیان داود کانڈی مشہور مقام ہے۔ یہ ڈھاکہ ضلع کے منشی گنج کے تقریباً سامنے میگھنا ندی کے پورب واقع ہے۔ ۱۹۶۱ء میں داود کانڈی تھانہ کی آبادی ۵۳،۷۴۰ تھی جس میں ۸۹۵،۱۱،۲ مسلمان تھے۔

[2] خط الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ، بنام راقم الحروف مورخہ ۱۲؍ مئی ۱۹۷۵ء

گذرے ہیں۔ آپ کے مورث اعلیٰ سلہٹ کے حضرت جلالی مجرد یمنیؒ کے ساتھ بنگال تشریف لائے اور ڈھاکہ کے پاس سُنار گاؤں میں آباد ہوئے۔ آپ کے بزرگوں میں حضرت شاہ نوجوانؒ بکرم پور[1] ضلع ڈھاکہ کے بابا آدم شہید[2]ؒ کے ہمعصر تھے۔ حضرت شاہ نوجوانؒ کے صاحبزادے حضرت تاج محمدؒ اور اُن کے بیٹے حضرت شاہ صفی الدینؒ تھے۔ حضرت شاہ صفی الدینؒ کے صاحبزادے حضرت شاہ نور محمدؒ اپنی بزرگی، تقویٰ اور پرہیزگاری کے سبب عوام میں ٹھاکر مُلّا کے نام سے مشہور تھے۔ آپ سُنار گاؤں کے پاس تاتیا موضع میں آباد ہوئے یہیں حضرت شاہ احسن اللہ صدیقیؒ بھادوں ۱۲۰۵ بنگلہ فصلی (۱۷۹۸ء) میں پیدا ہوئے۔

---

[1] ضلع ڈھاکہ کے منشی گنج سب ڈویژن میں دھالیسوری ندی کے کنارے بکرم پور مشہور قصبہ اور پرگنہ کا صدر مقام ہے۔ ندیا ضلع کے نوادیپ کے بعد بنگال میں یہ سنسکرت کی تعلیم اور ہندو علوم وفنون کا دوسرا بڑا مرکز ہے تقسیم سے پہلے بنگال کے سرکاری دفاتر کے ایک تہائی ملازمین اسی پرگنہ سے آتے تھے۔ امپریل گزیٹیر آف انڈیا جلد ششم ص ۲۲۰

[2] پرگنہ بکرم پور کے رام پال موضع میں ہندو راجاؤں کا دارالحکومت تھا۔ راجہ بلّال سین کی راج باڑی سے تقریباً ایک میل پر حضرت بابا آدم شہید بکرم پوری رح کا مزار اور مسجد ہے۔ اس مقام کو قاضی قصبہ کہتے ہیں حضرت آدم شہید بکرم پوریؒ کا تعلق تیرہویں صدی عیسوی کے آغاز سے ہے۔ امپریل گزیٹیر آف انڈیا جلد نہم ص ۱۰۵۔ اور بکرم پورین اتیہاس" جوگندرناتھ دت۔ طبع ثانی ص ۵۵-۵۴-۳۵ بحوالہ خط مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ۔ بنام راقم الحروف۔ مورخہ ۲۰ اپریل ۱۹۷۵ء؛ ڈھاکہ گزیٹیر ۱۹۰

آپ نے بوڑھی گنگا ندی کے کنارے موسوری کھولا ضلع ڈھاکہ میں اقامت اختیار کی۔ بعد میں آپ نرندا نامی مقام کو منتقل ہو گئے۔ بھاگن ۱۲۷۷ھ بنگلہ فصلی (۱۸۷۰ء) میں حضرت لاسکیر ملّا رح سے بیعت ہوئے۔ پھر اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔ آپ کی عمر میں اللہ نے بڑی برکت دی اور ۱۲۸ سال تین ماہ ۲۷ روز کی عمر میں اکتیس ۱۳۱۱ھ بنگلہ فصلی = ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۴۵ھ = ۲۶ اکتوبر ۱۹۲۶ء کو ڈھاکہ میں انتقال فرمایا۔ مزار آپ کا شاہ صاحب لین ڈھاکہ میں ہے۔

حضرت شاہ احسن اللہ صدیقی رح کے حالات بنگلہ زبان میں مولانا عبد الماجد[1] صاحب رشدی مرحوم نے "ڈھاکہ موساری کھولا رحضرت قبلہ" کے نام سے لکھا ہے۔ حضرت شاہ احسن اللہ صاحب صدیقی رح کی ملاقات اپنے دادا پیر حضرت گلزار ملّا رح سے نہیں ہوئی تھی۔ لیکن اُن کو امیر المومنین سید احمد شہید رح کے دو خلفاء حضرت مولانا امام الدین بنگالی رح (سعد اللہ پور ضلع نواکھالی) اور حضرت مولانا کرامت علی صاحب جون پوری رح (متوفی ۱۸۷۳ء) کے ساتھ تبلیغ و اشاعتِ دین کے کاموں میں حصّہ لینے کا موقع ملا تھا[2]۔ حضرت شاہ احسن اللہ صاحب رح نے حضرت صوفی نور محمد صاحب

---

[1] مولانا ابو الفتح محمد عبد الماجد رشدی مرحوم بی اے (آنرز)، ایم اے عربی (علی گڑھ)؛ ایم اے فارسی (کلکتہ) سابق لائبریرین اسلامیہ کالج کلکتہ اور پھر پروفیسر ایڈن گرلس کالج ڈھاکہ۔ آپ کی کتاب شعبان ۱۳۷۹ھ = جنوری ۱۹۶۰ء میں شائع ہوئی۔

[2] خط جناب مولانا سید بشیر الدین صاحب ڈھاکہ۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۰ اپریل ۱۹۷۵ء
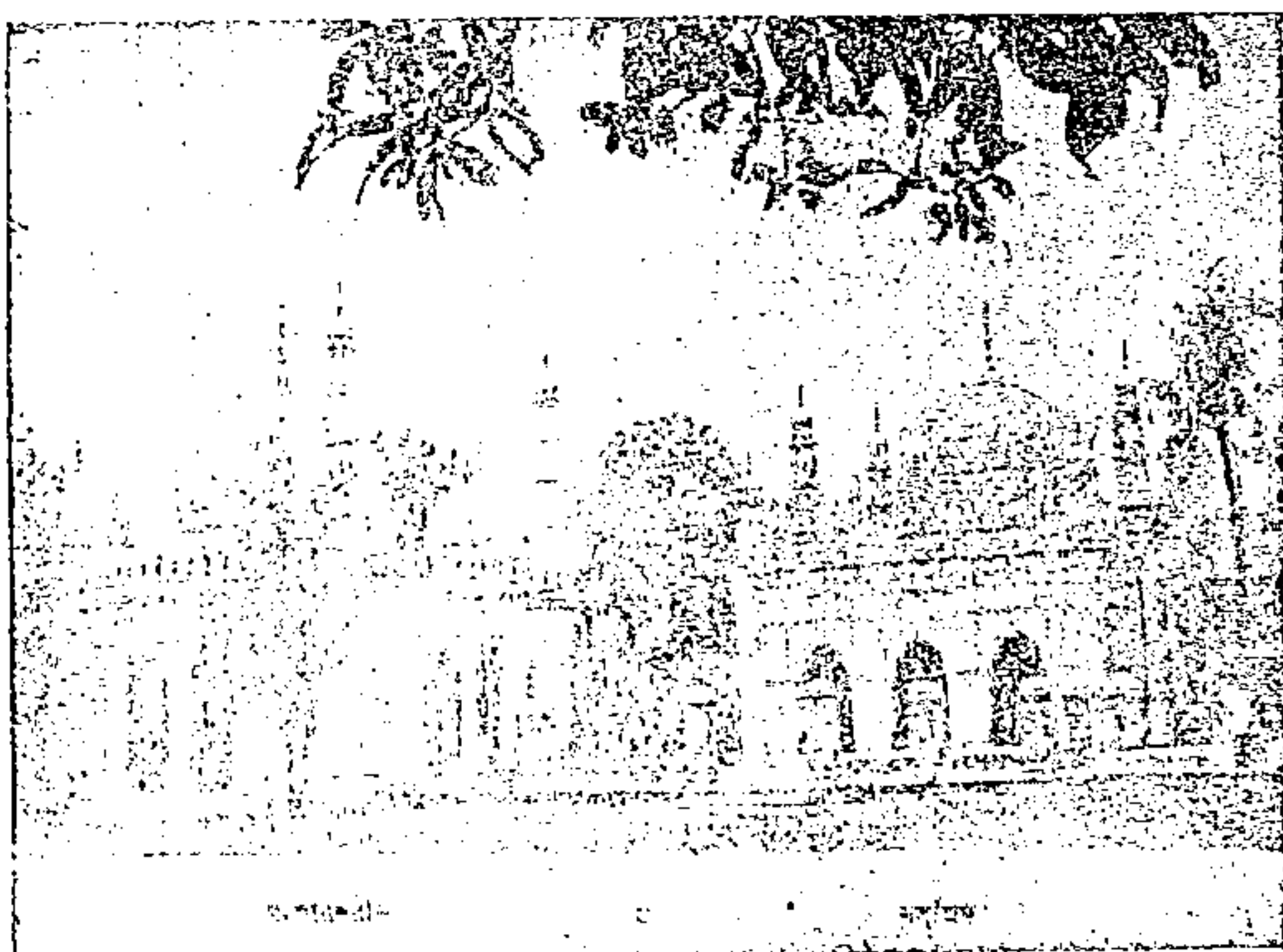
۶۔ مزار مبارک اور مسجد حضرت شاہ احسن اللہ صاحبؒ۔ ڈھاکہ

نظام پوری رح (متوفی ۱۸۵۸ء) اور اُن کے نامور خلیفہ حضرت صوفی فتح علی صاحب ولیسی چاٹگامی رح (متوفی ۱۸۸۶ء) کا زمانہ دیکھا تھا۔ آپ حضرت ولیسی رح سے ۲۷ سال قبل پیدا ہوئے اور اُن کے چالیس سال بعد انتقال کیا۔

حضرت شاہ احسن اللہ صاحب صدیقی رح کے تین بیٹے جناب شاہ عبدالعزیز رح۔ شاہ عبداللطیف رح اور شاہ عبدالحنّان رح تھے۔ آپ کے انتقال کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے جناب شاہ عبدالعزیز صاحب رح سجّادہ نشین اور مزار شریف، مسجد اور مدرسہ حسینیہ کے متولی مقرر ہوئے۔ جناب شاہ عبدالعزیز صاحب مجدّدی رح نے ۸۷ سال کی عمر میں فروری ۱۹۴۸ء میں انتقال کیا اور شاہ صاحب لین ڈھاکہ میں اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوئے۔ جناب شاہ عبدالعزیز صاحب مجددی رح کی صاحبزادی صوفیہ بیگم کی شادی جناب سیّد ابوالبشر محمود حسین صاحب سے ہوئی۔ آپ بنگلہ دیش سپریم کورٹ میں چیف جسٹس کے بعد سے سبکدوش ہیں اور آپ کو اجازت و خلافت اپنے خسر حضرت شاہ عبدالعزیز مجدّدی رح سے حاصل ہے۔

عزّت مآب جناب سیّد ابوالبشر محمود حسین صاحب مدظلہ، پرگنہ ترف مغربی حویلی۔ ڈاک خانہ لسکرپور ضلع سلہٹ کے رہنے والے اور فاتح سلہٹ سپہ سالار حضرت سید نصیرالدین رح کی اولاد میں ہیں۔ حضرت سیّد نصیرالدین[۱] الہ آبادی رح یعنی

---

[۱] حضرت سید نصیرالدین رح گوڑ کے مسلمان بادشاہ سلطان فیروز شاہ دہلوی (۱۳۲۲-۱۳۰۱ء)

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۰ پر]

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بیسویں پشت میں تھے۔ اور آنریبل مسٹر جسٹس سید ابو البشر محمود حسین صاحب مدظلہ[۱] آپ کی اٹھارہویں پشت میں سپہ سالار حضرت سید نصیر الدین رح ۶۲۷ھ = ۱۲۳۰ء میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کی نماز فجر کبھی قضا نہیں ہوئی تھی ۷۰۳ھ = ۱۳۰۳ء میں آپ نے حضرت جلال مجرد یمنی رح کی مدد سے سلہٹ کو فتح کیا تھا۔

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۹]

کے سپہ سالار تھے اور بادشاہ نے آپ کو سلہٹ کے راجہ گوڑ گوبند کے خلاف اپنے بھانجے سکندر غازی کی مدد کے لئے بھیجا تھا۔ دیکھئے صفحہ ۲۸-۲۷

[۱] آنریبل مسٹر جسٹس سید ابو البشر محمود حسین صاحب مدظلہ کو اللہ نے دین اور دنیا دونوں کی اعلیٰ نعمتوں سے نوازا ہے۔ وہ بنگلہ دیش کی سب سے بڑی عدالت میں عہدہ جلیلہ پر فائز ہیں اور مشرقی بنگال میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے ایک صاحب اجازت معزز و محترم شیخ طریقت حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رح کی طرح ان کی ذات میں دین اور دنیا کا حسین اجتماع ہو گیا ہے۔ شیخ صاحب کے ایک صاحبزادے سید عزیز الحسین عالمگیر کا انتقال ہو چکا ہے۔ مرحوم کے ایک بیٹے سید محمد جبّار حسین یادگار ہیں۔ سید محافظ الحسین جہانگیر، سید محمد دستگیر حسین اور سید محمد مذکّر حسین صاحب آپ کے تین دوسرے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی پانچ صاحبزادیوں میں سیّدہ ملکہ بیگم، ڈھاکہ میڈیکل کے ماہر بصریات ڈاکٹر محمد عبد الرحیم چودھری سے، سیّدہ شاہدہ بیگم سید محی الدین احمد صاحب سے، سیّدہ فاطمہ زہرا بیگم، چودھری محبوب احمد صاحب سے اور سیّدہ طاہرہ بیگم دیوان محمد نور الانوار حسین چودھری سے بیاہی ہوئی ہیں۔ پانچویں صاحبزادی سیّدہ حُسینہ بیگم ہیں۔ خط الحاج مولانا سید ابو البشر محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ ۱ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۰ اپریل ۱۹۷۵ء۔

۲- مولوی صوفی سیّد وارث علی صاحبؒ

امیر المومنین سیّد احمد شہیدؒ کے رفقائے کار میں مولوی سیّد وارث علی بنگالیؒ بڑے جیّد عالم اور پرہیزگار بزرگ گذرے ہیں[۱]۔ وہ علاقہ چاٹگام کے رہنے والے تھے اور اپنے پیر و مرشد کے ساتھ صوبہ سرحد کی معرکہ آرائیوں میں شریک تھے۔ حضرت سید شہیدؒ کے بنگالی رفقائے کار میں نہایت ممتاز مقام رکھتے تھے ان کے حالاتِ زندگی کسی ذریعہ سے اب تک حاصل نہیں ہو سکے ہیں۔ ممتاز المحدثین جناب مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہ نے اپنی قابلِ قدر تصنیف "حیات وسیّی"[۲] میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ولیسیؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ حضرت مولانا شاہ صوفی سیّد وارث علی صاحبؒ کے فرزند ارجمند تھے۔ اور اسلام آباد چاٹگام میں پیدا ہوئے تھے۔

مولانا غلام رسول صاحب مہر نے اپنی کتاب "سیّد احمد شہید" میں لکھا ہے کہ سیّد صاحبؒ کے ساتھ جانے والے غازیوں کی تعداد پانچ سو اور چھ سو کے درمیان

---

[۱] سیّد احمد شہید۔ غلام رسول مہر۔ جلد دوم ص ۷۱
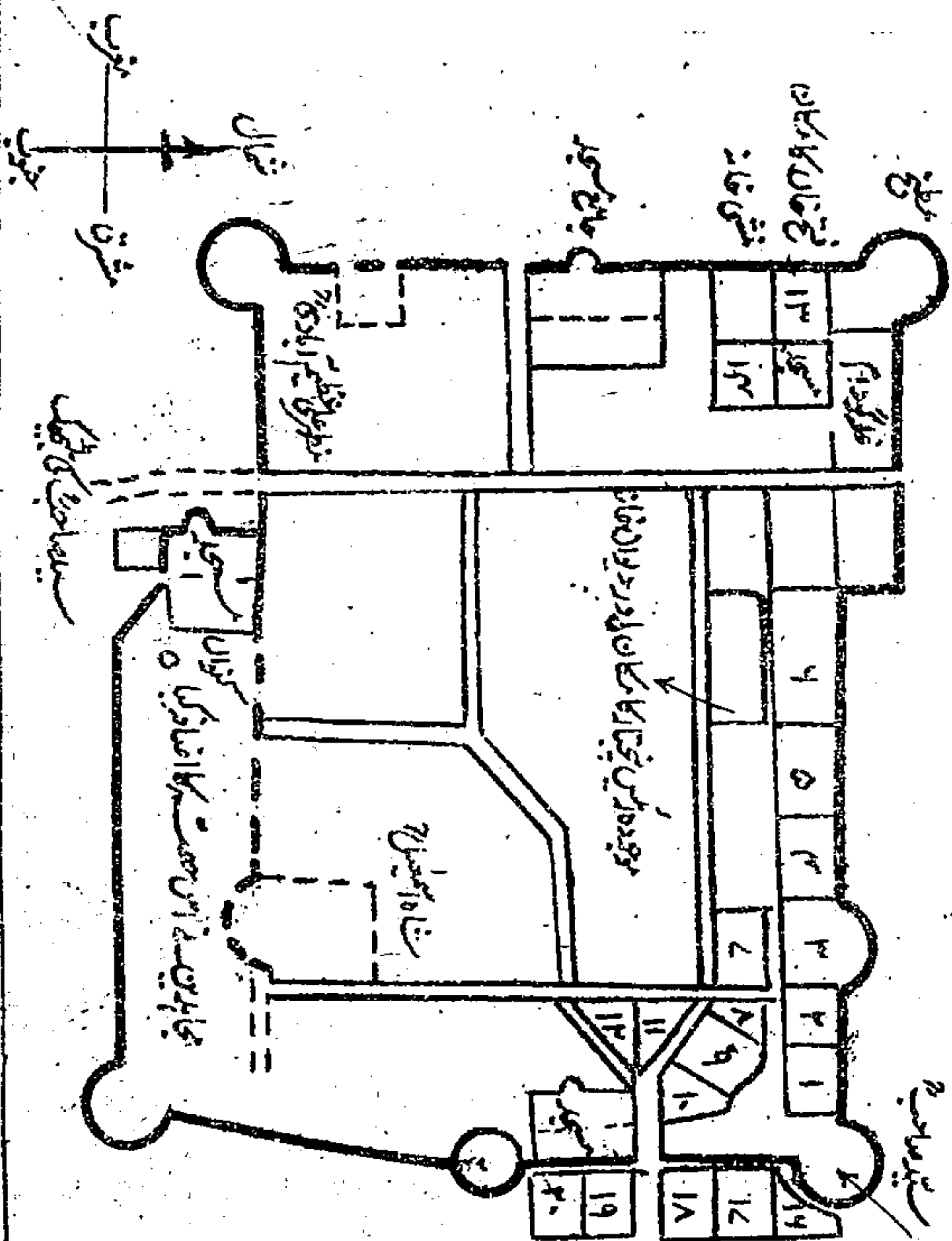
[۲] حیاتِ وسیّی۔ حصہ اردو ص ۸

۸ - قلعہ پنجتار (صوبہ سرحد)
پیمانہ ایک انچ = ۲۱۵ گز

۱- وارث علی بنگالی رح
۲- امام الدین بنگالی رح
۳- احمد علی بریلوی رح
۴- ابو محمد نصیر آبادی رح
۵- دادا ابو الحسن علم بردار رح
۶- سید موسیٰ رح
۷- امان اللہ لکھنوی رح
۱۰- قاضی حمایت اللہ رح
۱۱- قاضی برہان الدین رح
۱۸- نور محمد بنگالی رح

سید صاحب رح
مطبخ
غلہ گودام
فتح خان کا مکان
منشی خانہ
جامع مسجد
مسجد
موجودہ رئیس پنجتار کا مکان اور دیوان خانہ
شاہ اسمٰعیل رح
مظہر علی عظیم آبادی رح
کنواں
مجاہدین نے اس حصہ کا اضافہ کیا
سید صاحب رح کی بیٹھک
شمال
جنوب
مشرق
مغرب

تھی ۔ قیامِ جنگلی کے زمانہ میں جو غازی ساتھ تھے ۔ اُن لوگوں میں سے جن جن لوگوں کے نام مولوی فتح علی صاحب عظیم آبادی کو یاد تھے ۔ اُن کی ایک فہرست اُنہوں نے بعد میں مرتب کی تھی ۔ اُس فہرست کی مدد سے مولانا غلام رسول صاحب مہر نے اپنی کتاب میں جن دو سو غازیوں کا نام لکھا ہے اُن میں مولوی سید وارث علی صاحب رح کا نام شامل نہیں ہے[1] ۔

علاقہ سوات کے قلعہ پنجتار میں شمالی دیوار سے ملی ہوئی مکانوں کی ایک قطار تھی ۔ شمالی مشرقی برج میں امیر المومنین سید احمد شہید رح کی قیامگاہ تھی اور اس سے متصل پچھم پہلے کمرہ میں مولوی سید وارث علی بنگالی رح رہتے تھے[2] ۔ پنجتار سے چینئی جاتے وقت جو ۳۵ اصحاب حضرت سید شہید رح کے ساتھ گئے تھے ۔ اُن میں بھی مولوی وارث علی بنگالی رح کا نام شامل ہے[3] ۔ مایار کی لڑائی سے کچھ دنوں قبل توروُ کے مقام پر مغرب کی نماز کے وقت ہانڈی نہ اُتارنے کے باعث گوشت کو داغ لگ جانے کے سلسلہ میں حضرت سید شہید رح نے اپنے باورچی قادر بخش گنج پوری کی تادیب کرتے ہوئے اُس کے مددگار عبداللہ کے بارے میں جو "مردود" کا لفظ استعمال کیا تھا ، اس موقع پر میاں جی نظام الدین چشتی رح

---

[1] سید احمد شہید رح ۔ غلام رسول مہر ، جلد اول ص ۲۱۷ ۔ ۲۱۲

[2] سید احمد شہید رح ، غلام رسول مہر جلد دوم ، نقشہ قلعہ پنجتار مقابل ص ۶۹ اور ص ۷۱

[3] سید احمد شہید ۔ غلام رسول مہر ، جلد دوم ص ۱۵۹

علی ؒ
قاضی علاء الدین ؒ۔ مولوی امام الدین ؒ اور حافظ صابر ؒ وغیرہ کے ساتھ مولوی وارث
بھی موجود تھے۔ عشاء کی نماز کے بعد ان تمام حضرات نے آپس میں مشورہ کیا
کہ عادت شریف کے خلاف نا دانستہ طور پر یہ لفظ حضرت کی زبان مبارک سے نکل گیا
ہے۔ اس لئے حضرت کے حکم کے مطابق یاد دلانا چاہیئے۔ چنانچہ بعد نماز عشاء
میاں جی نظام الدین چشتی ؒ نے یاد دلایا۔ آپ کو بہت افسوس ہوا۔ اور آپ نے
عبداللہ کو بلوا کر تمام لوگوں کے سامنے اُس سے معافی مانگی۔ توبہ کیا اور مولانا
اسمٰعیل صاحب شہید ؒ کے آنے پر سارا واقعہ اُن سے بیان کیا۔[۱]

مایار کی جنگ کے وقت سے جناب مولانا غلام رسول صاحب مہر کی کتاب
میں حضرت مولانا صوفی سید وارث علی بنگالی ؒ کا کوئی ذکر نہیں ملتا ہے۔ حضرت
صوفی نور محمد صاحب ؒ مایار کی جنگ میں زخمی ہوئے تھے۔ معرکہ بالاکوٹ (مئی ۱۸۳۱ء)
کے بعد حضرت مولانا امام الدین صاحب بنگالی ؒ اور حضرت صوفی نور محمد صاحب
نظام پوری ؒ بنگال واپس آئے اور ان دونوں بزرگوں نے نواکھالی اور چاٹگام
کے علاقہ میں اپنے پیر و مرشد کے تبلیغی اور اصلاحی کاموں کو جاری رکھا۔ حضرت
صوفی نور محمد صاحب نظام پوری ؒ کے خلیفہ خان بہادر حمید اللہ خاں اسلام آبادی ؒ نے
احادیث الخوانین (تاریخ حمید) اور انوار النیرین میں ان دونوں بزرگوں کی
اعلیٰ دینی خدمات اور اُن کی اصلاحی کوششوں کا بڑے احترام سے ذکر کیا ہے۔

---

[۱] سید احمد شہید۔ غلام رسول مہر۔ جلد دوم ص ۳۶-۲۳۵

مولانا غلام رسول صاحب مہر نے اپنی کتاب میں صوبہ سرحد کی معرکہ آرائیوں کے سلسلہ میں جن ۱۳۵ شہدائے اسلام کے اسمائے گرامی کی فہرست[1] پیش کی ہے اُس میں مولانا سید وارث علی بنگالیؒ کا نام شامل نہیں ہے۔

مولانا غلام رسول صاحب مہر کو اس کا اعتراف ہے کہ معرکہ بالاکوٹ اور اُس کے بعد ضروری کاغذات اور یادداشتوں کے ضائع ہو جانے کے باعث شہداء کی فہرست مکمل نہیں ہو سکی۔ اور یہ بھی یقین ہے کہ حضرت صوفی سید وارث علی رح اپنے وطن واپس نہیں آئے۔ ورنہ خان بہادر حمید اللہ خانؒ اور دوسرے مورخین اپنی کتابوں میں حضرت سید شہیدؒ کے اس نامور خلیفہ اور مجاہد اسلام کا ضرور ذکر کرتے۔ حیات وسیی کے مصنف جناب مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہ کا خیال ہے کہ قطب الارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب وسییؒ کے والد محترم حضرت مولانا صوفی سید وارث علیؒ پنجتار ضلع سوات کے پچھم پہاڑی علاقوں میں شہید ہوئے اور مزار مبارک آپ کا پنجتار[2] (صوبہ سرحد) میں ہے۔ تمام حالات کی روشنی میں مجھے بھی مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہ کے خیال سے پوری طرح اتفاق ہے۔

---

[1] سید احمد شہید۔ غلام رسول مہر جلد دوم ص ۴۳۲-۴۳۵

[2] خط جناب مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہ کلکتہ ۲۴۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۸ر جولائی ۱۹۷۴ء

۷۔ حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب وَیسی رح کی پیدائش اور تعلیم

قطب الارشاد حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب وَیسی رح کی ابتدائی زندگی کے حالات معلوم نہیں ہیں۔ لیکن اگہن ۱۲۹۳ بنگلہ فصلی[1] = ربیع الاوّل ۱۳۰۴ھ = (دسمبر ۱۸۸۶ء) میں انتقال کے وقت آپ کی عمر ۶۱ سال تھی۔ ان علاقوں میں زیادہ تر بنگلہ فصلی سال رائج ہے۔ بنگلہ فصلی شمسی سال ہے۔ اس طرح شمسی سال کے مطابق آپ کی پیدائش ۱۲۳۲ بنگلہ فصلی یعنی ۱۲۴۱ھ مطابق ۱۸۲۵ء میں ہوئی۔ امیر المومنین حضرت سیّد احمد شہید رح ۷ جمادی الاوّل ۱۲۴۱ھ مطابق ۱۷ جنوری ۱۸۲۶ء کو رائے بریلی (اودھ) سے سفر جہاد پر روانہ ہوئے تھے[2]۔ حضرت سید شہید رح کی سفر جہاد پر روانگی سے چند ماہ قبل حضرت صوفی سید فتح علی صاحب رح کی پیدائش ہو چکی تھی۔

مولانا زین العابدین صاحب اختری نے لکھا ہے کہ "بچپن سے نہایت

---

[1] بنگلہ سال شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر کے عہد حکومت میں ۶۳-۹۶۲ھ = مطابق ۵۶-۱۵۵۵ء میں شروع ہوا۔ یہ فصلی سال ہے۔ بنگلہ اور عیسوی سال میں ۵۹۳ سال کا فرق ہے۔ ہندوستان ایر بک ۱۹۷۰ء۔ صہ ۳۹

[2] سید احمد شہید۔ غلام رسول مہر۔ جلد دوم صہ ۲۸۲

فہیم اور ذکی الطّبع تھے۔ کم سنی میں اُنہوں نے قرآن پاک اور دوسری چند ضروری کتابوں سے فراغت حاصل کر لیا۔ پھر تفسیر قرآنی، حدیث نبوی، فقہ اور اصول فقہ، عقائد، منطق اور فلسفہ، بلاغت اور خصوصًا عربی اور فارسی ادب میں مہارت کاملہ حاصل کی۔[۱]

ضلع ہوڑہ کے جگت بلبھ پور تھانہ میں مُن شبر ہاٹ کے قریب دہشہ ایک تاریخی مقام ہے۔ اُنیسویں صدی عیسوی میں دہشہ میں ایک شاندار مدرسہ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب ویسی رح نے اِسی مدرسہ میں مکمّل تعلیم حاصل کی تھی۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا ہے کہ حضرت صوفی صاحب رح تعلیم کے لئے چاٹگام سے کب اور کس عمر میں دہشہ تشریف لائے۔ اُن کے اساتذہ کا بھی نام معلوم نہیں ہے۔ دہشہ میں حضرت مولانا شاہ صوفی غلام قادر صاحب رح ایک مشہور عالم اور کامل بزرگ گذرے ہیں۔ یہ حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوری رح کے خلیفہ اور حضرت صوفی فتح علی صاحب ویسی رح کے پیر بھائی تھے۔ اُن کا مزار دہشہ میں ہے۔ دہشہ کا مدرسہ اب باقی نہیں ہے۔[۲]

---

[۱] حیات ویسی، مایہ ناز تحفہ۔ مولانا زین العابدین اختری۔ ۱۹۶۸ء اردو ص ۸

[۲] خط جناب مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہ۔ گارڈن ریچ، کلکتہ ۲۴۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۴ جون ۱۹۷۲ء۔ اس بات کی تحقیق کے لئے جناب مولانا زین العابدین صاحب محترم خود دہشہ تشریف لے گئے تھے اور تحقیق کر کے راقم الحروف کو خط کے ذریعہ مطلع فرمایا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت وسیؔ کو فارسی زبان و ادب، اُس کے محاورات، ضرب الامثال اور صنائع و بدائع پر اہلِ زبان کی طرح عبور حاصل ہے۔ وہ شمالی ہندوستان میں مسلمانوں کے تہذیبی اور تمدنی مراکز سے بہت دُور سلطنت کے اُس حصّہ میں پیدا ہوئے تھے۔ جہاں مسلمانوں کا آفتابِ اقبال اُن کی پیدائش سے بہت قبل غروب ہو چکا تھا۔ اُن کی مقامی زبان میں اسلامی ادب کا سرمایہ بہت کم تھا۔ لیکن اُن ناموافق حالات کے باوجود اپنی فطری ذہانت اور طبّاعی، ادبی ذوق و شوق، مذہبی ماحول، رُوحانی تربیت اور جنابِ رسالت مآب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ جذبۂ عشق کی بدولت، عشق و محبت کی ایک لافانی یادگار اور ادبِ فارسی کا ایک زندہ جاوید کارنامہ پیش کرنے میں کامیاب ہوئے۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ دیوانِ وسیؔ ایک عاشقِ صادق کی طرف سے ملکِ بنگال کے مسلمانوں کے ایک مایۂ ناز تحفہ ہے۔

۸۔ حصولِ بیعت اور تعلیمِ طریقت

حصولِ تعلیم کے بعد حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب وسیؔ رح کی طبیعت تصوّف اور معرفت کی طرف مائل ہوئی اور وہ امیر المومنین حضرت سیّد احمد شہید رح کے خلیفہ اور اپنے والدِ محترم کے دوست اور شریکِ کار

حضرت مولانا صوفی نذر محمد صاحب نظام پوری رح کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے[1]۔
اور عرصہ دراز تک اپنے پیر و مرشد کی خدمت بابرکت میں حاضر رہ کر سلوک کی منزلیں
طے کرتے رہے اور اپنی محنت اور ریاضت اور مرشد کی نگاہِ کرم سے علم طریقت
میں کمال حاصل کیا اور اپنے وقت کے شیخ طریقت اور عارف کامل ہوئے۔

۹ - سلاسلِ طریقت

قطب الارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ولیسی رح کو سلسلہ
عالیہ نقشبندیہ مجددیہ، سلسلہ عالیہ قادریہ اور سلسلہ عالیہ چشتیہ میں اجازت و خلافت
حاصل تھی۔ لیکن نقشبندیہ فیض غالب تھا۔ طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں آپ کا
سلسلہ تین واسطوں سے امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رح
تک، سات واسطوں سے امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رح
تک، پندرہ واسطوں سے حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رح امام طریقہ عالیہ
نقشبندیہ تک، اکیس واسطوں سے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رح تک،
پچیس واسطوں سے سلطان العارفین حضرت خواجہ بایزید بسطامی رح تک اور
انتیس واسطوں سے امیر المومنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ
عنہ تک پہنچتا ہے۔

---

[1] حیات ولیسی - مولانا زین العابدین اختری، حصہ اردو ص ۱۰-۹

طریقۂ عالیہ قادریہ میں آپ کا سلسلۂ معرفت سات واسطوں سے امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رح تک نیرہ واسطوں سے حضرت شاہ گدا رحمن اول رح تک بیس واسطوں سے قطب العالم، غوث الاعظم حضرت سید محی الدین عبد القادر جیلانی رح پیران پیر دستگیر تک ستائیس واسطوں سے حضرت شاہ سید موسیٰ الجون رح تک اور تیتیس واسطوں سے امیر المومنین سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔

طریقۂ عالیہ چشتیہ میں آپ کا سلسلہ معرفت سات واسطوں سے حضرت شیخ قاضی خان یوسف ناصحی ظفر آبادی رح تک، گیارہ واسطوں سے حضرت شیخ نور الحق نور قطب عالم رح (پانڈوہ شریف۔ ضلع مالدہ) تک، چودہ واسطوں سے سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رح تک، سترہ واسطوں سے سلطان الہند، سلطان العارفین حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رح تک، چوبیس واسطوں سے حضرت خواجہ شرف الدین ابو اسحاق شامی رح تک، انتیس واسطوں سے حضرت خواجہ فضیل بن عیاض رح تک اور بتیس واسطوں سے امیر المومنین سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔

۱۰ - ملازمت

حیات رستمی کے مصنف نے لکھا ہے کہ قطب الارشاد حضرت صوفی

سید فتح علی صاحب وسیمؔ چاٹگام سے کلکتہ آکر مٹیا برج میں نواب واجد علی شاہ کے پرائیوٹ سکریٹری مقرر ہوئے اور بعد میں ترقی کرکے حکومتِ ہند کے قائم کردہ پولیٹیکل پنشن آفس جہاں سے معزول والی اودھ اور اُن کے اعزّا کو پنشن ملتی تھی۔ اُس میں سپرنٹنڈنٹ کے عہدہ پر فائز ہوئے[1]۔

جانِ عالم نواب واجد علی شاہ اختر سلطنت اودھ کے آخری حکمراں تھے۔ وہ ۲۶ صفر ۱۲۶۳ھ مطابق ۱۳ فروری ۱۸۴۷ء کو تخت نشین ہوئے۔ لارڈ ڈلہوزی کے عہدِ حکومت میں ۳۱ جنوری ۱۸۵۶ء کو انتزاعِ سلطنت کا اعلان ہوا۔ اور ۷ فروری ۱۸۵۶ء کو جنرل اوٹرم ریزی ڈنٹ نے اودھ کے چیف کمشنر کی حیثیت سے سلطنت پر قبضہ کرلیا۔ سرکارِ انگریزی نے معزول نواب اودھ کی بارہ لاکھ اور اُن کے اعزّا، اقربا، ملازمین اور شاگرد پیشہ کی تین لاکھ سالانہ پنشن مقرر کیا۔ نواب واجد علی شاہ ۵ رجب ۱۲۷۲ھ مطابق ۳ مارچ ۱۸۵۶ء کو لکھنؤ سے روانہ ہوئے اور ۱۳ مئی ۱۸۵۶ء کو مٹیا برج کلکتہ پہنچے۔ زمانۂ غدر میں بادشاہ اودھ کو فورٹ ولیم میں قید کردیا گیا۔ ۲۶ ماہ بعد ۹ جنوری ۱۸۵۹ء کو قید سے رہا ہوئے۔ ۳ محرم ۱۳۰۵ھ مطابق ۲۱ ستمبر ۱۸۸۷ء کو انتقال کیا اور کلکتہ میں مٹیا برج کے امام باڑے میں دفن ہوئے[2]۔

---

[1] حیاتِ وسیمؔ۔ مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہ۔ حصہ اُردو ص۱۱

[2] تاریخ اودھ۔ نجم الغنی رام پوری۔ جلد پنجم ص۱۸۲-۱۱۸

مٹیا برج کا قلعہ مسلمانوں کے دورِ حکومت سے موجود تھا۔ یہ مقام کلکتہ کے جنوبی مغربی مضافات میں گارڈن ریچ کی مغربی حد اور دریائے ہوگلی کے جنوبی کنارے پر نہایت پُر فضا مقام پر واقع ہے۔ دریا کی دوسری طرف ٹھیک سامنے اُتر ریسیب پور ہوڑہ کا شہرۂ آفاق نیشنل بوٹینیکل گارڈن ہے۔ مٹی کے اس قلعہ میں جہاں نواب واجد علی شاہ معزول نواب اودھ نے اپنے لئے عمارتیں بنوائیں اور امام باڑہ اور چڑیا خانہ وغیرہ تعمیر کرایا اُس کو سُلطان خانہ کہتے ہیں ــــ غریب الوطنی میں نواب مرحوم کے ساتھ بیس ہزار آدمی وابستہ تھے اور مٹیا برج لکھنؤ کا نمونہ بن گیا تھا۔

مٹیا برج میں معزول نواب اودھ اور اُن کے متوسّلین کو پندرہ لاکھ سالانہ پنشن ملتی تھی اور حکومتِ ہند کی طرف سے اس پولیٹیکل پنشن کے انتظام کے لئے ایک باضابطہ دفتر قائم کیا گیا تھا۔ اسی محکمہ کی طرف سے حضرت صوفی سید فتح علی صاحب وَیسیؒ نواب واجد علی شاہ کے پرائیوٹ سکریٹری مقرر ہوئے اور پھر ترقی کر کے اُس دفتر کے سپرنٹنڈنٹ (ناظم) کے عہدہ پہ فائز ہوئے۔ یہ معلوم نہیں کہ حضرت وَیسیؒ کلکتہ کب تشریف لائے اور کتنے دنوں تک پولیٹیکل پنشن کے اس دفتر سے وابستہ رہے۔

سنہ ۱۸۵۶ء میں نواب واجد علی شاہ کی کلکتہ میں آمد کے وقت حضرت وَیسیؒ کی عمر اکتیس سال تھی۔ ہو سکتا ہے کہ اُس وقت کلکتہ میں موجود رہے ہوں یا نواب معزول کی فورٹ ولیم میں قید سے رہائی کے بعد یہاں مقرر ہوئے ہوں اندازہ

۷۔ دستخط مبارک حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی رح

ہ کہ حضرت وارثی رح دس بارہ سال تک بہ سلسلۂ ملازمت اس دفتر سے وابستہ
ونکہ نومبر ۱۸۶۷ء میں انہوں نے اس لیٹیکل پنشن آفس کے سپرنٹنڈنٹ کی
یثیت سے مشاہرہ لیا تھا اور حسب قاعدہ ایک آنہ کی ٹکٹ چسپاں کر کے
شاہرہ کے رجسٹر پر جو انہوں نے دستخط کیا تھا۔ اس کی فوٹو نقل ممتاز المحدثین
ناب مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہ نے اپنی تصنیف حیات وارثی
کے حصہ بنگلہ میں صفحہ ۲۵ پر پیش کیا ہے۔ ٹکٹ کے بائیں طرف بالائی گوشہ میں
فتحعلی عفی عنہ" لکھا ہے۔

۱۸۶۷ء میں صوفی صاحب رح کی عمر بیالیس ۴۲ سال ہو چکی تھی اور وقت
گیا تھا کہ قدرت نے جن اعلیٰ مقاصد کے لئے اُن کو پیدا کیا تھا۔ اُن کی طرف
ری طرح متوجہ ہو جائیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں مولانا اختری صاحب لکھتے ہیں
" اس کے بعد حضور قبلہ نے اس عمدہ عہدہ کو ترک کرتے ہوئے توکّل اور قناعت
طریقہ اختیار فرمایا اور اپنے ارشاد فیض بنیاد سے ایک جہان کی رُشد و ہدایت
ں معروف رہے[1]" قیاس غالب ہے کہ ۱۸۶۷ء کے کچھ ہی دنوں بعد وہ اپنی
رکاری ملازمت سے مستعفی ہو گئے اور زندگی کے باقی ماندہ اٹھارہ ۱۸ انیس سال
سلمانوں کے اصلاح عقائد اور خلق خدا کی رُشد و ہدایت میں صرف کیا۔

---

[1] حیات وارثی۔ مولانا زین العابدین اختری۔ حصہ اُردو صفحہ ۱۱

۱۱۔ شادی

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی رح کی اہلیہ محترمہ بی بی فاطمہ پناسی ضلع مرشد آباد کی رہنے والی تھیں۔ شاید قیام کلکتہ کے ابتدائی زمانہ میں آپ نے پناسی میں شادی کی تھی اور سرکاری ملازمت سے مستعفی ہونے کے بعد سسرالی رشتہ داری اور پھر سرکار شریف آباد[1] میں مسلمانوں کے اعلیٰ تہذیب و تمدن کے باعث آپ نے پناسی ضلع مرشد آباد میں قیام کو پسند فرمایا ہو۔

مسلمانوں کے دور کی قدیم سرکار شریف آباد کا بڑا حصہ اس وقت ضلع بردوان کے کٹوا اور ضلع مرشد آباد کے کانڈی سب ڈویژنوں میں اور کچھ حصہ بردوان صدر سب ڈویژن میں شامل ہے[2]۔ یہاں مسلمانوں میں زیادہ تر شرفا، علما اور مشائخ کی آبادی تھی۔ دارالحکومت گوڑ سے مدنا پور اور کٹک کو جانے والے

---

[1] سرکار شریف آباد۔ شہر بردوان اور شہر مرشد آباد کا درمیانی حصہ جو ۲۶ پرگنوں پر مشتمل تھا، جہاں شرفا کی آبادی تھی۔ دارالحکومت گوڑ کی تباہی کے بعد بہت سے علماء اور مشائخ یہاں آکر آباد ہو گئے تھے۔ سنہ ۱۵۹۰ء میں بردوان شہر بھی اسی سرکار میں شامل تھا اور اس کی آمدنی چھیالیس ہزار نو سو چھیاسٹھ آنے تھی۔ بردوان ضلع گزیٹیر۔ جے سی۔ کے پیٹرسن سنہ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۴۔ اور رود کوثر۔ شیخ محمد اکرام صفحہ ۴۶۱

[2] رود کوثر۔ شیخ محمد اکرام صفحہ ۶۱-۱۶۰؛ مرشد آباد ضلع گزیٹیر۔ ایس۔ ایس او میلی سنہ ۱۹۱۴ء صفحہ ۱۵۵

۹۔ سرکار شریف آباد

منگل کوٹ ۔ پپناشی ۔ شاہ پور ۔ سیج گرام

پیمانہ ایک انچ = ۸ میل

شاہی سڑک اس علاقہ سے گذرتی تھی۔ ۱۵۷۳ء میں گوڑ کی تباہی کے بعد وہاں کے بہت سے علما اور مشائخ اس علاقہ میں آباد ہو گئے تھے اور اس علاقہ کے بہت سے دیہات اسلامی علم و ہدایت کا مرکز بن گئے تھے۔ سرکار شریف آباد کا مذہبی، تمدنی اور سیاسی مرکز کٹوا سب ڈویزن میں کو نو ندی کے کنارے منگل کوٹ کا قصبہ تھا۔ جہاں حضرت مخدوم شاہ محمد غزنوی عرف راہی پیرؒ کا مزار ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ ۱۲۰۲ء میں یہاں تشریف لائے اور آپ کے فیض سے یہ علاقہ فتح ہوا۔ دوسرا مزار شاہ عبداللہ گجراتیؒ کا ہے۔ سلطان علاءالدین حسین شاہ (۱۴۹۳-۱۵۱۸ء) اور ان کے بیٹے سلطان ناصرالدین نصرت شاہ (۱۵۱۸-۳۲ء) کی بنوائی ہوئی شاندار مسجدیں ہیں۔ یہیں عہد شاہ جہانی کے مشہور بزرگ اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ کے نامور خلیفہ حضرت مولانا شیخ حمید الدین دانشمندؒ کا مزار ہے۔

حضرت مولانا شیخ حمید الدین دانشمند بنگالیؒ کے مورث اعلیٰ قاضی ضیاءالدین المعروف بہ احمد سالارؒ تیرہویں صدی عیسوی میں بادشاہ جلال الدین خلجی فیروز شاہ دوم کے عہد حکومت میں نیڈدہ ضلع ہوگلی کے مشہور بزرگ حضرت صفی الدین شہیدؒ کے ساتھ تشریف لائے تھے۔ ان ہی کے نام پر سرکار

سلہ ہوگلی ضلع گزیٹیر۔ ایس۔ ایس۔ او میلی ۱۹۱۲ء ص ۲۹۷

شریف آباد میں سالار نامی قصبہ ہے جو برہوا اعظیم گنج کٹوا لوپ لائن پر ایسٹرن ریلوے کا اسٹیشن بھی ہے۔ مولانا حمید الدین دانشمند رح منگل کوٹ میں پیدا ہوئے اعلیٰ تعلیم کے لئے لاہور تشریف لے گئے۔ جہاں علوم ظاہری کا پوری طرح مطالعہ کیا اور ان علوم کا ایسا اثر ہوا کہ وہ صوفیائے کرام کے مخالف ہو گئے۔ اسی زمانہ میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رح لاہور میں تھے۔ لیکن حضرات صوفیہ سے مخالفت کی بنا پر مولانا حمید الدین دانشمند بنگالی رح نے ان سے فیض حاصل نہیں کیا۔ تکمیل تعلیم کے بعد وطن مالوف جاتے ہوئے دہلی آئے اور مفتی عسکری رح[1] کے مکان پر قیام پذیر ہوئے۔ مفتی صاحب آپ کے تبحر علمی سے بہت متاثر ہوئے لیکن اثنائے گفتگو میں اُن کو معلوم ہوا کہ مولانا حمید دانشمند رح تصوف اور مشائخ تصوف سے عموماً اور حضرت مجدد رح کے خصوصاً مخالف اور منکر ہیں دو، تین دنوں بعد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رح دہلی تشریف لائے اور اتفاقیہ مفتی عسکری صاحب

---

[1] رود کوثر۔ شیخ اکرام صفحہ ۲۶۳؛ جناب مولانا نسیم احمد صاحب فریدی، فاروقی۔ امروہی لکھتے ہیں کہ لاہور سے وطن جاتے ہوئے حضرت مولانا حمید دانشمند رح آگرہ میں خواجہ عبد الرحمٰن صاحب مفتی کابلی کے مکان پر قیام پذیر ہوئے اور وہیں ان کی ملاقات حضرت مجدد الف ثانی رح سے ہوئی تھی۔ تذکرہ مجدد الف ثانی رح۔ مرتبہ مولانا محمد منظور نعمانی۔ لکھنؤ۔ اکتوبر ۱۹۵۷ء۔ صفحہ ۲۳۰؛ حضرت حمید بنگالی رح وقف کمیٹی کے صدر جناب ڈاکٹر ایم۔ اے۔ تراب صاحب، کو منزل، منگل کوٹ سے لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ حمید دانشمند رح لاہور سے وطن جاتے ہوئے چند روز دہلی میں وہاں کے مفتی اعظم کے مکان پر قیام پذیر ہوئے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رح سے اُن کی پہلی ملاقات وہیں ہوئی۔

[illegible]

کے مکان پر مولانا حمید دانشمند بنگالی رح سے آپ کی ملاقات ہو گئی۔ کہا جاتا ہے کہ جب مولانا حمید دانشمند بنگالی رح کو مفتی صاحب کے مکان پر حضرت مجدّد پاک رح کی آمد کی اطّلاع ہوئی تو اس خیال سے کہ اُن سے ملاقات نہ ہو، وہاں سے قبل ہی روانہ ہو گئے۔ لیکن اپنی ایک قیمتی کتاب وہاں بھول آئے۔ جب کتاب لینے واپس آئے، تو حضرت مجدّد رح تشریف لا چکے تھے۔ یہ اُس مجلس میں نہایت خاموشی کے ساتھ ایک گوشہ میں بیٹھ گئے۔ مجلس ختم ہونے کے بعد حضرت امام ربّانی مجدّد الف ثانی رح یکایک وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور مفتی صاحب کی گذارش کے باوجود نہیں ٹھہرے۔ جاتے وقت حضرت شیخ حمید الدین بنگالی رح کی طرف توجہ فرمائی اور فرمایا "ہاے شیخ حمید ایں جا بودہ اند"۔ مفتی صاحب رح حضرت مجدّد پاک رح کو دروازہ تک پہنچانے آئے، اُن کا خیال تھا کہ مولانا حمید رح حضرت مجدّد پاک رح کی مخالفت اور اُن سے بد اعتقادی کے سبب اپنی جگہ سے ہلیں گے بھی نہیں لیکن دیکھا کہ حضرت مجدّد رح کے پیچھے پیچھے چلے جا رہے ہیں۔ اس وقت حضرت مجدّد پاک رح ان کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہوئے۔ یہاں تک کہ اپنی قیام گاہ پہنچ گئے۔ مولانا حمید بنگالی رح دروازہ پر گریاں و حیراں کھڑے رہے۔ اس کے بعد حاضری کی اجازت دی گئی، بیعت سے مشرف ہوئے۔ جب حضرت امام ربّانی مجدّد الف ثانی رح دہلی سے سرہند تشریف لے گئے۔ تو یہ بھی ساتھ گئے، تقریباً دو سال تک آستانہ عالیہ پر حاضر رہے اور منازل سلوک طے کئے۔ اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے اور پیر و مرشد کے حکم سے وطن کو واپس آئے۔[1]

[1] تذکرہ مجدّد الف ثانی رح۔ مولانا محمد منظور نعمانی۔ صفحہ ۳۳۔ اور خط جناب ڈاکٹر محمد ابو تراب صاحب (نقیب ما ... ۱۹۸۱ء)

اجازت و خلافت کے بعد حضرت مجدد پاک رحمہ نے آپ کو اپنا ایک خرقہ بھی دینا چاہا لیکن مولانا شیخ حمید نے عرض کیا کہ ان کے لئے حضرت کا پاپوش مبارک کافی ہے۔ حضرت مجدد رح نے آپ کی اس درخواست کو قبول فرمایا۔ حضرت شیخ حمید بنگالی رح پیر و مرشد کی "کفش مبارک" کی بیش بہا دولت کو اپنی دستار میں لپیٹ کر وطن کو روانہ ہوئے اور زندگی کا باقی حصہ ارشاد و ہدایت میں صرف کیا۔ ۱۰۵۳ھ/۱۶۴۳ء میں انتقال ہوا۔ مزار مبارک منگل کوٹ ضلع بردوان میں اسلامی ہند کی بہت بڑی زیارت گاہ اور مرجع خلائق ہے۔[1]

حضرت مولانا شیخ حمید دانشمند بنگالی مشرقی ہندوستان میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رح کے سب سے بڑے خلیفہ ہیں۔ بعد مسافت کی وجہ سے آپ کو سرہند شریف میں آستانہ عالیہ پر دوسری بار حاضری کا موقع نہ مل سکا۔ لیکن آپ کی ذات والا صفات سے سرزمین بنگال میں نقشبندی، مجددی فیض کا چشمہ جاری ہوا۔ اور ہزاروں ہزار طالبین حق نے آپ سے فیوض و برکات کے خزانے حاصل کئے اور منزل مقصود پر پہنچے۔

کہا جاتا ہے کہ شاہ جہاں بادشاہ آپ کا بہت معتقد تھا۔ نور جہاں بیگم

[بقیہ حاشیہ ص ۱۵۸ کا]

منگل کوٹ ضلع بردوان۔ بنام راقم الحروف موصولہ ۲۹ مئی ۱۹۷۵ء

[1] رود کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۲۶۳۔ تذکرہ مجدد الف ثانی۔ مولانا محمد منظور نعمانی ص ۳۲۲ اور خط جناب ڈاکٹر محمد ابو تراب صاحب مئی ۱۹۷۵ء

کی سازشوں کے باعث باپ سے بغاوت کر کے ۱۰۶۴ھ/۱۶۲۴ء میں جب اس نے بردوان کو فتح کیا، تو منگل کوٹ جاکر آپ سے ملاقات کی اور اخذ فیض کیا۔ اس سفر میں بادشاہ نے منگل کوٹ سے چھ میل کے فاصلہ پر اجے ندی کے کنارے جہان آباد نامی بستی میں قیام کیا اور وہاں سے پاپیادہ دربار عالی میں حاضر ہوا۔ آپ کی مسجد، مدرسہ اور خانقاہ کے اخراجات کے لئے ۸۰ ہزار سالانہ آمدنی کی وسیع اراضی کا فرمان جاری کیا۔ جب حضرت نے لاخراج زمین قبول کرنے سے انکار کیا تو ایک آنہ فی بیگھہ سرکاری مال مقرر کیا گیا۔ مزار مبارک کے پاس جو مسجد تھی اُسے اسی بادشاہ نے تعمیر کرایا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ شاہ جہانی مسجد کی تعمیر کے زمانہ میں ایک شہتیر چھوٹی تھی۔ کاریگروں نے آپ کو خبر کی۔ آپ نے کاریگروں کو ناشتہ کرنے کے لئے گھر بھیج دیا اور اُن لوگوں کے غائبانہ میں شہتیر سے فرمایا۔ "تم جنگل میں بڑھ گیا میری مسجد کے لئے یہاں نہیں بڑھ سکتی" چنانچہ شہتیر بڑھ گئی اور ضرورت سے زیادہ پائی گئی۔ بہت سے لوگوں نے مسجد کی دیوار سے باہر اس شہتیر کا حصہ دیکھا تھا۔ اب اس مسجد کا صرف ایک ستون اور اس کے سنگ بنیاد

لے رود کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۴۶۳ بحوالہ "حضرات القدس" مولانا بدرالدین سرہندیؒ اور مقدمہ واقعات صاحب مولوی عبدالعلی متعلق منگل کوٹ (بہار اڑیسہ ریسرچ سوسائٹی جرنل ۱۹۱۷ء) خط ڈاکٹر محمد ابوتراب صاحب، نور منزل۔ منگل کوٹ ضلع بردوان۔ موصولہ ۲۹ مئی ۱۹۷۵ء۔

۸۔ مزار مبارک حضرت شیخ حمید دانشمند بنگالی رح منگل کوٹ ضلع بردوان

کا عربی کتبہ[1] باقی رہ گیا ہے۔

جب تک حضرت شیخ حمید الدین دانشمند بنگالی رح زندہ رہے۔ پیر و مرشد کی کفش مبارک کو نہایت ہی ادب و احترام کے ساتھ اپنے حجرہ میں رکھا۔ آپ کے انتقال کے بعد حضرت مجدّد الف ثانی رح کے پاپوش مبارک کو مزار شریف کے پاس اُس تالاب میں ڈال دیا گیا جس کو پیر پوکھر کہتے ہیں۔ اُس تالاب سے بھی فیض جاری ہوا۔ اور آج بھی دُور دراز سے لوگ اس تالاب میں غسل کرنے آتے ہیں اور حضرت مجدد پاک رح کے فیض سے شفا پاتے ہیں[2]۔ حضرت مولانا شیخ حمید الدین رح کے متعلق رشید شہزادپوری رح[3] کے یہ چند اشعار بہت مشہور ہیں۔ ؎

زہے مخدوم سونہدی کہ پیر چرخ پیش او | حمیدہ تُست آمد ہمچو طفل ابجد سبق خوانی
زعلم اُو چہ برگویم کہ گر نسخہ کنم شاید | صحیفہ صفحۂ گردوں و دودہ نجم کیوانی

---

[1] "ھُوَ الْبَیْتُ الْعَتِیْق" سے مسجد کی تاریخ ۱۰۶۵ھ = ۵۵-۱۶۵۴ء نکلتی ہے۔ شاہ جہانی مسجد کا پورا کتبۂ تاریخ یہ ہے: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ بَنٰی مَسْجِدًا لِلّٰہِ بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ۔ قَدْ بَنٰی ھٰذَا الْبَیْتَ فِیْ عَھْدِ سُلْطَانِ الْاَعْظَمِ وَخَاقَانِ الْاَکْرَمِ صَاحِبِ قِرَانِ ثَانِیْ۔ اِذَا سُئِلْتَ عَنْ بِنَاءِ تَارِیْخِہٖ فَقُلْ "ھُوَ الْبَیْتُ الْعَتِیْق"۔ خط جناب ڈاکٹر محمد ابو تراب صاحب منگل کوٹ مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۷۵ء اور خط الحاج مولانا سیّد محمد بشیر الدین صاحب مدظلہٗ ڈھاکہ ۱ مورخہ ۱۷ جون ۱۹۷۵ء۔

[2] خط جناب ڈاکٹر محمد ابو تراب صاحب مدظلہٗ صدر "حضرت حمید بنگالی رح وقف کمیٹی" منگل کوٹ بنام راقم الحروف

(بقیہ حاشیہ ص ۱۶۲ پر)

چہ اولادِ کبار او کہ قیوم زماں بودہ — بسانِ کشتی نوح آمد در موج طوفانی

زبنگالہ چہ بہ گویم کہ مولانا حمید اُو — بپا بوسِ جنابش آمدہ مقبولِ ربانی

نہ سے پابوسِ پاک اُو کہ چوں خاکِ شفا کردہ — شغلے ظاہر و باطن بخلق اللہ ارزانی

بمنگل کوٹ اُو بنگر کہ گلزار ارم بودہ — در و دیوار او اکنوں نہادہ سر بویرانی

بلے کس گنج زیرِ پنہاں نیابد جز بویرانی — بلے کس آبِ حیواں را ندیدہ جز بظلمانی

ایا شاہ بلند اختر چراغ بزم سرہندی — کہ مرغ روح تو بودہ چو مرغ قاف قرآنی[1]

[بقیہ حاشیہ ص۱۶۱ کا]

موصولہ ۲۹ مئی ۱۹۷۵ء

۳ے شہزاد پور۔ کاراتی یا اور اترائی ندیوں کے مقام اتصال کے قریب ضلع پابنہ مشرقی بنگال کے سراج گنج سب ڈویژن کا مشہور قصبہ اور تھانہ کا صدر مقام ہے۔ کلکتہ یونی ورسٹی کے سابق لیکچرر مولانا سید عبدالرشید صاحب مجددی رشید یہاں کے نامور عالم گذرے ہیں۔ گلبانگ رشید آپ کی مشہور تصنیف ہے جس میں حضرت امام ربانی رح کی شان میں نہایت عمدہ قصیدہ شامل ہے۔ اُس قصیدہ کا مطلع اور مقطع یہ ہے :-

خورشید بزم اولیا مشتاق دیدار تو ام — جمشید تخت کبریا مشتاق دیدار توام

بندہ رشید بے نوا در مدح تو نغمہ سرا — اے بلبلِ باغ دلی مشتاق دیدار توام

ماخوذ الفرقان بریلی ۔ مجدد الف ثانی نمبر ص۹۵ ۔ ۱۳۵۷ھ ۔ مرسلہ الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مدظلہٗ ڈھاکہ۔ مورخہ ۱۷ جون ۱۹۷۵ء

[1] ماخوذ از تحفۂ مجددیہ، حصۂ اوّل فارسی منہ نقل کردہ مولانا ایس۔ ام۔ نواب علی صاحب مدرسہ عالیہ ڈھاکہ ۔ مورخہ یکم مئی ۱۹۷۵ء مرسلہ جناب مولانا سید ابو البشر محمد بشیر الدین صاحب مدظلہٗ (بقیہ حاشیہ ص۱۶۳ پر)

مکتوبات[۵] امام ربّانی رح میں حضرت شیخ حمید الدین دانشمند بنگالی رح کے
نام چار خطوط ملتے ہیں۔ پہلا خط دفتر اوّل حصہ اوّل میں (مکتوب ۵۸) ہے
اس میں حضرت مجدّد پاک رح نے تحریر فرمایا ہے کہ کمال کے مرتبوں میں استعداد کے
تفاوت کے مطابق فرق ہوتا ہے۔ دوسرا خط دفتر اوّل حصّہ دوم میں (مکتوب
۲۹۲) ہے۔ یہ اہم اور طویل خط ساڑھے چار صفحات میں ہے۔ اس میں مریدوں
کے آداب ضروری اور مقامات روحانی کے متعلق صوفیوں کی بعض غلط فہمیوں کا
مفصّل بیان ہے۔ تیسرا خط دفتر دوم میں (مکتوب ۴۶) چھ صفحات میں ہے
اس میں کلمہ طیبہ کے فضائل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ طریقت، حقیقت
اور شریعت پر مشتمل ہے اور کمالات نبوّت کے مقابلہ کمالات ولایت کی کچھ مقدار
نہیں۔ صاحب ولایت کو شریعت سے چارہ نہیں وہ ہمیشہ شریعت کے ساتھ
مکلّف ہے۔ چوتھا خط دفتر دوم میں (مکتوب ۸۴) ہے۔ اِس میں حضرت مجدّد پاک رح
نے اپنے دُور افتادہ مرید سے شکایت کی ہے کہ اُن کی طرف سے خط بہت کم آتے
ہیں۔ لکھتے ہیں:

"اخوی ارشدی میاں شیخ حمید، عجب از شُما اختیار نمودند کہ سلام و پیام

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۲ کا]

عبدوناتھ باسک لین ڈھاکہ ۱ موصولہ ۶ مئی ۱۹۷۵ء؛ تذکرہ مجدد الف ثانی رح۔ مولانا منظور نعمانی
صفحہ ۳۳۲ (صرف چار اشعار۔ چوتھا سے ساتواں تک)

[۵] مکتوبات حضرت امام ربّانی رح (اُردو ترجمہ) الجنتہ العلمیہ۔ حیدرآباد صفحہ ۲۷

راہم آنجا گنجائش کمتر است، دریں ہفت و ہشت سال یک کتابت
از جانب شمار سیدہ آنہم ناتمام و بے سرانجام۔ کتابت ہا کہ ازیں جانب
می رود۔ معلوم نیست کہ بشما می رسد یا نہ"

اسی خط میں تحریر فرمایا ہے کہ شیخ عبد الحی[1] کو جو پانچ سال تک میرے ساتھ رہے اور سلوک کے احوال سے واقف ہیں۔ آپ کے پاس بھیج رہا ہوں۔ تاکہ آپ کے احوال سے آگہی حاصل کریں اور آئندہ کے لیے مناسب مشورے دیں۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رح نے حضرت شیخ حمید الدین دانشمند بنگالی رح کو جو خلافت نامہ عطا کیا تھا وہ حضرت بدر الدین سرہندی رح کی کتاب "حضرات القدس" دفتر دوم مطبوعہ لاہور میں درج[2] ہے۔ تبرکاً

---

[1] آپ حصار شادمان علاقہ اصفہان، ایران کے رہنے والے تھے۔ مسکین طبع اور خوش پسند بزرگ تھے۔ تعلیم طریقت کی تکمیل کے بعد حضرت مجدد پاک رح نے آپ کو پٹنہ (صوبہ بہار) روانہ کیا تھا۔ پٹنہ میں قبل سے حضرت مجدد رح کے ایک خلیفہ شیخ نور محمد رح مامور تھے۔ حضرت نے لکھا ہے کہ مولانا عبد الحی رح اور شیخ نور محمد رح دونوں عزیزوں کے وجود سے شہر (پٹنہ) میں قران السعدین کی مانند ہیں۔ مکتوبات ربانی کا دفتر ثانی مولانا عبد الحی رح کا جمع کیا ہوا ہے۔ تذکرۃ العابدین (ص ۱۲۳) میں ہے کہ آپ نے ۱۰۷۰ھ = ۱۶۶۰ء میں انتقال فرمایا۔

تذکرہ مجدد الف ثانی۔ مولانا محمد منظور نعمانی ص ۳۴۰-۳۳۹

[2] نقل خلافت نامہ مع اردو ترجمہ مرسلہ جناب ڈاکٹر محمد ابو تراب صاحب نور منزل منگل کوٹ ضلع بردوان۔ مئی ۱۹۷۵ء؛ خلافت نامہ مع اردو ترجمہ کی فوٹو اسٹیٹ کاپی مرسلہ جناب الحاج مولانا سید

(بقیہ حاشیہ ص ۱۶۵)

وتبرکاً اُس مبارک تحریر کو یہاں نقل کیا جاتا ہے:

اَمَّا بَعْدَ اَلْحَمْدُ وَالصَّلٰوۃِ فَیَقُوْلُ الْعَبْدُ الْمُفْتَقِرُ اِلٰی رَحْمَۃِ اللّٰہِ الْمَلِکِ الْوَلِیِّ اَحْمَدُ بْنُ الشَّیْخِ عَبْدُ الْاَحَدِ الْفَارُوْقِیُّ النَّقْشَبَنْدِیُّ رَحِمَہُمَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ رَحْمَۃً وَّاسِعَتَہٗ اَنَّ الْاَخَ الْعَالِمَ وَالصِّدِّیْقَ الصَّالِحَ عَالِمَ عُلُوْمِ الشَّرِیْعَۃِ وَالطَّرِیْقَۃِ الشَّیْخَ حَمِیْدَنِ الْبَنْگَالِیَّ وَفَّقَہُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ لِمَا یُحِبُّہٗ وَیَرْضَاہُ لَمَّا قَطَعَ مَنَازِلَ السُّلُوْکِ وَعَرَجَ مَعَارِجَ الْجَذْبَۃِ وَوَصَلَ اِلٰی دَرَجَۃِ الْوِلَایَۃِ بَعْدَ اَنْ حَصَلَ لَہٗ اِنْدِرَاجُ النِّہَایَۃِ فِی الْبِدَایَۃِ اَجَزْتُہٗ لِتَعْلِیْمِ طَرِیْقَۃِ الْمَشَایِخِ النَّقْشَبَنْدِیَّۃِ قَدَّسَ اللّٰہُ اَسْرَارَہُمْ لِلطَّالِبِیْنَ الْمُسْتَرْشِدِیْنَ وَالْمُرِیْدِیْنَ الْمُخْلِصِیْنَ بَعْدَ اِسْتِخَارَۃٍ وَّحُصُوْلِ الْاِذْنِ مِنَ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ وَالْمَسْئُوْلُ مِنَ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ اَنْ یَعْصِمَہٗ عَمَّا لَا یَلِیْقُ وَیَحْفَظَہٗ عَمَّا لَا یَنْبَغِیْ وَ

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۴ کا]

محمد بشیر الدین صاحب مدظلہٗ ڈھاکہ، مولانا محمد منظور نعمانی نے اپنی کتاب تذکرہ مجددالف ثانی میں صفحہ ۲۳۱ پر زبدۃ المقامات کے حوالہ سے اس خلافت نامہ کو نقل کیا ہے۔ حضرات القدس اور زبدۃ المقامات کی عبارت میں دو جگہ الفاظ کا فرق ہے۔

اَلْاِسْتِقَامَۃُ عَلٰی مُتَابِعَتِہٖ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمْ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ ؀

اُردو ترجمہ

بعد حمد و نعت کے فقیر محتاجِ رحمت ایزدی احمد بن شیخ عبدالاحد فاروقی نقشبندی (اللہ تعالیٰ دونوں کو اپنی رحمت واسعہ میں لے لے) کہتا ہے کہ برادر عالم صدیق صالح عالم علوم شریعت و طریقت و حقیقت شیخ حمید بنگالی (اللہ تعالیٰ اُن کو اپنی محبت و رضا کی توفیق دے) منازل سلوک کو طے کیا اور معارج جذبہ پر عروج کیا اور غرائب ولایت پر داصل ہوئے اور اس کے بعد انہیں اندراج نہایت فی البدایت حاصل ہو چکا۔ اس لئے میں نے اُن کو اجازت دی کہ طریقہ نقشبندیہ (اللہ تعالیٰ اُن کے اسرار کو پاک کرے) کی تعلیم مریدین، طالبین و مخلصین کو دیں اور یہ اجازت تعلیم بعد استخارہ و اجازت الٰہیہ دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ بچائے اُن کو امور غیر لائقہ سے اور محفوظ رکھے اُن کو اعمالِ غیر مرضیہ سے اور اتباع سیّدالمرسلین علیہ و علیہم الصّلوٰت والتسلیمات پر استقامت کی توفیق بخشے۔

حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب وَیسی رح حضرت مولانا شیخ حمیدالدین دانشمند بنگالی رح کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے منگل کوٹ تشریف لے گئے تھے۔ قصبہ منگل کوٹ میں آپ کے بہت سے مریدین اور متوسّلین بھی تھے۔[لہ]

لہ خط جناب ڈاکٹر محمد ابوتراب صاحب مدظلہٗ۔ نور منزل۔ منگل کوٹ، ضلع بردوان۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۱۰ رمئی ۱۹۷۵ء

بسم الله الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم
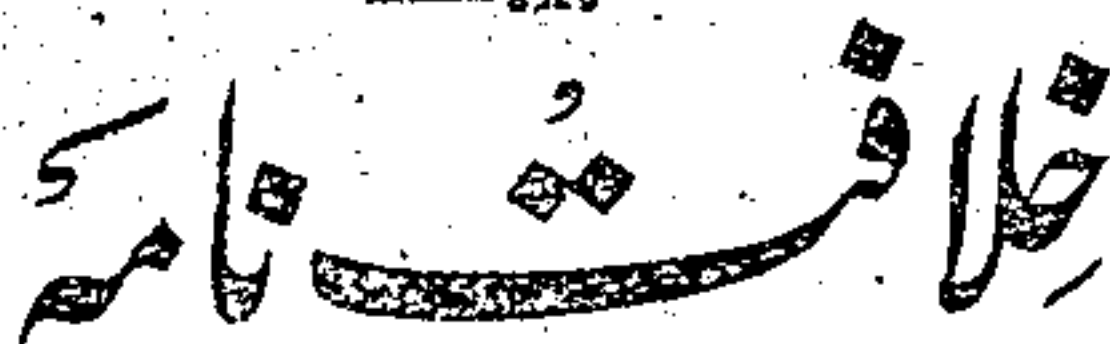
خلافت نامہ

حضرت مولانا شیخ حمید بنگالی

قدس سرہٗ العزیز

مقام منگل کوٹ ضلع بردوان

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو خلافت نامہ حضرت مولانا شیخ حمید بنگالی قدس سرہٗ العزیز کو عنایت فرمایا تھا وہ یہ ہے :-

خلافت نامہ

أما بعد الحمد والصلوٰة فيقول العبد المفتقر الى رحمة الله الملك الولي احمد بن الشيخ عبد الاحد الفاروقي النقشبندي رحمهما الله سبحانه رحمة واسعة ان الاخ العالم والصديق الصالح عالم علوم الشريعة والطريقة والحقيقة الشيخ حميد البنگالي وفقه الله سبحانه لما يحبه ويرضاه لما قطع منازل السلوك وعرج معارج الجذبة ووصل الى درجة الولاية بعد ان حصل له اندراج النهاية في البداية اجزته لتعليم طريقة المشائخ النقشبندية قدس الله اسرارهم للطالبين المسترشدين والمريدين المخلصين بعد استخارة وحصول الاذن من الله سبحانه والمسئول من الله سبحانه ان يعصمه عما لا يليق ويحفظه عما لا ينبغي والاستقامة على متابعة سيد المرسلين عليه وعليهم الصلوٰة والتسليمات ۔

ترجمہ

۹- خلافت نامہ حضرت شیخ حمید دانشمند بنگالیؒ

جن کا ذکر آگے خلفا اور مریدین کے سلسلہ میں آئے گا۔

وبائی بخار کے سبب دارالحکومت گوڑ کی طرح جب منگل کوٹ کا قصبہ بھی تقریباً ویران ہوگیا، تو حضرت حمید الدین دانشمندؒ کے مزار مبارک کے آس پاس کا علاقہ جنگلوں سے بھر گیا اور مزار شریف تک جانا مشکل تھا۔ مزار مبارک کی عمارت کو بھی نقصان پہنچا۔ لیکن ۱۹۳۸ء میں کلکتہ سے دیندار اور صاحب ہمّت مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت جناب خان بہادر ابوالخیر محمد صدّیقؒ صاحب رجسٹرار

لہ خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق رح کے مورث اعلیٰ بغداد سے دہلی اور دہلی سے عہد شاہ جہانی میں بنگال آئے۔ ان کے والد جناب خان بہادر مولوی غلام قاسم صاحب (متوفی ۱۳۳۷ھ = ۱۹۱۹ء) بشیر ہاٹ ضلع چوبیس پرگنہ کے رہنے والے بڑے بااثر رئیس اور وسطی بنگال میں مسلمانوں کے ایک مشہور رہنما تھے۔ خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق رح نومبر ۱۸۸۸ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۰۸ء میں بنگال رجسٹریشن سروس میں داخل ہوئے۔ رجسٹرار اشورنس کی حیثیت سے ۱۹۴۳ء میں ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔ شرف بیعت شمس العلماء مولانا غلام سلمانی صاحبؒ (فرفرہ شریف) سے حاصل تھا۔ اعلیٰ خدمات کے صلہ میں جنوری ۱۹۴۲ء میں ان کو خان بہادر کا خطاب ملا۔ ۱۵ جون ۱۹۵۶ء کو کلکتہ میں انتقال ہوا۔ مزار آپ کا رائے چرن پال لین کلکتہ) کے تیل جالا قبرستان میں ہے۔ ان کی شادی نواب عبداللطیف خان بہادر سی۔ آئی۔ ای۔ سابق وزیر بھوپال کی چھوٹی صاحبزادی عصمت النساء بیگم سے ہوئی تھی۔ نواب زادی عصمت النساء بیگم کی ننہیال رام پور (یوپی) کے مجددی خاندان میں تھی وہ اسلامیات اور ادب اردو میں مہارت کاملہ رکھتی تھیں۔ اردو کی نہایت کامیاب شاعرہ تھیں۔ اکثر اُن کا کلام

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۸ پر)

اشوِرنس کی نگرانی میں منگل کوٹ پہنچی۔ اِس جماعت میں حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب ویسی رح کے خلیفہ حضرت مولانا شاہ ابوبکر صاحب صدّیقی رح کے دو[۲] مرید پریزیڈنسی کالج کلکتہ کے پروفیسر جناب مولانا عبدالخالق صاحب رح اور جناب سیّد معین الدین[۱]

[بقیہ حاشیہ ص۱۶۷ کا]

اور اُن کے مضامین الفرقان بریلی اور عصرِ جدید کلکتہ میں شائع ہوتے تھے۔ ۳ رجولائی ۱۹۵۷ء کو چاٹگام میں انتقال ہوا۔ مزار شاہ غریب اللہ کی پہاڑی پر ہے۔ خان بہادر ابوالخیر محمد صدّیق رح نے حضرت امام ربّانی رح اور اُن کے نامور خلیفہ مولانا حمید الدین دانشمند بنگالی رح کے متعلق بہت تحقیقی کام کیا تھا۔ منگل کوٹ میں مزار شریف کی صفائی اور مرمّت کے سلسلہ میں بنگال وقف بورڈ نے اُن کی خدمات کو بہت سراہا تھا۔ خان بہادر صاحب رح کے بڑے بیٹے فاروق احمد ام۔ اے چاٹگام میں اور دوسرے بیٹے ابوزاہد جلیل احمد ام اے ڈھاکہ میں رہتے ہیں۔ الحاج مولانا سیّد ابوالبشر محمد بشیر الدین صاحب مدظلہٗ ڈھاکہ آپ کے حقیقی بھانجے ہیں۔ بخط جناب مولانا بشیر الدین صاحب مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۷۵ء اور بخط جناب ابوزاہد جلیل احمد صاحب مورخہ ۱۳ اپریل ۱۹۷۵ء اور بخط جناب ڈاکٹر محمد ابوتراب صاحب منگل کوٹ موصولہ ۲۹ مئی ۱۹۷۵ء

---

[۱] جناب سیّد معین الدین صاحب رح علی پور ضلع چوبیس پرگنہ۔ انسپکٹر پولیس کو حضرت مولانا شاہ ابوبکر صاحب صدیقی رح سے شرفِ بیعت حاصل تھا۔ یہ جناب سیّد عبدالعزیز صاحب (متوفی ۱۹۲۱ء) علی پور کے صاحبزادے اور جناب خان بہادر غلام قاسم صاحب رئیس بشیرہاٹ ضلع چوبیس پرگنہ کے داماد تھے۔ ۱۹۴۲ء میں انتقال ہوا۔ مزار آپ کا مدھوپور ضلع سنتھال پرگنہ میں ہے۔ آپ کی بھتیجی سیّدہ منوّرہ بیگم (بنت سیّد غلام محی الدین صاحب) سے حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب ویسی رح

(بقیہ حاشیہ ۱۶۹ پر)

صاحب انسپکٹر پولیس شامل تھے۔ ان بزرگوں کی کوششوں سے حضرت حمید الدین دانشمند رح کے مزار شریف کے پاس جنگل کو صاف کیا گیا۔ راستہ بنایا گیا۔ مزار شریف کی عمارت کی ضروری مرمت کرائی گئی۔ اس کے بعد زائرین کی آمد و رفت میں آسانی ہوئی۔ مزار مبارک کی حفاظت اور اس کے مستقل انتظام کے لئے منگل کوٹ میں ایک کمیٹی قائم کی گئی۔ جو جناب ڈاکٹر محمد ابو تراب صاحب مدظلہ کی صدارت میں قابل قدر اور لائق ستائش خدمات انجام دے رہی ہے۔

قطب العالم غوث الاعظم حضرت پیران پیر دستگیر رح کی اولاد میں سیدنا حضرت ذاکر علی القادری بغدادی ایک اشارہ غیبی کے تحت سنہ ۱۷۶۳ء میں منگل کوٹ تشریف لائے اور یہیں اکیاسی سال کی عمر میں سنہ ۱۱۹۲ھ = سنہ ۱۷۷۸ء میں آپ کا انتقال ہوا۔ سیدنا مرشد علی القادری رح نے آپ کے وصال کا قطعہ تاریخ لکھا ہے۔[۱]

نور چشم شیخ محی الدین کہ بود   راہی ملک بقا شد آں ولی
گفت سالش عاصی افسردہ دل   زندہ دل آگاہ دل ذاکر علی

۱۱۹۲ھ

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۸ کا]
کے پوتے سید مسعود الرحمن صاحب مرحوم کی شادی ہوئی تھی حضرت مولانا ابو بکر صاحب رح کے خلیفہ اور بنگال کے نامور عالم اور صوفی الحاج مولانا سید بشیر الدین صاحب مدظلہ جناب سید معین الدین صاحب رح کے صاحبزادے ہیں۔

[۱] ماخوذ از بحر نیجان عارفاں فی مناقب محبوب سبحانی رح المعروف بہ دیوان حضرت جمال۔

منگل کوٹ ہی میں سیّدنا حضرت ذاکر علی القادری رح کے بھتیجے، داماد اور جانشین سیّدنا شاہ طفیل علی قادری رح بھی آرام فرما ہیں۔ سیّدنا حضرت ذاکر علی القادری رح اور اُن کے خاندان کے دوسرے بزرگوں کی مساعی جمیلہ سے بنگال میں سلسلہ عالیہ قادریہ کو بہت ترقی ہوئی۔ آپ کے بھائی سیّدنا روشن علی رح پورنیہ (بہار) تشریف لے گئے اور وہاں سلسلۂ قادریہ کا مرکز قائم کیا۔ سیّدنا شاہ طفیل علی قادری رح کی دوسری شادی مدنا پور میں حضرت شہباز بھاگل پوری رح[1] کے ممتاز خلیفہ دیوان سید رحی البلخی رح (جیذن شہید) کے

[بقیہ حاشیہ ص۱۶۹ کا]

قطعات ص۳۹۵۔ مطبع ستارہ ہند لمیٹڈ کلکتہ۔ مرسلہ جناب مولانا سید محمد شبیر الدین صاحب ڈھاکہ ۱/موصولہ ۶ مئی ۱۹۷۵ء

[1] حضرت مولانا سید شہباز بھاگل پوری رح عہد شاہ جہانی میں مشرقی ہندوستان کے نامور بزرگ گذرے ہیں حضرت سید جلال بخاری رح کی پندرھویں پشت میں تھے۔ والد کا نام مولانا سید شاہ محمد خطاب رح اور دادا کا نام حاجی خیر الدین رح تھا۔ آپ کے پیر و مرشد حضرت مولانا سید حسین سہروردی رح کا مزار محلہ دائرہ بہار شریف ضلع نالندہ (بہار) میں سڑک کے کنارے ہے۔ باپ سے بغاوت کے زمانہ میں شاہ جہاں آپ کی خدمت میں دُعا کے لئے حاضر ہوا تھا۔ مولانا شوکت علی فہمی لکھتے ہیں کہ ۹۵۶ھ = ۱۵۴۹ء میں پیدا ہوئے۔ تعلیم والد کی نگرانی میں اور پھر قنوج میں ہوئی۔ ۱۶ صفر ۱۰۵۰ھ (جون ۱۶۴۰ء) کو انتقال ہوا۔ پروفیسر سید حسن عسکری آپ کا سال وفات ۱۰۷۷ھ = ۱۶۶۶ء تسلیم کرتے ہیں۔ مزار مبارک آپ کا بھاگل پور میں ریلوے اسٹیشن سے متصل دکھن مولانا چک میں منبع فیض

(بقیہ حاشیہ ص۱۷۱ پر)

خاندان میں ہوئی تھی۔ آپ نے ۱۸۳۶ء میں انتقال کیا۔ آپ کے دوسرے صاحبزادے حضرت سید مہر علی قادری رح المعروف بہ حضرت اعلیٰ حضور تھے۔ ۱۸۰۸ء میں مدنا پور میں پیدا ہوئے اور وہیں ۱۸۶۸ء میں انتقال ہوا۔ آپ نے مدنا پور میں ایک مدرسہ اور خانقاہ قائم کیا۔ اور اضلاع مدنا پور۔ ہوڑہ۔ ہوگلی۔ بانکورا۔ بردوان۔ مرشد آباد۔ اور بیربھوم میں آپ نے دورہ کر کے تبلیغ و ہدایت کی نیک اور اعلیٰ خدمات انجام دیں۔ اور ان علاقوں کے مسلمانوں کو آپ سے بہت فیض پہنچا۔ حضرت صوفی فتح علی صاحب ویسی رح (متوفی ۱۸۸۶ء) نے آپ کا زمانہ دیکھا تھا۔ حضرت اعلیٰ حضور رح کے جانشین حضرت شاہ علی عبدالقادر شمس القادر مرشد علی القادری رح تھے۔ آپ مدنا پور میں جمعہ ۲۷ رمضان المبارک ۱۲۶۸ھ = ۱۶ جولائی ۱۸۵۲ء کو پیدا ہوئے۔ سولہ سال کی عمر میں اپنے والد کے جانشین ہوئے اور تقریباً ۴۳ سال تک مسند ارشاد و ہدایت پر

[بقیہ حاشیہ عنہ ۱۷۰ کا]

اور مرجع خلائق ہے۔ بھاگل پور میں نرمل جوگی سے مقابلہ ہوا تھا۔ امور شریعت کے سختی سے پابند تھے۔ بھاگل پور میں بہت بڑا مدرسہ قائم کیا تھا۔ پانچ سو کتابیں دست مبارک سے لکھی تھیں۔ مدنا پور مغربی بنگال کے حضرت دیوان سید حاجی البلخی (جنیدن شہید رح) اور پٹنہ عظیم آباد کے ملا شادمان رح آپ کے مشہور خلیفہ ہوئے ہیں۔ حضرت جنیدن شہید رح کا مزار مدنا پور کے محلہ مینا بازار میں ہے۔ وہاں مسجد میں قرآن پاک کا ایک قدیم نسخہ ہے۔ ملا شادمان رح کا مزار بہار انجینئرنگ کالج پٹنہ کے میدان میں ہے۔ فرخ سیر آپ کا بہت معتقد تھا۔ مدنا پور گزیٹیر۔ ایس۔ ایس۔ او میلی ۱۹۱۱ء۔ ہند اور پاکستان کے اولیا۔ شوکت علی فہمی ص ۱۸۴ - ۱۷۰، اکرنٹ اسٹڈیز، پٹنہ کالج۔ جنوری ۱۹۵۸ء ص ۲۳۔ سید حسن عسکری

جلوہ افروز رہے۔ زیادہ تر قیام کلکتہ میں رہا۔ انتقال ۲۷ شوال ۱۳۱۸ھ = ۷ فروری سنہ ۱۹۰۱ء کو انتقال ہوا۔ مزار مبارک مدنا پور میں ہے جس پر ایک نہایت خوبصورت عمارت بنی ہوئی ہے۔ سیدنا حضرت مرشد علی القادری رح نے اردو اور فارسی میں اپنا دیوان مرتب کیا۔ اپنے والد بزرگوار کی طرح آپ بھی حضرت صوفی فتح علی صاحب ویسی رح کے ہم عصر تھے۔ صوفی صاحب رح کے پندرہ سال بعد آپ کا وصال ہوا۔ سینٹ زیویرس کالج کلکتہ کے پروفیسر مولانا عبدالرحمٰن قادری رح نے آپ کے سوانح حیات اور ارشادات "تذکرۃ المولیٰ" کے نام سے دو جلدوں میں شائع کیا۔ سید نا مرشد علی القادری رح کے جانشین حضرت سید شاہ ارشاد علی قادری رح المعروف بہ حضور مولا ہوئے۔ یہ ۱۸۸۳ء میں کلکتہ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۹۵۳ء میں آپ کا انتقال ہوا۔ خان بہادر عبدالقا صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ٹیپرا نے انگریزی میں اے بائیوگرافی آف مائی حضور کے نام سے آپ کی سوانح حیات تصنیف کی جو کلکتہ سے سنہ ۱۹۳۴ء میں شائع ہوئی۔[1]

سرکار شریف آباد کے علاقہ میں سالار بنوذیہ اور منصور پور وغیرہ مواضعات کے آخوند کاران صدیقی سلطان غیاث الدین کے قاضی القضات شیخ سراج الدین رح کی اولاد میں ہیں اور اپنا سلسلۂ طریقت پانڈوا شریف ضلع مالدہ

---

[1] رود کوثر - شیخ محمد اکرام ص ۷۲-۶۶۹ ؛ خط جناب مولانا سید ابوالبشر محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ ۱ بنام راقم الحروف موصولہ ۶ مئی سنہ ۱۹۷۵ء۔

کے مشہور بزرگ حضرت نور قطب عالمؒ سے ملاتے ہیں[1]۔ گیارہ واسطوں سے حضرت صوفی سید فتح علی صاحب اویسیؒ کا سلسلۂ طریقت بھی حضرت نور قطب عالمؒ سے ملتا ہے۔ بردوان بھی سرکار شریف آباد میں شامل تھا۔ جہاں سولہویں صدی عیسوی کے مشہور صاحب دیوان فارسی شاعر حاجی پیر بہرام سقہؒ، خواجہ انور شاہ، شہنشاہ جہانگیر کے کوکہ اور بنگال کے گورنر قطب الدین خان کوکلتاش (متوفی ۱۶۰۷ء) نورجہاں بیگم کے پہلے شوہر شیر افگن خاں اور فرخ سیر بادشاہ کے زمانہ کے صوفی بایزیدؒ کے مزارات ہیں۔ شہزادہ عظیم الشان اور فرخ سیر بادشاہ کی بنوائی ہوئی مسجدیں ہیں[2]۔ حاجی بہرام سقہؒ کی درگاہ میں وزیر اعظم شیخ ابو الفضل علامی کی کتاب اکبرنامہ کا ایک نسخہ موجود ہے[3]۔ اس کتاب کا دوسرا نسخہ برٹش میوزیم لندن میں ہے۔

شہر بردوان سے ۲۴ میل (۳۹ کیلومیٹر) شمال مشرق کی طرف ایجڈی

---

[1] رود کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۶۲-۳۶۱ ؛ مالدہ ضلع گزیٹیر۔ جی۔ ای۔ لیمبورن کلکتہ ۱۹۱۸ء، ص ۱۷

[2] بہرام سقہ نے بردوان میں ۹۷۰ھ (۶۳-۱۵۶۲ء) میں انتقال کیا۔ رود کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۵۷-۱۵۶؛ بردوان ضلع گزیٹیر۔ جے سی۔ کے پٹرسن ۱۹۱۰ء

[3] خط مولانا سید بشیر الدین صاحب ڈھاکہ مورخہ ۱۲ جون ۱۹۷۵ء۔ بحوالہ مضمون جناب عبد الودود صاحب جج مرحوم ۱۳۷۷ بنگلہ فصلی۔

کی ایک معاون ندی کونور کے کنارے منگل کوٹ[1] کا قصبہ آباد ہے۔ مسلمانوں کے دورِ حکومت میں یہ بہت کافی بڑا اور آباد شہر تھا۔ یہاں قاضی القضاۃ رہتے تھے امرائے عظام اور علمائے کبار یہاں آباد تھے۔ صوفیائے کرام کا مرکز تھا۔ دور دور سے مسلمان زائرین حصول فیوض و برکات کے لئے یہاں آتے تھے۔ نماز جمعہ میں مسلمانوں کا اتنا عظیم اجتماع ہوتا تھا کہ ان میں صرف علماء کی تعداد سات سو ہوتی تھی[2]۔ اب بھی قصبہ کے مضافات میں عظیم الشان شاہی مسجد کا کھنڈر موجود ہے مسلمانوں نے شاہی مسجد کے ملبہ سے ایک دوسری مسجد تعمیر کر لی ہے۔ بہت سی پرانی مسجدیں ہیں۔ اس وقت قصبہ کی آبادی تقریباً چھ ہزار ہے۔ جس میں دو تہائی

---

[1] منگل کوٹ بردوان ضلع کے کٹوا سب ڈویژن میں تھانہ کا صدر مقام ہے۔ یہاں دواخانہ ڈاک خانہ اور سب رجسٹری آفس ہے۔ مسلمانوں نے یہاں ایک مدرسہ قائم کیا ہے۔ سنہ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری میں قصبہ منگل کوٹ میں ۶۲۳ مکانات تھے اور آبادی صرف ۲,۳۳۵ نفوس پر مشتمل تھی۔ ہندوؤں کے زمانہ میں یہاں سادگوپ خاندان والوں کی ایک فوجی چوکی تھی۔ بردوان ضلع گزیٹیر۔ جے سی کے پیٹرسن سنہ ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۰۰۔ سنہ ۱۹۴۱ء کی مردم شماری میں منگل کوٹ تھانہ کا رقبہ ۱۴۱ مربع میل اور آبادی ۸۱,۹۵۱ تھی جس میں مسلمان ۲۲,۲۴۵ تھے۔ مردم شماری ہند سنہ ۱۹۴۱ء جلد چہارم۔ بنگال۔ آر۔ اے ڈنش سنہ ۱۹۴۲ء

[2] خط جناب الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ، ڈھاکہ بنام راقم الحروف موصولہ ۶ مئی سنہ ۱۹۷۵ء۔

مسلمان ہیں[1]۔ ریل کی لائن سے دُور ہونے اور کوئی صنعتی مرکز نہیں ہونے کے باعث آبادی میں تیزی سے اضافہ نہیں ہو رہا ہے۔

سرکار شریف آباد کے علاقہ میں مسلمانوں کی آبادی کبھی بھی ایک تہائی سے متجاوز نہ ہو سکی[2]۔ لیکن شاید صوفیائے کرام کے گہرے اثرات اور علماء و مشائخ کی آبادی کے پیش نظر ہی حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسیؒ نے اپنے رشتۂ مناکحت اور اپنی بود و باش کے لئے اراڈھ کے اس علاقہ کا انتخاب کیا۔ حضرت صوفی صاحبؒ نے اپنی رہائش کے لئے پُناسی ضلع مرشد آباد میں ایک چھوٹا سا مکان تعمیر کرایا تھا اور ملازمت سے استعفا دینے کے بعد آپ کا برابر اسی بستی میں قیام رہا۔ یہاں سے آپ اکثر و بیشتر بنگال اور آسام کے دیہی اور دُور دراز علاقوں میں رُشد و ہدایت کی غرض سے دَورہ کیا کرتے تھے۔ موضع پُناسی کاندی سب ڈویژن کے بھرت پور تھانہ کے بالکل جنوبی حصہ میں بردوان ضلع کی سرحد کے قریب واقع ہے یہ بستی بنڈیل جنکشن سے کٹوا اور عظیم گنج ہوتے ہوئے بربروا جنکشن کو جانے والی

---

[1] خط جناب ڈاکٹر محمد ابو تراب صاحب نُور منزل مینگل کوٹ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۷۵ء

[2] سنہ ۱۹۴۱ء کی مردم شماری کے مطابق ضلع مرشد آباد کے کاندی سب ڈویژن میں مسلمانوں کی آبادی کا تناسب ۲۷ء۴۸ فی صد اور بردوان ضلع کے کٹوا سب ڈویژن میں ۲۳٫۸۲ فی صد تھا۔ کاندی سب ڈویژن کے بھرت پور تھانہ میں مسلمانوں کی آبادی کل آبادی کا ۴۶٫۷۱ فی صد تھی۔ رپورٹ مردم شماری ہند سنہ ۱۹۴۱ء جلد چہارم بنگال آر۔ اے دُوش (آئی سی۔ ایس) سملہ سنہ ۱۹۴۲ء

ایسٹرن ریلوے کی لائن کے جھامت پور بہاران[۱] ریلوے اسٹیشن سے نصف میل (پون کیلومیٹر) کے فاصلہ پر پچھم کی طرف ہے۔ اس لائن کے سالار ریلوے اسٹیشن سے پُناسی دو میل (تین کیلومیٹر) دکھن پچھم ہے۔

۱۲- اِنتقال

تقریبًا اٹھارہ، اُنیس سال تک رُشد و ہدایت کے کاموں میں مشغول رہنے کے بعد ۶۱ سال کی عمر میں حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب وَیسیؒ رحمۃ اللہ علیہ نے ۸ ربیع الاوّل ۱۳۰۴ھ (۵ دسمبر ۱۸۸۶ء) = ۲۰ اگھن ۱۲۹۳ بنگلہ فصلی کو اتوار کے دن چار بجے شام میں کلکتہ میں انتقال فرمایا۔ اور شہر کلکتہ کے شمالی مشرقی حصہ میں اپر سرکلر روڈ اور سرکلر نہر کے درمیان ۲۴/۱ منشی پاڑا لین۔ لالہ بگان۔ مانک تلہ کلکتہ ۶ کے دلّی والا قبرستان میں دفن ہوئے منشی پاڑا لین

---

۱ کٹوا جنکشن سے اُتر کی طرف جھامت پور بہاران دوسرا اور سالار تیسرا اسٹیشن ہے۔ ہوڑہ سے جھامت پور بہاران کا فاصلہ ۱۵۷ کیلومیٹر، بنڈیل جنکشن سے ۱۱۷ کیلومیٹر اور کٹوا جنکشن سے تیرہ کیلومیٹر ہے۔ بہروا جنکشن (ضلع سنتھال پرگنہ بہار) سے جھامت پور بہاران ۱۲۸ کیلومیٹر دور ہے۔ جھامت پور بہاران ضلع بردوان میں اور سالار ضلع مرشد آباد میں ہے اور دونوں اسٹیشنوں کے درمیان صرف ڈھائی میل (چار کیلومیٹر) کا فاصلہ ہے۔ پُناسی ضلع مرشد آباد میں ہے۔ لیکن ڈاک کا پتہ پُناسی ڈاک خانہ بہران۔ براہ کٹوا۔ ضلع بردوان ہے۔
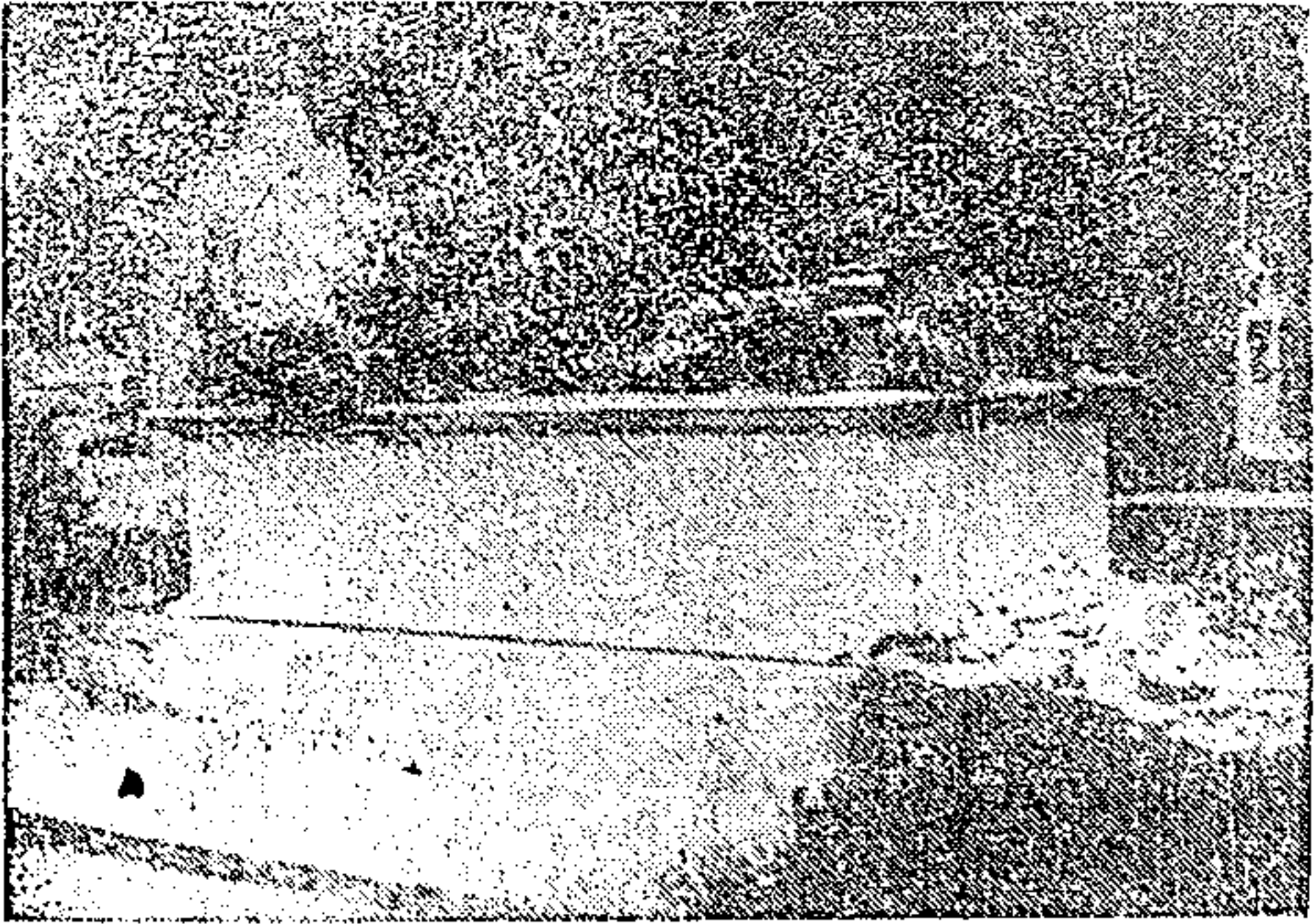
۱۰۔ مزار مبارک حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب ویسی رحؒ۔ کلکتہ ہند
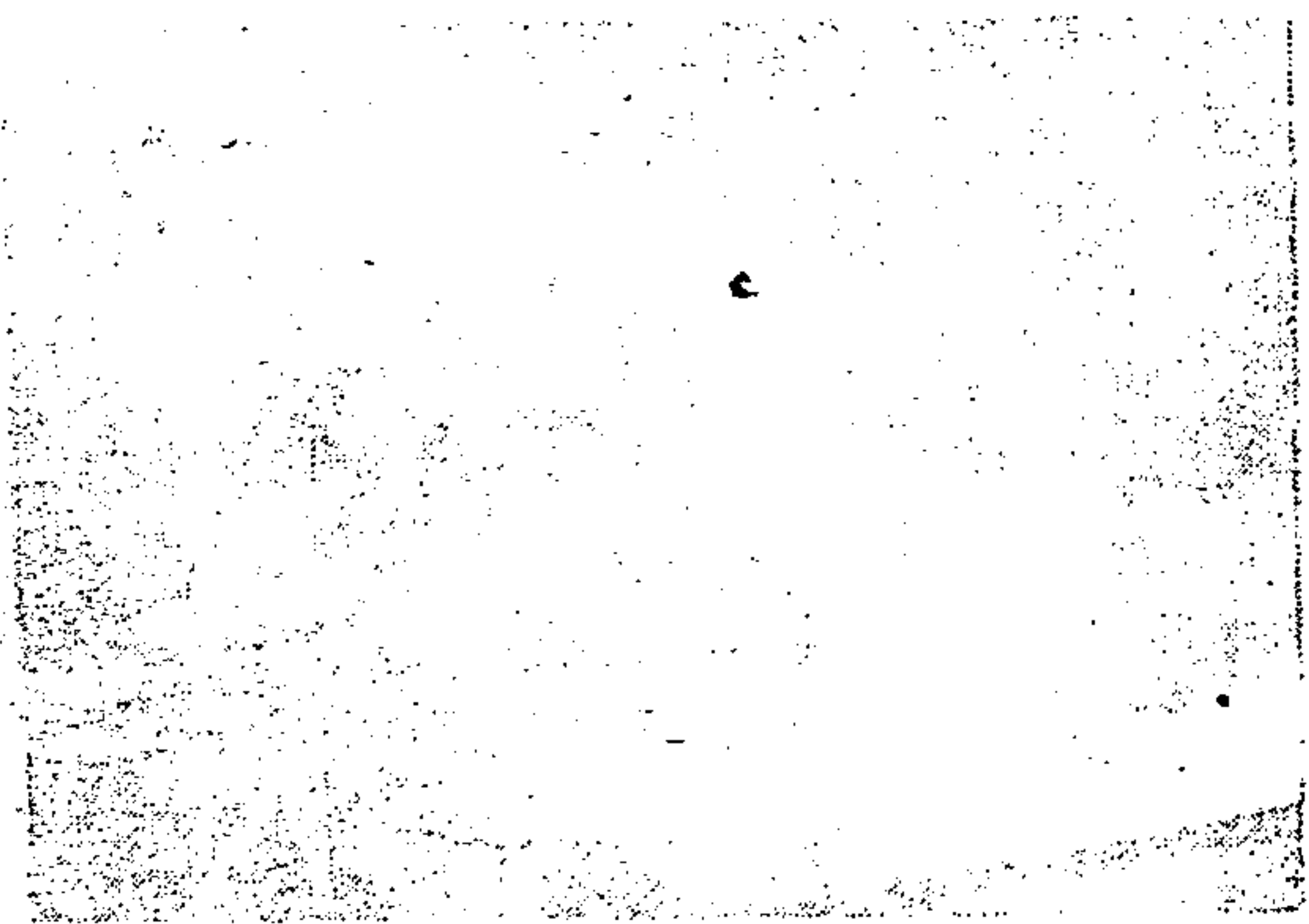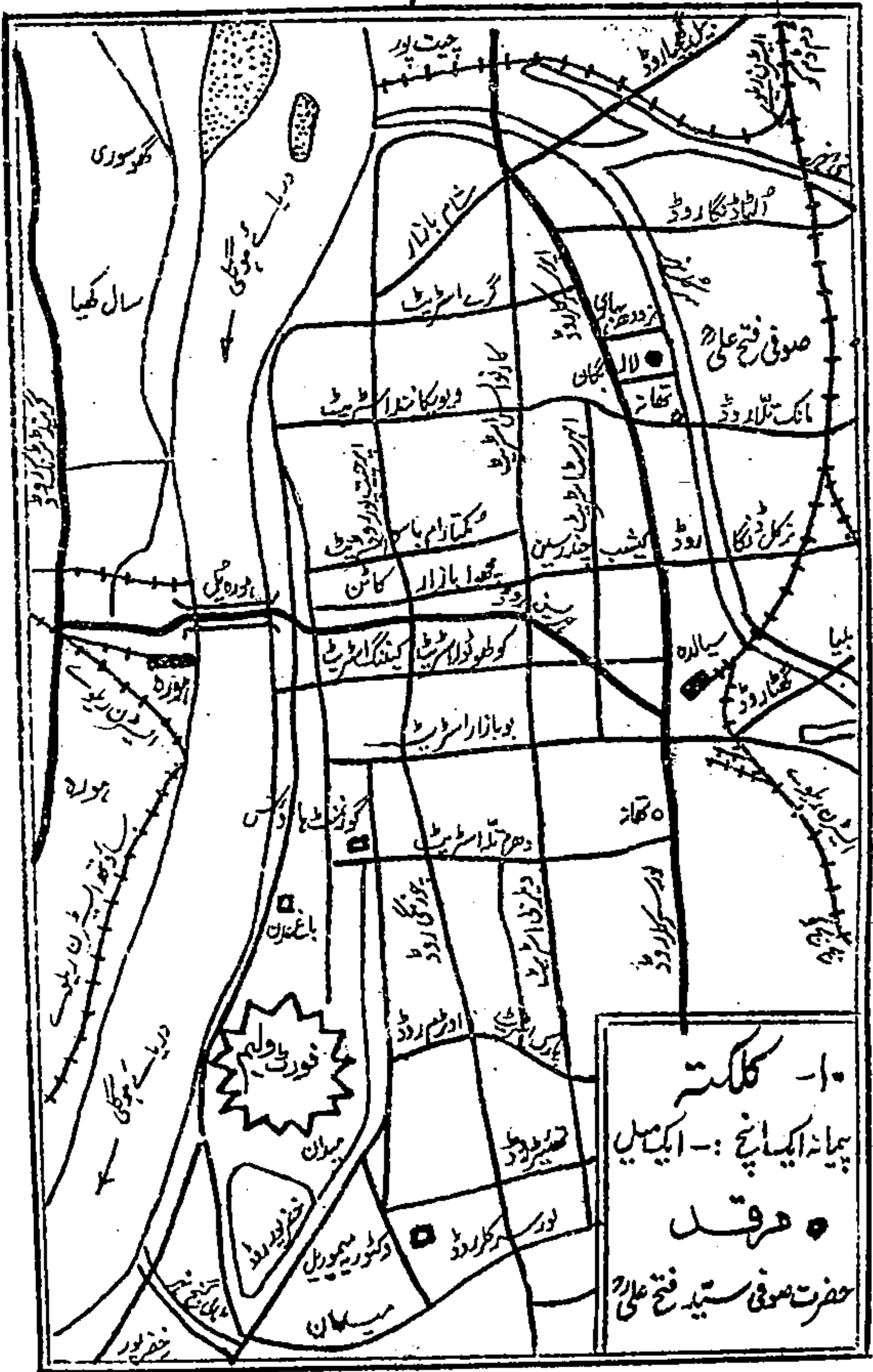
کے وسطی حصّہ میں راستہ سے اُتر ایک مسجد ہے اور مسجد سے متصل اُتر دلّی والوں کا ایک وسیع و عریض قبرستان ہے۔ اسی قبرستان کے وسط میں حضرت صوفی صاحبؒ کی ابدی آرام گاہ ہے

حضرت صوفی صاحبؒ کے نامور خلیفہ حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقیؒ (فرفرہ شریف۔ضلع ہوگلی) نے مزار شریف کے بیرونی حصّہ کو پختہ بنواکر اُس پر تاریخ وفات کا فارسی اور بنگلہ میں کتبہ لگوایا۔ فارسی کتبہ کی عبارت درج ذیل ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ۔

کُلُّ شَیۡءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجۡھَہٗ کُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَۃُ الۡمَوۡت

تاریخ بستم ماہ اگھن ۱۲۹۳ سنہ بنگلہ بروز یکشنبہ بوقت چار ساعت مسائی جناب حضرت قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین قطب الارشاد حضرت صوفی فتح علی صاحب قدس سرہٗ از دار فنا بدار البقا جلوہ گر شدند۔ مہتمم ہذا فقیر محمد ابوبکر عفی عنہ ساکن پھرپھرا ضلع ہوگلی مطابق ہشتم ربیع الاوّل ۱۳۰۴ سنہ ہجری باشد۔

---

[1] حیات وسی۔ مولانا زین العابدین اختری۔ حصّہ بنگلہ ص ۵۵ اور خط جناب مولانا سیّد ابو البشر محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ بہ

موصولہ ۳۰ ستمبر ۱۹۷۴ء

۱۱- لوح مزار پُر انوار حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب ویسی رح - کلکتہ

جناب امیر الاسلام صاحب شرقی[1] مدظلہ نے حضرت صوفی صاحب رح کے وفات کی تاریخ[2] لکھا ہے۔

تھے دادا پیر وال مرحوم کے حضور آئینہ نبی تھے طریقت کے وہ ولی

سال وصال عیسوی شرقی تو کر رقم زیبائش بہشت ہیں صوفی فتح علی رح

۱۸۸۶ء

حضرت مولانا صوفی شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی رح (متوفی ۱۹۳۹ء) کے زمانہ تک ہر سال ۲۷ رمضان المبارک کو دلّی وال قبرستان، لالہ بگان، مانک تلہ، کلکتہ میں فاتحہ خوانی کے لئے صوفی صاحب رح کے مریدین اور متوسلین کا بڑا اجتماع ہوتا تھا اور

---

[1] جناب امیر الاسلام صاحب شرقی ایم اے ریٹائرڈ انکم ٹیکس آفیسر، جناب نواب سراج الاسلام صاحب رح کے پوتے اور جناب خان بہادر امین الاسلام صاحب انسپکٹر جنرل رجسٹریشن بنگال کے صاحبزادے ہیں۔ نواب سراج الاسلام صاحب بہم بار یا ضلع کومِلّا کے رہنے والے تھے۔ شرقی صاحب کے نانا نواب سلطان عالم صاحب ٹالی گنج کلکتہ کا تعلق شہزادگان میسور کے خاندان سے ہے۔ ان تمام حضرات کو صوفی فتح علی صاحب ویسی رح کے خلیفہ شمس العلماء مولانا غلام سلمانی صاحب رح (متوفی ۱۹۱۲ء) سے شرف بیعت حاصل تھا۔ نواب سلطان عالم صاحب رح کا مزار شاہی مقبرہ ٹالی گنج صاحب باغان کلکتہ میں ہے اور نواب سراج الاسلام اور خان بہادر امین الاسلام صاحب رح خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق صاحب رح کے ساتھ تیل جالا قبرستان نمبر ۱ لوئر چتپور روڈ / چرن پال لین کلکتہ میں امیر رح اور عبداللہ رح نامی دو شہیدوں کی قبروں سے متصل احاطہ میں آسودہ ہیں۔ خط جناب مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ مورخہ ۲ رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ موصولہ ۲۰ ستمبر ۱۹۷۲ء

[2] خط جناب مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ ڈھاکہ بنام مورخہ ۲۵ اگست ۱۹۷۲ء

اس مبارک و مسعود موقع پر تمام حضرات کے لئے افطاری کا سامان جناب خان بہادر محمد سلیمان[1] صاحب ام-ال-سی - مانک تلہ کے یہاں سے ہوتا تھا جناب خان بہادر مرحوم موصوف کو حضرت صوفی صاحبؒ اور اُن کے خلفاء سے کمال عقیدت تھی -

حیات ویسی کے مصنف ممتاز المحدثین مولانا زین العابدین صاحب آخرسی مدظلہ کے خسر محترم اور حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقیؒ کے ممتاز خلیفہ

---

[1] جناب خان بہادر محمد سلیمان صاحب مرحوم حاجی محمد یعقوب صاحب مرحوم کے صاحبزادے اور اودیان ضلع غازی پور (یو۔پی) کے رہنے والے تھے۔ کاروبار تجارت کے سلسلہ میں قیام برابر مانک تلہ کلکتہ میں رہا۔ ۲۵ سال تک بنگال اسمبلی اور کونسل کے ممبر رہے۔ الکشن میں برابر مومن برادری کے پلیٹ فارم سے کھڑے ہوتے تھے۔ اعلیٰ خدمات کے صلہ میں خان صاحب اور خان بہادر کے خطابات سے سرفراز ہوئے۔ ۷۵ سال کی عمر میں اپریل ۱۹۴۸ء میں اپنی قیامگاہ ۸۷ راجہ دینو ندرا اسٹریٹ مانک تلہ کلکتہ ۶ میں انتقال کیا اور صوفی صاحبؒ کی ابدی آرامگاہ دتی وال قبرستان مانک تلہ میں دفن ہوئے۔ ۱۹۵۰ء کے ہنگامہ میں آپ کی بہت بڑی جائداد پر دوسروں نے قبضہ کرلیا۔ آپ کے چھوٹے صاحبزادے جناب تقی محمود صاحب کا ۱۷ نومبر ۱۹۷۲ء کو انتقال ہوا۔ بڑے صاحبزادے جناب حاجی نبی محمد صاحب گیسل سٹریٹ راجہ بازار کلکتہ میں رہتے ہیں ان کو بھی اپنے والد مرحوم کی طرح حضرت صوفی صاحبؒ اُن کے پیر و مرشد صوفی نور محمد صاحب نظام پوری رح اور صوفی صاحبؒ کے خلفاء اور سلسلہ کے دوسرے بزرگوں سے کمال عقیدت اور محبت ہے۔ حاجی نبی محمد صاحب مدظلہ کی ایک صاحبزادی پٹنہ میں جناب رضاء الرحمن صاحب وکیل (اقبال منشن عالم گنج پٹنہ ۷) سے بیاہی ہوئی ہیں۔ خط جناب مولانا بشیر الدین صاحب ڈھاکہ مورخہ ۲۰ دسمبر ۱۹۷۴ء اور خطوط جناب حاجی نبی محمد صاحب کلکتہ مورخہ ۲۷ جنوری ۱۹۷۵ء اور مورخہ ۲۱ مئی ۱۹۷۵ء

حضرت مولانا شاہ صوفی احمد علی صاحب حمید جلالی نور اللہ مرقدہٗ (کان کھولی شریف گارڈین ریچ۔ کلکتہ ۲۴) نے دلّی وال قبرستان کی مسجد میں اپنے دادا پیر حضرت دیسی رح کی یادگار میں ایک مدرسہ دار الفنون قائم کیا تھا۔ وہ خود بھی اس مدرسہ میں طلبا کو قرآن پاک اور حدیث شریف کا درس دیا کرتے تھے۔ یہاں کے فارغ التحصیل طلباء بنگال کے دیہی علاقوں میں دین اسلام کی خدمت میں مصروف رہتے تھے۔[1] شمالی کلکتہ کے ناساعد حالات کے سبب اب وہ مدرسہ باقی نہیں ہے۔

۱۳۔ ایصال ثواب کا سالانہ جلسہ

تقسیم ہند کے بعد جب کلکتہ میں فسادات ہوئے اور مانک تلہ کا علاقہ مسلمانوں سے بالکل خالی ہو گیا، تو حضرت مولانا شاہ صوفی احمد علی صاحب حمید جلالی رح نے اگہن (دسمبر) سنہ ۱۹۴۹ء سے دلّی وال قبرستان کی مسجد میں حضرت دیسی رح کے ایصال ثواب کے لئے باضابطہ جلسہ منعقد کرنا شروع کیا۔ جس میں بڑے بڑے علما اور مشائخ کے علاوہ شہر کے ممتاز اور بااثر مسلمان بھی شریک ہونے لگے۔ پہلا جلسہ ۵، ۶ اور ۷ دسمبر ۱۹۴۹ء کو منعقد ہوا۔ جس میں بنگال کے مشہور مسلم رہنما جناب مولوی سید بدر الدجیٰ صاحب ام۔ ایل۔ اے بھی شریک ہوئے۔ دوسرا جلسہ ۲۰ اگہن، ۶ دسمبر ۱۹۵۰ء کو ہوا جس میں جناب ڈاکٹر آر۔ احمد۔ وزیر صوبہ مغربی بنگال شریک تھے۔ تیسرا جلسہ

---

[1] حیات دیسی۔ مولانا اختری۔ حصہ اردو ص ۱۳

حضرت مولانا حمیار جلالیؒ کے داماد ممتاز المحدثین مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہ کے زیر اہتمام ۲۰ اگہن، ۶ دسمبر ۱۹۵۱ء کو منعقد ہوا۔ اس میں مولوی عبدالحمید ڈپٹی ہائی کمشنر پاکستان نے شرکت کی۔ چوتھا جلسہ سنیچر ۲۰ اگہن، ۶ دسمبر ۱۹۵۲ء کو اور پانچواں جلسہ ۲۰ اگہن، ۶ دسمبر ۱۹۵۳ء بروز اتوار منعقد ہوا۔ چھٹا جلسہ ۲۰ اگہن، ۶ دسمبر ۱۹۵۴ء کو حضرت صوفی صاحبؒ کے پوتے جناب مولانا شاہ صوفی مسعود الرحمٰن صاحب مرحوم کی صدارت میں منعقد ہوا۔[1]

ممتاز المحدثین جناب مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہ گوشہ نشین کان کھولی شریف ضلع چوبیس پرگنہ (مصنف حیات وسیّ) کے زیر اہتمام ایصال ثواب کے اس سالانہ جلسہ کا سلسلہ جاری ہے۔ جس میں بنگال کے مختلف علاقوں سے بہت کافی مسلمان شریک ہوتے ہیں۔ چنانچہ ۶ دسمبر ۱۹۷۳ء کو ایصال ثواب کا سالانہ جلسہ بڑے اہتمام سے منعقد ہوا۔[2] ۲۰ اگہن، ۶ دسمبر ۱۹۷۴ء کو ایصال ثواب کے سالانہ جلسہ میں بھی مختلف اضلاع سے پیران طریقت اور سلسلہ کے برادران گرامی کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔[3]

اتوار ۱۰ اگست ۱۹۶۹ء کو جب یہ ناچیز حضرت وسیؒ کے دربار میں سلام کے لئے

---

[1] حیات وسیؒ۔ مولانا اختری حصہ اردو ص ۵۲-۴۶

[2] خط جناب العابدین صاحب اختری مدظلہ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۷۳ء

[3] خط مولانا زین العابدین صاحب اختری کلکتہ ۲۴۔ مورخہ ۱۳ جنوری ۱۹۷۵ء

حاضر ہوا تھا، تو اُن دنوں دِلّی وال قبرستان کی مسجد میں رجولی ضلع گیا (اب ضلع نوادہ) کے بشارت کریم نامی موذّن تنہا رہتے تھے اور وہی مزار مبارک تک زائرین کی رہنمائی کرتے تھے۔ قبل والے فسادات ہی میں دلّی وال قبرستان کے اکثر مزارات شہید کر دیئے گئے تھے۔ صرف حضرت وسیمی رح کا مزار شریف باقی تھا۔ اُسے کبھی کچھ نقصان پہنچا یا گیا تھا۔ سنہ ۱۹۷۱ء میں مشرقی بنگال میں جو سیاسی انقلاب آیا۔ اس زمانہ میں یہاں ہندو پناہ گزینوں کی کافی تعداد آگئی اور اُن لوگوں نے مسجد اور قبرستان پر قبضہ کر لیا اور مکانات بنا لئے۔ مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہٗ کی تصنیف حیات وسیمی[۱] کا مطالعہ کرنے کے بعد مزمّل حسین نامی ایک مسلمان تاجر بنگلہ دیش سے کلکتہ آئے۔ اور کافی خرچ کر کے حضرت صوفی صاحب رح کے مزار شریف کو نہایت عمدہ طریقہ سے بنوایا جو قابل دید ہے[۲]۔

اپریل ۱۹۷۴ء میں میرے ایک ہموطن دوست نے کلکتہ سے مطلع کیا کہ نشی پاڑا لین کی مسجد پر ہندو پناہ گزین قابض ہیں اور اب اس مسجد میں صرف حضرت وسیمی رح کے مزار شریف

---

[۱] مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہٗ کی قابل قدر تصنیف حیات وسیمی رح ۱۹۵۵ء میں شائع ہوئی۔ اس کے دو حصے ہیں۔ اس کا پہلا حصہ بنگلہ میں ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ دوسرا حصہ اردو میں ہے، اس میں کل ۸۰ صفحات ہیں۔ اس میں حضرت وسیمی رح کے متعلق مضامین۔ کلام کا نمونہ اور تقریظیں شامل ہیں۔ اور حضرت صوفی صاحب رح کے متعلق نہایت مستند کتاب ہے۔

[۲] خط جناب مولانا زین العابدین صاحب اختری۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۲ جون ۱۹۷۳ء

کی زیارت کو جانے والے مسلمان ہی نماز پڑھتے ہیں۔ ایک ہندو پناہ گزین وضو کے لئے پانی کا انتظام کر دیتا ہے اور وہی حضرت صوفی صاحب کے مزار شریف تک رہنمائی کا کام انجام دیتا ہے۔ حضرت وسیخ کا مزار شریف اچھے حال میں ہے۔ ابھی شہر میں امن ہے۔ اس لئے وہاں آنا جانا آسان ہے۔ ورنہ بدامنی کے زمانہ میں وہاں کسی مسلمان کا جانا ممکن نہیں[۱]۔ جناب حاجی نبی محمد صاحب، (ابن خان بہادر محمد سلیمان صاحب ام۔ ال۔ سی مرحوم) گنیس اسٹریٹ راجہ بازار کلکتہ ۶ کے خط مورخہ ۲۷ جنوری ۱۹۷۵ء سے بھی ان باتوں کی تصدیق ہوتی ہے۔

۱۴۔ اولادِ امجاد

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب وسیؔ قدس سرہٗ نے مُنّاسی ضلع مرشد آباد میں شادی کی تھی۔ آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت بی بی فاطمہ قدس سرہا کا مزار مُنّاسی۔ تھانہ بھرت پور ضلع مرشد آباد میں ہے۔ آپ کے ایک صاحبزادے جناب سید مصطفیٰ علیؒ اور ایک صاحبزادی بی بی زہرا صاحبہؒ تھیں۔ جناب سید مصطفیٰ علیؒ عربی فارسی کے زبردست عالم تھے۔ اُردو اور انگریزی ادب میں بھی آپ کو کافی مہارت حاصل تھی۔ اس زمانہ میں کلکتہ سے ایک انگریزی اخبار "مسلم کرانیکل" نامی شائع ہوتا

---

[۱] خط جناب مولوی عبدالباسط صاحب مظفر لائبریری کھریرہ ضلع سیتامڑھی) از رام لوچن اسٹریٹ کلکتہ ۲۷۔ مورخہ ۲۵ اپریل ۱۹۷۴ء۔

تھا۔ سیّد صاحبؒ اُس اخبار میں مضمون لکھا کرتے تھے اور اپنے والد ماجد کی جگہ نواب واجد علی شاہ معزول شاہ اودھ کی پولیٹیکل پنشن آفس میں کام کرتے تھے[1]۔

سیّد مصطفیٰ علیؒ کی شادی پُنّاسی میں جناب نجابت حسین صاحب مرحوم کی صاحبزادی اُخوند کارنی اُمّتہُ البتول صاحبہ سے ہوئی تھی۔ آپ کے دو صاحبزادے سید مسعود الرحمٰن اور سید جان عالم اور دو صاحبزادیاں سیّدہ تمنا خاتون اور سیّدہ فاطمہ ہوئیں۔ ابھی دونوں صاحبزادے چھوٹے ہی تھے کہ جناب سید مصطفیٰ علیؒ کا انتقال ہو گیا۔ وہ پناسی میں آرام فرما ہیں۔ الحاج مولانا سیّد مسعود الرحمٰن صاحب پہلے کلکتہ بیرتل بورڈ میں ملازم تھے۔ پھر پنّاسی ضلع مرشد آباد میں قیام پذیر ہوئے۔ اُن کی شادی ملیح پور کلکتہ کے ایک معزّز و محترم سادات خاندان میں جناب سیّد غلام محی الدین[2] صاحب کی صاحبزادی سیّدہ منوّرہ بیگم سے ہوئی تھی۔ سیّدہ منورہ بیگم نے ۱۹۳۴ء میں انتقال کیا۔ اُن کا مزار مانک تلہ کلکتہ کے اُسی دلّی وال قبرستان میں اپنے دادا سیّد عبدالعزیزؒ کے مزار کے قریب ہے۔ جہاں حضرت صوفی صاحبؒ آرام فرما ہیں۔ یہیں اُن کے پہلو میں اُن کی کم سال صاحبزادی سیّدہ سکینہ بھی مدفون ہیں۔ مولانا سیّد مسعود الرحمٰن صاحب کا انتقال ہو چکا ہے۔ اُن کا مزار

---

[1] حیات وصی مولانا آخری حصہ اردو ص ۲۹

[2] جناب سیّد غلام محمد محی الدین صاحبؒ جناب سید عبدالعزیز صاحبؒ (متوفی ۱۹۲۱ء) کے بیٹے اور سید معین الدین احمد صاحب کے بڑے بھائی تھے۔ سید عبدالعزیز صاحبؒ مانک تلہ دلی وال قبرستان میں حضرت صوفی صاحب کے پچھم دفن ہیں۔ سید غلام محی الدین صاحبؒ کا مزار جیسور میں ہے۔ یہ دونوں بھائی اردو زبان کے ماہر تھے۔ سید غلام محی الدین صاحبؒ کے دوسری صاحبزادی کی شادی (بقیہ حاشیہ ص ۱۸۷ پر)

پُنیاسی میں ہے۔ اُن کے ۲ دو صاحبزادے اور ۲ دو صاحبزادیاں یادگار ہیں۔ دونوں بیٹے پہلے کراچی پاکستان میں رہتے تھے[۱]۔ اب جناب سید محفوظ علی صاحب بنگلہ دیش کے محکمہ سپلیمنٹ اور ڈیزائن میں افسر ہیں اور دوسرے صاحبزادے جناب سید محمود علی صاحب چاٹگام میں محکمہ کسٹم میں پریوینٹو آفیسر کے عہدہ پہ فائز ہیں۔ مولانا سید مسعود الرحمٰن صاحب رح کی بڑی صاحبزادی سیدہ سارہ خاتون کی شادی پُنیاسی میں اپنے ہی خاندان میں جناب آخوندکار محی الدین صاحب سے ہوئی۔ وہ پہلے محکمہ تعلیم میں اسکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ اِن دونوں ڈھاکہ میں مقیم ہیں۔ دوسری صاحبزادی سیدہ حُسن آرا کی شادی پُنیاسی میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی رح کے خلیفہ جناب صوفی اکرام الحق[۲] صاحب رح کے پوتے جناب ضیاء الحق صاحب سے ہوئی۔

[بقیہ حاشیہ صـ۱۸۶ کا]

صوفی سید فتح علی صاحب ویسی رح کے نامور خلیفہ مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی کے نواسے الحاج قاضی محمد سیف اللہ صاحب ایکس بیکر جنرل رجسٹریشن مشرقی پاکستان سے ہوئی۔ سیدہ منورہ بیگم الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مدظلہٗ (خلیفہ مولانا ابوبکر صاحب رح) ڈھاکہ[۱] کی حقیقی چچا زاد بہن تھیں۔ ہر دو نے سید بشیر الدین صاحب سے ۱۹۳۲ء میں اپنے لئے مکہ معظمہ سے کفن لانے کی فرمائش کی تھی۔ لیکن سید صاحب محترم کی حج بیت اللہ سے واپسی کے قبل ہی ان کا انتقال ہو گیا۔ خط جناب الحاج مولانا بشیر الدین صاحب ڈھاکہ[۱] مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۷۵ء اور ۱۳ مارچ ۱۹۷۵ء۔

[۱] خط جناب سید عبد المتین صاحب شاہ پور، از پُنیاسی ضلع مرشد آباد مورخہ ۸ اکتوبر ۱۹۶۹ء۔

[۲] صوفی اکرام الحق صاحب رح کے نام حضرت صوفی فتح علی صاحب ویسی رح کے خط کی عکسی نقل، مولانا زین العابدین

یہ پناسی ضلع مرشد آباد میں رہتے ہیں[1]۔

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب وَیسی کے دوسرے پوتے جناب الحاج سید محمد جان عالم صاحب ام۔اے۔بی۔ال ۲۹ وائر اسٹریٹ۔وری۔ڈھاکہ ۳ میں رہتے ہیں۔ وہ سپریم کورٹ بنگلہ دیش کے نہایت سینیر ایڈووکیٹ ہیں۔ پہلے ڈھاکہ ہائی کورٹ میں پریکٹس کرتے تھے۔ جہاں وہ سرکاری ایڈووکیٹ کے فرائض بھی انجام دے چکے ہیں اردو فارسی سے بھی واقف ہیں۔ ان کی شادی بھرت پور ضلع مرشد آباد میں جناب خان بہادر آخوند کار فضل حق صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی صاحبزادی ستیدہ بیگم سے ہوئی۔ جو بنگلہ دیش کے وزیر خارجہ جناب ڈاکٹر کمال حسین صاحب کی چچازاد بہن ہیں۔ ان کے ایک صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہیں صاحبزادے جناب سید شہید عالم صاحب بار ایٹ لا سپریم کورٹ بنگلہ دیش میں پریکٹس کرتے ہیں۔ ابھی ان کی شادی نہیں ہوئی ہے اور صاحبزادی جنابہ ستارہ بیگم صاحبہ بی۔اے کی شادی سپریم کورٹ بنگلہ دیش کے جج آنریبل مسٹر جسٹس عبدالرحمٰن چودھری

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۷ کا]

صاحب اختری نے حیات وَیسی حصہ بنگلہ کے صفحہ ۲۴ پر پیش کیا ہے۔ صوفی اکرام الحق کا مزار ملاری یا ملاری ضلع کوچ بہار (مغربی بنگال) میں ملاری یا ملاری اسٹیشن سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔ ہر سال ۵۔۶ پھاگن بنگلہ کو ایصال ثواب کا سالانہ جلسہ ہوتا ہے۔ خط مولانا زین العابدین صاحب اختری موصولہ ۲ فروری ۱۹۷۵ء اور خط مورخہ ۴ مارچ ۱۹۷۵ء۔

[1] خط مولانا سید محمد شبیر الدین صاحب مدظلہ ڈھاکہ ۱ مورخہ ۱۹ ستمبر ۱۹۷۴ء

سے[1] ہوئی ہے۔ جج صاحب محترم کے دو صاحبزادے ضیاء الرحمن چودھری اور ریاض الرحمن چودھری اور دو صاحبزادیاں نُزدسیلی رحمٰن چودھری اور واصفہ رحمٰن چودھری ہیں۔ نُزدسیلی رحمٰن چودھری بی۔اے میں ہیں۔ اور ریاض الرحمٰن چودھری نویں درجہ میں پڑھتے ہیں[2]

سید محمد مصطفیٰ علیؒ کی صاحبزادی سیّدہ تمنّا خاتون صاحبہ کی شادی جناب محمد مبین صاحب سے ہوئی۔ اِن دنوں وہ راج شاہی میں رہتی ہیں۔ دوسری صاحبزادی سیّدہ فاطمہ صاحبہ کی شادی اپنے پھوپھی زاد بھائی سیّد احسان احمد صاحب سے ہوئی۔

حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب قدس سرّہٗ کی صاحبزادی حضرت بی بی سیّدہ زہرا صاحبہؒ جو اپنے وقت کی ولیہ کاملہ تھیں اور رابعہ بنگال کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کی شادی پُناسی سے آٹھ میل (۱۳ کیلومیٹر) پر شاہ پور میں حضرت سیّد محمد حسینؒ سے ہوئی تھی۔ حضرت سیّد محمد حسینؒ کے مورث اعلیٰ سیّد محمد میر حسنؒ بلخ (افغانستان) سے دہلی تشریف لائے۔ اِن کی اولاد میں سیّد فدائی حسینؒ دہلی سے بنگال آکر ضلع مُرشد آباد میں سکونت پذیر ہوئے۔ شاہ پور ضلع مرشد آباد میں حضرت

---

[1] خط جناب الحاج سیّد محمد جان عالم صاحب مدظلہٗ۔ وری اسٹریٹ ڈھاکہ ۳۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۵ اگست ۱۹۷۴ء

[2] خط جناب جسٹس عبدالرحمٰن چودھری ڈھاکہ مورخہ یکم جولائی ۱۹۷۵ء اور خط جناب عبدالسلام صاحب۔ جدو ناتھ باسک لین ڈھاکہ ۱ مورخہ یکم جولائی ۱۹۷۵ء

سیّد محمد حسین رح کا خاندان منشی باڑی خاندان کے نام سے مشہور ہے۔[1]

بی بی سیّدہ زہرا رح کے ایک بیٹے سیّد احسان احمد رح اور دو صاحبزادیاں بی بی ہاجرہ اور بی بی صدّیقہ تھیں۔ حضرت وصیّ رح کے نواسے سیّد احسان احمد رح صاحب کی شادی اپنی ماموں زاد بہن بی بی سیّدہ فاطمہ سے ہوئی۔ جن سے تین صاحبزادے سیّد عبدالمتین، سیّد فردوس احمد اور سیّد ابوالبشر اور دو صاحبزادیاں سیّدہ صالحہ بانو اور سیّدہ حلیمہ بانو ہیں۔ جناب سیّد فردوس احمد اور سیّد ابوالبشر راج شاہی میں اور سیّدہ صالحہ بانو اور سیّدہ حلیمہ بانو اپنے اپنے شوہروں کے ساتھ پابنہ میں رہتی ہیں۔ سیّد احسان احمد صاحب مرحوم کے بڑے صاحبزادے جناب سیّد عبدالمتین صاحب پہلے اپنے آبائی گاؤں شاہ پور میں رہتے تھے۔ اب کچھ دنوں سے اپنی ننھیال پتاسی میں منتقل ہو گئے ہیں۔ اِن کی شادی اپنی خالہ زاد بہن سیّدہ حشمت آرا بیگم سے ہوئی ہے، جو سیّدہ تمنّا خاتون اور جناب محمد مبین صاحب کی صاحبزادی ہیں۔ جناب سیّد عبدالمتین صاحب مدظلّہٗ کے چار بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ حضرت سیّدہ زہرا رح اور اُن کے صاحبزادے سیّد احسان احمد صاحب رح کے مزارات شاہ پور[2] ضلع مرشد آباد میں ہیں۔ یہ دونوں مزارات

---

[1] خط جناب مولانا زین العابدین صاحب اختری کلکتہ ۲۴ ۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۴ جون ۱۹۷۲ء

[2] شاہ پور تھانہ ... پور، سب ڈویژن کانڈی ضلع مرشد آباد، بر سر راہ عظیم گنج کٹوا لوپ لائن کے تیلنیا ریلوے اسٹیشن سے تین میل (پانچ کیلومیٹر) اور تھانہ کے صدر مقام بھرت پور سے تقریباً ۳ ½ میل (چھ کیلومیٹر) دکن پورب ہے۔ بھرت پور سے سیج گرام ہوتے ہوئے شاہ پور تک ایک خام سڑک آتی ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۱ پر)

بہت اچھے حال میں ہیں[1]۔ بی بی سیّدہ زہرا کی صاحبزادی بی بی ہاجرہ مرحومہ کی شادی پُناسی تھانہ بھرت پور میں آخوند کار عبدالحفیظ صاحب سے اور بی بی صدیقہ مرحومہ کی شادی اخوند کارجی مرحوم سے نودیہ تھانہ بھرت پور ضلع مرشد آباد میں ہوئی تھی۔[2]

اس وقت پُناسی ضلع مرشد آباد میں حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب ویسیؒ کی اولاد ظاہری میں نمائندہ ہستی جناب سیّد عبدالمتین صاحب مدظلہٗ کی ہے۔ یہ حضرت ویسیؒ کی صاحبزادی بی بی سیّدہ زہرا کے پوتے ہیں۔ یہ زیادہ تر پُناسی میں اور کبھی کبھی مارسیڈن اسٹریٹ کلکتہ ۱۶ میں رہتے ہیں۔ ان دنوں بردی پور جنکشن ضلع چوبیس پرگنہ کے قریب مدار ہاٹ (برڑتلہ) میں مقیم ہیں۔ انہوں نے ۱۹۷۳ء میں حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب ویسیؒ کی حیات بنگلہ زبان میں لکھی ہے۔ جو بنگال اور آسام کے علاقہ میں بہت مقبول ہوئی ہے[3]۔ پُناسی میں حضرت ویسیؒ کے پوتے الحاج مولانا مسعودالرحمن صاحب کی چھوٹی صاحبزادی سیّدہ حسن آرا صاحبہ بھی رہتی ہیں۔

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۰ کا]

سیح گرام سے شاہ پور دو میل (تین کلومیٹر) ہے۔ ڈاک کا پتہ: شاہ پور۔ براہ بھرت پور ضلع مُرشد آباد ہے۔ خط جناب اخوند کار عبدالرحمن صاحب پوسٹ ماسٹر سیح گرام۔ مورخہ ۳۱ مئی ۱۹۷۴ء اور خط جناب مُصطفیٰ صاحب پوسٹ ماسٹر شاہ پور۔ مورخہ ۳ جون ۱۹۷۴ء

[1] خط جناب سیّد عبدالمتین صاحب شاہ پوری مدظلہٗ۔ از پناسی ڈاک خانہ بہران۔ براہ کٹوا ضلع بردوان مورخہ ۸ اکتوبر ۱۹۶۹ء (بزبان بنگلہ)

[2] خط جناب سیّد عبدالسلام صاحب حیدر ناتھ باسک لین ڈھاکہ ۱۔ مورخہ یکم جولائی ۱۹۷۵ء

[3] خط جناب سیّد عبدالمتین صاحب شاہ پوری مدظلہٗ (بزبان بنگلہ) بنام راقم الحروف از برڑتلہ۔ نزد بردی پور ضلع چوبیس پرگنہ۔ مورخہ ۴ اپریل ۱۹۷۴ء۔

۱۵- اخلاق و عادات

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ولیسی قدس سرہٗ اپنے وقت کے شیخ طریقت اور عارف کامل تھے۔ اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے متصف تھے۔ ہمیشہ اتباع سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بدرجہ کمال خیال رکھتے تھے۔ طبیعت میں سیر چشمی، سخاوت اور فیاضی کا مادہ بہت تھا۔ آپ کے دروازے سے کبھی کوئی سائل واپس نہیں گیا۔ جس زمانہ میں پولیٹیکل پنشن کے دفتر میں ملازم تھے، مشاہرہ کا زیادہ حصہ غریبوں، یتیموں، بیواؤں، بے کسوں اور محتاجوں پر خرچ کرتے تھے۔ بہت ہی سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ لباس اور قیام و طعام میں بے حد سادگی تھی۔ کہیں بھی تکلف، نمود و نمائش کا نام نہ تھا۔ لباس سادہ لیکن صاف ستھرا پہنتے تھے۔ طبیعت میں صفائی، لطافت و نفاست بہت تھی۔ عطر اور خوشبو کا استعمال بہت پسند تھا۔ اکثر روزہ رہتے تھے اور افطار کے وقت بھی محتاجوں اور مسکینوں کا خیال رکھتے تھے۔ نظام اوقات کے سختی سے پابند تھے اور اوراد و وظائف، نوافل وغیرہ پابندی وقت کے ساتھ ادا کرتے تھے۔ اکثر پیدل چلتے تھے، لیکن سواری آسانی سے مل جانے پر اس کا استعمال بھی پسند فرماتے تھے۔ اصلاحِ عقاید اور تبلیغ و اشاعتِ دین کی طرف بہت توجہ تھی۔ اللہ کے بندوں کو صراطِ مستقیم کی طرف لانے اور اللہ سے ملانے میں مسرت محسوس کرتے تھے۔ فخر موجودات، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات سے بے انتہا عشق تھا۔ ؎

دنیا از دین و ایمان ایں قدر دانیم بس
دین ما عشقِ محمدؐ، حُبِّ او ایمان ما

کشف و کرامات کے اظہار کو پسند نہیں فرماتے تھے لیکن کبھی کبھی مریدوں کی تربیت و اصلاح کے سلسلہ میں اس کا اظہار ہو جاتا تھا۔ غرض کہ اپنے اخلاق و عادات کے لحاظ سے حضرت وسیؒ اخلاق نبوی کا اعلیٰ ترین نمونہ تھے۔

۱۶۔ کشف و کرامات

اولیاء اللہ سے کبھی بالکل غیر شعوری طور پر اور کبھی حالت شعور میں ضرورتاً کرامات کا ظہور ہوتا ہے۔ ممتاز المحدثین جناب مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہ نے اپنی کتاب "حیات وسی" میں آپ کی چند کرامتوں[1] کا ذکر کیا ہے۔ حضرت وسی قدس سرہٗ اپنے مریدوں کو چند لمحوں میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف کرا دیتے تھے۔ چنانچہ اس کرامت کے پیش نظر مولانائے محترم نے ہر جگہ آپ کے دوسرے القاب کے ساتھ "رسول نما" کا لفظ بھی نہایت ہی ادب و احترام کے ساتھ استعمال کیا ہے۔

آپ کے خلیفہ شمس العلماء حضرت مولانا غلام سلمانی صاحب[2] رح فرفرا شریف نے لکھا ہے کہ ایک بار مدرسہ عالیہ کلکتہ کے مدرس مولانا شاہ صوفی سعادت حسین[3] صاحب حضرت

---

[1] حیات وسی۔ مولانا زین العابدین صاحب اختری۔ حصہ اول ص ۲۷-۲۵

[2] حضرت مولانا غلام سلمانی صاحب قدس سرہٗ۔ فرفرا شریف۔ تھانہ جنگی پارہ ضلع ہوگلی (مغربی بنگال) متوفی ۱۱ رجب ۱۳۳۰ھ = یکم جولائی ۱۹۱۲ء قطب الارشاد غوث زماں حضرت سید عبد الباری شاہ رح (متوفی دسمبر ۱۹۰۱ء) بنڈیل شریف ضلع ہوگلی کے پیر و مرشد۔

[3] شمس العلماء مولانا شاہ سعادت حسین صاحب رح موضع خیر پور کبیر پور عرف کہٹہ، تھانہ سلاؤ۔ سب ڈویژن

(بقیہ حاشیہ ۱۹۵ پر)

قبلہؒ کی خدمت میں حاضر تھے۔ ایک حدیث نبوی کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ مولانا کا خیال تھا

(بقیہ حاشیہ ص۱۹۴ کا)

بہار شریف ضلع نالندہ (سابق ضلع پٹنہ) صوبہ بہار کے رہنے والے مولوی رحمت علی صاحب کے صاحبزادے تھے۔ کہنہ میں پیدا ہوئے۔ معقولات میں جناب مفتی محمد یوسف صاحب لکھنؤ کے اور منقولات میں جناب مولانا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی کے شاگرد رہے تھے۔ مولانا احمد علی صاحب سہارن پوریؒ سے بھی فیض حاصل کیا تھا۔ تکمیل تعلیم کے بعد کچھ دنوں تک آرہ ضلع شاہ آباد کے ایک مدرسہ میں درس دیتے رہے۔ پھر آپ کی خدمات مدرسہ سہارن پور کے لئے حاصل کی گئیں۔ بعد ۱۸۸۳ء میں مدرسہ عالیہ کلکتہ میں مدرس مقرر ہوئے۔ حضرت صوفی سید فتح علیؒ صاحب دلیشیؒ نے دسمبر ۱۸۸۶ء میں انتقال فرمایا۔ اس لئے زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ ۱۸۸۳ء اور ۱۸۸۶ء کے مابین پیش آیا ہوگا۔ مولانا نے ۶۵ یا ۶۶ سال کی عمر میں مئی ۱۹۱۱ء میں پٹنہ میں انتقال کیا اور کہنہ تھانہ سلاؤ کی مسجد میں دفن کئے گئے۔ کہنہ بہار شریف سے دس میل اور قصبہ سلاؤ سے دو میل پچھم ہے۔

مولانا سعادت حسین صاحبؒ اپنے زمانہ کے متبحر عالم، نامور محدث، منطق اور فلسفہ کے امام اور نہایت بزرگ انسان تھے۔ معقولات میں کمال حاصل تھا اور یگانۂ روزگار تسلیم کئے جاتے تھے۔ مدرسہ عالیہ کلکتہ کے پرنسپل سر ڈینی سن راس آپ کے علم و فضل کے بہت مداح تھے۔ کبھی کسی دربار میں حاضر نہیں ہوئے۔ فلسفہ کی مشہور کتاب ہدیہ سعیدیہ پر حاشیہ لکھا تھا۔ رسالہ ابطال تناسخ، حواشی میر زاہد اور حاشیہ ہدایت الحکمت آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ مولانا ابو الکلام آزاد مرحوم نے آپ سے حدیث کا درس لیا تھا۔ آپ کے صاحبزادے مولوی عبد الحمید صاحب عالم و فاضل خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری میں کیٹلاگر تھے۔ اور آپ کے پوتے مولوی محمد اکرم صاحب وکیل (عمر ۶۵ سال) بہاری ساؤلین، مراد پور، پٹنہ ۳ میں رہتے ہیں۔ اور پٹنہ کی عدالت میں پریکٹس کرتے ہیں۔ بحوالہ عزیزی صبیح الدین حیدر صاحب ایم۔ اے۔ ایم۔ اے، ادارہ تحقیقات عربی و فارسی، پٹنہ ۶۔

(بقیہ حاشیہ ص۱۹۶ پر)

کہ وہ حدیث ضعیف ہے۔ اور حضرت صوفی صاحب قبلہ کو اس کے صحیح ہونے پر اصرار تھا۔
چنانچہ حضور قبلہ نے مولانا پر اپنا فیض ڈالا۔ مولانا فوراً بے ہوش ہو گئے اور اس حال
میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت نصیب ہوئی۔ جناب سرکار دو عالم
صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ وہ حدیث جس کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی بالکل
صحیح ہے۔ تھوڑی دیر بعد جب مولانا سعادت حسین صاحبؒ کو ہوش آیا، تو انہوں نے
برجستہ اقرار فرمایا کہ یہ حدیث بلا شک و شبہ صحیح ہے۔

اِس لئے کہا گیا ہے کہ "صوفی ہر چہ گوید دیدہ گوید"۔ اُن کا علم کتابی اور اکتسابی
نہیں ہوتا۔ وہ علم لَدُنّی سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ عشق و محبّت کی بھٹّی میں وہ اس
طرح تپتے ہیں کہ قلب اُن کا روشن اور منوّر ہو جاتا ہے اور قدرت کے بہت سے
رازہائے سربستہ اُن پر آشکارا ہوتے ہیں لیکن عموماً وہ اِس طرح کے رازوں کا انکشاف
پسند نہیں فرماتے۔

حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب ولیسی رح کے ہم عصر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ، مجدّدیہ
کے ایک دوسرے بزرگ حضرت سائیں توکّل شاہ رحؒ[1] نے انبالہ میں اپنے مرید اور خلیفہ جناب خواجہ

[بقیہ حاشیہ ص۱۹۵ کا]

۲۷ جولائی ۱۹۷۴ء با خط مولوی قمر الہدیٰ صاحب ریٹائرڈ ہیڈ مولوی از کٹہ ضلع نالندہ بنام راقم الحروف مورخہ ۱۲ اگست ۱۹۷۴ء اور بحوالہ مولوی محمد اکرم صاحب وکیل پٹنہ ص۲، ۱۷ اگست ۱۹۷۴ء۔ خط مولانا زین العابدین صاحب اختری کلکتہ ص۲۴، بنام راقم الحروف ۲۲ فروری ۱۹۷۵ء۔

[1] حضرت سائیں توکّل شاہ رحؒ، ضلع گورداسپور پنجاب میں ڈیرہ بابا نانک اور رنگ چھتر کے درمیان لکھوکی کے (بقیہ حاشیہ ص۱۹۷ پر)

محبوب عالم صاحبؒ کو حضرت ابن عمر رضؓ کے سلسلہ میں طلبار کو ایک موضوع حدیث پڑھانے سے فوراً روک دیا تھا اور بعد میں مولانا کے دریافت کرنے پر فرمایا تھا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا نور عرش تک جاتا ہے اور چونکہ اس میں نور تھا ہی نہیں اس لئے میں نے پہچان لیا۔[۱]

قرآن پاک کی تلاوت کے وقت نور کی موجیں اٹھتی ہیں۔ اُن کے متاثر ہونے اور قرآن پاک کے جو فیوض و برکات اُن کے قلب پر وارد ہوتے ہیں۔ اُن سے اللہ کے اُن قدسی صفات بندوں پر تلاوت کرنے والوں کی غلطیاں واضح ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ حضرت سائیں توکل شاہ رحؒ کے ایک اَن پڑھ اور اُمی مرید امیر اللہ شاہ کا اپنے وطن بوڑیہ (پنجاب) میں ایک حافظ قرآن کو ایک بار ایک آیت چھوٹ جانے اور دوسری بار متشابہ لگنے پر بتلا دینے کا واقعہ پنجاب میں مشہور ہے[۲]۔

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب وسیؒ کے سلسلہ کے بزرگ قطب الارشاد حضرت

[بقیہ حاشیہ ص۱۹۶ کا]

رہنے والے اور جہاں خیلان ضلع ہوشیار پور کے حضرت خواجہ قادر بخش نقشبندی رحؒ کے خلیفہ ۲ ربیع الاول ۱۳۱۵ھ = ۳ اگست ۱۸۹۷ء کو انبالہ میں انتقال ہوا۔ مزار شریف انبالہ میں ہے۔ آپ کے متعلق جناب خواجہ محبوب عالم صاحب رحؒ کی کتاب "ذکر خیر المعروف بہ صحیفہ محبوب" نہایت مستند تصنیف ہے۔

[۱] ذکر خیر، المعروف صحیفہ محبوب۔ خواجہ محبوب عالم صاحبؒ (سیدہ شریف۔ تحصیل پھالیہ۔ ضلع گجرات۔ پنجاب۔ پاکستان) ص۲۲۳۔

[۲] امیر اللہ شاہ رحؒ بوڑیہ، تحصیل جگادھری، ضلع انبالہ کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے دریافت حال پر
(بقیہ حاشیہ ص۱۹۸ پر)

سیّد عبدالباری شاہ رحؒ[1] بظاہر بہت کم پڑھے لکھے تھے۔ لیکن جب کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تھا، تو بقید صفحہ وسطر کتاب کا حوالہ دیتے تھے[2]۔

کلکتہ کے شیخ خدا بخش کے حوالے سے ممتاز المحدّثین مولانا زین العابدین صاحب اختر ہی مدظلہٗ نے لکھا ہے کہ ایک بار ایک مُرید نے حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب وَیسیؒ سے عرض کیا کہ سخت ریاضت کے باوجود اُس کا قلب جاری نہیں ہوتا ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ تم نے کسی سُود خوار کے یہاں تو کھانا نہیں کھایا؟ اُس مُرید نے اقرار کیا کہ اُس کا داماد سُود خوار ہے اور اس نے اُس کے یہاں ضیافت کھائی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اُس حرام لُقمہ کے باعث قلب سیاہ ہو گیا اور جاری نہیں ہوتا ہے[3]۔

ایک بار حضرت وَیسی قدس سرّہٗ ایک گاؤں سے گذر رہے تھے۔ ایک پالکی والے کو سانپ نے کاٹا اور وہ بیہوش ہو گیا حضرت نے اُس پر توجہ ڈالا اور اللہ کی مہربانی سے وہ فوراً اچھا ہو گیا۔

کلکتہ میں جب حضرت وَیسی قدس سرّہٗ بی بی سالٹ کی مسجد میں مقیم تھے، تو جناب

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۷ کا]

حضرت سائیں توکّل شاہؒ کو بتلایا تھا کہ لوح محفوظ پر قرآن پاک کی آیتیں نظر آرہی تھیں۔ اس افشائے راز پر ان کی تادیب بھی ہوئی تھی۔ صحیفۂ محبوب ص ۱۴۳۔

[1] قطب الارشاد غوث زماں حضرت سیّد عبدالباری شاہؒ۔ بنڈیل شریف ضلع ہوگلی۔ مغربی بنگال۔ انتقال سنیچر ۷ رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ ۲۹ دسمبر سنہ ۱۹۰۰ء خلیفہ حضرت مولانا غلام سلمانی صاحبؒ فرفرا شریف۔ ضلع ہوگلی۔

[2] سوانح حیات سیّد عبدالباری شاہؒ۔ حضرت مولانا محمد سعید خاں عفا عنہ قبلہ مدظلہٗ۔ منگراواں ضلع اعظم گڑھ ص ۴۷

[3] حیات وَیسیؒ۔ مولانا زین العابدین صاحب اختر ہی۔ حصہ دوم ص ۱۸

شاہ مرشد علی القادری رح کے ایک مریدین کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا بڑا اشتیاق تھا۔ آپ کے فیض سے اُن کو زیارت نصیب ہوئی۔

۱۷۔ خلفا اور مُریدین

دیوان وسیمؔ رح کے مرتّب مولوی سیّد محمد میر حسن صاحب شاہ پوری نے دیوان[۱] کے اخیر میں حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب وسیمی قدس سرّہٗ کے بیتیس خلفا اور مریدین کی فہرست دی ہے۔ مولانا زین العابدین اختری مدظلّہ، سجادہ نشین کان کھولی شریف (ضلع چوبیس پرگنہ) کی تصنیف حیات[۲] وسیمی میں مولوی مبین اللہ صاحب رام پاڑہ ضلع ہوگلی اور مولوی سیّد ذوالفقار علی صاحب ٹیٹاگڑھ ضلع چوبیس پرگنہ کے سوا باقی تینتیس[۳۳] اصحاب کے نام شامل ہیں۔

۱۔ مولانا عبدالحق صاحب رح بسیج گرام۔ ضلع مرشد آباد۔

۲۔ مولوی ایاز الدین صاحب۔ علی پور

---

[۰] حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب وسیمیؔ کے ہم عصر بزرگ ۱۸۵۲ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۱۰ء میں انتقال ہوا۔ مزار مبارک مدناپور میں ہے۔ آپ کے حالات اور ارشادات تذکرۃ المولیٰ میں ملتے ہیں۔ رود کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۴۷-۴۶۹

[۱] دیوان وسیمی۔ مطبوعہ قیومی پریس کان پور ۱۳۵۳ھ = ۱۹۳۵ء ص ۲۰۸-۲۰۷

[۲] حیات وسیمی۔ مولانا اختری حصہ اُردو ص ۴۵-۴۴

۳۔ صوفی نیاز احمد صاحب۔ کانزا پوتا۔ شہر بردوان۔
۴۔ صوفی اکرام الحق صاحب۔ پناسی۔ ضلع مرشد آباد
۵۔ مولوی مطیع الرحمٰن صاحب چاٹگام
۶۔ حافظ محمد ابراہیم صاحب چاٹگام
۷۔ مولوی عبد العزیز صاحب۔ چنڈور۔ جہان آباد۔ ضلع ہوگلی۔
۸۔ مولوی اکبر علی صاحب۔ سلہٹ
۹۔ مولوی امجد علی صاحب ڈھاکہ فی الحال سلہٹ
۱۰۔ مولوی احمد علی صاحب فرید پور۔
۱۱۔ شاہ دیدار بخش صاحب۔ پدو پوکھر۔ ضلع ہوڑہ
۱۲۔ شاہ بقاء اللہ صاحب۔ کان پور۔ ضلع ہوگلی
۱۳۔ مولوی شاہ صوفی محمد ابو بکر صاحبؒ۔ پھرپھرہ۔ ضلع ہوگلی۔
۱۴۔ مولانا شاہ صوفی غلام سلمانی صاحبؒ۔ پھرپھرہ۔ ضلع۔ ہوگلی
۱۵۔ مولوی غنیمت اللہ صاحب پھرپھرہ۔ ضلع ہوگلی۔
۱۶۔ منشی صداقت اللہ صاحب۔ پھرپھرہ۔ ضلع ہوگلی
۱۷۔ منشی شرافت اللہ صاحب۔ کھاتن ضلع ہوگلی
۱۸۔ شیخ قربان صاحب۔ بنیا تالاب۔ کلکتہ
۱۹۔ شمس العلماء مولوی مرزا اشرف علی صاحب۔ کلکتہ
۲۰۔ سید واجد علی صاحب مہدی باغ۔ کلکتہ۔

۲۱ - مولوی گل حسین صاحب حراسان

۲۲ - مولوی عطاالرحمٰن صاحب ضلع چوبیس پرگنہ -

۲۳ - مولوی مبین اللہ صاحب - رام پاڑہ ضلع ہوگلی

۲۴ - مولوی سیّد ذوالفقار علی صاحب - ٹیٹاگڑھ ضلع چوبیس پرگنہ

۲۵ - مولوی عطائے الٰہی صاحب - نل کوٹ - ضلع بردوان

۲۶ - منشی سلیمان صاحب باراساٹ - ضلع چوبیس پرگنہ

۲۷ - مولوی نصیرالدین صاحب - ضلع ندیا -

۲۸ - مولوی عبدالقادر صاحب - فریدپور

۲۹ - مولوی قاضی خدا نواز صاحب - دمہسرہ - ضلع ہوگلی -

۳۰ - مولوی عبدالقادر صاحب بیدیا باٹی - ضلع ہوگلی

۳۱ - قاضی فصاحت اللہ صاحب - ضلع چوبیس پرگنہ

۳۲ - شیخ لال محمد صاحب - تجپیرا - ضلع ہوگلی -

۳۳ - مولوی سیّد اعظم حسین صاحب ساکن الحال - مدینہ منوّرہ

۳۴ - مولوی سیّد عبیداللہ صاحب - سانتی پور - ضلع ندیا -

۳۵ - حافظ محمد ابراہیم صاحب - پھر پھرہ - ضلع ہوگلی -

حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب وؔیسی قدس سرہٗ کے اکثر مریدوں کے بارے میں ہماری معلومات بہت کم ہیں - دیوان وؔیسی میں اِن میں سے اکثر حضرات کا پتہ اتنا نامکمّل ہے کہ ان کے بارے میں مزید تحقیق میں بڑی دشواریاں ہیں - پھر بھی

متذمت ذرائع سے کچھ لوگوں کے حالات معلوم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور اُن لوگوں کے بارے میں جو کچھ معلوم ہو سکا ہے۔ وہ درج کیا جا رہا ہے۔ حضرت ویسیؒ کے تین خلفاء مولانا عبدالحقؒ صاحب سیبج گرامیؒ مولانا شاہ صوفی محمد ابوبکر صاحبؒ اور حضرت مولانا غلام سلمانی صاحبؒ فرفرہ شریف کی اہمیت کے پیش نظر ان بزرگوں کے حالات قدرے تفصیل کے ساتھ علیحدہ عنوانات کے تحت پیش کیے جا رہے ہیں۔

جناب مولوی ایاز الدین صاحبؒ علی پور کے رہنے والے تھے۔ لیکن علی پور کے آگے ضلع کا نام نہیں دیا ہے۔ بنگال میں علی پور نام کے دو مقامات ہیں۔ ایک علی پور شہر کلکتہ کا جنوبی حصہ ہے، جو ضلع چوبیس پرگنہ کا صدر مقام ہے اور جہاں اضلاع چوبیس پرگنہ اور کلکتہ کی سرکاری کچہریاں نیشنل لائبریری۔ مرکزی جیل اور شہرہ آفاق زولوجیکل گارڈن (چڑیا خانہ) وغیرہ ہے اور دوسرا علی پور دوار[۱] جو ضلع جلپائی گوری (شمالی بنگال)

---

[۱] علی پور دوار۔ جلپائی گوری ضلع کے علی پور دوار سب ڈویژن کا صدر مقام کال جنی ندی کے شمالی کنارے پر آباد ہے اور بھوٹان کی جنگ ۱۸۶۵ء میں سرکار انگریزی کی نمایاں خدمات انجام دینے والے کرنل ہدایت علی خاں کے نام پر ہے۔ سنہ ۱۹۰۱ء میں یہاں کی آبادی صرف ۱۵۷۱ نفوس تھی۔ جلپائی گوری ضلع گزیٹر۔ جان۔ آف۔ گرونگ۔ سنہ ۱۹۱۱ء ص ۱۴۳۔ بہ تقسیم ملک کے بعد اس کی اہمیت میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ ایک اہم ریلوے جنکشن ہے اور آسام کو جانیوالی قومی شاہراہ نمبر ۳۱ اس کے قریب سے گزرتی ہے۔

کے مشرقی سب ڈویژن کا صدر مقام ہے۔ علی پور کلکتہ کے بہت سے دوسرے خاندان کو بھی حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب ویسی رح اور اُن کے خلفاء مولانا شاہ صوفی محمد ابوبکر صاحب رح اور مولانا غلام سلمانی رح سے ارادت اور عقیدت رہی ہے جن میں سب سے نمایاں خاندان الحاج مولانا سیّد ابوالبشر محمد بشیر الدین صاحب مدظلہٗ کا ہے۔ ظاہر ہے کہ مولوی ایاز الدین صاحب رح کا تعلق ضلع جلپائی گوڑی کے علی پور دوار سے نہیں بلکہ علی پور کلکتہ سے ہے۔

صوفی نیاز احمد صاحب رح منگل کوٹ ضلع بردوان کے رہنے والے تھے۔ وہ بعد میں منگل کوٹ سے شہر بردوان کے محلہ کاٹرا پوتا میں منتقل ہو گئے اور وہیں اُن کا انتقال ہوا۔ اُن کا مزار بردوان ریلوے اسٹیشن سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر محلہ کاٹرا پوتا میں اُسی مقام پر ہے، جہاں حاجی پیر بہرام سقہ رح (متوفی ۹۷۰ھ = ۱۵۶۲-۶۳ء)، نواب قطب الدین خاں کوکلتاش[1] صوبہ دار بنگالہ (متوفی ۱۶۰۷ء) اور نورجہاں بیگم کے پہلے شوہر شیر افگن خاں کے مزارات ہیں۔

---

[1] نواب قطب الدین خاں کوکلتاش حضرت شیخ سلیم چشتی رح کے نواسے اور شہنشاہ محمد سلیم جہانگیر کے رضاعی بھائی تھے۔ عہد اکبری میں بدایوں کے ناظم تھے۔ جامع مسجد بدایوں کی مرمت کرائی۔ نواح بدایوں میں اب تک آپ کی اولاد موجود ہے۔ عہد جہانگیری میں پنج ہزاری منصب عطا ہوا۔ اور مرزا راجہ مان سنگھ کے بعد ستمبر ۱۶۰۶ء میں بنگال کے صوبہ دار مقرر ہوئے۔ شیر افگن خاں نے ۳۰ مئی ۱۶۰۷ء کو بردوان میں آپ کو دھوکہ سے قتل کر دیا۔ اس کے بعد صوبہ دار کی فوج کے سپاہیوں نے شیر افگن خاں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ قاموس المشاہیر جلد دوم، صفحہ ۱۴۳-۴۴؛ تاریخ بنگالہ سر جدوناتھ سرکار جلد دوم صفحہ ۲۴۶۔

صوفی نیاز احمد صاحب رح کے بڑے بیٹے ڈاکٹر محمد احمد منگل کوٹ ضلع بردوان میں قیام پذیر رہے۔ اُن کے کوئی اولاد ذکور نہ تھی۔ انہوں نے اپنے والد کی زندگی ہی میں انتقال کیا۔ دوسرے بیٹے جناب علی احمد صاحب مرحوم بنگال جوڈیشیل سروس کے ایک سرکردہ رُکن تھے۔ وہ آرہ ضلع شاہ آباد (بہار) میں ڈسٹرکٹ اور سیشن جج رہ چکے تھے۔ سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد وہ بھاگل پور (بہار) میں آباد ہو گئے۔ تیسرے بیٹے آسام کی کسی چائے کمپنی میں ملازم تھے اور چوتھے بیٹے محسن احمد کاٹرا یو تا شہر بردوان میں قیام پذیر تھے[1]۔ جناب صوفی علی احمد صاحب جج نے ۷۰ سال کی عمر میں بھاگل پور میں انتقال کیا اور شہر سے دکھن "شاہ جنگی" کے قریب خاندانی قبرستان میں آم کے باغ میں دفن ہوئے۔ یہ باغ بہت اچھے حال میں ہے۔

جناب صوفی علی احمد صاحب مرحوم جج کی ایک صاحبزادی اور چار صاحبزادے تھے۔ صاحبزادوں کے نام صوفی سلطان احمد۔ صوفی احسان احمد۔ صوفی غفران احمد صوفی طفیل احمد تھے۔ صوفی سلطان احمد صاحب اسسٹنٹ جنرل رجسٹریشن بہار کے پرسنل اسسٹنٹ کی حیثیت سے ملازمت سے ریٹائر ہوئے۔ ان کا ۱۹۴۴ء میں ۶۲ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ صوفی احسان احمد صاحب نے بالکل عالم شباب میں ۲۰ سال کی

---

[1] خط جناب ڈاکٹر محمد ابو تراب صاحب صدر "حضرت حمید بنگالی وقف کمیٹی" نور منزل منگل کوٹ ضلع بردوان۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۷۵ء

عمر میں بمبئی میں انتقال کیا۔ اُن کا مزار ناسک میں ہے۔ تیسرے بیٹے صوفی غفران احمد کا بچپن ہی میں انتقال ہوگیا۔ چوتھے بیٹے صوفی طفیل احمد صاحب کلکتہ میں رہتے تھے۔ اُن کا ۱۹۶۸ء میں انتقال ہوا۔

صوفی سلطان احمد صاحب مرحوم کے تین بیٹے صوفی عزیز احمد، صوفی انیس احمد۔ اور صوفی انوار احمد ہیں۔ صوفی عزیز احمد صاحب نے میڈیکل کی تعلیم کلکتہ میں حاصل کی اور اِس وقت بھاگل پور کے چند ممتاز اور کامیاب ڈاکٹروں میں ہیں۔ جناب ڈاکٹر محی الدین صاحب اور مولوی محمد اختر صاحب وکیل، ناتار پور بھاگل پور کے ساتھ سماجی اور ملّی کاموں میں نمایاں حصّہ لیتے ہیں۔ اور ستمبر ۱۹۵۰ء سے ناچیز راقم الحروف کے مخلص دوستوں میں ہیں۔ ڈاکٹر عزیز احمد صاحب کی چار صاحبزادیاں اور ایک لڑکا ارشاد احمد تیرہ چودہ سال کا ہے اور اسکول میں پڑھتا ہے۔ ڈاکٹر عزیز احمد صاحب کے بھائی صوفی انیس احمد (بی۔ ایس سی ٹیکنولوجی) کلکتہ کی ایک جوٹ مِل میں اعلیٰ انتظامی عہدہ پر فائز ہیں اور دوسرے بھائی صوفی انوار احمد (ام۔ ایس سی) سندری ضلع دھنباد میں ٹیکنو لوجسٹ ہیں۔ صوفی طفیل احمد صاحب کے بیٹے یعنی ڈاکٹر عزیز احمد صاحب کے چچازاد بھائی ڈاکٹر امین احمد کلکتہ میں پریکٹس کرتے ہیں۔[1] بھاگل پور میں جناب صوفی علی احمد صاحب مرحوم جج کا خاندان کو توالی تھانہ

---

[1] خط جناب ڈاکٹر عزیز احمد صاحب بھاگل پور۔ مورخہ ۱۱ جولائی ۱۹۷۵ء۔ اور ۲۴ جولائی ۱۹۷۵ء؛ اور خط محمد عبدالعزیز ایم اے۔ بریہ پورہ۔ بھاگل پور۔ مورخہ ۱۴ جولائی ۱۹۷۵ء

کے پورب آباد ہے۔

صوفی نیاز احمد صاحب منگل کوٹی رح کے ایک پڑپوتے صوفی محی الدین صاحب بنگلہ دیش میں ایگری کلچرل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (زراعتی ادارہ تحقیقات) کے ڈائرکٹر ہیں اور وہ جناب ڈاکٹر ابو تراب صاحب منگل کوٹ ضلع بردوان کے رشتہ میں بھتیجے ہیں۔[1]

کاٹرا پوتا شہر بردوان کے جس قبرستان میں صوفی نیاز احمد صاحب رح کا مزار ہے۔ وہیں بنگال کے مشہور مسلم رہنما اور محمڈن لیٹریری ایسوسی ایشن کلکتہ کے بانی نواب عبداللطیف خان بہادر سی۔ آئی۔ ای کے نواسے اور خیالات آزاد۔ نوابی دربار (ناول) سوانح عمری مولانا آزاد (مزاحیہ) اور لوفر کلب نامی کتابوں کے مصنف نواب سید محمد خان[2] بہادر آئی۔ ایس۔ او۔ ڈھاکہ (مولانا آزاد) کے صاحبزادے نواب سید علی اشرف مرحوم بھی آرام فرما ہیں۔ وہ بردوان میں آباد ہو گئے تھے اور ۷۰ سال کی عمر میں یہاں ان کا ۱۹۴۱ء میں انتقال ہوا[3]۔ ان کے بیٹے پروفیسر سید علی اکبر

---

[1] خط جناب سید عبدالسلام صاحب۔ جدو ناتھ باسک لین ڈھاکہ ۱ بنام راقم الحروف مورخہ ۶ جون ۱۹۷۵ء

[2] تاریخ ادب اردو۔ رام بابو سکسینہ۔ اردو ترجمہ حصہ نثر ص ۲۶-۲۷؛ شہاب ثاقب؛ سید اختر حسن۔ ماہ نو کراچی ۱۹۶۱ء۔ ص ۴۱؛ بنگال کے دو نامور خاندان؛ صابر حسن باڑھ۔ ضلع پٹنہ۔ آج کل۔ دہلی۔ مئی ۱۹۷۵ء ص ۴۰-۴۲

[3] خط جناب مولانا ابو البشر محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ ۱ مورخہ ۱۶ جون ۱۹۷۵ء؛ نواب سید علی اشرف مرحوم، سید حسین ایڈیٹر اخبار انڈی پنڈنٹ ۱ الہ آباد اور سفیر ہند متعینہ مصر (متوفی فروری ۱۹۴۹ء)

(بقیہ حاشیہ ص ۲۰۷ پر)

پُرانا چوک بردوان میں رہتے تھے۔ نواب سید علی اشرف مرحوم کی نواسی بیگم سیدہ فاطمہ فضل الرحمٰن عرف نسیمی بیگم کو شرفِ بیعت مولانا شاہ صوفی محمد ابوبکر صاحب رح کے خلیفہ مولانا عبدالخالق صاحب رح سے حاصل ہے۔ نسیمی بیگم، لیڈی برابرن کالج کلکتہ میں اُردو کی لکچرر تھیں۔ ان دنوں دھان منڈی ڈھاکہ میں رہتی ہیں۔ ان کے شریک حیات مسٹر فضل الرحمٰن مرحوم وزیر حکومت پاکستان نے علامہ شبلی نعمانی کی شہرۂ آفاق تصنیف "سیرۃ النبی" کا انگریزی میں ترجمہ کیا اور مسٹر فضل الرحمٰن[۱] کے انتقال کے بعد اِس کتاب کا مقدمہ

[بقیہ حاشیہ ص۳۰۶ کا]

کے بڑے بھائی (سوتیلے) تھے۔ غیر منقسم بنگال کے وزیر اعظم ابوالقاسم فضل الحق مرحوم اور کلکتہ یونیورسٹی کے پہلے مسلمان وائس چانسلر سر حسان سہروردی مرحوم ان کے برادر نسبتی (بہنوئی) تھے۔ "آج کل" مئی ۱۹۷۵ء ص۴۲-۴۰

[۱] مسٹر فضل الرحمٰن مرحوم موضع شیشے پوکور۔ تھانہ دوہر۔ پرگنہ بکرم پور ضلع ڈھاکہ میں ۱۹۰۴ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۳ دسمبر ۱۹۶۶ء کو کار کے ایک حادثہ میں زخمی ہوئے اور ۱۸ دسمبر ۱۹۶۶ء کو ڈھاکہ میں انتقال ہوا۔ عظیم پورہ قبرستان میں دفن ہوئے۔ برِّ اعظم ہند و پاکستان کے وہ ایک جلیل القدر اور نامور فرزند ہوئے ہیں۔ تقسیم ہند کے بعد پاکستان کی پہلی کابینۂ وزارت میں وہ شامل کئے گئے تھے۔ ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن کو عشق تھا۔ سیرۃ النبی کا انگریزی ترجمہ اُن کا شاندار کارنامہ ہے۔ پانچسو صفحات کی یہ کتاب پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کی طرف سے ۱۹۷۰ء میں شائع ہوئی۔ قیمت ۳۰ روپے۔ مقدمہ سیرۃ النبی۔ بیگم سیدہ فاطمہ فضل الرحمٰن؛ خط جناب سید عبدالسلام صاحب ڈھاکہ ۱۔ مورخہ یکم جولائی ۱۹۷۵ء

بیگم فاطمہ فضل الرحمٰن[1] نے لکھا ہے۔

مولانا صوفی اکرام الحق صاحب پناسی ضلع مرشد آباد کے رہنے والے تھے۔ پناسی ضلع مرشد آباد کے بھرت پور تھانہ میں ضلع بردوان کی سرحد کے قریب جماعت پور بہاران اسٹیشن سے نصف میل (پون کیلومیٹر) کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب قدس سرہٗ کی شادی ہوئی تھی اور یہیں آپ نے اقامت اختیار کرلی تھی اسی بستی میں آپ کے صاحبزادے سیّد مصطفیٰ علیؒ کی شادی نجابت حسین صاحب مرحوم کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ یہیں آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت بی بی فاطمہ قدس سرہا اور صاحبزادے حضرت سیّد مصطفیٰ علیؒ کے مزارات ہیں۔ یہیں آپ کی نواسی بی بی سیّدہ ہاجرہ خاتون مرحومہ کی شادی اخوند کار عبدالعزیز مرحوم سے ہوئی تھی۔ پناسی ہی میں حضرت کے بڑے پوتے جناب سیّد مسعود الرحمٰن صاحب مرحوم کی بڑی صاحبزادی سیّدہ سارہ خاتون کی شادی اخوند کار محی الدین صاحب سے اور چھوٹی صاحبزادی سیّدہ حسن آرا کی شادی حضرتؒ کے خلیفہ جناب صوفی اکرام الحق

---

[1] بیگم سیّدہ فاطمہ فضل الرحمٰن عرف نسیمی بیگم، سپہ سالار حضرت سیّد نصیر الدین الہ آبادیؒ فاتح سلہٹ کی اولاد میں ہیں۔ یہ علاقہ ترانہ ضلع سلہٹ کی رہنے والی اور نواب سیّد علی اشرف مقیم بردوان کی نواسی ہیں۔ کلکتہ میں ۱۹۱۸ء میں پیدا ہوئیں۔ ۱۹۴۷ء تک لیڈی برابرن کالج کلکتہ میں اردو کی لکچرر تھیں۔ بچوں کی تعلیم کی ترقی کے لئے سوسائٹی قائم کیا ہے۔
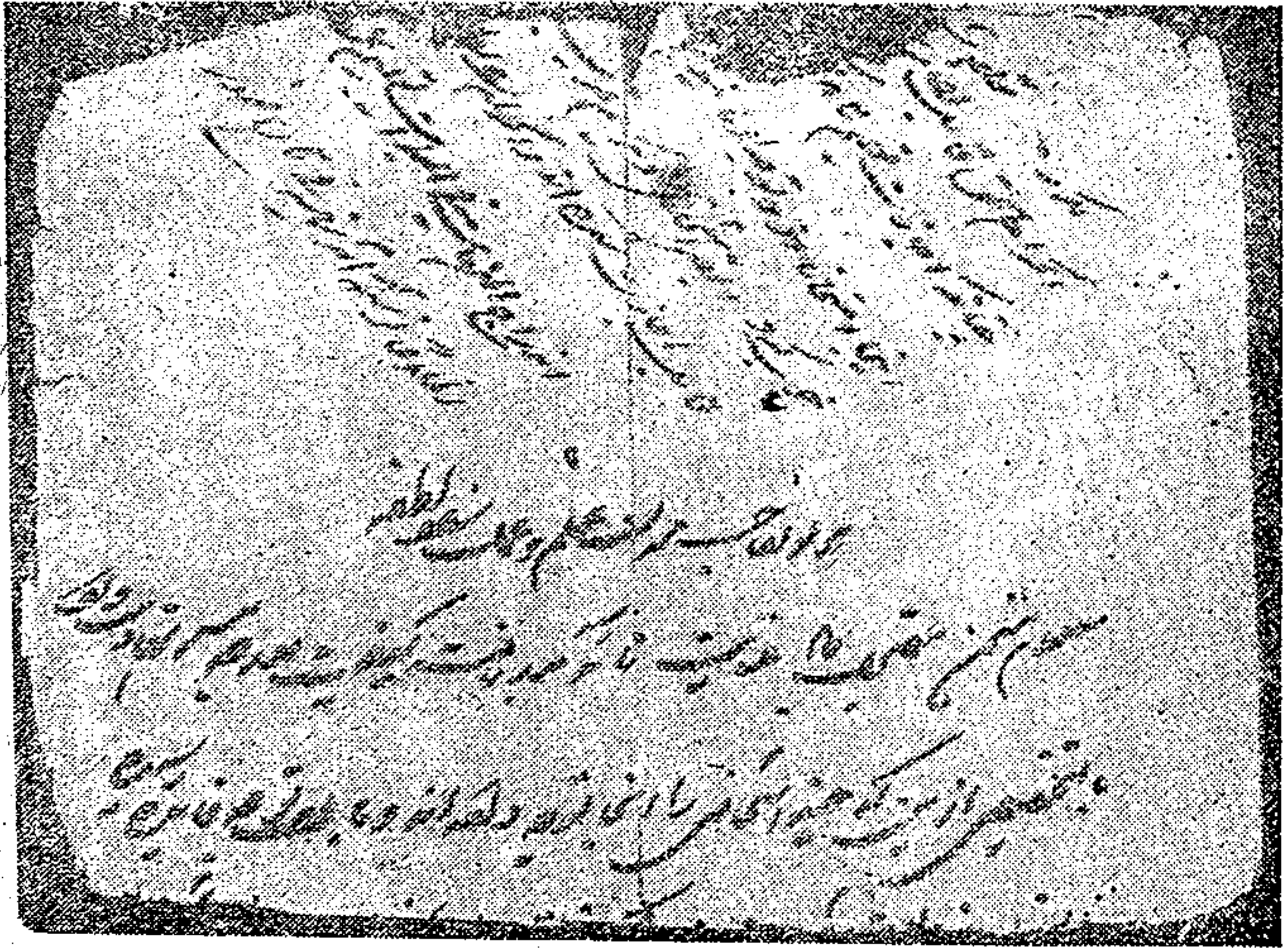
۱۲- تحریرِ مُبارک قطبِ اِرشاد حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب وِیسیؒ

صاحبؒ کے پوتے جناب ضیاء الحق سے ہوئی ہے۔ انگو ندکار محی الدین صاحب ان دنوں ڈھاکہ میں مقیم ہیں اور ضیاء الحق صاحب پُناسی میں رہتے ہیں۔

صوفی اکرام الحق صاحبؒ کا مزار ہلدی باڑی[1] ضلع کوچ بہار (شمالی بنگال) میں بنگلہ دیش کی سرحد کے قریب ہے۔ یہاں ہر سال پھاگن بنگلہ کی ۶-۷ تاریخ کو ایصال ثواب کے لئے سالانہ جلسہ منعقد ہوتا ہے۔ جس میں کوچ بہار، جلپائی گوڑی اور بنگال کے دوسرے اضلاع سے مریدوں، متوسّلوں اور طالبانِ حق کا ایک کثیر اجتماع ہوتا ہے۔ مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہٗ لکھتے ہیں کہ جناب مولانا صوفی اکرام الحق صاحبؒ حضرت وسیمؒ کے خاص خلفاء میں سے تھے اور اپنے وقت کے عارف کامل اور صوفی باکمال تھے[2]۔

جناب صوفی اکرام الحق صاحبؒ کے ایک خلیفہ ڈاکٹر عطاء اللہ صاحبؒ ڈھاکہ میں رہتے ہیں۔ یہ رنگ پور کے رہنے والے ہیں۔ ان کی ایک کتاب لندن میں چھپی ہے۔

---

[1] ہلدی باڑی ضلع کوچ بہار (مغربی بنگال) کے میکلی گنج سب ڈویزن کا ایک تھانہ اور بنگلہ دیش کی سرحد پر ہندوستان کا آخری ریلوے اسٹیشن اور بڑا تجارتی مرکز ہے۔ ریل کے ذریعہ نیو جلپائی گوڑی جنکشن یہاں سے ۶۱ کیلومیٹر۔ جلپائی گوڑی ۲۵ کیلومیٹر اُتر اور ضلع کا صدر مقام کوچ بہار ۱۳۴ کیلومیٹر پورب ہے۔ جلپائی گوڑی اور ہلدی باڑی کے درمیان صرف ایک اسٹیشن مندل گھاٹ ہے۔ ہلدی باڑی اسٹیشن سے صوفی اکرام الحق صاحب رح کا مزار ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔ سنہ ۱۹۶۱ء کی مردم شماری میں ہلدی باڑی تھانہ کی ۴۳،۶۱۶ نفوس کی آبادی میں مسلمان ۲۳،۸۰۷ تھے اور شہر ہلدی باڑی کی ۵۶۸ نفوس کی آبادی میں مسلمان ۷۰ تھے۔ مردم شماری ہند۔ بنگال۔ آر۔ اے۔ دو دیش۔ سنہ ۱۹۶۲ء؛ نارتھ ایسٹ فرنٹیر ریلوے ٹائم ٹیبل، اپریل سنہ ۱۹۷۰ء

[2] خط ممتاز المحدثین مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہٗ کلکتہ ۲۴۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۲ فروری سنہ ۱۹۷۵ء

جناب مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہ نے حیاتِ ویسی حصہ بنگلہ کے ص۲۳-۲۴ پر حضرت ویسی رح کے ایک خط کی جو عکسی نقل پیش کی ہے۔ اس میں مولانا صوفی اکرام الحق صاحب رح کا ذکر آیا ہے۔ مولانا نے کتاب کے ص۲۵-۲۶ پر خط کا مضمون بھی نقل کیا ہے۔ خط کا کنارا اقدرے کرم خوردہ ہے۔ اس کا جو مضمون پڑھا جا سکتا ہے، اُس کا متن حسب ذیل ہے۔

مولوی صاحب، معدن علم و عمل زاد لطفہ،

سلام مسنون قبول باد۔ عنایت نامہ رسید۔ بدریافت کیفیت بدیہ بسر تنہا دست دادہ۔ بالتحصیل ازین کہ چند اشخاص را آن جا توجہ دادہ اند و با وصف توجہ فائدہ رسیدہ . . . .

مکرر۔ تعلیم . . . . . . اکرام الحق قابل اجازت . . . . . . چنانکہ اجازت تعلیم تا . . . . . . این جا امتحاناً از و توجہ دہانیدم۔ خوب کرد و بعضے اشخاص دیگر ہم قریب قابل اجازت شدہ اند و اکرام را . . . . . . اندراج النہایت فی البدایت تعلیم نمودہ . . . . . . اطلاعاً نوشتہ آمد . . . . . . فی التاریخ صدر۔

. . . . . . البدایت نشاندہ ام و ہمیں سلوک او بالاصالت می شود، و شورش باطن و محبت لازمہ این مقامست۔ چنانچہ در طریق دیگر در آخر حال ظہور می کند و جذبہ و . . . . . . فقد وقت می گردد۔ چنانچہ حضرت نقشبند رضی اللہ عنہ می فرمایند: ؎

اوّل ما آخر ہر منتہی ❊ آخر ما جیب تمنا تہی

۱۴- تحریر مبارک قطب ارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی رح

لہذا توجہ او موثر تردیدہ می شود، بلکہ بہاں بوقت متوجہ الیہ در خود اثر می یابد۔
مگر افسوس کہ چیزے علم ندارد لہذا تربیت او خاطر خواہ نمی شود۔ دعا فرمائید فقط
از خدمت مولوی محی الدین حسن صاحب نیز قطعہ عنایت نامہ رسیدہ۔
جواب آن ہم امروز فردا انشاء اللہ تعالیٰ ...... نوشتہ ...... التماس

بخدمت جاد اللہ صاحب ممدوح دین کر درسہ بروز بار

مولوی مطیع الرحمٰن اور حافظ محمد ابراہیم صاحب کے بارے میں صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں چاٹگام کے رہنے والے تھے۔ یہ واضح نہیں ہوتا ہے کہ شہر چاٹگام کے باشندے تھے، یا کسی دیہی علاقہ کے۔ ان دونوں بزرگوں کے متعلق مزید کچھ معلومات حاصل نہیں ہو سکیں۔

جناب مولوی عبد العزیز صاحب کے پتہ میں جینڈور۔ جہان آباد ضلع ہوگلی لکھا ہے۔ دامودر ندی کے پچھم ضلع ہوگلی کے مغربی سب ڈویزن کا نام پہلے جہان آباد تھا۔ بہار کے گیا ضلع میں بھی جہان آباد نام کا ایک سب ڈویزن تھا۔ صوبہ بنگال و بہار میں جہان آباد نام کے دو سب ڈویزنوں کی وجہ سے انتظامی دقت ہوتی تھی۔ چنانچہ ۱۹۰۰ء میں ضلع ہوگلی کے جہان آباد شہر کا نام بدل کر آرام باغ[1] رکھا گیا۔ شہر کے نام پر سب ڈویزن

---

[1] آرام باغ نام یہاں لوگوں کے ایک خوبصورت باغ کے نام پر رکھا گیا۔ آرام باغ، ہوگلی ضلع کے صدر مقام چنسورہ سے تقریباً ۳۸ میل پچھم قلعہ اُتّہ دھال کیسو ندی کی دو شاخوں کے درمیان واقع ہے۔ آرام باغ کے پاس مسلمانوں کی اچھی آبادی ہے۔ اور ان کے آثار قدیمہ (بقیہ صفحہ ۲۱۲ پر)

کا نام بھی بدل گیا۔ آرام باغ تارکیشور ریلوے اسٹیشن سے ۱۹ میل (۳۱ کیلومیٹر) پچھم، بردوان سے ۲۶ میل (۴۲ کیلومیٹر) دکھن قدرے پچھم اور شنو پور ضلع بانکوڑا سے ۳۵ میل (۵۶ کیلومیٹر) دکھن پورب واقع ہے۔ آرام باغ سے بردوان کو جانے والی پختہ سڑک پر شہر سے تقریباً تین میل اُتر چنڈور نامی بستی ہے۔ اس بستی کے سامنے پچھم دھال کیسور ندی دو شاخوں میں بٹ جاتی ہے۔ چنڈور سے اُتر میاں گرام بستی ہے۔ مولوی عبدالعزیز صاحبؒ اسی چنڈور بستی کے رہنے والے تھے۔

میرے خطوط کے جواب میں مولانا سیّد عبدالعزیز صاحبؒ کے واحد بھتیجے جناب مولوی سیّد عبدالعظیم مرحوم کے صاحبزادے سیّد شمس العالم صاحب نے ۲۴ اکتوبر ۱۹۷۰ء میں مطلع کیا کہ مولانا سیّد عبدالعزیز صاحبؒ ڈھاکہ کالج میں پروفیسر تھے اور آج سے ساٹھ، ستّر سال قبل اُنھوں نے (چنڈور (میاں پاڑہ) میں لاولد انتقال کیا۔ مولانا نے ڈھاکہ کالج کی ملازمت کے زمانہ میں چنڈور (میاں پاڑہ) میں ایک مسجد

بقیہ صفہ ۲۱۱ کا

پائے جاتے ہیں۔ مسلمان ائمہ دار لوگوں کی کثیر تعداد ہے۔ آرام باغ سے چھ میل اُتر بشنو پور کو جانے والی سڑک پر مدینہ نامی بستی میں سادات کی آبادی ہے اور سات میل دکھن پچھم اموردی کے کنارے گڑھ مندران کا قلعہ ہے۔ جہاں حضرت اسماعیل غازیؒ کا مزار ہے۔ اس علاقہ کے لوگ ان کے بہت معتقد ہیں۔ برداہ کے ہندو راجہ نے آپ کا آستانہ تعمیر کرایا۔ مسلمانوں کے زمانہ میں گڑھ مندران ایک سرکار کا صدر مقام تھا۔ بنگالی زبان کے ناول نگار بابو بنکم چندر چٹرجی نے اپنے ناول درگیش نندنی کا پس منظر گڑھ مندران کے قلعہ سے حاصل کیا ہے۔ ہوگلی ضلع گزیٹیر۔ اس۔ اس۔ او میلی ۱۹۱۲ء صفحہ ۲۴۸

تعمیر کرایا تھا۔ مولانا کے بھائی کے پوتے سب گرچہ مالی حیثیت سے بہت آسودہ حال نہیں ہیں۔ لیکن اپنی مالی پریشانیوں کے باوجود حتی الامکان مسجد کی حفاظت اور نگہداشت کی طرف پوری طرح متوجہ رہتے ہیں۔ لیکن ان لوگوں کے یہاں اخراجات کی زیادتی اور مناسب مستقبل آمدنی کی کمی کے باعث مسجد خستہ حال ہے۔

چنڈور (میاں پاڑہ) میں مولانا سید عبدالعزیز صاحبؒ کا مقبرہ بھی تعمیر کیا گیا اور حضرت کے پوتے اس مقبرہ کا خاص طور پر خیال رکھتے ہیں۔ مولانا سید عبدالعزیز صاحبؒ کے صرف ایک بھتیجے مولوی عبدالعظیم صاحب مرحوم تھے۔ ابھی ان کے بچے سب بہت چھوٹے تھے اور کوئی مستقبل ذریعۂ معاش نہ تھا، ان کا انتقال ہوگیا۔ ان بچوں کو بڑی پریشانیوں کے دور سے گذرنا پڑا۔

مولانا عبدالعزیز صاحبؒ کی اولاد میں اُن کے بھتیجے جناب مولوی عبدالعظیم صاحب مرحوم کے تین بیٹے یادگار ہیں۔ بڑے بیٹے سید سراج العالم صاحب آرام باغ میونسپلٹی میں بطور خزانچی کام کرتے ہیں۔ دوسرے بیٹے سید شمس العالم صاحب نے میٹرکولیشن کے برابر اسکول فائنل سرٹیفکیٹ کا امتحان پاس کیا ہے۔ اِن پر ایک بڑے خاندان کی پرورش و پرداخت کا بوجھ ہے اور اب تک کوئی مستقل ذریعۂ معاش حاصل نہیں ہو سکا ہے۔ تیسرے بیٹے سید بدرالعالم صاحب مقامی طور پر درزی کا کام کرتے ہیں آمدنی کم اور اخراجات زیادہ ہیں اس لئے ان کو بھی پریشانی ہے۔[۱]

---

[۱] خط جناب سید شمس العالم صاحب موضع چنڈور (میاں پاڑہ) ڈاکخانہ آرام باغ ضلع ہوگلی بنام راقم الحروف مورخہ ۲۱ اکتوبر ۱۹۷۴ء۔

اللہ پاک اپنے حبیب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے طفیل ان سیّد زادوں کی پریشانیاں دور فرمائیں اور ان کے لئے ہر طرح کی آسانیاں پیدا کر دیں۔

جناب مولوی اکبر علی صاحب ؒ، سلہٹ کے رہنے والے مدرسہ عالیہ کلکتہ میں جماعت ششم کے مدرس تھے۔ چنانچہ مولانا شاہ خلیل الرحمٰن صاحب نندن پوری، "شمس العارفین" میں حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب ؒ کے سلسلہ میں لکھتے ہیں "برہان العاشقین، چارۂ بیچارگان، ماویٔ غریباں، راحت عاشقاں، بدر الاتقیا، سید الاذکیا، مقتدائے ارباب یقین حضرت مولانا مولوی شاہ صوفی فتح علی قدس سرّہٗ، آپ قطب الارشاد کلکتہ کے تھے اور آپ کے جنازہ میں یہ فقیر شریک تھا۔ مولانا حافظ جمال الدین صاحب اور سارے مدرسین مدرسہ عالیہ کلکتہ آپ کے مدح خواں۔ جناب مولوی اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ مدرّس جماعت ششم اور مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب مدرّس چہارم آپ کے مرید ہیں اور بڑے بڑے علمائے ہند اور بنگلہ حضرت صوفی صاحب ؒ کے مرید ہیں۔ آپ کی قبر شریف، کلکتہ، مانک تلہ، دہلی وال کے باغیچہ میں زیارت گاہ ہے۔ اور حضرت صوفی صاحب کے بہت سے مریدان ذی شان صاحبِ تاثیر اس احاطہ میں ہیں"[1]

مولانا اکبر علی صاحب ؒ کے بارے میں مزید حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

---

[1] حیات ولیسی۔ مولانا زین العابدین صاحب اشرفی مدظلہٗ، حصہ اُردو ص ۲۷-۲۸ بحوالہ شمس العارفین ص ۲۲، شائع کردہ حاجی محمد سعید تاجر کتب و مالک مطبع رزّاقی مجیدی کان پور مطبوعہ ۱۳۱۷ھ۔ کتاب شمس العارفین کی ایک جلد مولانا شاہ صوفی عبد الحنّان صاحب عبقری کے پاس موجود ہے۔ حیات ولیسی ص ۲۹

دیوان دلیسی میں لکھا ہے کہ ۱۳۱۶ھ مطابق ۱۸۹۸ء تک مولانا کا انتقال ہو چکا تھا۔[1]

مولوی امجد علی[9] صاحبؒ کے بارے میں اس سے زیادہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ وہ ڈھاکہ کے رہنے والے تھے اور دیوان دلیسی کی ترتیب کے وقت سلہٹ میں مقیم تھے۔

مولوی احمد علی[10] صاحبؒ اور مولوی عبدالقادر[11] صاحبؒ کے بارے میں بھی صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ دونوں فرید پور کے رہنے والے تھے۔ لیکن ان دونوں کا پتہ بھی واضح نہیں ہے کہ فرید پور شہر کے رہنے والے تھے۔ یا ضلع فرید پور کے کسی دیہات کے۔

شاہ دیدار بخش[11] صاحبؒ پدو پوکھر ضلع ہوڑہ کے رہنے والے تھے۔ ساؤتھ ایسٹرن (سابق بنگال ناگ پور) ریلوے کے سنترا گاچھی اسٹیشن سے دریائے ہوگلی کے کنارے شالی مار کو جانے والی برانچ لائن پر پدو پوکھر درمیانی اسٹیشن ہے۔ یہ ضلع ہوڑہ کے سبب پور تھانہ میں شہر ہوڑہ کا جنوبی حصّہ ہے۔ یہاں شالی مار اسٹیشن اور گبسن کمپنی کے درمیان کری روڈ، پدو پوکھر میں شاہ دیدار بخشؒ کا مزار ہے۔[2] شاہ دیدار بخشؒ کے ایک خلیفہ صوفی شادمانی خانؒ تھے، جو درزی کا کام کرتے تھے۔ صاحب نسبت اور صاحب تصرّف[3] تھے۔

جناب شیخ قربان علی[12] صاحبؒ بنیا تالاب کلکتہ کے رہنے والے تھے۔ ان کی

---

[1] دیوان دلیسی ص ۲۰۸

[2] خط جناب مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہٗ کلکتہ ۴۳ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۴ جون ۱۹۷۴ء۔

[3] خط جناب مولانا سید محمد شبیر الدین صاحب مدظلہٗ ڈھاکہ۔ مورخہ ۲۳ جولائی ۱۹۷۵ء

پیدائش پھول بگان، بارنیش پاڑا کلکتہ میں ہوئی تھی۔ ۲۰ جمادی الاوّل ۱۳۴۵ھ (دسمبر ۱۹۲۶ء) کو انتقال ہوا۔ مزار آپ کا ہوڑہ شہر کے جنوبی حصّہ میں پدوپوکھر اور شالی مار اسٹیشنوں کے درمیان ریلوے لائن سے پچھم ۳۰ شیالی مارکیٹ کے پاس ۱۳۶ اندول روڈ میں مسجد کے متّصل ہے۔ آپ کے صاحبزادے کا نام اصغر علی صاحب ہے۔ ہر سال ۲۰ جمادی الاوّل کو ایصال ثواب کا انتظام ہوتا ہے۔ اور حیات وصیّی کے مصنّف ممتاز المحدّثین جناب مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلّہ ایصال ثواب کے سالانہ جلسے میں شریک ہوتے ہیں اور تقریر فرماتے ہیں[1]۔

سیّد واجد[2] علی صاحبؒ مہدی باغ کلکتہ میں رہتے تھے۔ مہدی باغ، ڈاکٹر پارک اسٹریٹ تھانہ تال تلہ کلکتہ ۱۶ کے حلقہ میں ہے۔ اس راستہ کو پہلے آغا مہدی اسٹریٹ کہتے تھے۔ اب صرف مہدا اسٹریٹ لکھتے ہیں۔

مہدا اسٹریٹ لوئر سرکلر روڈ میں واقع جوڑا گرجا کے پچھم ہے۔ یہ نواب عبداللطیف اسٹریٹ کے پورب اور علیم الدین اسٹریٹ کے اُتّر ہے۔ سیّد واجد علی صاحب؟ کا مزار گوبرا قبرستان کے پاس ہے۔ وہاں ایک مسجد بھی ہے۔ ان کے متوسّلین میں خان بہادر بدرالدین صاحب مرحوم رجسٹرار ہائی کورٹ کلکتہ تھے۔ اُن کا کراچی میں انتقال ہوا۔ اُن کی صاحبزادی رضیہ بیگم ایم۔ اے ڈھاکہ میں اردو کی لیکچرر تھیں۔ اب اُن کا قیام لندن اور کراچی میں ہے۔ سیّد واجد علی صاحبؒ کے مریدین اور متوسّلین کی تعداد بہت ہے۔

---

[1] خط جناب مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلّہ کلکتہ ۲۴ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۴ جون ۱۹۷۴ء

میر حملیہ روڈ نارائن گنج ضلع ڈھاکہ سے ان لوگوں کا ایک ماہوار رسالہ "المہدی" کے نام سے، جناب خواجہ عبدالقدوس کی ادارت میں شائع ہوتا ہے۔ خواجہ عبدالقدوس صاحب خواجہ شاہ صوفی یونس علی صاحبؒ (عنایت پور، بابنہ) کے صاحبزادے ہیں۔ حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب ویسیؒ کے مزار شریف کی ضروری مرمت کے بعد ۱۹۷۲ء میں جو سنگِ کتبہ لگایا گیا ہے۔ وہ خواجہ شاہ صوفی یونس علی صاحبؒ اور اُن کی بیگم کی طرف سے تیار کیا گیا۔[1]

مرزا اشرف علی[19] صاحبؒ پریزیڈنسی کالج کلکتہ میں پروفیسر تھے۔ ان کے مفصل حالات معلوم نہیں ہیں۔ ان کے صاحبزادے حافظ مولانا محمد یٰسین مرحوم صوفی صاحبؒ کے مزار شریف کے پاس لالہ بگان مانک تلہ مسجد کے امام اور خطیب تھے۔ اُن کا ۱۹۷۱ء میں انتقال ہوا۔ انہوں نے صوفی صاحبؒ کے مزار شریف کی بڑی خدمت کی۔[2]

مولوی عطاء الرحمٰن[22] صاحبؒ اور قاضی فصاحت اللہ[21] صاحبؒ کے بارے میں صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ دونوں ضلع چوبیس پرگنہ کے رہنے والے تھے۔ اور یہی حال مولوی نصیر الدین[23] صاحبؒ کا ہے۔ جو ضلع ندیا کے باشندے تھے۔ مولوی سید ذوالفقار[24] صاحبؒ ٹیٹا گڑھ کے رہنے والے تھے۔ ضلع چوبیس پرگنہ میں بارک پور کے پاس سیالدہ (کلکتہ) سے تقریباً ۱۷ میل اُتر، ٹیٹا گڑھ ایک مشہور صنعتی مقام ہے اور کاغذ کے کارخانہ کے لئے مشہور ہے۔ کل بازار کے قریب اس کاغذ کے کارخانہ

---

[1] خط جناب مولانا سیّد محمد بشیر الدین صاحب مدظلہٗ۔ مورخہ ۲۳ جولائی ۱۹۷۵ء

[2] خط جناب مولانا سیّد محمد بشیر الدین صاحب مدظلہٗ۔ مورخہ ۲۳ جولائی ۱۹۷۵ء

کے اندر سیّد ذوالفقار علی صاحبؒ کا مزار ہے۔ مزار چہار دیواری سے گھرا ہوا اور محفوظ ہے۔ اندر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ باہر سے لوگ فاتحہ پڑھتے ہیں۔ ان کے ایک عزیز سیّد نظام الدین راغب بارک پوری۔ فارسی اور اُردو کے شاعر تھے۔ اِن کا دیوان کلکتّہ سے شائع ہوا تھا۔ بنگلہ اکیڈمی نے ان کے کلام کا کچھ حصّہ "کلامِ راغبؔ" کے نام سے بنگلہ میں شائع کیا ہے۔ اُردو کے مقابلہ فارسی سے دلچسپی زیادہ تھی۔ ڈھاکہ میں انتقال ہوا۔ مزار اُن کا عظیم پورہ قبرستان ڈھاکہ میں ہے۔ ان کے بیٹے سیّد امام الدین سے الحاج سیّد محمد بشیر الدین صاحب مدظلّہٗ کی بھتیجی کی شادی ہوئی ہے۔ سیّد نظام الدین راغب بارک پوری کے دو فارسی اور دو اشعار پیش کیے جاتے ہیں:[۲]

۱۔ ذکرِ خدا کُن ہر نفس، اللہ بس، باقی ہوس
از ماسوائے بوالہوس، بیزار شو، بیزار شو

راغبؔ درین دارالمحن، بیکار منشیں یک زمن
برحال زارِ خویشتن، غمخوار شو، غمخوار شو

۲۔ زمانہ کے مشاغل سے نہیں وابستگی کچھ بھی
مگر ہر وقت رہتا ہوں نئی دنیا بساتے ہیں

پسِ مُردن محبّت رنگ لائی ہے، وہ کہتے ہیں
نہیں راغبؔ سا کوئی باوفا پایا زمانے میں[۱]

---

[۱] خط الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۳ جولائی ۱۹۷۵ء

مولوی عطائے الٰہی[۲۵] صاحبؒ کا پتہ مغل کوٹ ضلع بردوان لکھا ہے۔ یہ مغل کوٹ اصل میں منگل کوٹ ہے، جو بردوان ضلع کے کتواسب ڈویژن میں کُونُو ندی کے کنارے واقع ہے اور مسلمانوں کے دورِ حکومت میں سرکار شریف آباد کا صدر مقام تھا۔ یہاں بہت سے مسلمان بزرگانِ دین کے مزارات ہیں جن میں حضرت امام ربّانی مجدّد الف ثانیؒ کے خلیفہ حضرت مولانا حمید دانش مندؒ (متوفی[۱] ۱۰۶۳ھ) بہت مشہور ہیں۔ جناب قاضی عطائے الٰہیؒ کا اپریل ۱۹۲۰ء میں منگل کوٹ میں انتقال ہوا۔ اُن کے ایک صاحبزادے قاضی عبداللہ اور ایک صاحبزادی تھیں۔ قاضی عبداللہ کا جوانی میں انتقال ہوا۔ اُن کے دو بیٹے یادگار تھے، جن میں سے بڑے صاحبزادے کا دو سال قبل انتقال ہوا۔ قاضی عبداللہ مرحوم کی صاحبزادی فاطمہ خاتون صاحبہ، مولانا حمید دانشمند وقف کمیٹی کے موجودہ صدر جناب ڈاکٹر محمد ابوتراب صاحب مدظلہ کی خوشدامن تھیں۔ اُن کے صرف ایک بیٹے تھے۔ بیٹے کے انتقال کے بعد وہ اپنی چھوٹی صاحبزادی کے پاس ڈاکٹر محمد ابوتراب صاحب کے یہاں نور منزل میں رہتی تھیں۔ تین سال قبل یعنی ۱۹۷۲ء میں اُن کا انتقال[۱] ہوا۔

جناب ڈاکٹر محمد ابوتراب صاحب نے مجھے مطلع کیا کہ حضرت صوفی شیخ فتح علی صاحب وَیسیؒ، حضرت مجدّد پاکؒ کے نامور خلیفہ حضرت مولانا حمید الدین دانشمند بنگالیؒ کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے منگل کوٹ تشریف لائے تھے اور یہاں

---

[۱] خط جناب ڈاکٹر محمد ابوتراب صاحب، نور منزل، منگل کوٹ ضلع بردوان۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۷۵ء

ان کے بہت سے مرید تھے جن میں ان کے نانا اور دادا دونوں شامل تھے[۵۰]۔ ڈاکٹر
صاحب موصوف کے نانا کا نام جناب قاضی ممیز الحق رح تھا۔ وہ منگل کوٹ میں
مسلمانوں کی شادی کے رجسٹرار تھے۔ فروری ۱۹۱۸ء میں اُن کا انتقال ہوا۔ ڈاکٹر
صاحب کے دادا کا نام جناب قاضی جلال حسین تھا۔ اُنھوں نے اپریل ۱۹۳۰ء میں
انتقال کیا[۵۱]۔ جناب صوفی نیاز احمد صاحب رح، جو منگل کوٹ کے رہنے والے تھے اور
بردوان کے محلہ کاڑا پوتا میں منتقل ہو گئے تھے، جن کا ذکر قبل آچکا ہے۔
ان کا تعلق بھی اسی خاندان سے تھا۔ دیوانِ وسیمی اور حیاتِ وسیمی دونوں میں سے
کسی کتاب میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب وسیمی رح کے خلفاء اور مریدین میں منگل کوٹ
کے جناب قاضی ممیز الحق صاحب رح اور جناب قاضی جلال حسین صاحب رح کے نام شامل نہیں
ہیں۔ جناب ڈاکٹر ابو تراب صاحب کی مہربانی سے ان دونوں بزرگوں کے اسمائے گرامی
معلوم ہونے کے بعد خلفاء اور مریدین کی فہرست میں دو ناموں کا اضافہ ہوتا ہے
اور تعداد ۳۷ ہو جاتی ہے۔

منشی سلیمان صاحب رح[۵۲] ہاراساٹ کے باشندے تھے۔ لیکن اِن کے کچھ
حالات معلوم نہیں ہیں۔ ہاراساٹ ضلع چوبیس پرگنہ کے شمالی مشرقی حصہ میں سب ڈویژن
صدر مقام ہے۔ اِس علاقہ میں مسلمانوں کی آبادی پچاس فی صد سے زیادہ ہے۔

---

[۵۰] خط جناب ڈاکٹر محمد ابو تراب صاحب نور منزل منگل کوٹ ضلع بردوان۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۷۵ء
[۵۱] خط جناب ڈاکٹر محمد ابو تراب صاحب نور منزل منگل کوٹ ضلع بردوان۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۷۵ء

باراساٹ کے مضافات میں حضرت یک دل صاحبؒ[۹۱] کا مزار ہے۔ اس علاقہ میں انیسویں صدی عیسوی کے تیسرے دہے میں جب ہندو زمینداروں نے مسلمانوں کی ڈاڑھی پر ٹیکس لگایا تھا، تو ۱۸۳۱ء میں مغربی بنگال میں فرائضی تحریک کے سرکردہ رہنما میر نثار علی عرف تیتو میر نے بغاوت کی اور نارکل باڑی میں اپنی آزاد حکومت قائم کرلی۔ بانس کا قلعہ تعمیر کیا۔ مقامی حکام کی شکست کے بعد کلکتہ سے میجر اسکاٹ فوج کی ایک بٹالین کے ساتھ آئے اور تیتو میرؒ انگریزی فوج سے لڑتے ہوئے اپنے پچاس ساتھیوں کے ساتھ شہید ہوئے[۹۲]

جناب شاہ بقاء اللہ[۱۲۷] صاحبؒ کا وطن کان پور ضلع ہوگلی لکھا ہے۔ ہوگلی ضلع میں آرام باغ سے تقریباً پانچ میل دکھن پورب کان پور نامی بستی ہے جہاں مسلمان بزرگوں کے مزارات ہیں اور ایک مدرسہ بھی ہے۔ اس کے چند میل اُتر تارکیشور آرام باغ روڈ پر رسول پور اور کچھ اُتر پچھم میں مبارک پور اور صالح پور نامی بستیاں ہیں۔ کان پور نامی دوسری بستی ضلع ہوڑہ کے جگت بلبھ پور تھانہ میں مشہور قصبہ اور سابق ہوڑہ آمتا لائٹ ریلوے کے اسٹیشن منشیرہاٹ سے ۸ میل (۱۳ کیلومیٹر) قدرے دکھن ہے اس کان پور بستی میں ایک چھوٹا ڈاک خانہ منشیرہاٹ ڈاکخانہ

۹۱؎ امپیریل گزیٹیر آف انڈیا جلد ششم ص۴۳۰

۹۲؎ امپیریل گزیٹیر آف انڈیا جلد بست وچہارم ص۷۱، بیان چوبیس پرگنہ، مسلم بنگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق۔ کراچی ۱۹۵۷ء، ص۲۹۷؛ مضمون بنگال کی سیاست اور معاشرت، عبدالرحمٰن بے خود۔ ماہ نو کراچی مئی ۱۹۵۷ء ص۴۳

انجی میں ہے[1]۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ شاہ بقاء اللہ صاحبؒ کس کان پور بستی کے رہنے والے تھے۔ لیکن ممتاز المحدثین مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہٗ کا خیال ہے کہ جناب شاہ بقاء اللہ صاحبؒ آرام باغ کے پاس کان پور بستی کے رہنے والے تھے[2]۔ پوری کوشش کے باوجود ان کے کچھ حالات معلوم نہ ہو سکے۔

مولوی قاضی **خدا نواز**[29] صاحبؒ دہشہ ضلع ہوگلی کے رہنے والے تھے۔ اب یہ گاؤں بھی ضلع ہوڑہ کے جگت بلبھ پور تھانہ میں من شیر ہاٹ قصبہ سے متصل پورب من شیر ہاٹ ڈاکخانہ کے حلقہ میں ہے۔ من شیر ہاٹ ہوڑہ سے ۱۷ میل (۲۸ کیلو میٹر) کے فاصلہ پر دکھن پچھم کی طرف ہے۔ دہشہ ایک تاریخی مقام ہے۔ یہاں حضرت مولانا شاہ صوفی غلام قادر صاحبؒ ایک مشہور عالم اور کامل بزرگ گذرے ہیں آپ حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوری قدس سرہٗ کے خلیفہ اور حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسیؒ کے پیر بھائی تھے۔ دہشہ میں پہلے ایک شاندار مدرسہ تھا۔ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسیؒ نے اسی مدرسہ میں مکمل تعلیم حاصل کی تھی اب مدرسہ ختم ہو چکا ہے۔ مولانا شاہ صوفی غلام قادرؒ کا مزار دہشہ میں ہے[3]۔ مولوی قاضی خدا نواز صاحبؒ کے مزید حالات معلوم نہیں ہیں۔

---

[1] خط سب پوسٹ ماسٹر من شیر ہاٹ ضلع ہوڑہ (۷۱۱۴۱۰)۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۲ جولائی ۱۹۷۴ء

[2] خط جناب مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہٗ۔ کان کھیلی شریف۔ کلکتہ۔ بنام راقم الحروف ۳ ستمبر ۱۹۷۴ء

[3] خط جناب مولانا زین العابدین صاحب اختری۔ گارڈن ریچ۔ کلکتہ۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۴ جون ۱۹۷۴ء
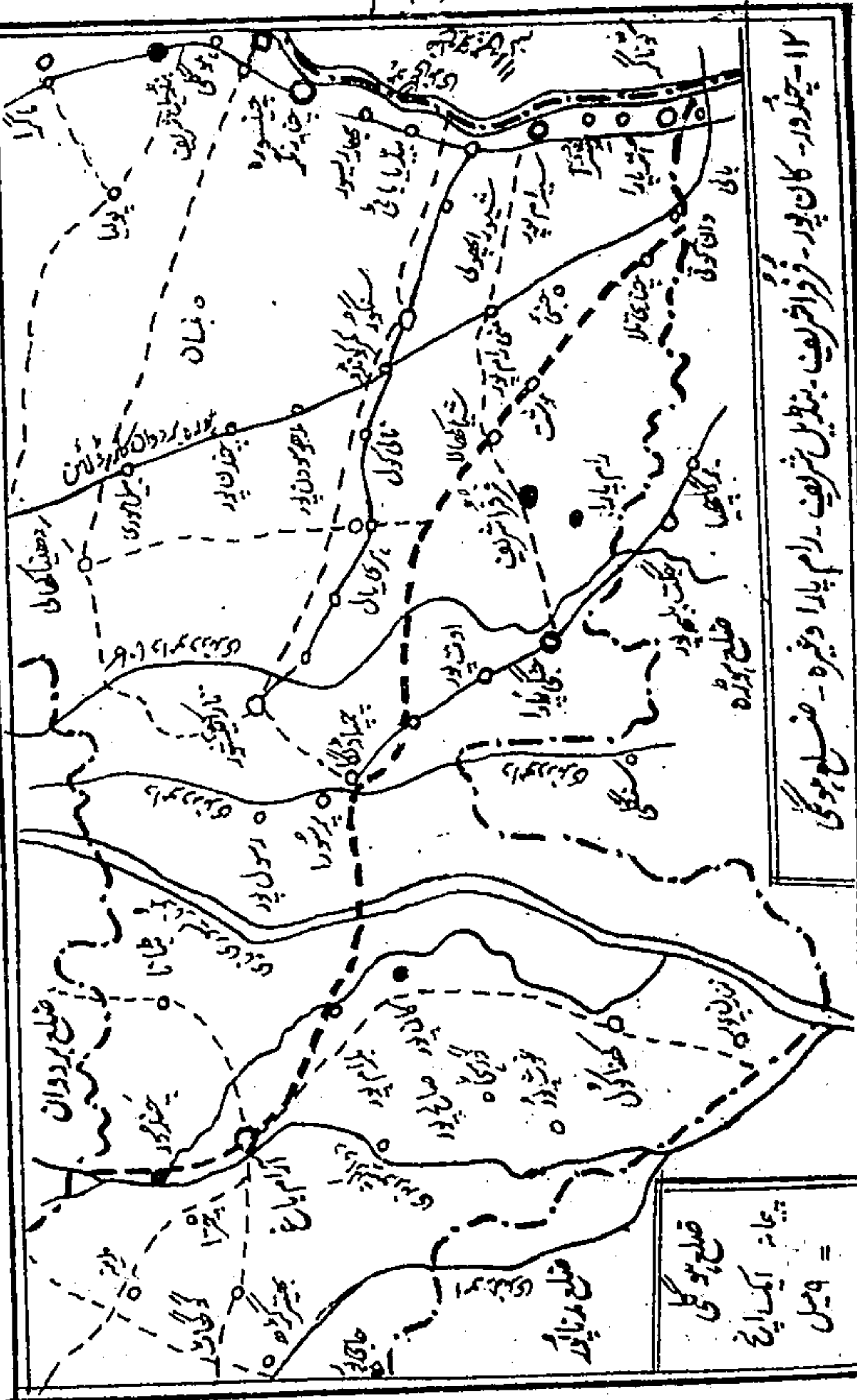
منشی شرافت اللہ[17] صاحبؒ کھاتن ضلع ہوگلی اور مولوی مبین اللہ[23]

صاحبؒ رام پارا ضلع ہوگلی کے رہنے والے تھے۔ یہ دونوں بستیاں حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحبؒ اور حضرت مولانا غلام سلمانی صاحبؒ کے وطن اور مشہور تاریخی قصبہ فرفرا شریف سے متصل ضلع ہوگلی کے سیرام پور سب ڈویژن اور جنگی پارا تھانہ میں واقع ہیں[1]۔ کھاتن فرفرا شریف سے ایک میل اُتر اور (سابق لائٹ ریلوے کے اسٹیشن) سیاکھالا سے[2] دو میل دکھن ہے۔ یہاں کا ڈاکخانہ چار پور ہے رام پارا فرفرا شریف سے ایک میل دکھن پچھم اور سیاکھالا سے چار میل پر ہے یہاں کا ڈاکخانہ دکھن ڈیہی ہے۔ فرفرا شریف کی طرح چار پور اور دکھن ڈیہی کے ڈاک خانے بھی موست کے بڑے ڈاک خانہ کی ماتحتی میں ہیں سب ڈویژن کے صدر مقام اور مشہور ریلوے اسٹیشن سیرام پور سے بروئی پاڑہ، سیاکھالا اور رام پارا ہوتے ہوئے تھانہ کے صدر مقام جنگی پارا تک پختہ سڑک بن گئی ہے اور اس پر بس آتی جاتی ہے۔ رام پارا سے ہوڑہ بردوان کارڈ لائن کا بروئی پارا اسٹیشن ۹ میل (۱/۲ ۱۴ کیلومیٹر) اور سیرام پور ۱۵ میل (۲۴ کیلومیٹر) پورب ہے[2]۔

جناب منشی شرافت اللہ صاحبؒ کے والد کا نام منشی بشارت اللہ تھا۔ منشی شرافت اللہ صاحبؒ کو کوئی اولاد ذکور نہ تھی۔ ان کے چچا زاد بھائی کی اولاد میں

---

[1] خط جناب مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہٗ۔ کلکتہ ۲۴ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۴ جون ۱۹۷۴ء

[2] خط جناب مولانا عبد السلطان صاحب مدظلہٗ۔ فرفرا شریف ضلع ہوگلی۔ بنام راقم الحروف۔ مورخہ ۲۷ جولائی ۱۹۷۴ء۔ ۷ اگست ۱۹۷۴ء اور ۱۴ اگست ۱۹۷۴ء
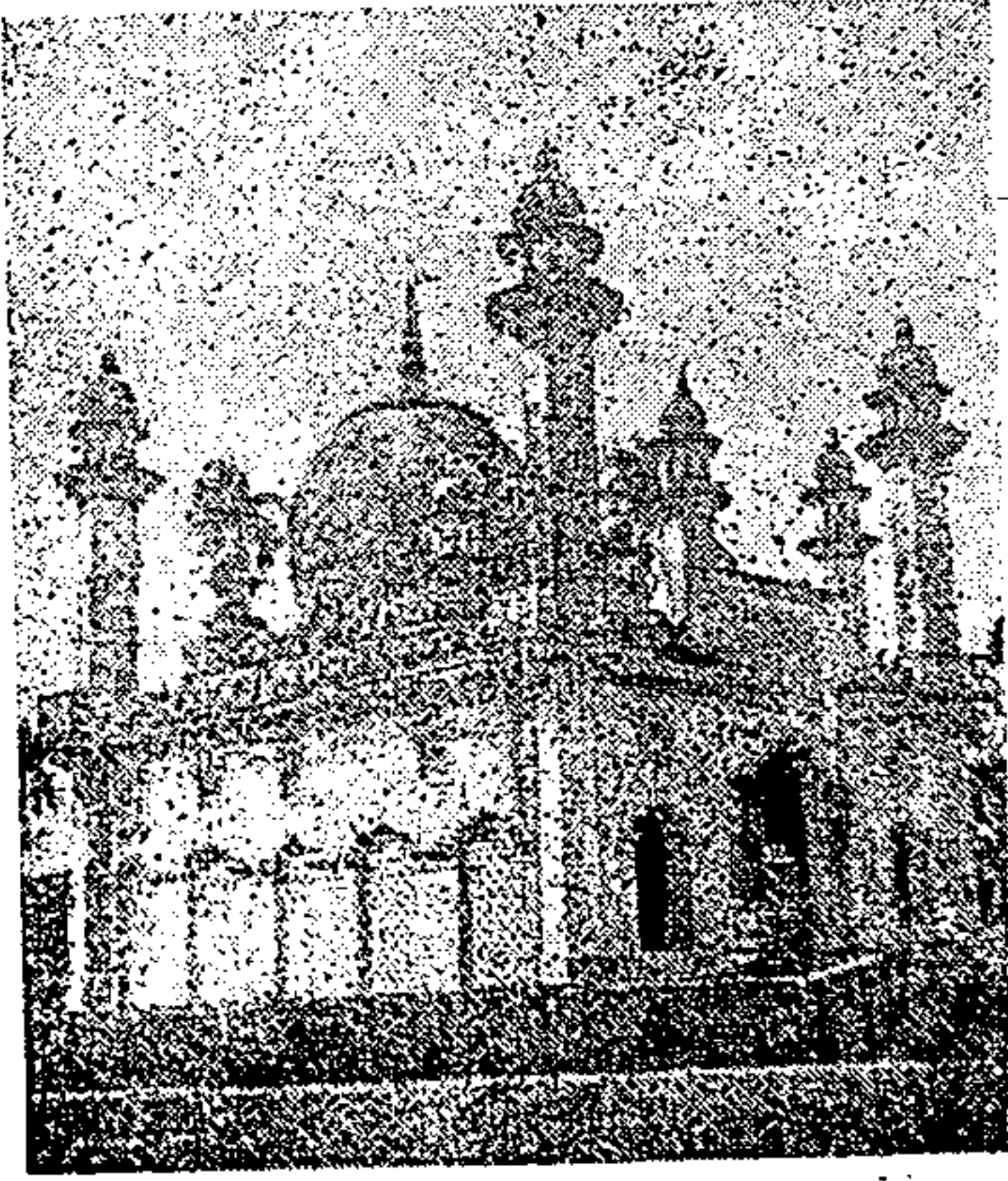
۱۴- مرقد انور حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقیؒ فُرفُرا شریف۔
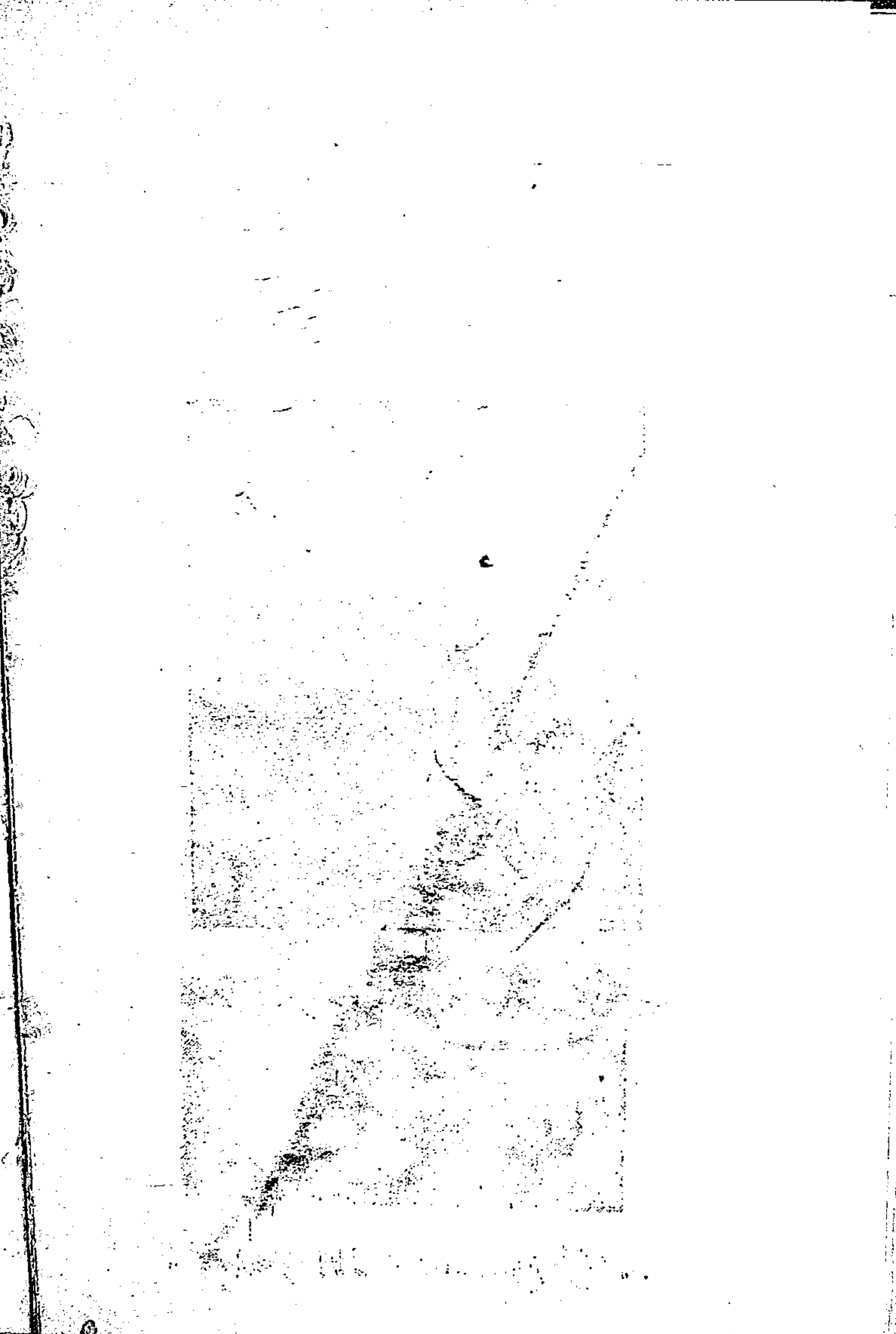
منشی دیانت اللہ، منشی محمد تقی، منشی محمد لطف الرحمٰن، محمد عزیز، محمد ادریس
وغیرہ موضع کھاتی میں موجود ہیں۔ مولانا عبدالقادر صاحب عالم دین ہیں اور ان کو
دورۂ حدیث شریف کی سند حاصل ہے۔ فرفرا شریف میں حضرت مولانا غلام سرور صاحب
کے عزیزوں میں مولانا عبدالسلطان صاحب ہیں۔ یہ پہلے مدرسہ فخیہ فرفرا شریف
کے شعبۂ عربی میں اسسٹنٹ مولوی تھے اور ان دنوں فرفرا شریف ڈاکخانہ کے
پوسٹ ماسٹر ہیں۔ شرفِ بیعت حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحبؒ سے حاصل ہے۔
ان کے صاحبزادے مولانا ابوالفضل محمد عبدالرحمٰن صاحب کی شادی موضع کھاتی
میں جناب منشی شرافت اللہ صاحب کے خاندان میں منشی محمد قاسم صاحب کی
صاحبزادی سے ہوئی ہے[1]۔ مولانا عبدالقادر صاحب سیتاپور ضلع ہوگلی کے مدرسہ
سینیئر مدرسہ میں ملازم ہیں[2]۔

جناب مولوی مبین اللہ صاحب (ساکن پانڈہ) کے کوئی اولاد ذکور نہ تھی۔ ان
کی صاحبزادی منورہ خاتون صاحبہ کی شادی فرفرا شریف میں قاضی فضل الحق صاحب
سے ہوئی تھی۔ بی بی منورہ خاتون ابھی حیات ہیں۔ بہت ضعیفہ اور کمزور ہیں۔ ان
کے ایک بیٹے قاضی ظہورالحق اور دوسرے بیٹے قاضی اکرام الحق صاحب ہیں۔ قاضی
ظہورالحق صاحب کے چار بیٹے ہیں۔ ان میں سے بڑے مولانا قاضی سراج الحق ہیں

---

[1] خط جناب مولانا عبدالسلطان صاحب، فرفرا شریف ضلع ہوگلی، بنام راقم الحروف۔ ۱۷ اور
۲۷ جولائی ۱۹۷۳ء، ۱۶ اگست ۱۹۷۳ء اور ۴ اگست ۱۹۷۴ء

[2] خط جناب مولانا عبدالقادر صاحب سیتاپور۔ ڈاکخانہ جگت بلبھ پور ضلع ہوگلی، مورخہ ۲ اکتوبر ۱۹۷۳ء

عالم دین ہیں اور دورہ حدیث شریف کی سند رکھتے ہیں[۱]۔ مولوی مبین اللہ صاحبؒ کے بھتیجے حاجی فضل الرحمٰن، تفضیل حالدار اور قدیم حالدار مرحوم[۲] تھے۔

مولانا عبدالقادر[۳۱] صاحبؒ بنڈیا باٹی ضلع ہوگلی کے رہنے والے تھے۔ بنڈیا باٹی ہوڑہ سے ۱۶ میل (۲۵ کیلومیٹر) اُتر شیوڑا پھولی جنکشن اور بھدریشور کے درمیان ایک ریلوے اسٹیشن اور سیرام پور کا مضافاتی قصبہ ہے۔ اُردو کے سب سے پہلے ناول مراۃ العروس سے گیارہ سال قبل ۱۸۵۸ء میں بنگلہ زبان کا سب سے پہلا ناول پیارے چند متر انے یہیں لکھا تھا۔ شیخ لال محمد[۳۲] صاحبؒ چچرا ضلع ہوگلی کے باشندہ تھے۔ اسی چچرا کو چینسورہ کہتے ہیں۔ جو ہوگلی اور چندر نگر کے درمیان ہوگلی ضلع اور بردوان ڈویزن کا صدر مقام ہے۔ یہاں ولندیزیوں کے دور کا ایک بڑا بارک حاجی محسن ہوگلی کالج اور ہوگلی مدرسہ ہے۔ اب پھر ریلوے اسٹیشن کا نام چچوڑا کر دیا گیا ہے۔ مولانا عبدالقادر صاحبؒ اور شیخ لال محمد صاحبؒ کے کچھ حالات معلوم نہ ہو سکے۔

مولوی سید اعظم حسین[۳۳] صاحبؒ کا وطن معلوم نہیں ہے۔ دیوان وحشی کی ترتیب کے موقع پر وہ مدینہ منوّرہ میں مقیم تھے۔ مولوی سید عبیداللہ[۳۴] صاحبؒ شانتی پور[۳] ضلع ندیا کے رہنے والے تھے۔ قصبہ شانتی پور، راناگھاٹ سب ڈویزن

---

[۱] و [۲] خط جناب مولانا عبدالسلطان صاحب۔ فُرفُرا شریف۔ ضلع ہوگلی بنام راقم الحروف مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۷۴ء۔ [۳] خط مولانا محمد بشیرالدین صاحب ڈھاکہ۔ مورخہ ۲۴ جولائی ۱۹۷۵ء

[۳] شانتی پور کے قریب مشہور تاریخی مقام نودیپ ہوگلی ندی کے کنارے ہے، جو بلال سین اور لکشمن سین کا دارالحکومت تھا۔ ۱۲۰۳ء میں اس پر اختیارالدین محمد بختیار خلجی نے قبضہ

(بقیہ حاشیہ ص ۲۲۷ پر)

میں راناگھاٹ سے تیرہ میل اور ضلع کے صدر مقام کرشنا نگر سے ۸ میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں مغل بادشاہوں کے دور کا ایک قلعہ تھا اور عہد عالم گیری کی ایک مسجد ہے۔ یہیں بنگلہ زبان کے مشہور شاعر جناب محمد مزمل حق[1] نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک منظوم سیرت "حضرت محمدؐ" اور مسلمانوں کو بیدار کرنے کے لئے چند دوسری کار آمد کتابیں لکھیں۔ ڈاکٹر ہریندر چندر پال نے اپنی کتاب "پارشیہ شاہتر ایتیہاش" میں سانتی پور ضلع ندیا کے ایک فارسی شاعر پنڈت منشی رام تارن موکھو پادھیا کا ذکر کیا ہے اور اپنی کتاب کے ص ۱۷۵ پر ان کا یہ شعر نقل کیا ہے : ؎

آئینہ صاف کن کہ بہ بینی جمال دوست
زنگ ار گرفت نہ بینی بجز سقل[2]

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی قدس سرہ کے مریدوں میں ایک

(بقیہ حاشیہ ص ۲۲۶)

کرلیا۔ اور یہیں سے بنگال میں مسلمانوں کی فتوحات کا آغاز ہوا۔ ریاض السلاطین میں نوادیپ کی فتح کا مفصل حال لکھا ہے۔ سنسکرت کی مشہور نظم گیت گووندا کا مصنف جے دیو راجہ لکشمن سین کا درباری شاعر تھا۔ وشنوی تحریک کے بانی شری چیتنیہ ۱۴۸۶ء میں نوادیپ میں پیدا ہوئے تھے۔ ندیا ضلع گزیٹیر۔ جے۔ ایچ۔ ای۔ گیرٹ ۱۹۱۰ء ص ۵۰-۲۲ اور ص ۸۶-۱۸۰

[1] جناب محمد مزمل حق (۱۸۶۰ء — ۱۹۳۳ء) جاتیہ سنگلپ۔ جاتیہ فوارہ۔ تہار تشی منصور۔ شاہنامہ اور ٹیپو سلطان ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ مسلم بنگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق ص ۴۱-۲۴۰

[2] خط جناب الحاج مولانا محمد شبیر الدین صاحب ڈھاکہ مورخہ ۱۹ جون ۱۹۷۵ء

نام مولوی گل حسین[۲۱] صاحبؒ کا ہے اور ان کا وطن خراسان لکھا ہے۔ معلوم نہیں کہ اس خراسان کا مطلب ایران کا صوبہ خراسان ہے جس کا کچھ مشرقی حصہ افغانستان میں بھی شامل ہے۔ افغانستان میں ہرات اور ہرات سے متصل مرکز روحانیت قصبہ چشت اور ایران میں مشہد مقدس، سبزوار، نیشاپور، طوس اور تربت شیخ جام وغیرہ اس صوبہ کے خاص شہر ہیں۔ اتر پردیش کے ضلع اعظم گڑھ میں پھول پور کے پاس اسی تحصیل کے اہرولہ بلاک میں خراسان نامی ایک بستی ہے اسے شہنشاہ ہمایون کے ساتھ ایران سے آنے والے سید احسن اخوند کی اولاد میں راجہ سید جان علی، جان جہان، جاگیردار پرگنہ ماہل نے عہد اکبری میں آباد کیا تھا۔ ۱۸۵۷ء کے غدر میں اس خاندان کے نمائندہ راجہ ارادت جہاں کو پھانسی دی گئی ان کی ساری جائداد ضبط کر لی گئی اور خراسان ایک انگریز کو دے دیا گیا اس خراسان بستی کے نام پر پھول پور کے ریلوے اسٹیشن کا نام خراسون روڈ ہے[۱] یہ بھی ممکن ہے کہ مولوی گل حسین صاحبؒ اسی موضع خراسان ضلع اعظم گڑھ کے

---

[۱] خراسان اور راجہ ارادت جہان وغیرہ۔ شیراز ہند جون پور۔ سید اقبال احمد ۱۹۶۳ء، ص ۲۳۷؛ اعظم گڑھ ضلع سنس ہینڈ بک ۱۹۶۱ء ص ۲۶۸۔ ۱۹۶۱ء کی مردم شماری کے مطابق اس بستی کی آبادی ۵۳۰ نفوس تھی۔ خراسان بستی کو اب خراسون بولتے ہیں۔ یہ خراسون روڈ اسٹیشن (پھول پور) سے ڈھائی میل اتر نوادہ کے پاس ہے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم ادام اللہ فیوضہ کے نواسے محترم المقام بابو اسرار الحق مدظلہ۔ بی۔ اے، بی۔ ایڈ، نوادہ کے رہنے والے ہیں۔

کے باشندہ ہوں۔ لیکن قرینِ قیاس یہ ہے کہ مولوی گل حسین صاحب خراسان کے رہنے والے کوئی ایرانی تاجر کلکتہ میں تھے۔

مولوی غنیمت اللہ صاحبؒ[15]، منشی صداقت اللہ صاحبؒ[16] اور حافظ محمد ابراہیم صاحبؒ[25] کا تعلق حضرت مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحبؒ اور شمس العلماء حضرت مولانا غلام سلمانی صاحبؒ کے وطن فرفرا شریف سے ہے، جو ضلع ہوگلی کے جنوبی حصّہ میں اشراف کا ایک قدیم اور مشہور قصبہ ہے۔ جناب حافظ محمد ابراہیم صاحبؒ کے والد مولوی محمد منعم صاحب مرحوم، پٹنہ میں صدرِ اعلیٰ کے عہدہ پر فائز تھے[1]۔ منشی صداقت اللہ صاحبؒ کی صاحبزادی سے حضرت مولانا شاہ ابو بکر صاحبؒ کی دوسری شادی ہوئی تھی۔ حضرت مولاناؒ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے مولانا ذو الفقار علی صاحب مدظلہٗ اسی محل سے ہیں۔ منشی صداقت اللہ صاحبؒ کی حویلی میں مدرسہ فتحیہ قائم ہے اور اسی میں اِن کا مزار بھی ہے۔ مولانا ذو الفقار علی صاحب مدظلہٗ، مدرسہ باڑی میں قیام رکھتے ہیں۔ اِن کے برادرِ نسبتی کا نام حاجی قاضی عبد المنان ہے[2]۔

---

[1] خط جناب الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ ۱۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۶ جون ۱۹۷۵ء

[2] خط جناب الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ ۱۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۴ جولائی ۱۹۷۵ء۔

۱۸۔ مولانا عبدالحق صاحبؒ

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ولیسی قدس سرہٗ کے خلفاء میں تین اصحاب بڑے باکمال اور نامور بزرگ گذرے ہیں۔ جناب مولانا عبدالحق صاحبؒ سیج گرام، تھانہ بھرت پور، ضلع مرشد آباد کے رہنے والے تھے اور خلیفہ اوّل سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں تھے۔ سلسلۂ نسب آپ کا ۲۶ واسطوں سے جناب صدیق اکبرؓ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے والد محترم کا نام محمد ثابتؒ اور دادا کا نام مولوی محمد واعظؒ تھا۔ آپ کے اجداد میں شاہ عثمان ولی رحمۃ اللہ علیہ بڑے بزرگ گذرے ہیں۔ مولانا عبدالحق صاحبؒ کے صاحبزادے کا نام محمد عبدالحی اور پوتے کا نام محمد عبدالحلیم ابواحمد تھا۔ اس خاندان کی اب صرف ایک صاحبزادی ہیں، جو ڈھاکہ میں رہتی ہیں۔

سیج گرام ضلع مرشد آباد کے تھانہ بھرت پور کی ایک بستی[۱] ہے۔ جہاں شاہ پور

---

[۱] سیج گرام تھانہ بھرت پور، سب ڈویژن کانڈی، ضلع مرشد آباد۔ بھرت پور سے ڈو میل پورب اور شاہ پور سے ڈو میل اُتر ہے۔ ایسٹرن ریلوے کے تینیا اسٹیشن سے تقریباً پانچ میل اور سالار اسٹیشن سے تقریباً سات میل (۱۱ کیلو میٹر) ہے۔ خط پوسٹ ماسٹر سیج گرام بنام راقم الحروف مورخہ ۳۱ مئی ۱۹۷۴ء اور خط پوسٹ ماسٹر شاہ پور، بنام راقم الحروف۔ مورخہ ۳ جون ۱۹۷۴ء۔

کی طرح بھرت پور کی ماتحتی میں ایک ڈاک خانہ بھی ہے۔جناب مولانا عبدالحق صاحبؒ اپنے زمانہ کے علماء میں بڑا بلند مقام رکھتے تھے اور عربی فارسی ادب پر ان کو عبور کامل حاصل تھا۔اہل زبان کی طرح فارسی بڑی روانی سے لکھتے تھے۔ دیوان ولیسی میں آپ کے چار فارسی رقعے نقل ہوئے ہیں۔یہ چاروں خطوط مولانا نے اپنے والد محترم جناب مولانا محمد ثابت صاحبؒ کے نام لکھے ہیں۔اِن میں تصوّف و معرفت کی باتیں ہیں۔پیر و مرشد کی نگاہ کرم اور اُن کی مہربانیوں کا ذکر ہے۔

پہلے رقعہ میں لطائف خمسہ کی وضاحت ہے اور ایک بار ۱۸ رمضان المبارک کو لطیفہ قلب، کی عروجی کیفیت میں مولانا کو چار انبیائے کرام علیہم السلام، امام طریقہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ، حضرت امام ربّانی مجدّد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ اور پیر و مرشد حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحبؒ کی موجودگی میں جناب رسالت مآب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے دربار گہر بار میں باریابی کا شرف حاصل ہوا۔سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے خود اپنے دستِ مبارک سے ان کو شرابِ معرفت پلائی۔پھر حضور اکرمؐ کے حکم سے ان کے تینوں مشائخ نے پلایا مولانا نے اس عروجی کیفیت میں اپنی خوش قسمتی کے ان واقعات کو بڑے لُطف و انبساط ادب و احترام اور عجز و انکسار کے ساتھ بیان کیا ہے۔

دوسرے رقعہ میں لکھا ہے کہ ایک روز سنیچر کو درود شریف پڑھنے کے وقت دربار رسالت مآبؐ میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے دائیں طرف حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ اور بائیں طرف حضرت امام ربّانی

مجدّد الف ثانی رح موجود تھے۔ خیال ہوا کہ کاش جلد امجد سیدنا حضرت صدیق اکبر رض
کی زیارت نصیب ہوتی۔ چنانچہ اللہ کی مہربانی سے حضرت صدیق اکبر رض تشریف
لائے اور جمال نبوی کے دیدار میں مشغول ہو گئے۔ پھر ان کو دیکھا اور اپنے سینۂ
مبارک سے لگایا۔ اس کے بعد آں حضرت صلعم کے قدموں میں ڈال دیا۔ حضور
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنا دستِ شفقت و رحمت پھیرا اور ایک دعا پڑھی
جو ان کو یاد ہو گئی۔

ایک روز اپنے شیخ کے حکم سے اس دعا کی برکت سے لوحِ محفوظ میں فتح سلطانی
کا حال اور سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رض کی اولاد میں اپنے والد محترم کا نام دیکھا۔ پھر
غوث الاعظم سیّدنا حضرت محی الدین عبد القادر جیلانی رح کی زیارت نصیب ہوئی۔ حضرت
غوث الاعظم رح کا فیض اپنے والد محترم کے سینہ میں آتے دیکھا۔ اسی رقعہ میں جامع التقاسیر
اور ریاض الصالحین دو کتابوں کا ذکر ہے نیز یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت پیر و مرشد نے
فرمایا کہ یہ خط غیروں کے ہاتھ میں نہ جانے پائے۔

تیسرے رقعہ میں اپنے پیر و مرشد حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب قدس سرّہٗ
کے درجات عالیہ اور دربار رسالت مآب صلعم میں اُن کے اعلیٰ مرتبہ اور اپنے حال پر
پیر و مرشد کی نگاہِ کرم، شفقت و عنایت اور توجّہ خاص کا ذکر ہے۔ نیز یہ بھی لکھا
ہے کہ ایک روز حضرت امام ربّانی مجدّد الف ثانی رح سے گریہ و زاری کے ساتھ حضور
رسول اکرم صلعم کی زیارت کی خواہش کا اظہار کیا۔ حضرت مجدّد پاک رح کی توجّہ سے حضور
سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے ابروئے مبارک کی زیارت نصیب ہوئی۔ نیز

ایک روز مولانا کے پیرو مرشد نے ان کے والد محترم کے بارے میں فرمایا کہ اُن کے حالات بہتر ہیں۔

چوتھے دفعہ میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک روز اپنے شیخ سے عرض کیا کہ قرآن مجید کی تلاوت کے وقت رگِ صدّیقی میں جوش پیدا ہوتا ہے۔ حضرت صوفی صاحبؒ نے فرمایا کہ تم اولادِ صدیق اکبرؓ میں ہو۔ انشاء اللہ زیارت بھی نصیب ہو گی۔ چنانچہ بعد مغرب عروجی کیفیت میں دیکھا کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم ایک تخت زرّیں پر جلوہ افروز ہیں اور نیچے سیّدنا حضرت صدّیق اکبرؓ سے لے کر حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحبؒ تک سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے تمام مشائخ موجود ہیں۔ اس کے بعد جب عروجی کیفیت ختم ہوئی تو حضرت شیخ رح نے فرمایا کہ انہوں نے حضرت صدیق اکبرؓ کے دربار میں ان کو پیش کیا۔ پھر سلسلہ کے تمام بزرگ ان کی طرف متوجہ ہوئے اُس روز سے اپنے کو شیخ کے زر خرید غلام سے بھی حقیر اور کمتر سمجھتے ہیں۔ حضرت شیخ اپنی توجہ سے وسوسۂ شیطانی کو دُور کر دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ نے فرمایا کہ ظاہری کرامت بچّوں کا کھیل ہے اور قلب کی اصلاح کرنا بہادروں کا کام ہے اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے جو کچھ حاصل کیا، وہ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی صحبت بابرکت سے۔ اس لئے تصوّف و معرفت کی دنیا میں صحبتِ شیخ کی بڑی اہمیّت ہے۔

جناب مولانا عبدالحق صاحبؒ کے خطوط میں اُن کے رشتہ کے دو بھائیوں، مولوی محی الدین حسن اور مولوی مہدی حسن اور آخوند کار منشی عبدالعزیز کا ذکر آیا ہے۔

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب رح کے وصال کے ۲ دو برس بعد جناب مولانا عبدالحق صاحب رح کا یکم ماہ پوس ۱۲۹۵ بنگلہ فصلی، ۱۵ دسمبر ۱۸۸۸ء = ۱۱ ربیع الاول ۱۳۰۶ھ (گیارہویں شریف) سینچر کے روز ۲ بجے دن میں انتقال ہوا۔

۱۹۔ فرفرا شریف

ضلع ہوگلی کے شمالی حصہ میں پنڈوا شریف[۱] اور مغربی حصہ میں گرٹھ منڈران[۲] کی طرح بالکل جنوبی حصہ میں فرفرا نام کی ایک پرانی بستی مسلمانوں کا ایک بڑا مرکز ہے یہاں مسلمانوں کی کافی آبادی ہے اور ان میں سے اکثر ائمہ دار ہیں۔ یہ اشراف کہلاتے ہیں اور ان مسلمان فوجیوں کی اولاد ہیں، جو بنگال کی فتح کے وقت پٹھانوں کے ابتدائی

---

[۱] پنڈوا شریف ضلع ہوگلی (چھوٹا پنڈوا) گرینڈ ٹرنک روڈ (قومی شاہراہ ۲) اور ایسٹرن ریلوے کی خاص لائن پر ہوگلی سے ۱۴ میل اور کلکتہ سے ۴۲ میل اتر پچھم کی طرف ہے۔ یہ ایک تاریخی مقام ہے۔ یہاں تھانہ ڈاک خانہ، سب رجسٹری آفس، بنگلہ اور ریلوے اسٹیشن ہے۔ اشراف مسلمان آباد ہیں جن میں بہت سے ائمہ دار ہیں۔ یہاں حضرت شاہ صفی الدین شہید رح کا آستانہ ہے۔ ۱۳۴۰ء کا بنا ہوا ۱۲۵ فٹ بلند فیروز مینار ہے ۱۴۷۷ء کی بنی ہوئی ایک مسجد ہے۔ رد منہ پوکھر اور پیر پوکھر ہے۔ انگریزوں کے ابتدائی دورِ حکومت میں پنڈوا شریف کے بہت سے اشراف مسلمان قاضی اور ڈپٹی مجسٹریٹ مقرر ہوئے۔ ہوگلی ضلع گزیٹیر۔ اس۔ اس۔ اومیلی ۱۹۱۲ء۔ صفحہ ۲۹۷-۹۸۔ ۱۹۴۱ء کی مردم شماری میں پنڈوا تھانہ کا رقبہ ۱۱۱ مربع میل اور آبادی ۸۹۷,۸۱ تھی جس میں ۵,۸۷۸ مسلمان تھے۔ مردم شماری ہند ۱۹۴۱ء۔ بنگال۔ آر۔ اے۔ ڈوش ۱۹۴۲ء شملہ

[۲] گرٹھ منڈران۔ تھانہ گوگھاٹ، سب ڈویژن آرام باغ۔ یہاں امور ندی کے (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۵ پر)

دورِ حکومت میں یہاں آکر آباد ہوئے تھے۔ پہلے یہ بستی سیرام پور سب ڈویژن کے چینڈی تلا تھانہ میں تھی۔ اب جنگی پارا تھانہ میں ہے اور تھانہ کی مشرقی سرحد پر واقع ہے۔ یہاں ایک ڈاک خانہ ہے جس کا نام فُرفُرا ہے۔ یہ موسَنٹ کے بڑے ڈاکخانہ کی ماتحتی میں ہے۔

فُرفُرا شریف کو عام طور پر پھُرپھُرا شریف کہتے ہیں۔ دیوان ولیسی میں پھُرپھُرہ لکھا ہے۔ ہوگلی ضلع گزیٹیر میں پھُرپھُرا تحریر کیا ہے۔ ڈاک خانہ کا نام فُرفُرا ہے۔ بنگال کے تعلیم یافتہ مسلمان فُرفُرہ شریف لکھتے ہیں۔ لیکن بول چال کی زبان میں عام لوگ اسے پھُرپھُرا شریف ہی کہتے ہیں۔ الحاج مولانا سیّد محمد شبیر الدنیا

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۴ کا]

کنارے قلعہ ہے اور قلعہ میں حضرت اسماعیل غازی رح کا مزار ہے۔ قریب میں فرمان دیگھی اور مبارک منزل ہے۔ حضرت اسماعیل غازی رح کا ایک مزار ضلع رنگ پور (بنگلہ دیش) میں پیر گنج سے سات میل پچھم کانتا دوار میں بھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہاں حضرت کا سر دفن ہے۔ حضرت شاہ اسماعیل غازی رح کی شہادت کا واقعہ علاؤ الدین حسین شاہ (۱۴۹۳-۱۵۱۸ء) کے دورِ حکومت میں رسائی نامی ایک برہمن کی سازش سے پیش آیا۔ ہوگلی ضلع گزیٹیر (حالات مندران)۔ ایس۔ ایس۔ او میلی ۱۹۱۲ء۔ اور رنگ پور ضلع گزیٹیر جے۔ اے۔ واس ۱۹۱۱ء صفحہ ۳۲؛ ڈاکٹر انعام الحق نے اپنی کتاب مسلم بنگالی ادب (صفحہ ۱۰۱) میں لکھا ہے کہ شاہ اسماعیل غازی رح باربک شاہ کے عہدِ حکومت میں ۱۴۷۴ء میں شہید ہوئے۔

سلہ ۱۹۴۱ء کی مردم شماری کے وقت جنگی پارا تھانہ کا رقبہ ۶۳ مربع میل اور آبادی ۹۲۰۰۷ تھی جس میں مسلمان ۱۲,۳۶۱ تھے۔ مردم شماری رپورٹ بنگال ۱۹۴۱ء۔ آر۔ اے۔ ڈوٹش

صاحب مدظلہٗ نے ڈھاکہ سے مطلع کیا ہے کہ بنگلہ زبان میں ایک کتاب تاریخ فرفرہ ہے جس میں صوفی سید فتح علی صاحب، ویسی رح کے نامور خلیفہ شمس العلما حضرت مولانا غلام سلمانی صاحب رح کے حوالہ سے لکھا ہے۔ اس علاقہ کو سید حسین بخاری رح نے فتح کیا تھا۔ اور یہاں کی روئیدگی، تازگی اور شادابی سے متاثر ہوکر اس کا نام پُر فرح رکھا۔ یہ پُر فرح فرفرہ بن گیا۔ نام کے تلفظ کی یہ تبدیلی بڑی حد تک قرین قیاس اور قابل یقین معلوم ہوتی ہے۔ پُر فرح کا فرفرہ اور پھر پھرہ یا پھر پھرا بن جانا بالکل فطری امر ہے۔

کہا جاتا ہے کہ فرفرا شریف میں کبھی ایک باگدی ہندو راجہ حکمراں تھا اور اس مقام کا قدیمی نام بلیا بسنتی تھا۔ باگدی راجہ کو شاہ محمد کبیر حلبی رح اور حضرت شاہ اکرم الدین رح نے شکست دی اور یہاں مسلمانوں کا اقتدار قائم کیا۔ فرفرا شریف کے قریب مولناہ (ملّا) سملہ میں ایک پرانی مسجد ہے اور وہیں حضرت کبیر حلبی رح کا مزار ہے۔ ان کو عام طور پر حلب (اَلپو) کے شاہ انور قلی رح کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ۱۳۷۵ء میں آپ کا وصال ہوا۔ ہندو اور مسلمان دونوں کو آپ سے بہت عقیدت ہے۔ اور یہاں زائرین بہت کافی تعداد میں آتے ہیں۔ درگاہ شریف کے دروازہ پر طغرٰی میں سنگ سیاہ کا کتبہ لگا ہوا ہے۔ اس کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مسجد کو خان اعظم الغ مخلص خاں نے ۷۷۷ھ (۱۳۷۵ء) میں تعمیر کیا۔ دوسری مسجد کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ایک تاجر جس کی کشتی سرسوتی ندی کے طوفان میں پھنس گئی تھی۔

۱۹۷۵ء

۵۔ خط جناب الحاج مولانا سید محمد شبیر الدین صاحب مدظلہٗ ڈھاکہ ۱۲ بنام راقم الحروف مورخہ ۲ جولائی

اُس نے منّت مانا اور حضرت کے فیض سے بچ گیا۔ اُس نے ۱۰۰۱ھ (۱۵۹۲ء) میں
یہ مسجد تعمیر کرایا۔[1]

ہوگلی ندی کے کنارے ایسٹرن ریلوے کی خاص لائن اور گرینڈ ٹرنک روڈ
(قومی شاہ راہ ۲) پر ہوڑہ سے بارہ میل (۲۰ کیلومیٹر) اُتر سیرام پور ایک تاریخی مقام
اور مشہور صنعتی شہر ہے[2]۔ عیسائی مشنریوں نے سب سے پہلے یہیں سے اپنا کام شروع کیا تھا سب سے پہلا پریس

یہیں قائم ہوا تھا۔ بائبل کا پہلا اُردو ترجمہ یہیں سے شائع ہوا تھا۔ حج بیت اللہ کو
جاتے وقت اکتوبر ۱۸۲۲ء میں امیر المومنین سیّد احمد شہید رح نے سیرام پور میں قیام[3]
فرمایا تھا یہیں آپ کے خلیفہ سیّد عبد اللہ ابن سیّد بہادر علی رہتے تھے۔ جنہوں نے سیرام پور
میں ٹائپ کا ایک پریس قائم کیا تھا۔ مولوی سیّد عبد اللہ صاحب سیرام پوری رح نے
۱۸۳۰ء میں حضرت سید احمد شہید کی فارسی کتاب "تنبیہ الغافلین" کا اُردو ترجمہ اور
۱۸۳۸ء میں مولانا شاہ رفیع الدین صاحب رح کے اُردو ترجمہ قرآن پاک کو پہلی بار
ٹائپ میں شائع کیا۔ ان کے علاوہ سیکڑوں دوسری دینی کتابیں اہتمام کے ساتھ شائع کیں
سب ڈویژن کے صدر مقام سیرام پور سے سرو ستی ندی کا فاصلہ ۲ میل ہے

---

[1] ہوگلی ضلع گزیٹیر۔ اس۔ اس۔ او میلی ۱۹۱۲ء۔ ص ۳۰۳

[2] ہوگلی ضلع گزیٹیر۔ اس۔ اس۔ او میلی ۱۹۱۲ء (بیان سیرام پور) ۱۹۱۱ء میں شہر سیرام پور کی آبادی
۴۹,۵۹۴ اور ۱۹۲۱ء میں ۵۵,۳۴۹ تھی جس میں مسلمان ۶,۳۲۲ تھے۔ مردم شماری ہند ۱۹۲۱ء
بنگال۔ آر۔ اے۔ ڈوش۔ سے ۱۹۴۲ء؛ [3] سید احمد شہید۔ مولانا غلام رسول مہر۔ جلد اول ص ۲۱۴

اور ندی کے کنارے سے تقریباً اسی قدر پچھم فرفرا شریف واقع ہے۔ سابق ہوڑہ شیاکھالا لائٹ ریلوے (۱۹ میل) کے آخری اسٹیشن شیاکھالا سے فرفرا شریف تین میل دکھن پچھم ہے۔ سیرام پور سے بردئی پارا۔ شیاکھالا، چک تاج پور، گھاٹن اور رام پارا ہوتے ہوئے پختہ سڑک تھانہ کے صدر مقام جنگی پارا کو جاتی ہے۔ رام پارا فرفرا شریف سے ایک میل دکھن پچھم کی طرف ہے۔

فرفرا شریف سے شیاکھالا تین میل اتر پورب، ہوڑہ بردوان کارڈ لائن کا اسٹیشن بردئی پارا ۸ میل پورب اور سب ڈویژن کا صدر مقام ۱۴ میل پورب ہے۔ آمد و رفت کا آسان ترین راستہ یہی ہے۔ فرفرا شریف سے تھانہ کا صدر مقام جنگی پارا ۸ میل پچھم۔ بڑا ڈاکخانہ موسٹ ۵ میل دکھن پورب اور اسی طرف چنڈی تلا دس میل کے فاصلہ پر ہے۔ دکھن میں برچھیا ۸ میل اور دکھن پچھم میں جگت بلبھ پور صرف ۲ میل پر واقع ہے۔ یہ دونوں مقامات ضلع ہوڑہ میں ہیں۔ برچھیا پہلے ہوڑہ آمتا لائٹ ریلوے کا جنکشن تھا۔ جہاں سے ایک لائن دکھن پچھم میں آمتا کو اور دوسری لائن اتر پچھم میں جگت بلبھ پور۔ جنگی پارا ہوتے ہوئے دامودر ندی کے کنارے چپاڈنگا تک جاتی تھی۔ اس لائن کی موخر الذکر شاخ پر سیتا پور ہاٹ اسٹیشن فرفرا شریف سے پانچ میل دکھن پچھم کی طرف تھا۔ لائٹ ریلوے تو ختم ہو چکی ہے۔ لیکن ہوڑہ سے آمتا اور چپاڈنگا تک بڑی پٹری کی لائن زیر تعمیر ہے۔

ایسٹرن ریلوے کی شیوڑا پھولی تارکیشور برانچ لائن پر نالیکول اسٹیشن

فرفرا شریف سے سات میل اُتر اور ہری پال اسٹیشن ۸ میل اُتر قدرے پچھم ہے۔ نالی کول اسٹیشن سے ایک نیم پختہ سڑک دکھن کی طرف آتی ہے۔ اور شیاکھالا چپاڈنگا روڈ کو الہی پور میں عبور کرتے ہوئے شیاکھالا جنگی پارا روڈ سے چک تاج پور میں مل جاتی ہے۔ چک تاج پور شیاکھالا اور فرفرا شریف کے درمیان واقع ہے۔ ہری پال اسٹیشن اور تھانہ کے صدر مقام سے ایک خام سڑک دکھن پورب کو آتی ہے۔ شیاکھالا چپاڈنگا روڈ کو سپاھی گاچھی میں اور شیاکھالا جنگی پارا روڈ کو فرفرا شریف سے دکھن پچھم بیل پارا میں عبور کرتی ہوئی ضلع ہوڑہ کے برگچھیا کو جاتی ہے۔ سابق ریلوے اسٹیشن سیتاپور ہاٹ سے ایک خام سڑک آکر اس سے منڈولیکا میں ملتی ہے۔ بڑی پٹری کی لائن بن جانے پر فرفرا شریف کے لئے یہ سب سے آسان راستہ ہوگا۔

فرفرا شریف کے اُتر کھات موضع ہے۔ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی رح کے مرید منشی شرافت اللہ صاحب رح اسی بستی کے رہنے والے تھے۔ ان کے چچا زاد بھائی کی اولاد میں مولانا عبد القادر صاحب سیتاپور کے مدرسہ میں ملازم ہیں۔ پورب میں جنیدی تلا تھانہ کا پاتول موضع ہے۔ یہاں مسلمانوں کی آبادی نہیں ہے۔ دکھن میں دکھن ڈیہی بستی ہے۔ دکھن پچھم میں رام پارا ہے۔ حضرت ویسی رح کے مرید مولوی مبین اللہ صاحب اسی موضع رام پارا کے رہنے والے تھے۔ اُن کی صاحبزادی منوّرہ خاتون ابھی حیات ہیں۔ ان کے لڑکے فرفرا شریف میں قاضی ظہور الحق اور قاضی اکرام الحق ہیں۔ اور ایک پوتے مولانا قاضی سراج الحق صاحب عالم دین ہیں۔

فُرفُرا شریف کے پچھم بیل پارا موضع ہے جہاں شمس العلماء حضرت مولانا غلام سلمانی صاحبؒ کی شادی جناب مُلّا عنایت اللہ صاحب مرحوم کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ حضرت کی ایک صاحبزادی عزیزہ خاتون صاحبہ کی شادی بھی بیل پارا موضع میں ہوئی۔[1]

فُرفُرا شریف جانے کا آسان ترین راستہ سیرام پور یا بردوئی پارا اسٹیشنوں سے ہے۔ سیرام پور جنگی پارا روڈ پر بس آتی جاتی ہے۔ فُرفُرا شریف کے لئے اس روڈ پر رام پارا میں اُترنا چاہیئے، جو فُرفُرا شریف سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔ کلکتہ سے آنے والے لوگ ہوڑہ، بردوان کارڈ لائن کے بردوئی پارا اسٹیشن میں جنگی پارا جانے والی بس پکڑتے ہیں۔ یا دھرم تلا کلکتہ سے شیاکھالا ہوتے ہوئے چمپاڈنگا اور آرام باغ کو جانے والی بس میں جگہ حاصل کرکے شیاکھالا میں اُتر جاتے ہیں اور پھر سیرام پور سے جنگی پارا جانے والی بس میں رام پارا تک سفر کرتے ہیں۔ ہوڑہ سے چھ میل (دس کیلومیٹر) اُتر، ایسٹرن ریلوے کے اُتر پارا اسٹیشن سے دان کونی۔ کالی پور۔ چنڈی تلا ہو کر شیاکھالا تک بس آتی جاتی ہے۔ اس روڈ سے بھی سفر کیا جاسکتا ہے۔ اُتر کی طرف سے آنے والے ہوڑہ، بردوان کارڈ لائن کے کمرکنڈو جنکشن پر گاڑی بدل کر تارکیشور لائن کے نالی کول اسٹیشن سے فُرفُرا شریف پہنچ سکتے ہیں۔

---

[1] خط مولانا عبدالسلطان صاحب (سابق مدرس فتحیہ فُرفُرا شریف)، پوسٹ ماسٹر فُرفُرا۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۶ اگست ۱۹۷۴ء۔ ۱۴ اگست ۱۹۷۴ء؛ ۱۵ اگست ۱۹۷۴ء۔

فُرفُرا شریف ایک بڑا قصبہ ہے۔ اس کا حلقہ پانچ میل سے زیادہ ہے۔ اس میں بہت سے محلے ہیں۔ جیسے: قاضی پارا۔ مفتی پارا۔ مُلّا پارا۔ میر صاحب پارا۔ قصاب پارا۔ میاں صاحب پارا وغیرہ۔ حضرت مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب صدیقی رح کا مکان اور مزار شریف میاں پارا محلہ میں ہے[1]۔

۲۰۔ حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی رح

قطب الارشاد حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب ویسی قدس سرہٗ کے خلفا میں حضرت مولانا شاہ صوفی محمد ابو بکر صاحب صدیقی رح کو سب سے زیادہ شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔ خلیفۂ اوّل سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ کی اولاد میں تھے۔ فُرفُرا شریف میں ۱۲۶۳ھ (۱۸۴۶ء) میں پیدا ہوئے[2]۔ عالم باعمل اور صوفی کامل تھے۔ ساری زندگی خلقِ خدا کی اصلاح و ہدایت میں صرف کردی۔ آفتابِ طریقت اور چشمۂ فیض کی حیثیت رکھتے تھے۔ بغیر کسی تفتیش حال اور جانچ پڑتال کے بڑی آزادی اور فیاضی سے لوگوں کو بیعت کیا کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک بار کلکتہ کے ایک میدان میں جہاں ہزاروں ہزار کا مجمع تھا اور سب کے سب بیعت کے مشتاق تھے۔ سب کا آپ کے قریب پہنچنا ممکن نہ تھا۔ چنانچہ پہلے آپ نے اپنا عمامہ

---

[1] خط جناب مولانا عبدالسّلطان صاحب فُرفُرا شریف ضلع ہوگلی۔ موصولہ ۱۵ اگست ۱۹۷۴ء

[2] خط جناب قاضی نجیب الرحمٰن صاحب وکیل۔ دیدار بخش لین کلکتہ ۱۶ مورخہ ۱۲ جون ۱۹۷۵ء

پھیلا دیا۔ قریب کے لوگوں نے اسے تھام لیا۔ پھر حاضرین سے کہا کہ بیعت ہونے والے تمام لوگ کندھے سے کندھا ملالیں۔ اس طرح سب کو بیعت کر دیا اور فرمایا کہ جو لوگ تعلیم طریقت حاصل کرنا چاہتے ہیں، وہ کل ہو کر اُس مسجد میں آئیں جہاں حضرت قیام پذیر تھے۔ صرف پچیس ۲۵ آدمی حصولِ تعلیم کے لئے حاضر ہوئے۔ لیکن آپ کے فیض سے بہت کافی لوگوں کی اصلاح ہوگئی۔ اور آپ کے مریدوں کی تعداد ہزاروں ہزار تک پہنچ گئی۔ جن میں عام مسلمانوں کے علاوہ نامور علمائے اسلام، حکّام عالی مقام اور روسائے عظام کی کافی تعداد شامل تھی۔ اور سب کو آپ سے کمال عقیدت اور بے پناہ محبّت تھی۔ آپ کے خلفا کے ذریعہ رُشد و ہدایت کا سلسلہ جاری ہے۔

فُرفُرا شریف کے دوسرے بڑے بزرگ اور حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب ویسی رح کے دوسرے نامور خلیفہ شمس العلماء حضرت مولانا غلام سلمانی صاحب عباسی رح کی ننھیال آپ کے خاندان میں تھی اور وہ رشتہ میں آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہوتے تھے۔ فُرفُرا شریف میں عام طور پر حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی رح کو بڑے حضرت اور حضرت مولانا غلام سلمانی صاحب عباسی رح کو بڑے مولانا کہتے ہیں[1]

۱/۲۴، منشی پارا لین، لالہ بگان، مانک تلّہ، کلکتہ ۶ میں حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب ویسی رح کے مزار مبارک پر کتبہ تاریخ حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحب رح نے لگوایا تھا۔ اور ہر سال آپ کے زیر اہتمام ۲۷ رمضان المبارک کو فاتحہ خوانی کے لئے

---

[1] بحوالہ جناب عضدالدین خاں صاحب اُستاد شعبۂ تعلیمات اسلامی مُسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔ ٹپنہ جون ۱۹۷۲ء

صوفی صاحبؒ کے مریدین اور متوسلین کا یہاں ایک بڑا اجتماع ہوتا تھا۔[1] آپ کے وصال کے بعد اس تاریخ کو فاتحہ خوانی کے اس اجتماع کا سلسلہ بند ہو گیا لیکن ہر سال ۵-۶ اور ۷ دسمبر کو ایصالِ ثواب کا سالانہ جلسہ جاری ہے۔[2]

حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحبؒ کے خلیفہ مولانا شاہ محمد عبدالغنی صاحب مدظلہٗ نے میرسرائے ضلع چاٹگام کے پاس مئے پاش میں ۱۹۰۴ء میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا۔ حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحبؒ نے اپنے دادا پیر حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوریؒ (متوفی ۱۸۵۸ء) کے نام پر اس دینی درس گاہ کا نام صوفیہ نوریہ مدرسہ رکھا، جو پھولے آب و تاب کے ساتھ جاری ہے۔ آپ نے اپنے وطن فُرفُرا شریف میں اپنے خسر جناب منشی صداقت اللہ صاحب کی حویلی میں اپنے پیر و مرشد کے نام پر مدرسہ 'فتحیہ' قائم کیا۔ یہ مدرسہ بھی جاری ہے اور مغربی بنگال میں علم دین کا ایک بڑا مرکز ہے۔ اس مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھتے وقت مولانا محمد ابوبکر صاحبؒ کے خلیفہ مولانا احمد علی حمید جلالیؒ بھی موجود تھے اور حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسیؒ کے مرید مولوی غنیمت اللہ صاحب فُرفُرا شریف اس کے پہلے ناظم مقرر ہوئے تھے۔[3]

حضرت مولانا شاہ صوفی محمد ابوبکر صاحب صدیقیؒ کا ۲۵ محرم الحرام ۱۳۵۸ھ = ۱۷ مارچ ۱۹۳۹ء کو جمعہ کے دن صبح چھ بجے فُرفُرا شریف میں انتقال ہوا۔ مزار مبارک آپ کا میاں پارا محلہ میں ہے۔ اس وقت آپ کے بڑے صاحبزادے جناب الحاج

۱؎ دیکھئے ص ۱۸۰-۱۷۹ ۲؎ دیکھئے ص ۱۸۳-۱۸۲

۳؎ خط ممتاز المحدثین جناب مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہٗ، کان کھولی شریف کلکتہ ۲۴، مورخہ ۲۴ جون ۱۹۷۴ء۔

مولانا عبدالحی صاحب مدظلہ سجادہ نشین ہیں اور تعلیم طریقت کا سلسلہ جاری ہے۔ ہر سال ۵، ۶، اور ۷، مارچ کو فرفرا شریف میں مسلمانوں کا شاندار اور روح پرور اجتماع ہوتا ہے دور دراز سے ہزاروں ہزار مسلمان شریک ہوتے ہیں۔ ایصال ثواب کا جلسہ ہوتا ہے۔ وعظ و نصیحت کی محفلیں منعقد ہوتی ہیں۔ اس مبارک و مسعود اجتماع میں خلاف سنّت کوئی کام نہیں ہوتا۔ زائرین کی کثیر تعداد سے قصبہ کی رونق میں اضافہ ہو جاتا ہے اور اس عظیم دینی اجتماع میں شریک ہونے والے بزرگوں کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے ہیں۔

قطعہ تاریخ

جناب امیر الاسلام صاحب شرقی[۲] نے حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقیؒ کی وفات کا قطعہ تاریخ لکھا ہے۔ ؎

وہ پیر بھائی جو کہ تھے والد کے پیر[۳] کے
روشن ضمیر، اہل وفا، صاحب نظر
تھا بیست و پنج ماہِ محرم جمعہ کا روز
جو آپ نے کیا سوئے دار البقا سفر
شرقی طلب ہے تجھ سے جو سالِ وصال کی
یوں لکھ "ہیں خُلد میں صوفی ابوبکر"
۱۳۵۸ھ

---

[۱] خط جناب مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ۔ مورخہ ۲۵ اگست ۱۹۷۴ء
[۲] جناب خان بہادر امین الاسلام صاحب سابق جنرل رجسٹریشن بنگال۔
[۳] شمس العلماء حضرت مولانا غلام سلمانی صاحبؒ۔ فرفرا شریف ضلع ہوگلی

۱۹۳۹ء میں حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی رح کے انتقال کے وقت آپ کے پانچ صاحبزادے موجود تھے ۱۔ مولانا ابونصر محمد عبدالحی صاحب ۔ ۲۔ مولانا ابوظفر محمد وجیہہ الدین صاحب ۳۔ مولانا محمد نجم السعادت صاحب ۴۔ مولانا عبدالقادر صاحب ۵۔ مولانا محمد ذوالفقار علی صاحب پانچوں صاحبزادوں کو اپنے والد محترم سے شرف بعیت اور اجازت و خلافت حاصل تھی ۔ چوتھے صاحبزادے جناب مولانا عبدالقادر صاحب صدیقی رح کا انتقال ہو چکا ہے ۔ اُن کے ایک بیٹے مولانا ابوالفرح صاحب یادگار ہیں ۔ حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب رح کے باقی چار صاحبزادے حیات ہیں اور رشد و ہدایت کے کاموں میں مشغول ہیں ۔ جناب الحاج مولانا ابونصر محمد عبدالحی صاحب صدّیقی مدظلہٗ سجادہ نشین ہیں ۔ آپ کے چار صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہیں ۔ الحاج مولانا ابوظفر محمد وجیہہ الدین مُصطفیٰ صاحب صدّیقی مدظلہٗ کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں ۔ مولانا محمد نجم السعادت صاحب صدّیقی مدظلہٗ کے تین بیٹے اور ایک صاحبزادی ہیں ۔ حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب رح کی دوسری شادی حضرت دلیبی رح کے مُرید جناب منشی صداقت اللہ صاحب رح کی صاحبزادی سے ہوئی تھی ۔ اُس محل سے جناب مولانا محمد ذوالفقار علی صاحب صدیقی مدظلہٗ ہیں[۱] ۔ جو اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹے ہیں ۔ مدرسہ نتیجہ آپ کے نانا مرحوم کی حویلی میں قائم ہے ۔ آپ وہیں مدرسہ باڑی میں رہتے ہیں ۔ آپ کے کئی صاحبزادے اور کئی صاحبزادیاں ہیں ۔ آپ کے

---

[۱] خط جناب مولانا عبدالسلطان صاحب مدظلہٗ ۔ فرفرہ شریف ضلع ہوگلی ۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۱۱ اگست ۱۹۷۲ء

برادرِ نسبتی کا نام جناب قاضی عبدالمنان صاحب ہے[1]

حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی رح کے تین سوانح حیات بنگلہ زبان میں اور ایک اُردو میں ہے۔ اور ہر کتاب میں تین سو صفحات سے زیادہ ہیں اُردو سوانح حیات نایاب ہے اور اس کو دوبارہ شائع کرنے کا انتظام اب تک نہیں ہو سکا ہے[2]۔ بنگلہ زبان والی ایک کتاب آپ کے خلیفہ جناب مولانا رُوح الامین صاحبؒ کی لکھی ہوئی ہے۔

حضرت مولانا شاہ صوفی محمد ابوبکر صاحب صدّیقی رح کے خلفاء میں آپ کے پانچوں صاحبزادوں کے علاوہ حسب ذیل بزرگوں کے نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

(۱) جناب شاہ صوفی تجمّل حسین صاحب صدّیقی رح۔ ندیا۔ (مغربی بنگال)

۲۔ جناب شاہ صوفی صدرالدین صاحب رح۔ گنگارام پور۔ ضلع جیسور (بنگلہ دیش)

۳۔ جناب مولانا شاہ صوفی نثارالدین صاحب رح۔ سرسینا۔ ضلع باری سال (بنگلہ دیش)

۴۔ جناب مولانا شاہ صوفی رُوح الامین صاحب رح۔ بشیرہاٹ۔ ضلع چوبیس پرگنہ (مغربی بنگال)

۵۔ جناب خان بہادر الحاج مولانا احمد علی صاحب رح۔ عنایت پور۔ ضلع جیسور (بنگلہ دیش)

۶۔ جناب پروفیسر مولانا عبدالخالق صاحب رح۔ ستورا۔ ضلع کومِلّا (بنگلہ دیش)

۷۔ جناب مولانا احمد علی صاحب حمید جلالی رح۔ ٹیاپرح۔ کلکتہ (مغربی بنگال)

۸۔ جناب مولوی تمیزالدین خان رح۔ خان خانان پور۔ ضلع فرید پور (بنگلہ دیش)

---

[1] خط جناب الحاج مولانا سیّد ابوالبشر محمد بشیرالدین صاحب۔ حبد وناتھ باسک لین ڈھاکہ ۱ مورخہ ۴ جولائی ۱۹۷۵ء

[2] خط جناب مولانا ابو صالح محمد رضوان الکریم صاحب بندپوری ۲۱ دیدار بخش لین کلکتہ ۱۶ مورخہ ۲۰ جون ۱۹۷۵ء۔

۹ - جناب مولانا سید حاتم علی صاحب - حاجی گنج - سب ڈویژن چاند پور ضلع کومِلا (بنگلہ دیش) -

۱۰ - جناب مولانا طفیل احمد صاحب ڈھاکہ (بنگلہ دیش) -

۱۱ - جناب الحاج مولانا حافظ سید ابوالبشر محمد شبیر الدین صاحب مدظلہٗ ڈھاکہ (بنگلہ دیش) -

۱۲ - جناب صوفی محمد شفیع صاحب - کلکتہ (مغربی بنگال) -

۱۳ - جناب صوفی عبدالستار صاحب ڈھاکہ (بنگلہ دیش) -

۱۴ - جناب مولانا محمد عبدالغنی صاحب ملے پاشں میرسرائے ضلع چاٹگام (بنگلہ دیش)

۱۵ - جناب ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب رح - ڈھاکہ (بنگلہ دیش)

حضرت مولانا محمد ابو بکر صاحب صدیقی رح کے مریدوں کی تعداد بہت زیادہ تھی - اُن میں سے کچھ لوگوں کے نام پیش کئے جاتے ہیں :

۱ - جناب خان بہادر عبدالحلیم چودھری رح - ریٹائرڈ ضلع مجسٹریٹ - نواکھالی (بنگلہ دیش)

۲ - جناب مولانا محمد عبداللہ صاحب رح - ریٹائرڈ اکسائز سپرنٹنڈنٹ - بنگال

۳ - جناب مولانا عبدالعزیز صاحب رح - ریٹائرڈ کمشنر انکم ٹیکس

۴ - جناب مولانا ابو عیسیٰ محمد مسیح صاحب - ریٹائرڈ ڈپٹی ڈائرکٹر انڈسٹریز مشرقی پاکستان

۵ - جناب الحاج مولانا فضل الکریم صاحب - ریٹائرڈ ضلع اور سشن جج -

۶ - جناب الحاج سید ابو نصر محمد نصیر الدین صاحب - ایڈووکیٹ سپریم کورٹ ڈھاکہ - (بنگلہ دیش) -

۷۔ جناب سید ابو ظفر محمد ظہیر الدین صاحب ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ پولیس ڈھاکہ (بنگلہ دیش)۔

۸۔ جناب مولوی ابو حامد۔ فاروق احمد صاحب ام۔اے۔چٹاگانگ (بنگلہ دیش)

۹۔ جناب مولوی ابو زاہد جلیل احمد صاحب ام۔اے۔ڈھاکہ (بنگلہ دیش)

۱۰۔ جناب مولوی عبدالستار صاحب۔ریٹائرڈ انکم ٹیکس کمشنر

۱۱۔ جناب پروفیسر اے۔کے۔ام۔جلال الدین صاحب رح۔ریٹائرڈ پرنسپل

۱۲۔ جناب مولوی ابو مجتبیٰ محمد موسیٰ صاحب رح ایڈوکیٹ۔گورنمنٹ پلیڈر۔کومِلا (بنگلہ دیش)

۱۳۔ جناب سید محی الدین احمد صاحب رح پولیس ٹریننگ اسکول۔کلکتہ (مغربی بنگال)

۱۴۔ جناب خان بہادر عبدالرحمان رح۔بشیر ہاٹ۔سابق وزیر غیر منقسم بنگال

۱۵۔ جناب خان صاحب عبدالقادر رح ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل۔بھاگل پور

الحاج مولانا شاہ صوفی **ابوالنصر محمد عبدالحی** صاحب سجادہ نشین فرفرا شریف کے مرید بہت ہیں۔ڈھاکہ میں جناب اس۔اے چودھری ریٹائرڈ ڈویژنل کمشنر اور ریونیو سکریٹری آپ کے خلیفہ[۱] ہیں۔ہنگاجیہ ضلع سلہٹ (بنگلہ دیش) کے الحاج جناب محمد نظام الدین سفیان[۲] صاحب جنہوں نے دنیا کے مختلف حصّوں کی سیر و سیاحت کی ہے۔ان کو بھی مولانا

---

[۱] خط جناب الحاج مولانا محمد شبیر الدین صاحب مدظلہ ڈھاکہ ۱ بدھ ۱۵ اپریل ۱۹۷۵ء

[۲] جناب محمد نظام الدین صاحب سفیان کے دادا جناب شاہ صوفی محمد عبداللہ صاحب حبیب بھادیشور ضلع سلہٹ (بنگلہ دیش) میں پیدا ہوئے۔وہ چودہ سال تک حضرت مولانا غلام سلمانی صاحب رح کی (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۰ پر)

محمد عبدالحی صاحب مدظلہٗ سے شرفِ بیعت حاصل ہے۔

بشیر ہاٹ ضلع چوبیس پرگنہ کے حضرت مولانا شاہ صوفی محمد رُوح الامین صاحبؒ، حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقیؒ کے نامور خلفاء میں ہوئے ہیں آپ اپنے دور کے جیّد عالم، فصیح البیان مقرر اور عارف کامل گذرے ہیں بنگال کے اولیائے کرام اور صوفیائے عظام پر آپ نے کافی تحقیقی کام کیا۔ اور بنگلہ زبان میں تقریباً دو سو (۲۰۰) کتابیں تصنیف کیں۔ بشیر ہاٹ کلکتہ سے براہ باراسات چالیس میل (۶۵ کیلومیٹر) مشرق قدرے شمال کی طرف سب ڈویژن کا صدر مقام ہے۔ یہاں ہر سال ۱۳، ۱۴، ۱۵ پھاگن بنگلہ (اخیر عشرہ فروری) کو آپ کے مزار شریف پر اور آپ کے قائم کردہ مدرسہ امینیہ میں ۱۷، ۱۸، اور ۱۹ کو ایصال ثواب ہوتا ہے[۵]۔

جناب مولانا عبدالخالق صاحب مرحوم ستورا ضلع کومِلّا کے رہنے والے

(بقیہ حاشیہ صـ ۲۴۹)

کی خدمت میں حاضر ہے۔ انہوں نے ۱۳۳۲ھ۔ ۱۹۱۴ء "مرأۃ السلوک" نامی ایک رسالہ لکھا، جو ۵۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ ان کا دیوان ان کے صاحبزادے یعنی سفیان صاحب کے والد جناب شاہ محمد شہود چودھری کا مزار کریم گنج ضلع کچھار (آسام) کے پاس بسکوٹ میں ہے۔ خط جناب محمد نظام الدین صاحب سفیان لمذ ڈھاکہ، مورخہ ۵ اکتوبر ۱۹۷۴ء، بقلم مولانا فریدالدین عطارؔ ام۔ اے

[۵] خط ممتاز المحدثین جناب مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہٗ۔ گارڈن ریچ کلکتہ ۲۴ مورخہ ۱۲ اگست ۱۹۷۵ء

ڈبل ایم۔ اے، پریزیڈنسی کالج اور لیڈی برابرن کالج کلکتہ میں پروفیسر تھے۔ تقریباً ۲۰ سال قبل انتقال ہوا۔ مولانائے مرحوم کے مریدوں کی تعداد بہت ہے۔ سیرۃ النبی[۲] کے انگریزی مترجم جناب فضل الرحمٰن صاحب مرحوم (متوفی دسمبر ۱۹۶۶ء) سابق وزیر پاکستان کی بیگم جناب سیّدہ فاطمہ فضل الرحمٰن عرف نسیمی بیگم سابق لکچرار اردو لیڈی برابرن کالج کلکتہ کو بھی آپ سے شرف بیعت حاصل ہے[۱]۔ مولانا نے بنگلہ میں اسلامیات پر بہت کتابیں لکھی ہیں۔ اور یہ کتابیں بہت مقبول ہیں۔ سید المرسلین تین جلدوں میں ہے۔ دو ضخیم جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ تصوف و معرفت میں آپ کی کتاب سراج السالکین بہت مشہور ہے۔ پہلی بار کلکتہ سے شائع ہوئی۔ ڈھاکہ سے اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں یہ ۸۵۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ حضرت امام غزالیؒ (متوفی دسمبر ۱۱۱۱ء) کی کتابوں کا بنگلہ میں ترجمہ کیا۔ ایک کتاب آپ کی منہات ہے۔

حکومت پاکستان نے انگریزی دور حکومت کے ملکی قوانین کو قرآن پاک اور سنت رسول کی روشنی میں ڈھالنے کے لئے تعلیمات بورڈ قائم کیا تھا۔ مولانا عبد الخالق صاحب مرحوم اس بورڈ کے ایک سرکردہ رکن تھے[۳]۔ آپ کے صاحبزادے ریٹائرڈ بریگیڈیر جناب محمد عبد القدوس صاحب مدظلہٗ آپ کے جانشین ہیں[۳]۔

---

[۱] دیکھئے ص ۲۰، بحوالہ بایوگرافیکل انسائیکلو پیڈیا آف پاکستان۔ ایڈیشن حصہ دوم ص ۲۱۷، انٹرنیشنل پبلشرز۔ لاہور۔ فردی نوٹ، بذریعہ مولانا محمد بشیر الدین مدظلہٗ ڈھاکہ۔ مورخہ ۹ جون ۱۹۷۵ء، مقدمہ۔ ترجمہ انگریزی سیرۃ النبی۔ کراچی ۱۹۷۰ء

[۲] مقدمہ انگریزی ترجمہ سیرۃ النبی۔ سیّدہ فاطمہ فضل الرحمٰن۔ ڈھاکہ جنوری ۱۹۷۰ء (بقیہ حاشیہ ص ۲۵۲ پر)

حضرت مولانا شاہ صوفی احمد علی صاحب حمید، جلالی رح بڑے جید عالم اور عارف کامل تھے۔ آپ کا شمار بنگال کے مشاہیر علماء اور مشائخ طریقت میں ہوتا ہے۔ عربی، فارسی، اردو اور بنگلہ چار زبانوں میں شاعری کرتے تھے۔ ایک طویل عرصہ تک اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی رح کی صحبت سے مستفید ہو کر اُن کے اجل خلفاء میں شامل ہوئے۔ پوری زندگی دین اسلام کی عظمت و ترقی اور خلقِ خدا کی اصلاح و ہدایت میں صرف کر دی۔ اس مقصد کے تحت مضافات کلکتہ اور بنگال کے دوسرے علاقوں میں سفر بھی کیا کرتے تھے۔ دینی تعلیم کے سلسلہ میں حضرت مولانا تجوید کے اصول و ضوابط کے ساتھ قرآن شریف کی تعلیم اور حفظ قرآن کو بہت ضروری سمجھتے تھے اور مسلمانوں کے مذہبی جلسوں میں قرآن پاک کی اہمیت اور افادیت اور اس کی تعلیم پر بہت زور دیتے تھے۔ حلقہ ذکر و حفظ القرآن سوسائٹی کے صدر اور اس کے روح رواں تھے اور ہمیشہ اس امر کی کوشش کرتے رہے کہ سرکاری مدرسوں کے نصاب میں حفظ قرآن کو شامل کیا جائے۔ چنانچہ ۱۲ دسمبر ۱۹۴۹ء کو حلقہ ذکر و حفظ القرآن سوسائٹی کے زیر اہتمام مسلمانوں کا جو شاندار جلسہ کلکتہ مسلم انسٹی ٹیوٹ ہال میں آپ کی صدارت میں منعقد ہوا تھا اور جس میں ڈاکٹر کیلاش ناتھ کاٹجو گورنر مغربی بنگال بحیثیت مہمان خصوصی شریک ہوئے تھے۔ اس جلسہ میں آپ نے گورنر صاحب کی خدمت میں اُردو میں سپاس نامہ پیش کرتے ہوئے جہاں مدرسہ عالیہ کلکتہ کے

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۱ کا]

سیرۃ النبی انگریزی ترجمہ۔ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی۔ کراچی ۱۹۷۰ء۔ قیمت : ۳۰ روپے

لہ خط جناب الحاج مولانا ابو البشر محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ، ڈھاکہ نمبر ۱ مورخہ ۱۹ جون ۱۹۷۵ء

دوبارہ کھولے جانے پر مسرت اور شادمانی کا اظہار کیا اور حکومت کو مبارکباد پیش کی، وہیں نہایت پُرزور الفاظ میں اس بات کی درخواست کی کہ مدرسہ مذکورہ میں حفظ القرآن، اور تجوید کے ساتھ تعلیم القرآن کا ایک شعبہ قائم کیا جائے۔[1]

اسی مقصد کے تحت مولانا احمد علی صاحب عمید جلالیؒ نے اوائل ۱۹۵۰ء میں جناب مولانا ابوالکلام آزاد وزیر تعلیمات حکومت کو جو خط لکھا تھا۔ وہ مولانا زین العابدین صاحب اختری کی کتاب[2] سے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

۷۸۶

ان هو الا ذکر و قرآن مبین کنتم خیر امۃ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

جناب فیض مآب اخینا المعظم والمحترم الزبیل مولانا ابوالکلام آزاد صاحب، زاد مجدکم

وزیر تعلیم حکومت عالیہ ہند:۔

۱۔ گذشتہ ۱۲ دسمبر مسلم انسٹیٹوٹ میں ہز ایکسلینسی جناب گورنر بہادر کے قدوم میمنت لزوم سے ہم لوگوں کے خاطر افسردہ کو غایت درجہ کی مسرت اور تازگی حاصل ہونے کے ساتھ ہی ساتھ جناب والا کی کلکتہ میں تشریف آوری کی خبر تازہ بتازہ، نو بہ نو اور بشیر از بشیر اس درجہ تک طرب خیز اور فرحت انگیز ہوئی کہ ہم اپنی دلی آرزو کو کھول کر خدمت فیض درجت میں گذارش کئے بغیر مطمئن نہیں رہ سکتے اور وہ یہ ہے کہ:۔

---

[1] حضرت شاہ جلالی پیر قبلا رجیبونی" بنگلہ مطبوعہ کلکتہ ۱۹۷۲ء۔ صفحہ ۱۸۳ بار حیات شاہ جلالی پیر قبلہؒ) ضمیمہ اردو حصہ۔

[2] حضرت شاہ جلالی پیر قبلا رجیبونی (حیات شاہ جلالی پیر قبلہؒ) بنگلہ۔ مولانا زین العابدین اختری۔ مطبوعہ کلکتہ ۱۹۷۲ء ضمیمہ اردو حصہ ۸۸۔۱۸۷

۲- جس حیثیت سے کہ حفظ القرآن بنائے اسلام کی بنیاد ہے۔ اس لئے مدرسہ عالیہ کلکتہ میں تعلیم حفظ القرآن کی ایک جماعت کہ جس میں افہام وتفہیم معانی ومحاورات واستعارات قرآنی حفظ کرنے والے طلبار کو خاص طور پر تعلیم دی جائے اور بعد امتحان، کامیاب طلباء کو "سند اور لقب حافظ" کا سرکار دولت مدار کی جانب سے عنایت کی جائے۔

دوسری جماعت تجوید کے ساتھ قرآن خوانی سیکھنے کے لئے ہم مسلمان رعایا کی دلی تمنا خواستگاری عنایت کی ہے۔ ہماری مہربان حکومت ہند نے غایت کرم گستری سے مدرسہ عالیہ کلکتہ کے دوبارہ افتتاح سے جس طرح ہم لوگوں کو ممنون فرمایا ہے۔ اسی طرح مذکور دو جماعتوں کے افتتاح وانتظام سے ہم لوگوں کو تشفی کاملہ عنایت فرماکر قوم اسلام کو مرہونِ دائمی کریں گے۔

۳- جناب والا کی توجہ سے انشاء اللہ تعالیٰ ہمیں کامیابی کا پورا یقین ہے۔ چند کاغذات اس کے متعلق حسن مطالعہ کے لئے ارسال خدمت عالی کرتا ہوں۔

بارک اللہ لنا ولکم فی القرآن العظیم

اللّٰھم انصر من انصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم

عرض گذار کمترین خادم القرآن

احمد علی حمید جلالی

مولانا شاہ صوفی احمد علی حمید جلالیؒ کا ۱۶ پھاگن ۱۳۵۷ بنگلہ فصلی، ۲۱ جمادی الاوّل ۱۳۷۰ھ ۲۸ فروری ۱۹۵۱ء کو بوقت ظہر انتقال ہوا۔ آپ کی ابدی آرام گاہ مٹیا برج کے پاس کان کھولی پیر ڈنگا شریف۔ گارڈن ریچ، کلکتہ ۲۴ میں نہایت پر فضا مقام پر ہے۔ مزار شریف نہایت خوبصورت عمارت بنی ہوئی ہے۔

مولانا حمید جلالی رحہ کو تصنیف وتالیف کا بھی شوق تھا۔ میلاد مصطفیؐ، معراج مصطفیؐ، سیف الغوث الاعظم، رجم الوسواس الخناس فی صدور الناس، حلقہ ذکر، جام حیات، آب زندگی وغیرہ۔

آپ کی تصانیف ہیں۔ چند بنگلہ کتابیں بھی یادگار ہیں۔

حضرت مولانا حمید جلالی رح کے بڑے صاحبزادے الحاج مولانا محمود بخت بختیاری صاحب مدظلہٗ اور آپ کے بڑے داماد ممتاز المحدثین الحاج مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہٗ کو آپ سے اجازت وخلافت حاصل ہوئی۔ مولانا محمود بخت بختیاری صاحب کان کھولی شریف میں سجادہ نشین ہیں اور مولانا اختری صاحب مدظلہٗ گوشہ نشین۔ حضرت مولانا شاہ صوفی احمد علی صاحب حمید جلالی رح نے مانک تلہ دِلّی وال قبرستان کی مسجد میں اپنے دادا پیر حضرت وسیی رح کی یادگار میں ایک مدرسہ دارالفنون قائم کیا تھا۔ خود بھی اس مدرسہ میں طلبار کو قرآن پاک اور حدیث شریف کا درس دیا کرتے تھے۔ تقسیم ہند کے بعد فسادات کے باعث جب مانک تلہ علاقہ مسلمانوں سے بالکل خالی ہو گیا، تو مولانا شاہ حمید جلالی نوراللہ مرقدہٗ نے دسمبر ۱۹۴۹ء سے دلّی وال قبرستان کی مسجد میں حضرت وسیی رح کے ایصال ثواب کے لئے باضابطہ جلسہ منعقد کرنا شروع کیا۔ ۲ دو سال تک یہ جلسہ آپ کے زیر اہتمام منعقد ہوا۔ سنہ ۱۹۵۱ء میں آپ کے انتقال کے بعد سے یہ جلسہ ہر سال ۵، ۶ اور ۷ دسمبر کو آپ کے بڑے داماد وخلیفہ ممتاز المحدثین۔ الحاج مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہٗ کے زیر اہتمام بڑے آب و تاب اور بڑی کامیابی سے منعقد ہو رہا ہے۔ حضرت مولانا حمید جلالی رح کے دوسرے صاحبزادے جناب مولانا نورالمعین صاحب چشتی ہیں۔ حضرت حمید جلالی رح کے نواسے یعنی مولانا زین العابدین صاحب اختری، مدظلہٗ کے صاحبزادے ممتاز المحدثین مولانا غلام محی الدین صاحب جیلانی سلسلہ کے کاموں اور حضرت وسیی رح کے ایصال ثواب کے لئے منعقد ہونے والے سالانہ جلسوں کے اہتمام میں نمایاں حصہ لے رہے ہیں۔

مولانا شاہ صوفی احمد علی صاحب حمید جلالیؒ کے حالاتِ زندگی اُن کے بڑے داماد اور خلیفہ مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہ نے بنگلہ زبان میں "حضرت شاہ جلالی پیر قبلہ جیو جی" کے نام سے لکھا ہے، جسے کلکتہ سے ۱۹۷۲ء میں اُن کی اہلیہ جناب فاطمہ خاتون صاحبہ اور صاحبزادے جناب مولانا غلام محی الدین جیلانی نے شائع کیا۔ اس کتاب کو حضرت مولانا نے اپنے والد محترم جناب عین الحق ملاؔ اور والدہ مرحومہ بی بی صادقہ خاتون کے نام سے معنون کیا ہے۔ ۱۹۲ صفحات کی اس کتاب میں دس صفحات اُردو میں بھی ہیں۔ اسی حصّہ میں مولانا حمید جلالی رح کے کچھ خطوط بھی شامل ہیں۔

ممتاز المحدثین جناب مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہ، کو حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب وَیسی قدس سرّہٗ سے کمال عقیدت اور محبت ہے۔ اُس دربارِ عالی کے ناچیز راقم الحروف جیسے ایک سگِ خاک نشین کو وہ پیار اور محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ مولانا اختری مدظلہ نے بڑی جستجو، کاوش، محنت اور عرق ریزی سے حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب وَیسیؒ کے متعلق ایک کتاب حیاتِ وَیسی مرتّب کر کے ۱۹۵۵ء میں کلکتہ سے شائع کیا۔ اور اسے اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ صوفی احمد علی صاحب حمید جلالیؒ کے نام سے معنون کیا۔ اس کتاب کا ایک حصّہ بنگلہ میں اور دوسرا حصّہ اُردو میں ہے۔ حصّہ بنگلہ میں ۸۸ صفحات اور حصّہ اُردو میں ۷۰ صفحات ہیں۔ بنگلہ والے حصّہ میں حضرت صوفی صاحبؒ اور مولانا شاہ احمد علی صاحب حمید جلالی کے مزارات کی تصویریں ہیں۔ جناب صوفی اکرام الحق صاحبؒ، بناسی ضلع مرشدآباد کے نام حضرت صوفی صاحب قدس سرّہٗ کے ایک خط کی عکسی نقل ہے[۱]۔ اور اس کا

---

[۱] حیاتِ وَیسی (حصّہ بنگلہ)، ص ۲۴-۲۳

متن بھی ہے۔ صوفی صاحبؒ نے نواب واجد علی شاہ، معزول والی اودھ کی پولیٹیکل پنشن آفس سے نومبر ۱۸۶۱ء میں آفس سپرنٹنڈنٹ کی حیثیت سے جو مشاہرہ لیا تھا اور ٹکٹ چسپاں کر کے رجسٹر پر دستخط کیا تھا۔ اس کی فوٹو نقل[۲] ہے۔ خط اور دستخط کی فوٹو نقل سے پڑھنے والوں کو صوفی صاحبؒ کے حروف کو دیکھنے کا موقع ملا۔ اس حصہ میں حضرت صوفی صاحب کے مزار مبارک کے اس کتبہ کی نقل[۳] بھی شامل ہے۔ جسے آپ کے نامور خلیفہ حضرت مولانا شاہ صوفی محمد ابوبکر صاحب صدیقیؒ فرفرا شریف نے لگوایا تھا۔

حصہ اُردو میں خدا کی حمد کے بعد ارباب ولایت کے اوصاف کے متعلق حضرت داتا گنج بخش رح کی کتاب "کشف المحجوب" کا اقتباس[۴] ہے۔ اُس کا اُردو ترجمہ ہے۔ پھر حضرت صوفی صاحب قدس سرہ کے حالات زندگی، اخلاق و عادات، کشف و کرامات اور اولاد کا بیان ہے۔ حضرت صوفی صاحبؒ کے خلیفہ مولانا عبدالحق صاحبؒ کی ایک عروجی کیفیت اور دربار رسالت مآب صلعم تک شرف باریابی کا حال ہے۔ مولانا شاہ خلیل الرحمٰن صاحب سندن پوری[۵] اور مولانا عبدالحنان صاحب عبقری[۶] کی طرف سے حضرت صوفی صاحبؒ کے دربار میں فارسی میں منظوم خراج عقیدت ہے۔ غزلوں کا انتخاب ہے۔ صوفی صاحبؒ کا شجرہ عالیہ چشتیہ[۷] سے مریدوں کی فہرست[۸] ہے۔ ایصال ثواب کے چند سالانہ جلسوں کی مختصر روداد[۹] ہے

۱؎ حیات ولیی ص ۲۷-۲۶ ۲؎ حیات ولیی ص ۲۵ ۳؎ حیات ولیی ص ۵۵

۴؎ حیات ولیی (حصہ اُردو) ص ۲-۳ ۵؎ حیات ولیی (حصہ اُردو) ص ۲۸-۲۷

۶؎ حیات ولیی (حصہ اُردو) ص ۸-۷ ۷؎ حیات ولیی (حصہ اردو) ص ۴۴-۴۲ ۸؎ حیات ولیی (حصہ اُردو) ص ۴۵-۴۴ - ۹؎ حیات ولیی (حصہ اُردو) ص ۵۲-۳۶

اور کتاب کے متعلق چند اہم ہستیوں کی تقریظیں ہیں ۔ لفظ وسیمی کی تحقیق اور دعا ہے۔[1]
غرض کہ صوفی صاحبؒ کے متعلق حضرت مولانا زین العابدین صاحب اخترسی، مدظلہ کی
یہ کتاب نہایت کارآمد اور قابل فخر کارنامہ ہے۔ حضرت صوفی صاحبؒ کے انتقال
کے ۸ ۱۴ سال بعد اس کتاب کو مرتب کر کے مولانائے موصوف نے حضرت صوفی صاحبؒ
کے متعلق بہت سارے حالات کو محفوظ کر دیا ۔ اور اس قابل قدر کتاب کی ترتیب
و تالیف کے لئے وہ لائق صد مبارک باد ہیں ۔ ناچیز راقم الحروف نے مولانائے
محترم کی اس کتاب سے پورا پورا فائدہ اٹھایا ہے۔

ابھی حال میں حضرت مولانا زین العابدین صاحب اخترسی مدظلہ کی مسلسل کوششوں
سے تقریباً ایک سو سال بعد مغربی بنگال کے تمام اسکولوں کے نصاب فارسی[2] میں حضرت
صوفی صاحبؒ کی چند غزلیں شامل کی گئی ہیں[3] ۔ ان کی غزلوں کی مدد سے بنگال کے فارسی
خواں طلباء کو حضرت وسیمیؒ اور ان کی شاعری سے روشناس ہونے کا موقع ملے گا ۔
مغربی بنگال، بہار ۔ اُتر پردیش ، مدھیہ پردیش ، راجستھان ، اندھرا پردیش ،
گجرات اور مہاراشٹر کی یونیورسیٹیوں کے نصاب فارسی میں بھی اس عظیم المرتبت
اور قادر الکلام شاعر کا کلام شامل کرنا مناسب ہوگا ۔ تاکہ فارسی پڑھنے والے طلبا

---

[1] حیات وسیمی (حصہ اردو) صہ ۶۲

[2] نصاب فارسی برائے امتحان ہائی اسکول، مغربی بنگال صہ ۱۷۴

[3] خط جناب مولانا زین العابدین صاحب اخترسی مدظلہ ۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۲ جون ۱۹۷۳ء

حضرت صوفی صاحب قدس سرہ کی بلند پایہ ہستی اور اُن کے کلام کی گوناگوں خوبیوں سے واقف ہو سکیں۔

مشرقی بنگال کے ضلع فرید پور میں ایک مشہور مقام خان خاناں پور ہے یہ عہد اکبری کے مشہور فوجی جنرل اور بنگال کے صوبہ دار منعم خاں[۵] خان خاناں (متوفی ۱۵۷۵ء) کے نام پر ہے۔ جناب مولوی تمیز الدین خاں[۸] اسی موضع خان خاناں پور کے رہنے والے اور جناب مولوی امیر الدین خاں مرحوم کے صاحبزادے تھے۔ برعظیم ہند و پاکستان کے اس نامور فرزند سے ہر پڑھا لکھا آدمی واقف ہے۔ وہ پاکستان نیشنل اسمبلی کے اسپیکر تھے۔ اور جب پاکستان کے تیسرے گورنر جنرل غلام محمد مرحوم نے ۱۹۵۳ء میں وزیر اعظم جناب خواجہ ناظم الدین صاحب مرحوم کو معزول کر کے قومی اسمبلی کو معطل کر دیا تھا۔ تو مولوی تمیز الدین خاںؒ نے قومی اسمبلی کے اسپیکر کی حیثیت سے گورنر جنرل کی اس غیر آئینی

---

[۵] منعم خاں خانخاناں نے ۱۵۶۰ء میں بیرم خاں کے انتقال کے بعد خان خاناں کے معزز خطاب سے سرفراز ہوئے اور خان زماں علی قلی خاں کی شکست کے بعد جون پور کے صوبہ دار مقرر ہوئے۔ جون پور میں گومتی کا مشہور و معروف تاریخی پل انہیں کا بنوایا ہوا ہے (۱۵۶۷ء) ۲۵ ستمبر ۱۵۷۴ء کو بنگال کے نیم آزاد حکمراں داؤد قرانی کے دارالحکومت ٹانڈہ پر قبضہ کر لیا۔ ۳ مارچ ۱۵۷۵ء کو ضلع مدناپور کے جنوبی حصہ میں مغل ماری (تُکاروئی) کے مقام پر داؤد قرانی کو شکست دیا۔ ۱۲ اپریل کو داؤد قرانی نے کٹک میں ہتھیار ڈال دیا اور پورا بنگال سلطنت مغلیہ میں شامل ہو گیا۔ منعم خاں، خان خاناں نے گوڑ کے وبائی بخار کے موقع پر ۲۳ اکتوبر ۱۵۷۵ء کو ٹانڈہ میں انتقال کیا۔ (۲۱) قاموس المشاہیر جلد دوم ص ۲۳۵؛ تجلی نور جون پور۔ سید اقبال احمد ہسٹری آف بنگال جلد دوم۔ مرتبہ سر جادو ناتھ سرکار ص ۱۸۹ - ۱۹۳؛ مدناپور ضلع گزیٹیر ایس۔ ایس اومیلی ۱۹۱۱ء (مغل ماری)۔

کارروائی کے خلاف پاکستان کی عدالت عالیہ میں مقدمہ دائر کر کے گورنر جنرل کے اختیارات کو چیلنج کیا اور بڑی جرأت اور بہادری کے ساتھ ان کا سخت آئینی مقابلہ کیا۔ گرچہ کئی ماہ کی آئینی جنگ کے بعد عدالت عالیہ کا فیصلہ حکومت وقت کے حق میں ہوا اور ان کو ناکامی ہوئی۔ لیکن پورے برعظیم میں ان کی جرأت اور عظمت کی دھاک بیٹھ گئی۔ پاکستان کے سب سے اہم انگریزی قومی اخبار "ڈان" نے ان کو "ہیرو آف دی لوسٹ بیٹل" (ہاری ہوئی لڑائی کا مرد غازی) کا خطاب دیا۔ اور اس عنوان سے ایک اداریہ سپرد قلم کر کے ملک و قوم کے اس عظیم المرتبت اور جلیل القدر فرزند کو خراج عقیدت پیش کیا۔

اس واقعہ کے تقریباً ساڑھے تین سو سال قبل حضرت امام ربانی، مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے آگرہ میں سطوت جہانگیری کے کے سامنے سر جھکانے سے انکار کر دیا تھا اور اس جرم میں مغل شہنشاہ کے حکم سے اُن کو قلعہ گوالیار کے مرکزی جیل میں قید و بند کی مصیبتیں اٹھانی پڑی: ؎

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمی احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا، جس کو خبردار (اقبالؒ)

اور اس واقعہ سے ۱۲۲ سال قبل پنجاب اور سرحد میں سکھوں کی نیم وحشی اور فوجی جابر و ظالم حکومت کے خلاف امیر المومنین سید احمد شہیدؒ اور ان کے رفقائے کار نے باضابطہ اور باعلان

جہاد کرتے ہوئے بالاکوٹ ضلع ہزارہ میں وادی کُونہار کو اپنے خون سے لالہ زار بنا دیا تھا۔

۵ بصد نیاز شہیدوں کی انجمن کو سلام — بصد خلوص غریبانِ بے وطن کو سلام

وفا پہ مٹ گئے، شمع وفا کے پروانے — نظر فروز ستاروں کی انجمن کو سلام

قبائے گُل بھی شہیدوں پہ رشک کرتی ہے — ردِ حیات کے ہر لالہ پیرہن کو سلام

امیر مملکتِ دین، سیّدِ والا — ترے خلوص، ترے جذبۂ وطن کو سلام

تجلّیاں ہیں ترے عزمِ بے نہایت کی — جبینِ کوہ کے اجلالِ پُر شکن کو سلام

نیازِ عشق کی خوابیدہ تا جزائےِ تو درود — سرِ نیاز کے انجامِ بے کفن کو سلام

نثارِ مشہدِ عشّاق پر دلِ خاور
شعاعِ مہر کا، پھولوں کی انجمن کو سلام[1]

مولوی تمیز الدین خان رح اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی رح فرفرا شریف کے ذریعہ ان بزرگوں کے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے وابستہ تھے۔ اور اُن کے کردار میں جو عظمت و بلندی ہے اور ناحق کے خلاف جرأت و ہمت کے ساتھ آواز اٹھانے کی جو صلاحیت ہے۔ وہ انہیں بزرگوں کی فیوض و برکات کا نتیجہ ہیں۔

مولوی تمیز الدین خان رح بڑی صلاحیتوں کے حامل تھے اور عہدہ جلیلہ پر فائز تھے ہمیشہ ٹوپی اور شیروانی پہنتے تھے۔ لمبی ڈاڑھی تھی۔ بہت ہی متشرع، متقی اور پرہیزگار بزرگ تھے۔ انہیں اپنے پیر و مرشد سے بڑی محبت تھی۔ ایصالِ ثواب کے

---

[1] اقتباس از نظم "مشہدِ عشّاق"۔ عبداللہ خاور۔ ماہِ نو کراچی۔ اکتوبر ۱۹۶۱ء صہ ۱۹

کے موقع پر فرفرا شریف میں حاضر ہوئے تھے۔ اور شیا کھالا ریلوے اسٹیشن سے فرفرا شریف تک حضرت مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ کے بڑے بھائی الحاج سید ابو نصر محمد نصیر الدین صاحب کے ساتھ بیل گاڑی میں سفر کرتے تھے۔ سوموار ۲۸ ربیع الاول ۱۳۸۳ھ = ۱۹ اگست ۱۹۶۳ء کو ڈھاکہ میں انتقال ہوا۔ ڈھاکہ میں پاکستان کے دوسرے دار الحکومت کی عمارتوں کے پاس۔ ایوب گیٹ کے قریب آپ کا مزار ہے۔ مزار کا احاطہ کافی وسیع ہے۔ ایک شاندار مقبرہ زیر تعمیر تھا۔ مدرسہ اور کتب خانہ بھی قائم کرنے کا منصوبہ تھا۔

جناب مولوی تمیز الدین خانؒ کی تین صاحبزادیاں، فاطمہ بیگم، کلثوم بیگم، اور رضیہ بیگم ہیں۔ بڑی صاحبزادی فاطمہ بیگم کے شوہر جناب سید اے کے، ام خضاء الرحمٰن صاحب۔ چٹاگانگ میڈیکل کالج کے پرنسپل تھے۔ دوسری صاحبزادی کلثوم بیگم ام۔ اے کی شادی جناب ڈاکٹر مرزا نور الہدیٰ صاحب سے ہے۔ جو ڈھاکہ یونیورسٹی میں شعبۂ اقتصادیات کے صدر رہے۔ صوم وصلوٰۃ کے سختی سے پابند اور متشرع مسلمان ہیں۔ ان کا شمار ایک زبردست ماہر اقتصادیات میں ہوتا ہے۔ وزیر خزانہ رہ چکے ہیں۔ ایک مدت کے لئے گورنر بھی مقرر ہوئے تھے۔ مولوی تمیز الدین خانؒ کی تیسری صاحبزادی رضیہ بیگم ڈھاکہ یونیورسٹی میں انگریزی کی پروفیسر ہیں۔ ان کی شادی مشرقی بنگال کے سابق وزیر اعظم اور پاکستان کے سابق نائب صدر مسٹر نور الامین مرحوم کے صاحبزادے انوار الامین صاحب سے ہوئی ہے۔ جو لندن میں بنگلہ دیش کے بینک کے منیجر ہیں۔[۱]

---

[۱] خط جناب الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب۔ ڈھاکہ ۲۱۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۸ار

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۳ پر)

مولانا سید حاتم علی[۹] صاحب مدظلہ کا وطن حاجی گنج ضلع کومِلّا ہے۔ عمر آپ کی تقریباً سو سال کی[۱] ہے۔ کافی ضعیف اور کمزور ہو گئے ہیں۔ حاجی گنج ضلع کے صدر مقام کومِلّا سے ۳۴ میل جنوب مغرب کی طرف ڈکاتیا ندی کے کنارے بنگلہ دیش ریلوے کی لکسام، چاند پور لائن پر چاند پور سے ۱۳ میل پورب ریلوے اسٹیشن ہے۔ یہاں تھانہ۔ ڈاک خانہ۔ سب رجسٹری آفس اور بنگلہ وغیرہ ہے۔ ڈلی۔ چاول۔ نمک۔ کراسن تیل اور پٹ سن کی اچھی تجارت[۲] ہوتی ہے۔

جناب الحاج مولانا حافظ سید ابو البشر محمد شبیر الدین[۱۱] صاحب مدظلہ کو اجازت و خلافت حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہے۔ لیکن آپ نے اب تک کسی کو بیعت نہیں کیا ہے۔ آپ کے مطالعہ میں بڑی گہرائی اور افق معلومات میں بڑی وسعت ہے۔ اسلامیات کے ماہر ہیں۔ بنگال کے صوفیائے کرام اور بزرگان دین کے متعلق آپ کی معلومات نہایت وسیع ہیں۔ اور اس علاقہ میں صوفیائے کرام کے اکثر خانوادوں سے آپ کے ذاتی تعلقات ہیں۔ علم و فضل کے میدان میں آپ ایک مینار بلند کی حیثیت رکھتے ہیں۔ طالبانِ علم کی ایک کثیر تعداد آپ سے فیض حاصل کر رہی ہے۔ بڑے بڑے اساتذۂ فن آپ سے مشورہ کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ عربی، فارسی، اردو

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶۲ کا]

اپریل ۱۹۷۵ء اور ۳ مئی ۱۹۷۵ء بحوالہ رشید میاں ذاتی ملازم جناب تمیز الدین خان رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۔ خط مولانا محمد شبیر الدین صاحب مدظلہ۔ ڈھاکہ ۱ بنام راقم الحروف مورخہ ۱۸ اپریل ۱۹۷۵ء

۲۔ ٹیپرا ضلع گزیٹیر۔ جے۔ ای۔ ویبسٹر الہ آباد ۱۹۱۰ء ص ۱۱۲

اور بنگلہ چاروں زبان، اور اس کے ادب سے پوری واقفیت رکھتے ہیں۔ اسلامیات خصوصاً تصوّف و معرفت کے ادب کا مطالعہ تشنہ کامانِ علم کی رہنمائی اور خدمت خلق آپ کے محبوب مشغلے ہیں۔ برِ عظیم ہند کے مشرقی حصّے میں وہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ، مجددیہ کے ایک نہایت مستحکم ستون کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آئینہ ویسی کی ترتیب و تدوین کے سلسلہ میں گزشتہ بارہ مہینے میں اُنھوں نے ناچیز راقم الحروف کو اپنی علالت، کمزوری اور ہرنیا کے آپریشن کے باوجود تقریباً ۳۰ خطوط لکھے۔ بہت سارے استفسارات کے نہایت گرم جوشی اور محبّت کے ساتھ جواب دیئے۔ دوسروں سے خط لکھوایا۔ کچھ ضروری کتابیں بھیجیں۔ آئینہ ویسی کی ترتیب و تالیف کی خبر سے اُن کو دلی مسرّت حاصل ہوئی۔ اور اس کتاب کو مفید اور کار آمد بنانے کے لئے میری اعانت میں اس بزرگ ہستی نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اس سلسلہ میں اُن کا جس قدر بھی شکریہ ادا کیا جائے وہ اُن کی علمی فضیلت، درجہ، اور استحقاق کے لحاظ سے بہت کم ہوگا۔

الحاج مولانا سیّد محمد بشیر الدین صاحب ظلّہٗ کی حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسیؒ اور خود اُن کے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقیؒ کے خاندان سے بہت قریبی رشتہ داری ہے۔ سیّد غلام محی الدین صاحب کی بڑی صاحبزادی صاحبہ یعنی مولانا کی چچا زاد بہن سیّدہ منوّرہ خاتون رحہ سے صوفی صاحبؒ کے بڑے پوتے جناب مولانا سیّد مسعود الرحمٰن صاحبؒ کی شادی ہوئی تھی اور انہیں سیّدہ منوّرہ خاتونؒ کی دوسری بہن کی شادی حضرت صوفی صاحبؒ کے نامور خلیفہ اور مولانا کے پیر و مرشد

حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی رح فرفرا شریف کے نواسے الحاج قاضی محمد سیف اللہ صاحب سے ہوئی۔ جنہوں نے مشرقی پاکستان کے انسپکٹر جنرل رجسٹریشن کی حیثیت سے ریٹائر کیا۔ یعنی صوفی صاحب رح کے بڑے پوتے اور حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحب رح کے نواسے ہم زلف[1] تھے۔ اور دونوں مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب کے نسبتی بھائی۔

مولانا سید بشیر الدین صاحب کا تعلق علی پور کلکتہ کے ایک نہایت ہی معزز و محترم سادات خاندان سے ہے۔ یہیں ۱۰ دسمبر ۱۹۱۱ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے خاندان کا قطب الارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی اور ان کے خلفاء سے گہرا تعلق تھا۔ آپ کے والد کو مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب رح سے اور آپ کے ماموں کو حضرت مولانا غلام سلمانی صاحب رح سے شرف بیعت حاصل تھا۔ چار سال چار ماہ کی عمر میں حضرت شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی رح کے ہاتھوں آپ کی بسم اللہ خوانی کی رسم ادا ہوئی۔ اس موقع پر میلاد خوانی کے فرائض مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب رح کے خلیفہ مولانا احمد علی صاحب حمید جلالی رح نے انجام دیا۔

مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ کی اعلیٰ تعلیم مدرسہ عالیہ کلکتہ میں ہوئی ہوئی۔ وہاں اس تاریخی درس گاہ کے آخری یورپین پرنسپل مسٹر اے۔ ایچ۔ ہارلے اور پہلے ہندوستانی پرنسپل شمس العلماء کمال الدین احمد ایم۔ اے، شمس العلماء ڈاکٹر ایم۔ ہدایت حسین، شمس العلماء مولانا ولایت حسین اور شمس العلماء مولانا صفی اللہ، شمس العلماء

---

[1] خط مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ۔ ڈھاکہ ۱ مورخہ ۳۱ مارچ ۱۹۷۵ء

مولانا محمد یحییٰ، شمس العلماء مولانا اظہر حسین، شمس العلماء مولانا وصی الدین اسمٰعیل سنبھلی۔ مولانا محمد جمیل صاحب انصاری[1]۔ مولانا اے۔ ایچ۔ ایم۔ فصیح الاظہری آپ کے اساتذہ میں تھے[2]۔

شمس العلماء کمال الدین احمد (انڈین ایڈوکیشنل سروس) نواب عبد اللطیف خاں بہادر سی۔ آئی۔ ای کے داماد اور مولانا محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ کے ماموں خان بہادر ابو الخیر محمد صدیق صاحب کے ہم زلف تھے۔ شمس العلماء ڈاکٹر ام۔ ہدایت حسین صاحب نے مولانا کو "دیوان قیسی" کا نسخہ بطور تحفہ دیا تھا۔ شمس العلماء مولانا ولایت حسین صاحب ابھی حیات ہیں۔ ڈھاکہ میں رہتے ہیں۔ تقریباً ۹۰ سال کی عمر ہے۔

مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب کے دادا سید عبد العزیز رح کا ۱۹۲۱ء میں

---

[1] مولانا محمد جمیل صاحب رح انصاری۔ شیخ اور موضع بہاڑ پور۔ تھانہ بسریا۔ سب ڈویژن سیوان ضلع سارن۔ اب ضلع سیوان (بہار) کے رہنے والے تھے۔ وہیں آپ کا مزار ہے۔ آپ کو اللہ نے علم وفضل اور دنیاوی ثروت ووجاہت دونوں سے پوری طرح نوازا تھا۔ اجازت وخلافت آپ کو حضرت مولانا شاہ محمد نعمت اللہ صاحب نقشبندی مجددی رح سے حاصل تھی (متوفی ۱۳۴۸ھ ۱۹۲۹ء) مولانا شاہ نعمت اللہ صاحب کا مزار ضلع گوپال گنج (بہار) میں تھاوے خانقاہ کے پاس اندروا حبا داللہ نامی موضع میں مرجع خلائق ہے۔ حکیم محمد مظہر الحق صاحب صدیقی آپ کے پوتے ہیں۔ مولانا محمد جمیل صاحب انصاری رح نے اپنے پیرو مرشد کے متعلق ایک کتاب خصائص نعمت لکھی ہے۔ جو ۱۹۳۴ء میں کلکتہ سے شائع ہوئی۔ مولانا محمد جمیل صاحب انصاری کے بڑے بیٹے مولانا محمد عطاء الرحمن صاحب طبیہ کالج علی گڑھ میں اور منجھلے مولانا ڈاکٹر محمد فضل الرحمن صاحب ندوی شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ لکچرر ہیں۔ اور چھوٹے بیٹے مولانا محمد مطیع الرحمن صاحب ندوی جدہ یونیورسٹی (سعودی عرب) میں لائبریرین کے عہدہ پر فائز ہیں۔

[2] خط مولانا محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ۔ مورخہ ۱۵ اپریل ۱۹۷۵ء

انتقال ہوا۔ وہ دلّی وال قبرستان مانک تلہ میں حضرت صوفی صاحب رح کے مزار مبارک سے پچھم مدفون ہیں ۔ اُن کے قریب ہی اُن کی پوتی سیّدہ منوّرہ بیگم اور اُن کی چھوٹی بچی سیّدہ سکینہ بھی آرام فرما ہیں ۔ مولانا کے چچا سیّد غلام محی الدین صاحب کا مزار جلیسور میں ہے ۔

مولانا کی والدہ کوکب النساء بیگم جناب خان بہادر مولوی غلام قاسم صاحب مرحوم رئیس بشیرہاٹ کی صاحبزادی تھیں ۔ جناب خان بہادر صاحب مرحوم جنوبی بنگال کے بڑے بااثر رئیس گزرے ہیں ۔ ان کے انتقال پر جناب شمس العلماء خان بہادر مولوی محمد یوسف صاحب جعفری (علیگ) رنجور، عظیم آبادی نے یہ قطعہ تاریخ لکھا تھا ۔ ؎

کُنج مرقد میں جاکے سوئے | اے وائے غضب غلام قاسم
رنجور ذرا کرو فکر تاریخ | لکھ "کیا ہوئے اب غلام قاسم"

۱۳ ء ۳ ۷

مولانا کی والدہ کوکب النساء بیگم کا مزار بشیرہاٹ میں آبائی قبرستان میں ہے ۔
مولانا کے والد جناب غلام معین الدین صاحب بنگال پولیس میں ملازم تھے ۔ اُن کی ٹریننگ بھاگل پور پولیس ٹریننگ اسکول میں ہوئی ۔ اُنہوں نے کلکتہ پولیس کے چیف انسپکٹر کی حیثیت سے ریٹائر کیا ۔ ۱۹۴۲ء میں انتقال ہوا ۔ ان کا مزار مدھوپور، ضلع سنتھال پرگنہ (بہار میں) ہے ۔ ان دونوں سے قبل اس خاندان کے کسی فرد نے

سلہ خط جناب ابو زاہد جلیل احمد صاحب ایم ۔ اے ۔ دھان منڈی ۔ ڈھاکہ ۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۱۳ اپریل ۱۹۷۸ء ۔

سرکار انگریزی کی ملازمت قبول نہیں کی تھی۔ دونوں پشتو زبان کے ماہر تھے۔ مولانا کے والد نے پولیس کی ملازمت سے قبل اُس پولیٹیکل ایجنسی آفس میں بھی بطور اسسٹنٹ کام کیا تھا۔ جہاں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ولیسی رح اور اُن کے صاحبزادے سید مصطفیٰ علی صاحب اُن کی جگہ پر کام کر چکے تھے۔ سید مصطفیٰ علی صاحب رح بھی علی پور ہی میں قیام رکھتے تھے اور وہیں اُن کے چھوٹے صاحبزادے سید جان عالم صاحب مدظلہٗ کی پیدائش ہوئی تھی اور اِن ہی تعلقات کے سبب سید مصطفیٰ علی صاحب رح کے بڑے صاحبزادے مولانا سید مسعود الرحمٰن صاحب کی شادی سید غلام محی الدین صاحب کی بڑی صاحبزادی سیدہ منورہ بیگم سے ہوئی تھی، جن کا ۱۹۲۴ء میں انتقال ہوا۔[1]

جناب مولانا محمد بشیر الدین صاحب مدظلہٗ کے ماموں، خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق صاحب بنگال رجسٹریشن سروس میں ایک اعلیٰ عہدہ پر فائز تھے۔ اُن کی شادی نواب عبداللطیف خان بہادر سی۔ آئی۔ ای مرحوم سابق وزیر ریاست بھوپال کی چھوٹی صاحبزادی عصمت آرا بیگم سے ہوئی تھی۔ قیام بھوپال کے زمانہ میں نواب صاحب کی دوسری شادی رام پور (یو۔پی) کے مجددی خاندان میں ہوئی تھی۔ اپنی ممانی کے رشتہ سے مولانا بشیر الدین صاحب کی شمس العلماء مولانا کمال الدین احمد صاحب (انڈین انڈکٹینل سروس) پرنسپل مدرسہ عالیہ کلکتہ اور خان بہادر نواب سید محمد صاحب مرحوم آئی، ایس، او (مولانا آزاد) ڈھاکہ سے قرابت مندی تھی۔ یہ دونوں خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق رح کے ہم زلف تھے۔ نواب سید محمد صاحب مرحوم کی صاحبزادی خورشید طلعت بیگم کی شادی شیر بنگال مسٹر ابوالقاسم

[1] خط جناب مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۷۵ء اور ۱۳ مارچ ۱۹۷۵ء

فضل حق، سابق وزیر اعظم بنگال اور شہر بانو بیگم کی شادی کرنل سر حسّان سہروردی چیف میڈیکل آفیسر ایسٹ انڈین ریلوے سے ہوئی تھی۔ کرنل سر حسّان سہروردی غیر منقسم بنگال اور پاکستان کے وزیر اعظم مسٹر حسین شہید سہروردی کے ماموں اور کلکتہ یونی ورسٹی کے پہلے مسلمان وائس چانسلر تھے۔ نواب سید محمد صاحب مرحوم کے بیٹے سیّد علی حسن کی شادی "حیاتِ بے نظیر" کے مصنّف پروفیسر عبدالغفور شہباز بہاری (سر میرا۔ سب ڈویژن باڑھ۔ ضلع پٹنہ) کی صاحبزادی کشمیری بیگم سے ہوئی تھی۔ ان کے صاحبزادے سیّد اختر حسن کی شادی مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب کی ماموں زاد بہن یعنی خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق کی صاحب زادی رحمت آرا بیگم سے ہوئی۔ نواب سیّد محمد مرحوم کے دوسرے بیٹے سیّد حسین صاحب تھے۔ جو آنجہانی پنڈت موتی لال نہرو کے سکریٹری اور ان کے مشہور انگریزی اخبار "انڈیپنڈنٹ" الٰہ آباد کے نامور ایڈیٹر اور کیلی فورنیا یونی ورسٹی میں بین الاقوامی تعلقات کے" پروفیسر تھے۔ آزادی کے بعد وہ مصر میں ہندوستان کے سفیر مقرر ہوئے۔ جہاں سنہ ۱۹۴۹ء میں ان کا انتقال ہوا۔ مصر میں ان کا مقبرہ بن گیا ہے۔ اور مقبرہ جس شاہ راہ پر واقع ہے اس کا نام ان کے نام پر رکھا گیا ہے۔[1]

مولانا بشیر الدین صاحب کے ماموں خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق نے منگل کوٹ ضلع بردوان میں حضرت امام ربّانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور خلیفہ

---

[1] مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب ناظمؔ کے چند خطوط اور مضمون "بنگال کے دو نامور خاندان" صاحب جن صاحب نواب کوٹھی۔ باڑھ ضلع پٹنہ۔ آج کل نئی دہلی مئی ۱۹۷۵ء، صفحہ ۴۲، ۴۰ اور صفحہ ۲۷

مولانا حمید الدین دانشمند رح کے مزار مبارک کی صفائی ۔مرمت اور حفاظت میں نمایاں حصّہ لیا ۔ ۱۵ رجون ۱۹۵۶ء کو اُن کا کلکتہ میں انتقال ہوا ۔ کلکتہ کارپوریشن کے حلقہ میں اُن کے نام پر ایک راستے کا نام ابوالخیر محمد صدیق لین ہے ۔ خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق رح کا تعلق بنگال کے نہایت ہی معزز ومحترم خاندان سے ہے ۔ ان کے مورث اعلیٰ عہد شاہجہانی میں بغداد سے دہلی اور دہلی سے بنگال آئے ۔ خان بہادر صاحب رح کے چھوٹے بھائی جناب ابوالفتح محمد عبدالرحمان صاحب غیر منقسم بنگال میں وزیر تھے ۔ اُن کو شرف بیعت حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحب رح سے حاصل تھا۔[1]

خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق صاحب رح کی اہلیہ نواب زادی عصمت آرا بیگم صاحبہ سرہند شریف میں حضرت امام ربانی کے دربار گہر بار میں حاضر ہوئیں ، تو جوش عقیدت اور محبت میں مزار اقدس پر اپنا جو کلام گلہائے عقیدت کے طور پر پیش کیا اُن میں سے چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں ۔

بہار گلستاں نظروں میں ہے خار ۔ دکھایا رب گُل گلزار سرہند ہے
در دولت پہ آتے ہیں ملک بھی ۔ وہ عالی شان ہے سرکار سرہند
وہ روضہ خیر وبرکت کا ہے مخزن ۔ منوّر ہے در و دیوار سرہند

---

[1] خط جناب مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ ۱ مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۷۵ء بحوالہ "بنگلہ دیشیر پیر اولیاگن" جولائی ۱۹۶۹ء صفحہ ۱۸۰

[2] چہ عالی شان دربار امام دین ربانی
ملائک صف بصف استادہ این جا بہر دربانی

پئے تعظیم جھکتے ہیں ستارے — بڑی سرکار ہے سرکارِ سرہند

قیامت میں کرم عصمت پہ کرنا — خدایا از پئے سردارِ سرہند[1]

نواب زادی عصمت آرا بیگم کا چاٹگام میں ۳ر جولائی ۱۹۵۷ء کو انتقال ہوا۔ خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق صاحبؒ کے بڑے صاحبزادے ابوصالح فاروق احمد صاحب ایم۔اے چاٹگام میں اور چھوٹے صاحبزادے ابوزاہد جلیل احمد صاحب ایم۔اے دھان منڈی ڈھاکہ میں رہتے ہیں۔ جناب فاروق احمد صاحب کلکتہ یونیورسٹی کی عربک پرشین سوسائٹی کے پہلے اعزازی سکریٹری تھے۔ اُن کی شادی ۱۹۳۹ء میں اپنی پھوپھی زاد بہن یعنی مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب کی ہمشیرہ سیدہ عابدہ خاتون سے ہوئی۔ ان کی صاحبزادی خالدہ خاتون کی شادی چاٹگام کے مشہور قومی راہنما مرحوم رفیع الدین صاحب صدیقی کے صاحبزادے مسٹر عبداللہ صدیقی سے ہوئی ہے۔ جناب ابوزاہد جلیل احمد صاحب پہلے چاٹگانگ میں سول سپلائز کے ضلع کنٹرولر تھے۔ اب وہ بنگلہ دیش میں مشہور امریکی فرم ونٹل کارپوریشن کے ایک اعلیٰ انتظامی عہدہ پہ فائز ہیں[2]۔ اِن دونوں بھائیوں کو شرف بیعت حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقیؒ سے حاصل ہے۔

جناب مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب ۱۹۳۴ء میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اسی موقع پہ نواب سید محمد صاحب مرحوم کی صاحبزادی اور جناب ابوالقاسم

---

[1] ماخوذ از "الفرقان" بریلی۔ مجدد الف ثانی نمبر ۱۳۵۷ھ ۔ ۱۹۳۸ء صفحہ ۲۱۳

[2] خط جناب ابوزاہد جلیل احمد صاحب ایم۔اے مکان ۹۲، سڑک ۲ دھان منڈی ڈھاکہ مورخہ ۱۳ اپریل ۱۹۷۵ء۔

فضل الحق صاحب (وزیر اعظم غیر منقسم بنگال) کی اہلیہ خورشید طلعت بھی حج بیت اللہ کو گئی تھیں، وہ نواب عبد اللطیف خان بہادر سی۔ آئی۔ ای کی نواسی تھیں اور اُن کا تعلق رام پور کے مجددی خاندان سے تھا۔ چنانچہ اُن کے وسیلے سے مولانا کی مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور ہندوستان کے مجددی خاندان کے بہت سے بزرگوں سے ملاقات ہوئی۔

جناب مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ، نے کلکتہ میں ایک انجمن اشاعت مجددیہ، کے نام سے قائم کیا تھا۔ مولانا خود انجمن کے صدر تھے اور آپ کے ماموں زاد بھائی جناب مولوی فاروق احمد صاحب ایم۔ اے اس انجمن کے نہایت سرکردہ رکن تھے۔ ۱۳۵۷ھ = ۱۹۳۸ء میں جب مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ، نے ' الفرقان '، بریلی کا مجدد الف ثانی نمبر شائع کیا تو اس خاص نمبر کی اشاعت اور کامیابی کے لئے ان دونوں بزرگوں نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ کوششیں کیں۔ سلسلہ عالیہ مجددیہ کے متعلق بہت سا لٹریچر مہیا کیا۔ اشتہار چھپوا کر شائع کیا۔ مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ نے اس رسالہ میں اپنے مضمون " نگاہ اولین " میں ان بزرگوں کی مساعی جمیلہ کو بہت سراہا اور ان حضرات کے خلوص اور انہماک کی بہت تعریف کی۔[1]

الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کا شجرہ طیبہ مطبع ستارہ ہند کلکتہ میں چھپوا کر شائع کیا۔ جناب مولانا شاہ محمد ابو الخیر فاروقی مجددی معصومی دہلوی ثم المدنی نے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی

---

[1] الفرقان - بریلی - مجدد الف ثانی نمبر ۱۳۵۷ھ " مرتبہ مولانا محمد منظور نعمانی " نگاہ اولین " ص ۱۲

سرہندی رح کی مدح میں ایک قصیدہ "آفتابِ شرف" کے نام سے ۱۳۵۱ھ بمطابق ۱۹۳۳ء میں لکھا تھا۔ یہ قصیدہ مع جیبھی مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب کے زیر اہتمام ستارہ ہند پریس" کلکتہ سے شائع ہوا تھا۔ بنگال کے نامور عالم دین اور مشہور ماہر اسلامیات ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب رح نے فروری ۱۹۶۳ء میں اسلامی طریقہ حیات کے متعلق بنگلہ زبان میں ایک قابل قدر کتاب "اسلام پراسنگا" لکھی تھی۔ اس کتاب کو ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب رح کے لائق فرزند جناب ابوالفتح محمد صفی اللہ صاحب نے جناب الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب کی اعانت سے نظر ثانی اور اضافہ کے بعد اکتوبر ۱۹۷۰ء میں دوبارہ شائع کیا ہے۔[۲]

الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب کی شادی بردوان میں جناب سید بدیع الرحمٰن صاحب کی صاحبزادی سیدہ سنجیدہ خاتون سے ہوئی تھی۔

---

[۱] قصیدہ "آفتابِ شرف" میں کل گیارہ مطلعے ہیں۔ انہی قافیہ اور ردیف میں سات اشعار کی ایک غزل اور چودہ اشعار کا ایک قطعہ ہے۔ ردیف آفتاب ہے اور قافیہ احمر۔ منور۔ خنجر۔ جوہر وغیرہ ہیں۔ فٹ نوٹ میں تلمیحی اشارات کی وضاحت کردی گئی ہے۔ جناب حافظ جلیل حسن صاحب جلیل مانک پوری نے قطعہ تاریخ لکھا تھا: ؎

فکر روشن کا دہ چمکا آفتاب — ہو گیا سارا قصیدہ آفتاب
نور کی تاریخ نکلی اے جلیل — ہے یہ کیا برجِ شرف کا آفتاب
۱۳۵۱ھ

قصیدہ کا پہلا شعر یہ ہے: ؎

مرحبا کس شان سے نکلا فلک پر آفتاب — خسروِ اقلیم انجم شاہ خاور آفتاب

[۲] خط جناب ابوالفتح محمد صفی اللہ صاحب ڈھاکہ بنام راقم الحروف مورخہ ۱۲ اپریل ۱۹۷۵ء

اُن کا ڈھاکہ میں ۱۹۶۱ء میں انتقال ہوا۔ پوستہ گولا قبرستان میں مدفون ہیں۔ ۸؍ اگست ۱۹۷۵ء کو مولانا کے ہم زلف جناب الحاج سید ابوبکر صاحب[1] کا ڈھاکہ میں ظہر کی نماز کے بعد جائے نماز ہی پر انتقال ہوا۔ سید عبداللہ ایوب، سید عبدالسلام، سید تمیز الدین اور سید شمس الدین اسلم مولانا کے چار صاحبزادے اور ایک صاحبزادی سیدہ بدیع السلطانہ بیگم ہیں۔ سیدہ بدیع السلطانہ بیگم کی شادی آستانہ سید شہید رح میدان میاں صاحب ڈھاکہ کے سجادہ نشین، جناب مولانا سید شاہ احمد اللہ صاحب مدظلہ کے صاحبزادے سے ہوئی ہے۔ جناب سید عبدالسلام صاحب بی اے۔ ایل۔ ایل بی کرنے کے بعد وکالت شروع کر رہے ہیں۔ سید عبدالسلام صاحب کے بچوں کے نام سید رضی الدین، سید رفیع الدین اور سید انیس الدین ہیں اور ایک صاحبزادی سیدہ عظیم البشارت تین سال کی ہیں۔

جناب مولانا شاہ محمد عبدالغنی صاحب مدظلہ، میر سرائے ضلع چاٹگام کے پاس ملے پاش کے رہنے والے ہیں۔ یہیں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب رح کے پیر و مرشد حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوری رح کا مزار ہے۔ مولانا شاہ محمد عبدالغنی صاحب نے ۱۹۰۴ء میں ملے پاش میں ایک مدرسہ قائم کیا۔ اس مدرسہ کا نام آپ کے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی رح نے اپنے دادا پیر رح کے نام پر

---

[1] جناب سید ابوبکر صاحب مرحوم پورنیہ (بہار) کے رہنے والے تھے۔ اُن کا آبائی وطن بردوان تھا۔ پروفیسر سید ابو نصر صاحب سابق صدر شعبہ انگریزی ٹی۔ این۔ بی کالج بھاگل پور کے بھائی تھے۔ (خط جناب سید عبدالسلام صاحب جدو ناتھ باسک لین۔ ڈھاکہ مورخہ ۸ اگست ۱۹۷۵ء)

علوفیہ نوریہ مدرسہ رکھا۔ مولانا شاہ محمد عبدالغنی صاحب اب کافی ضعیف اور کمزور ہوگئے ہیں۔[1]

حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقیؒ کے خلفاء میں علم وفضل کے لحاظ سے الحاج علامہ ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحبؒ ایک ٹوٹے تابدار اور گوہر شب چراغ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ایسی نامور اور قابل قدر ہستیاں کبھی کبھی پیدا ہوتی ہیں اور جس قوم اور ملک میں پیدا ہوتی ہیں۔ اُس کے لئے باعث صد ناز وافتخار ہوتی ہیں۔ اُن کا علمی اور ادبی کارنامہ قوم کے لئے سرمایۂ حیات کا کام کرتا ہے اور اُن کی زندگی حیات انسانی کے لئے ایک قابل تقلید نادر نمونہ۔ : ؎

قرنہا باید کہ تا یک کودک از لطف طبع
عالم دانا شود یا شاعر شیریں سخن
سالہا باید کہ تا یک سنگ خارا از آفتاب
لعل گردد در بدخشاں یا عقیق اندر یمن

ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحبؒ کی باکمال شخصیت اور اُن کے علم وفضل کی افادیت اور تابانی کے سامنے لعل بدخشانی اور عقیق یمنی کی آب وتاب اور چمک دمک کی کوئی حیثیت اور قدر وقیمت نہیں ہے۔

ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحبؒ کے مورث اعلیٰ شیخ دار املّی، حضرت شاہ جلال مجرد یمنیؒ فاتح سلہٹ متوفی ۱۳۴۶ھ کے خلیفہ حضرت شاہ صوفی عباس علی مکّیؒ کے خادم کی حیثیت سے ہندوستان آئے اور ضلع چوبیس[24] پرگنہ کے پرگنہ بلندہ میں آباد ہوئے۔

---

[1] دیکھیے ص ۱۲۲-۱۲۱

سلطان علاء الدین خلجی نے (۱۳۱۶-۱۲۹۶ء) نے ان کو سند اور جاگیر عطا کیا۔ ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب کے بڑے چچا منشی غلام عابد صاحب گورنر جنرل لارڈ آکلینڈ[1] (۱۸۴۱-۱۸۳۶ء) کے دور حکومت میں میر منشی کے عہدہ پر فائز تھے۔ اُن کے دوسرے بھائی منشی حبیب السّبحان صاحب مدرسہ عالیہ کلکتہ میں مدرّس تھے۔

ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب کا ننھیالی خاندان بھی بہت ہی دیندار اور معزز و محترم تھا۔ مکّہ معظمہ (سعودی عرب) میں مدرسہ صولتیہ بڑی دینی درس گاہ ہے۔ حج بیت اللہ کو جانے والے تمام تعلیم یافتہ مسلمان اس مدرسہ سے واقف ہیں۔ اس مدرسہ کو ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحبؒ کی والدہ محترمہ کی خالہ صولت النّساء بیگم نے قائم کیا تھا۔ جو اس وقت مکّہ معظمہ میں اپنے قسم کا واحد دینی ادارہ تھا۔ صولت النّساء بیگم صاحبہ بیلیا گھٹا کلکتہ کی رہنے والی تھیں۔

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب وَیسیؒ کے انتقال (۶ دسمبر ۱۸۸۶ء) سے ڈیڑھ سال قبل علامہ ڈاکٹر محمد شہید اللہ ۱۰ جولائی ۱۸۸۵ء کو ضلع چوبیس پرگنہ

---

[1] سر چارلس مٹکاف عارضی گورنر جنرل کے بعد لارڈ آکلینڈ ۱۸۳۶ء میں برطانوی ہند کے گورنر جنرل مقرر ہو کر آئے تھے۔ اُن کے زمانہ میں افغانستان کی پہلی لڑائی ہوئی۔ لارڈ آکلینڈ نے مہاراجہ رنجیت سنگھ سے سازش کر کے امیر دوست محمد خاں کی جگہ شاہ شجاع کو کابل میں بادشاہ بنایا۔ لیکن ۱۸۴۱ء میں بغاوت ہوگئی۔ انگریزی سفیر کو قتل کر دیا گیا۔ سولہ[16] ہزار انگریزی فوج کابل سے ہندوستان روانہ ہوئی۔ راستہ میں افغانوں نے تمام انگریزی فوج کو ختم کر دیا۔ صرف ایک شخص ڈاکٹر برائیڈن کسی طرح جان بچا کر جلال آباد پہنچ سکا۔

تاریخ ہند۔ ڈاکٹر ایشوری پرشاد الٰہ آباد ۱۹۳۵ء۔ صفحہ ۴۹۰-۴۴۴

(مغربی بنگال) کی بستی بپارا میں پیدا ہوئے۔ اُن کی تعلیم زیادہ تر کلکتہ میں ہوئی۔
کلکتہ یونیورسیٹی سے انہوں نے سنسکرت آنرس کے ساتھ بی۔اے، پھر ایم۔اے
اور بی۔ایل کے امتحانات پاس کئے۔ اس کے بعد پیرس (فرانس) گئے اور فونیٹکس
میں ڈپلوما (ڈیپل فون) حاصل کیا۔ ڈھاکہ یونی ورسٹی کے قیام کے بعد وہ ۱۹۲۱ء
میں مستقلاً ڈھاکہ منتقل ہو گئے اور برابر یونی ورسٹی سے وابستہ رہے پہلے ڈھاکہ یونیورسیٹی
میں اور بعد میں راج شاہی یونی ورسیٹی میں بنگلہ اور سنسکرت کے یونی ورسٹی پروفیسر اور
صدر شعبہ رہے۔ دونوں جگہ فیکلٹی آف آرٹس کے ڈین بھی رہے۔ ۱۳ جولائی ۱۹۶۹ء کو
ڈھاکہ میں اُن کا انتقال ہوا۔ ڈھاکہ یونی ورسیٹی میں ان کے نام پر شہید اللہ ہال ہے۔
اس کے قریب موسیٰ خاں کی مسجد کے بیرونی صحن میں دفن ہوئے۔
جناب امیر الاسلام صاحب شرقی[1] نے قطعہ تاریخ[2] لکھا:

فخر پاک و ہند بحر السنہ بحر العلوم
زیر دبستان حیات اُو را قضا نہفت
عیسوی سال وصالش زہاتف خواستند
گفت جنت رحمت شہید اللہ گفت

۱۹۶۹ء

---

[1] جناب امیر الاسلام صاحب شرقی ریٹائرڈ انکم ٹیکس کلکتہ۔ دیکھئے ص ۱۴۹
[2] خط مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب۔ جلد ناتھ باسک لین۔ ڈھاکہ ۱
مورخہ ۱۲ مئی ۱۹۷۵ء۔

ڈاکٹر محمد شہید اللہ عربی - فارسی، اُردو، بنگلہ، سنسکرت - انگریزی اور فرانسیسی، زبان اور اُس کے ادب سے واقف تھے - عربی، فارسی، بنگلہ اور سنسکرت کے ادب پر اُن کو عبور کامل حاصل تھا۔

بابائے اُردو مولانا عبدالحق مرحوم اُن کو بابائے زبان کہا کرتے تھے۔ وہ ایک زبردست ماہرِ تعلیم اور ماہرِ لسانیات تھے۔ دنیا کی مختلف زبانوں اور مختلف مذاہب کا انہوں نے تقابلی مطالعہ کیا تھا۔ اسلامیات پر اُن کی بڑی گہری نظر تھی۔ اور مطالعہ بہت وسیع تھا۔ وہ ایک بلند پایہ عالم دین اور نہایت متقی اور پرہیزگار انسان تھے۔ اسلام اور بانیٔ اسلام سے انہیں بڑی محبت تھی۔ بنگال کے بعض صوفیائے کرام اور اُن کی ادبی خدمات پر، اُن کے کارنامے بہت وقیع ہیں۔ کراچی یونیورسٹی میں لغات اُردو کی تدوین کے عظیم منصوبے اور ڈھاکہ کی بنگلہ اکیڈمی سے وابستہ تھے۔ اسلامک اکیڈمی ڈھاکہ (بیت العلوم اسلامیہ) کی مجلسِ انتظامیہ کے ممبر تھے۔ مشرقی پاکستان کی حکومت نے ایک عربک یونیورسٹی کمیشن قائم کیا تھا۔ اُس کے بھی یہ ایک اہم رُکن تھے۔

اُن کے پیرومرشد حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی نے ۲۴ صفر المظفر ۱۳۵۵ھ (مئی ۱۹۳۶ء) کو انہیں اجازت و خلافت حاصل ہوئی خلافت نامہ میں پیر و مُرشد نے ان کے لئے لفظ "مولانا" استعمال کیا ہے اور ان کے انتقال کے بعد فاتحہ خوانی کی محفل میں اُن کے مُرشد زادہ جناب مولانا عبدالحی صاحب مدظلہٗ سجادہ نشیں فرفرا شریف نے اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ اب سے ڈاکٹر محمد

شہید اللہ مرحوم کے لئے علامہ کا لفظ استعمال کیا جائے۔ کیونکہ مولانا صاحبان اُن کے علم و فضل سے روشنی اور بصیرت حاصل کر سکتے ہیں۔

مشرقی بنگال سرداست سماج کی طرف سے اُن کو "وِدّیا بخش پتی" کی اعزازی ڈگری دی گئی۔ بنگالی زبان و ادب کی اعلیٰ خدمات کے اعتراف میں حکومت پاکستان کے صدر کی طرف سے ۱۹۵۸ء میں اُن کو دس ہزار روپیہ کا انعام (پرائڈ آف پرفورمینس اوارڈ) دیا گیا۔ بنگلہ زبان کے لئے یہ پہلا نام تھا جو ان کو ملا۔ اُن کے انتقال کے بعد اگست ۱۹۶۹ء میں حکومت پاکستان نے ان کو ملک کا اعلیٰ ترین اعزاز "ہلال امتیاز" پیش کیا اور دسمبر ۱۹۶۷ء میں ڈھاکہ یونی ورسٹی نے ڈی۔ لٹ کی اعزازی ڈگری دی۔ وہ بہت دنوں تک ڈھاکہ میں الائنس فرانسیس (انجمن فرانس پاکستان دوستی) کے صدر تھے۔ ۱۹۶۷ء میں فرانس کے یوم جمہوریہ کے موقع پر ان کو ادب کی اعلیٰ ترین ڈگری (اوارڈ آف شیوالیئر ڈی دَن اوڈر ڈیس لیٹرس) دی گئی۔

پاکستان کی ایشیاٹک سوسائٹی کے صدر کے لئے جو میعاد تھی اس کے وہ تین بار صدر منتخب ہوئے۔ ۱۹۵۶ء میں حکومت پاکستان کی طرف سے علماء کا جو دعا چین گیا تھا، اس میں ڈاکٹر محمد شہید اللہ شامل تھے۔ انڈین انسٹی ٹیوٹ آف کلچرل افیرس (ہندوستانی ادارہ برائے امور ثقافت) کی طرف سے دنیا کے جن دس بڑے ماہرین فن کو فیلوشپ پیش کی گئی تھی، اُن میں پروفیسر ٹائن بی اور ڈاکٹر طاہا حسین وغیرہ کے ساتھ ان کا بھی نام شامل تھا۔ لیکن چونکہ

کسی غیر ملکی اعزاز کو قبول کرنے سے پہلے حکومت کی اجازت ضروری تھی اور حکومت پاکستان نے اِس فیلوشپ کو قبول کرنے کی منظوری نہ دی۔ اس لئے مجبوراً انہیں اِس کو قبول کرنے سے انکار کرنا پڑا۔

ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب ارکان اِسلام کے سختی سے پابند تھے۔ وہ بڑے ذوق و شوق اور احترام کے ساتھ روزہ رکھتے تھے اور آخری عشرہ رمضان شریف میں اعتکاف میں بیٹھتے تھے۔ پنج وقتہ نماز کے علاوہ تہجد، اِشراق اور چاشت کی نمازیں پابندی سے پڑھتے تھے۔ میلاد شریف کی محفلوں میں شریک ہونے اور وہاں تقریر کرنے میں اُن کو دلی مسرت حاصل ہوتی تھی۔ ایصالِ ثواب کی محفلوں میں بھی پابندی سے شریک ہوتے تھے۔ نہ اُنہوں نے کبھی ڈاڑھی منڈائی اور نہ کبھی سگریٹ یا اس طرح کی کوئی دوسری چیز استعمال کی۔ اپنے لباس اور وضع قطع کے لحاظ سے ٹوپی کے فرق کے سوا وہ بالکل محسن قوم سرسید احمد خاں (متوفی ۱۸۹۸ء) معلوم ہوتے تھے۔

وہ انجمن علمائے بنگال کے ایک نہایت ممتاز اور سرکردہ رُکن تھے اور اس سلسلہ میں جناب مولانا منیر الزماں اسلام آبادی مرحوم کے ساتھ مل کر کام کرتے تھے۔ وائسرائے لارڈ ریڈنگ (۲۶-۱۹۲۱ء) کے عہد حکومت میں جب آریہ سماجیوں نے اپنی شدھی کی تحریک کے ذریعہ میواتی مسلمانوں کو مرتد بنانے کی کوشش شروع کی، تو ارتداد کی اس لہر کو روکنے اور آریہ سماجیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ۱۹۲۳ء میں علمائے اِسلام کا جو اجتماع ہوا تھا اس میں علمائے بنگال کی طرف سے صرف

علامہ ڈاکٹر محمد شہید اللہ رح شریک ہوئے تھے۔ وہ ہمیشہ اپنے نام سے پہلے اپنے کو خادم العلماء والفقراء لکھا کرتے تھے۔

جناب ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب رح کے راسخ العقیدہ اور اپنے اُصول مذہب کے سختی سے پابند ہونے کے باوجود اُن کی شخصیت اور علم وفضل، وسیع النظری اور انسان دوستی کے سبب بنگال میں ہندو، بودھ اور عیسائی مذاہب کے ماننے والے بھی اُن کو نہایت ہی ادب واحترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ وہ برہمو سماج اور رام کرشنا سیوا مشن کے جلسوں میں شریک ہوتے تھے اور وہاں دُنیا کے آخری الہامی مذہب کی حیثیت سے تعلیمات اسلامی کی برتری اور فوائد اور برّ عظیم ہند وپاکستان میں سماجی اور ثقافتی حالات پر اسلام کے زرّیں اُصولوں کے خوش آیند اثرات کا جائزہ لیتے تھے۔

ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب رح سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے وابستہ تھے۔ وہ اپنے نام کے اخیر میں مجددی لکھتے تھے۔ انہوں نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا ایک شجرہ بھی بنگلہ زبان میں مرتب کیا تھا۔ انہوں نے اپنے پیر ومرشد حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی رح اور اپنے دادا پیر حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب ویسی رح کے حالات زندگی پر مضامین لکھے حضرت صوفی صاحب رح کے متعلق مضمون میں نہ صرف اُن کی فارسی شاعری اور دیوان ویسی کا جائزہ لیا، بلکہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے شیخ طریقت اور ایک عظیم روحانی پیشوا کی حیثیت سے بھی اُن کی اعلیٰ خدمات پر روشنی ڈالا۔ اُنہوں نے پانڈوا شریف ضلع مالدہ کے حضرت نور قطب عالم رح (متوفی ۱۴۱۵ء) کے حالات

لکھے۔ جس طرح حضرت خواجہ امیر خسرو رح (متوفی ۱۳۲۵ء) نے فارسی اور ہندی ملا کر ریختہ میں شاعری کی تھی۔ اسی طرح حضرت نور قطب عالم رح نے فارسی اور بنگلہ ملی جلی ہوئی زبان میں شاعری کی تھی اس کو بھی ریختہ کہتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب رح نے اپنے مضمون میں آپ کے کلام ریختہ کا جائزہ لیا۔ اس کے علاوہ بہت سے دوسرے مسلمان بزرگانِ دین کے حالات بھی لکھے

ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب کی زیادہ تر کتابیں بنگلہ زبان میں ہیں۔ انہوں نے خواجہ حافظ شمس الدین شیرازی (متوفی ۱۳۸۹ء) کی کچھ غزلوں اور عمر خیام[1] (متوفی ۱۱۲۳ء) کی کچھ رباعیوں کا فارسی سے فرانسیسی زبان میں "چینٹس میسٹکس" کے نام سے ترجمہ کیا۔ علامہ سر محمد اقبال رح (متوفی ۱۹۳۸ء) کی مشہور نظموں شکوہ اور جواب شکوہ کا اردو سے اور کوی ودیاپتی ٹھاکر (متوفی ۱۴۶۰ء) کے میتھلی گیتوں کا بنگلہ شاعری میں ترجمہ کیا۔ شبلی کے قصیدۂ بردہ اور بنات سود کو اردو کیا۔"

---

[1] عمر خیام اصلاً خیمہ دوز تھے۔ فارسی کے نامور شاعر ہوئے ہیں۔ اُن کی رباعیوں کا انگریزی، فرانسیسی اور دنیا کی اکثر مہذب زبانوں میں ترجمہ ہو گیا ہے۔ ان کا کلام یورپ میں بہت مقبول ہے۔ یہ نیشاپور (صوبہ خراسان، ایران) کے رہنے والے اور سلاطین سلجوقیہ کے مشہور وزیر خواجہ حسن نظام الملک طوسی، فدائیوں کے سردار ساحر الموت حسن بن صباح (متوفی ۱۱۲۴ء) اور مشہور عالم دین اور اسلامی فلسفی حضرت امام محمد غزالی رح متوفی ۱۱۱۱ء کے ہم عصر تھے۔ ان کا ۱۱۲۱ء یا ۱۱۲۳ء میں انتقال ہوا۔ قاموس المشاہیر جلد اول صفحہ ۲۰۴؛ جلد دوم صفحہ ۱۰۲ اور صفحہ ۱۱۰

کے نام سے بنگلہ نثر میں تبدیل کیا۔ اُنہوں نے دو جلدوں میں "بنگلہ ساہیتیر کتھا" (تاریخ ادب بنگلہ) مرتب کیا اور "بنگلہ بھاشر اِتیب رِتّا" (تاریخ زبان بنگلہ) اور "بنگلہ ویاکرن" (قواعد بنگالی) لکھی۔ انہوں نے بنگلہ زبان کے مشہور شاعر علاول[۱] (متوفی سنہ ۱۶۸۰ء) کی کتاب پدماوتی اور بودھوں کے مذہبی گیتوں کو تصحیح اور توضیح کے ساتھ شائع کیا۔

اُن کی تصانیف میں "اقبال" (حضرت علامہ محمد اقبالؒ کی حیات اور شاعری)؛ رکاماری (مختصر افسانے)، اِسلام پراشنگا (تصوّرات اسلامی)؛ قرآن پراشنگا (تصوّرات قرآنی) اور "اسلام کے متعلق مضامین" بہت ہی مشہور اور مقبول کتابیں ہیں۔ ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحبؒ بلبلِ باغِ حجاز، حکیم الامت علامہ محمد اقبال کی شاعری، ان کے فلسفہ حیات اور افکار عالی سے بہت متاثر تھے۔ علامہ اقبالؒ کی اکثر کتابیں اُردو اور فارسی میں تھیں اور بنگالی مسلمانوں کا زیادہ حصّہ اِن دونوں زبانوں سے ناآشنا تھا۔ ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحبؒ نے شکوہ اور جواب شکوہ کا ترجمہ کیا اور پھر علامہ اقبال پر ایک مستقل کتاب لکھ کر اُس دانائے راز اور مفکرِ اسلام کی شاعری اور خیالات سے بنگلہ زبان بولنے والی آبادی کو روشناس کرایا۔ اسلام پراشنگا

۱؎ علاول، سنہ ۱۶۰۷ء میں جوبرا اتھانہ ہت۔ ہزاری ضلع چاٹگام میں پیدا ہوئے یہیں سنہ ۱۶۸۰ء میں اُن کا انتقال ہوا۔ اُنہوں نے ملک محمد جائسیؒ کی کتاب پدماوت، نظامی گنجویؒ کی کتاب ہفت پیکر اور سکندر نامہ اور شیخ یوسف گداؒ کی کتاب تحفۃ النصائح کا بنگلہ میں ترجمہ کیا تھا۔ دیکھئے ص ۸۳-۸۱

اُن کی ایک قابل قدر تصنیف ہے۔ لائق مصنف نے اِس کتاب میں اسلامی طریقۂ حیات اور تصورِ زندگی کو بڑی کامیابی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ یہ کتاب پہلی بار فروری ۱۹۶۳ء میں شائع ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب کے لائق و فائق فرزند جناب ابوالفتح محمد صفی اللہ صاحب نے الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ کی مدد سے اس کتاب پر نظرِ ثانی اور اضافہ کر کے اسے اکتوبر ۱۹۷۰ء میں دوبارہ شائع کیا ہے۔ "قرآن پراشنگا" بھی اس قسم کی نہایت کارآمد تصنیف ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب کو قرآن حکیم کے معنی و مطالب اور اس کی توضیح و تشریح سے کافی دلچسپی تھی۔

ڈاکٹر صاحب نے خود اسلامیات اور مسلمان صوفیائے کرام اور بزرگانِ دینؒ کے بارے میں بہت کچھ لکھا اور دوسرے مسلمان علماء کو بھی مسلمان صوفیائے کرام اور ان کی خدمات کے متعلق مضامین اور کتابیں لکھنے کی ترغیب دلائی۔ آپ نے خود سید احمد شہید بریلوی رحؒ متوفی ۱۸۳۱ء کے مشہور خلیفہ حضرت مولانا کرامت علی صاحب جون پوری رحؒ متوفی ۱۸۷۳ء کی ایک مختصر سوانح حیات بنگلہ زبان میں لکھا اور آپ کی ترغیب سے مولانا عبد الباطن صاحب جون پوری رحؒ نے اپنے دادا حضرت مولانا کرامت علی جون پوری کی حیات مرتب کر کے ۱۳۶۸ھ = ۱۹۴۹ء میں شائع کیا۔ ڈاکٹر صاحب کی ترغیب سے جناب مولانا عبید الحق صاحب اسلام آبادی مہتمم مدرسہ عالیہ فینی ضلع نواکھالی مصنف

۱۔ دیکھئے ص ۹۳-۹۲ ۲۔ دیکھئے ص ۱۳۱-۱۲۷ ۳۔ دیکھئے ص ۱۲۵-۱۲۴ اور ص ۱۲۷-۷۶

"بنگلا دیشیر اولیا گن" (تذکرۂ اولیائے بنگال) نے حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی رح کے پیرو مرشد حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوری رح [1] کی حیات لکھی، جو ندائے اسلام، نامی پرچہ میں شوال ۱۳۸۴ھ = جنوری ۱۹۶۵ء میں شائع ہوئی۔ اس پرچہ کو حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب رح نے جاری کیا تھا۔

ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب نے بچوں کے لئے بنگلہ زبان میں مذہبی کتابیں لکھیں۔ جیسے درسول اللہ (حیات رسول ؐ) حکایات قرآنی۔ کتھا منجری۔ نبی کتھا۔ چوتو دربنی کتھا وغیرہ۔ انھوں نے یونائیٹڈ نیشنس ایڈوکیشنل سائنٹفک اینڈ کلچرل آرگنائزیشن (ادارہ اقوام متحدہ برائے تعلیمی، سائنسی اور ثقافتی اُمور) کی طرف سے مشرقی پاکستان کی روایتی ثقافت کے متعلق اپنی تحقیقات مکمل کی اور پروفیسر محمد عبدالحی صاحب کے تعاون اور اشتراک سے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی۔ بنگالی اکیڈمی (بیت العلوم بنگالی) نے بخاری شریف کا ترجمہ بنگال زبان میں شائع کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے اس نیک کام میں اکیڈمی کی بڑی مدد کی۔ اِس اکیڈمی کی طرف سے ایک اسلامی انسائکلوپیڈیا (قاموس العلوم) شائع ہوئی۔ ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب نے اس قابل قدر تصنیف کے چیف ایڈیٹر (مدیر اعلیٰ) کے فرائض انجام دیئے۔ برِ عظیم ہند و پاکستان کے بہت سے علمی اجتماع میں انھوں نے اپنے مضامین پیش کئے۔ وہ آل انڈیا مسلم ایڈوکیشنل کانفرنس کے بہت سے اجلاس

---

[1] دیکھئے ص ۱۲۵-۱۰۲

میں شریک ہوئے۔ اس سلسلہ میں ۱۹۴۰ء میں پٹنہ بھی تشریف لائے تھے۔ ۱۹۶۱ء میں اورینٹیل کانفرنس کے جلسہ منعقدہ حیدرآباد میں انہوں نے اُس کے کلاسیکل سکشن کی صدارت کی تھی۔ اقوام متحدہ کے ادارہ برائے تعلیمی، سائنسی اور ثقافتی اُمور کی طرف سے ۵ جولائی ۱۹۵۸ء کو مدراس (ہندوستان) میں جنوبی مشرقی ایشیا کی روایتی ثقافت کے متعلق جو بین الاقوامی سیمینار (مجلس مذاکرہ) منعقد ہوا تھا۔ ڈاکٹر محمد شہید اللہؒ نے اُس کی بھی صدارت کی تھی۔

مختلف دور میں وہ ادبی رسالوں کے ایڈیٹر کے فرائض انجام دیتے رہے۔ کلکتہ سے ۱۹۲۰ء میں مسلمان بچوں کے لئے بنگلہ میں "انگور" نامی ایک رسالہ اور دسمبر ۱۹۲۳ء اسلام اور اسلامی تمدن اور ثقافت کے بارے میں "پیس" (امن) نامی رسالہ جاری ہوا۔ وہ اِن دونوں رسالوں کے ایڈیٹر تھے۔ ۱۹۱۱ء میں کلکتہ میں ڈاکٹر صاحب اور ان کے دوستوں کی کوشش سے بنگلہ مسلمان ساہتیہ سمیتی (بنگالی مسلمانوں کی ادبی انجمن) قائم ہوئی۔ وہ اس انجمن کے پہلے سکریٹری منتخب ہوئے۔ اس انجمن کی طرف سے ایک ادبی رسالہ بھی شائع ہوتا تھا۔ ۱۹۲۱ء تک ڈاکٹر صاحب اس رسالہ کے ایڈیٹر رہے۔

ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحبؒ کی سسرال بنگال کے نہایت تعلیم یافتہ، دیندار، اور بااثر زمیندار خاندان میں تھی۔ اُن کی بیگم صاحبہ کے رشتہ دار شمالی ہندوستان میں مظفرپور (بہار) بستی اور سیتاپور (اُترپردیش) میں آباد ہیں۔ ڈاکٹر صاحبؒ کے سات بیٹے یادگار ہیں اور ماشاءاللہ سب اپنی جگہ اپنے پیشہ میں نہایت کامیاب اور

لائق و فائق ہیں۔ سب سے بڑے صاحبزادے جناب ابوالفتح محمد صفی اللہ صاحب ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی زندگی میں وہ اُن کے ادبی معاون اور اُن کی کتابوں کے ناشر کے فرائض انجام دیتے تھے۔ انھوں نے ۱۹۳۷ء میں علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی سے میٹریکولیشن پاس کیا۔ مزید تعلیم ڈھاکہ اور کلکتہ میں ہوئی۔ آل انڈیا اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے رکن تھے اور ۱۹۴۱ء میں اُس کے پٹنہ اجلاس میں شریک ہوئے۔ ۱۹۴۰ء تک وہ کانگریس میں رہے اور ڈھاکہ ضلع کانگریس کمیٹی کے سکریٹری تھے۔ ۱۹۵۳ء سے وہ ڈھاکہ یونی ورسٹی کی سینیٹ اور سنڈیکیٹ کے ممبر ہیں۔ ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب کو اُن کے شاندار علمی اور ادبی کارناموں پر اُن کے مداحین کی طرف سے بنگلہ زبان میں مبارک بادی کی جو کتاب پیش کی گئی تھی۔ اُس کے یہ ایڈیٹر تھے۔ انتظامی مشیر کی خدمات انجام دیتے ہیں۔ طنزیہ مضامین لکھے ہیں اور انشورنس کمپنی لاء پر ایک کتاب لکھی ہے۔ ۱۰۔ نارتھ بروک ہال روڈ، ڈھاکہ ۱ میں ان کا رینائسنس پبلیشنگ ہاؤس ہے۔ جہاں سے ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحبؒ کی کتابیں شائع ہوئی ہیں۔

جناب محمد صفی اللہ صاحب کی اہلیہ شیخ عبدالعزیز کے نواسے صوفی شیخ عبدالرزاق رح کی آٹھویں پشت میں ہیں۔ صوفی عبدالرزاق صاحبؒ کے پرپوتے کے صاحبزادے جناب صوفی محمد لیامن کرامانک پور (ضلع الہ آباد۔ اُتر پردیش) سے ہجرت کر کے بنگال چلے آئے تھے۔

ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحبؒ کے پانچویں صاحبزادے، ڈاکٹر محمد تقی اللہ صاحب سعودی عرب کے دارالحکومت ریاض میں میڈیکل آفیسر ہیں اور وہیں آباد ہو گئے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب مرحوم کے سب سے چھوٹے صاحبزادے مُرتضیٰ بشیر صاحب فائن آرٹ کے ماہر اور چٹاگانگ یونی ورسٹی میں فائن آرٹ کے پروفیسر ہیں۔ اس سال اُن کو اکیڈمی کا اوارڈ بھی ملا ہے۔

مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب رح کے مریدین میں سید معین الدین[۱۳] احمد صاحب علی پوری (متوفی سنہ ۱۹۴۲ء) الحاج مولانا سید ابو البشر محمد بشیر الدین صاحب مدظلہٗ کے والد محترم اور خان بہادر ابو الفتح عبد الرحمان[۱۴] سابق وزیر غیر منقسم بنگال مولانا کے ماموں تھے۔ جناب سیّد ابو نصر محمد نصیر الدین[۱۴] ایڈوکیٹ سپریم کورٹ ڈھاکہ اور جناب ابو ظفر محمد ظہیر الدین صاحب ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ پولیس ڈھاکہ مولانا کے حقیقی بھائی ہیں۔ جناب ابو حامد فاروق احمد صاحب اور ابو زاہد جلیل احمد دونوں خان بہادر ابو الخیر محمد صدیق رح کے صاحبزادے اور مولانا سیّد محمد بشیر الدین صاحب کے ماموں زاد بھائی ہیں۔ پروفیسر اے۔ کے۔ ام جلال الدین صاحب مرحوم (ریٹائرڈ پرنسپل) مولانا کے نسبتی بھائی تھے۔ خان صاحب عبد القادر[۱۵] مرحوم ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل جو سنہ ۱۹۴۲ء کے ہنگامہ میں بھاگل پور میں شہید ہوئے۔ وہ مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب کے بھائی جناب سید ابو ظفر ظہیر الدین صاحب کے خُسر تھے۔ الحاج مولانا فضل الکریم صاحب ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ جج اس وقت اسلامک اکیڈمی (بیت العلوم اسلامی) ڈھاکہ کے ڈائرکٹر ہیں۔

۲۱۔ شمس العلماء حضرت مولانا غلام سلمانی صاحب عباسی رح

قطب الارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی رح کے تیسرے نامور اور ممتاز خلیفہ شمس العلماء الحاج حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب عباسی رح مشہور قصبہ فرفرا شریف ضلع ہوگلی کے رہنے والے تھے۔ آپ کا تعلق وہاں کے شیوخ عباسی کے خاندان سے تھا[1]۔ آپ کے والد محترم حضرت مولانا غلام ربانی صاحب رح عربی، فارسی کے زبردست عالم اور سرکار انگریزی میں عہدۂ منصفی پر فائز تھے[2]۔ ان کی شادی حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی رح کے خاندان میں ہوئی تھی حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی رح رشتہ میں حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب رح کے ماموں زاد بھائی ہوتے تھے۔ حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب رح کی ولادت باسعادت ۵ شوال المکرم ۱۲۷۰ھ = ۱۷ اساڑھ ۱۲۵۱ھ بنگلہ فصلی = یکم جولائی ۱۸۵۴ء کو فرفرا شریف ضلع ہوگلی

---

[1] خط جناب مولانا عبد السلطان صاحب فرفرا شریف ضلع ہوگلی۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۷ اگست ۱۹۷۴ء

[2] خط جناب قاضی نجیب الرحمٰن صاحب وکیل۔ دیدار بخش لین۔ کلکتہ ۱۶/۷۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۱۲ جون ۱۹۷۵ء۔

میں ہوئی[1]۔ بچپن ہی سے بہت ہی فہیم و ذہین اور ذکی الطبع تھے۔ ابتدائی تعلیم فُرفُرا شریف اور ہوگلی میں ہوئی۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے کلکتہ تشریف لے گئے اور شہرۂ آفاق مدرسہ عالیہ کلکتہ میں داخل ہوئے۔ وہاں آپ نے تفسیر فرقانی، حدیث نبوی، فقہ، اصول فقہ، عقائد، منطق و حکمت، بلاغت، خصوصاً عربی و فارسی اور تاریخ اسلام میں مہارت کاملہ حاصل کی[2]۔ حضرت مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری سے بھی فیض یاب ہوئے تھے۔

فراغت تعلیم کے بعد اپنے ضلع کے صدر مقام پر سرکاری نیشنیر مدرسہ محسنیہ ہوگلی میں مدرّس مقرر ہوئے۔ اس کے بعد ترقی پاکر مدرسہ عالیہ کلکتہ کو منتقل ہوئے۔ صاحب شمس العارفین جناب مولانا شاہ خلیل الرحمن صاحب نندن پوری کے مطابق دسمبر ۱۸۸۶ء میں حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب ویسیؒ کے انتقال کے وقت حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحبؒ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں مدرّسِ چہارم کے عہدہ جلیلہ پہ فائز تھے۔

آپ کی اعلیٰ علمی صلاحیت اور قابلیت سے متأثر ہو کر حکومت نے ۱۹۱۰ء میں آپ کو شمس العلماء کے خطاب اور خلعت فاخرہ سے نوازا۔ ۱۹۱۱ء میں آپ کو

---

[1] خط جناب قاضی نجیب الرحمن صاحب وکیل۔ دیدار بخش لین کلکتہ ۱۶ بنام راقم الحروف مورخہ ۱۲ جون ۱۹۷۵ء۔

[2] خط ممتاز المحدثین جناب مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہٗ۔ کلکتہ ۲۴ مورخہ ۳ اگست ۱۹۷۸ء
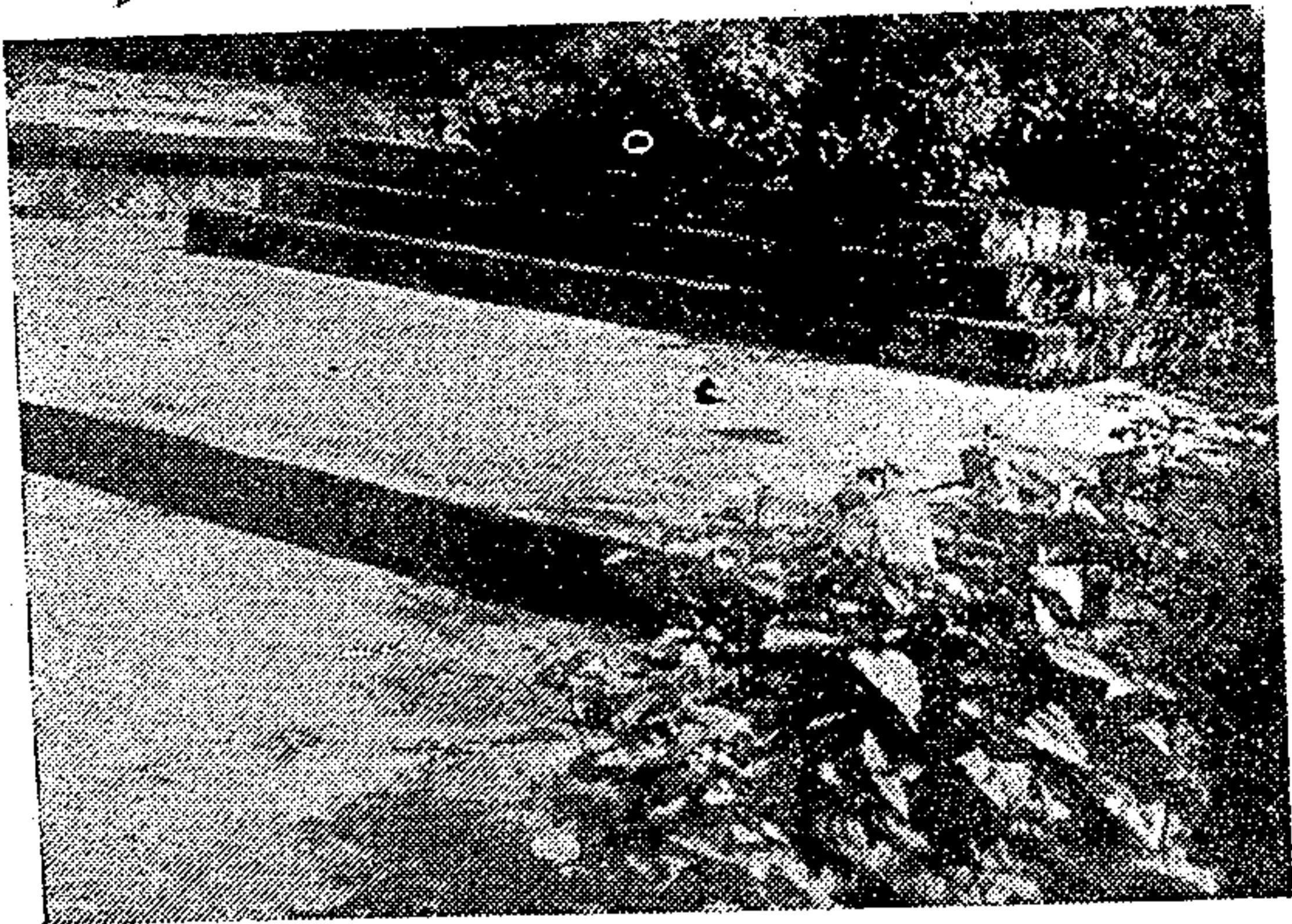
۱۵۔ مزار مبارک حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب عباسی رح۔ فُرفُرا شریف

مدرسہ محسنیہ ہوگلی کا اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ مقرر کیا گیا۔ حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحبؒ نے سوموار ۱۷ اساڑھ ۱۳۱۹ بنگلہ فصلی = ۱۵ رجب المرجب ۱۳۳۰ھ مطابق یکم جولائی ۱۹۱۲ء کو پانچ بجے شام کے وقت شہر ہوگلی میں کھڑکی گھاٹ کے قریب جناب حکیم عبدالکریم صاحبؒ کی قیام گاہ پر انتقال فرمایا۔ لاش مبارک فرفرا شریف لا کر دفن کی گئی۔ "افتخار اولیا" ۱۳۳۰ھ سے سالِ وفات معلوم ہوتا ہے۔[1]

علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد آپ کی طبیعت تصوّف و معرفت کی طرف مائل ہوئی اور بنگال کے مایہ ناز بزرگ عارف کامل، قطب الارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب وَیسیؒ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور ایک طویل عرصہ تک مرشد کامل کی صحبت کیمیا اثر سے مستفید ہوتے رہے۔ علم طریقت میں کمال حاصل کیا۔ خلافت سے سرفراز ہوئے اور فلکِ معرفت پر آفتاب بن کر چمکے۔ بنگال کے اولیائے کرام میں اعلیٰ ترین مقام رکھنے کے باوجود ہمیشہ اپنے کو چھپائے رکھتے تھے۔ شہرت اور نام و نمود سے آپ کو سخت نفرت تھی۔ بیعت کے معاملہ میں بہت سخت تھے۔ ظاہرا پیری مریدی سے آپ کو دلچسپی نہ تھی۔ حصول بیعت سے قبل آپ کے مریدوں کو بڑی صبر آزما منزل سے گزرنا پڑتا تھا۔ چنانچہ جب قطب الارشاد غوث زماں حضرت سید عبدالباری شاہؒ (نیڈیل شریف ضلع ہوگلی)

---

[1] دیوان وَیسی ص ۲۲۷۔ خط جناب قاضی نجیب الرحمٰن صاحب کلکتہ ۱۶ مورخہ ۱۲ جون ۱۹۷۵ء۔

کی لطائف عشرہ کی تعلیم ختم ہو گئی اور وہ حصول بیعت کی غرض سے آپ کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے، تو اس شہباز طریقت کی بھی بیعت کی غرض سے آمد کو آپ نے پسند نہیں فرمایا اور فرمانے لگے "بس جائیے۔ اللہ اللہ کیجئے"۔[۱]

قطب الارشاد حضرت سید عبد الباری شاہ رح مغموم مکان واپس آ گئے۔ وضو کر کے حجرہ میں داخل ہوئے۔ ابھی بیٹھے ہی تھے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رح تشریف فرما ہوئے اور مغموم ہونے کی وجہ دریافت فرمائی۔ حضرت سید صاحب رح نے واقعہ بیان کیا۔ حضرت مجدد صاحب رح نے فرمایا۔ گھبرائیے نہیں۔ اچھا اب جائیے، مرید کر لیں گے۔ حسب ہدایت آپ فوراً روانہ ہوئے۔ جب مولانا موصوف رح کی قیام گاہ پر پہنچے، تو حضرت موصوف رح نے حسب سابق خفگی کا اظہار فرمایا۔ لیکن سید صاحب رح خاموش بیٹھ گئے، اور بہت ادب سے حضرت مجدد صاحب رح کی آمد کا واقعہ اور آپ کے حکم کی تعمیل میں وہاں حاضر ہونے کے متعلق خدمت عالی میں عرض کیا۔ جب مولانا موصوف رح نے یہ سنا تو آپ سے فرمایا کہ وضو کر کے آئیے۔ خود سب کام چھوڑ کر وضو کیا اور حضرت سید عبد الباری شاہ رح کو بیعت سے مشرف فرمایا۔[۲]

---

۱ سوانح حیات سید عبد الباری شاہ رح۔ مؤلفہ الحاج حضرت مولانا سعید خاں صاحب قبلہ ادام اللہ فیوضہٗ صفحہ ۳۷

۲ سوانح حیات امام الطریقت السید عبد الباری شاہ رح۔ الحاج حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب قبلہ مدظلہٗ صفحہ ۳۸

لارڈ ہارڈنگ وائسرائے (۱۹۱۶-۱۹۱۰ء) کے عہد حکومت میں ۱۲ دسمبر ۱۹۱۱ء دہلی میں انگریز شہنشاہ ہند کی تاج پوشی کا دربار ہوا تھا۔ دربار تاج پوشی کے بعد شہنشاہ جارج پنجم کلکتہ تشریف لے گئے۔ وہاں حضرت مولانا غلام سلمانی صاحب بنگال کے ایک ممتاز عالم دین، اعلیٰ سرکاری ملازم اور شمس العلماء کی حیثیت سے خلعت شاہی میں ملبوس شہنشاہ ہند کے دربار میں باریاب ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ انگریز شہنشاہ ہند نے 'مراحم خسروانہ' سے دریافت کیا کہ اگر آپ کی کوئی آرزو، خواہش اور تمنا ہو تو بیان فرمائیں۔ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ، مجددیہ کے اس پیکر وفا، ملک خود داری کے بادشاہ اور تسلیم اور رضا کی سلطنت کے اس شہنشاہ ذی جاہ نے بکمال ادب شہنشاہ ہند کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ شہنشاہ عادل ہیں۔ عادل وانصاف در بادشاہ اپنی رعایا کے لئے جو دعا کرتے ہیں، خدا اس کو قبول کرتا ہے۔ آپ سے یہ دعا چاہتا ہوں کہ خداوند تبارک وتعالیٰ مجھ کو اپنی محنت ومشقت سے روزی دیتے ہوئے دُنیا سے اٹھائیں اور یہی میرے لئے کافی ہے" اللہ جل شانہٗ نے اپنے اس برگزیدہ بندے کی اس نیک خواہش کو پورا کیا۔ ایسا ہی وقوع پذیر ہوا اور اسی سال چھ ماہ بعد دورانِ ملازمت ہی میں ہوگلی میں یکم جولائی ۱۹۱۲ء کو آپ کا وصال ہوا۔[1]

---

[1] خط جناب مولانا عبدالسلطان صاحب سابق مدرس مدرسہ فتحیہ فُرفُرا شریف ضلع ہوگلی بنام راقم الحروف مورخہ ۷ اگست ۱۹۷۶ء۔ جناب مولانا عبدالسلطان (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹۴ پر)

۵   خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے، بتا تیری رضا کیا ہے

حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب قدس سرّہٗ کے کچھ حالات جناب مولوی عبدالستّار صاحب کی کتاب "تاریخ مدرسہ عالیہ" میں ملتے ہیں اور جناب مولانا عبدالحق صاحب پرنسپل مدرسہ فینی ضلع نواکھالی نے اپنی قابلِ قدر تصنیف "بنگلادیشیر اولیاگن" (تاریخ اولیائے بنگال) میں آپ کا ذکر کیا ہے۔[1]

حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب رح کی شادی فُرفُرا شریف سے متّصل دکھن موضع بیل پارا میں جناب مُلّا عنایت اللہ صاحب مرحوم کی صاحبزادی بی بی صفورہ خاتون رح سے ہوئی۔ حضرت کی دو صاحبزادیاں بی بی عزیزہ خاتون رح اور بی بی خدیجہ خاتون رح اور ایک صاحبزادے جناب مولانا ابوالبرکات محی الدین صاحب رح تھے۔

بڑی صاحبزادی بی بی عزیزہ خاتون رح کی شادی اُن کے ننھیالی گاؤں بیل پارا میں جناب سید لطیف اللہ صاحب سے ہوئی، ان کے دو صاحبزادے سید ملیح اللہ صاحب بی اے اور سید صفی اللہ صاحب اور ایک صاحبزادی بی بی معصومہ خاتون ہیں۔

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹۳ کا]

صاحب کی والدہ محترمہ حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب رح کے چچا زاد بھائی کی صاحبزادی تھیں اور جولائی ۱۹۱۲ء میں حضرت رح کے انتقال کے وقت مولانا عبدالسلطان صاحب ۱۴ سال کے تھے۔

---

[1] خط جناب مولانا ابوصالح محمد رضوان الکریم صاحب بندلوری از ۲۱ دیدار بخش لین کلکتہ ۱۶۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۰ جون ۱۹۷۵ء

جناب سید ملیح اللہ صاحب کی عمر تقریباً ۷۵ سال اور بی بی معصومہ خاتون صاحبہ کی عمر تقریباً ۶۵ سال ہے۔ جناب سید صفی اللہ کی عمر تقریباً ۵۵ سال ہے اور وہ فرفرا شریف میں مدرس ہیں[1]۔

حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحبؒ کی چھوٹی صاحبزادی بی بی خدیجہ خاتون کی شادی فرفرا شریف ہی میں جناب قاضی نبیب الرحمان صاحبؒ سے ہوئی۔ ان کے دو صاحبزادے جناب قاضی نجیب الرحمٰن صاحب بی۔اے؛ بی۔ال اور جناب قاضی نسیم الرحمٰن صاحب بی۔اے اور ایک صاحبزادی بی بی بشرہ خاتون ہیں۔ جناب قاضی نجیب الرحمٰن صاحب کی عمر تقریباً ۷۰ سال ہے۔ وہ زیادہ تر ۲۱ دیدار بخش لین کلکتہ ۱۶ میں رہتے ہیں اور کلکتہ ہائی کورٹ میں وکالت کرتے ہیں۔ قاضی صاحب محترم کا ایک چھوٹا سا مکان ضلع گریڈیہہ (بہار) میں مہیش منڈا[2] اسٹیشن کے پاس ہے۔ اس پہاڑی علاقہ کا پانی بہت اچھا ہے اور قاضی صاحب مدظلہٗ تبدیل آب و ہوا کے لئے کبھی کبھی کلکتہ سے مہیش منڈا تشریف[3] لاتے ہیں۔ جناب قاضی نسیم الرحمٰن صاحب کی عمر تقریباً ۶۵ سال ہے اور وہ اس وقت ۲/۲۵

---

[1] خط جناب مولانا عبد السلطان صاحب پوسٹ ماسٹر فرفرا شریف، ضلع ہوگلی مورخہ ۷ اگست ۱۹۷۴ء

[2] ایسٹرن ریلوے کی مدھوپور گریڈیہہ برانچ لائن پر مہیش منڈا ریلوے اسٹیشن ہوڑہ سے (۲۰۰ میل) ۳۲۰ کیلومیٹر کے فاصلہ پر اور سطح سمندر سے تقریباً ۱۰۷۲ فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ ہوڑہ سے کرایہ جو ۳۰۹ کیلومیٹر کا لگتا ہے۔ یہ گریڈیہہ سے نبگا باد کو جانے والی پختہ سڑک پر ۶ میل اتر کی طرف ہے

[3] خط جناب قاضی نجیب الرحمٰن صاحب ۲۱ دیدار بخش لین کلکتہ ۱۶۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۱۲ جنوری ۱۹۷۵ء

پورنا چندر بنرجی لین ڈھاکہ ۱ (بنگلہ دیش) میں قیام رکھتے ہیں[1]۔ ان کی شادی اپنی ماموں زاد بہن بی بی حلیمہ خاتون سے ہوئی۔

حضرت مولانا غلام سلمانی صاحب قدس سرہٗ کی نواسی بی بی بشیرہ خاتون کی شادی فرفرا شریف سے چند میل کے فاصلہ پر بیندپور میں ہوئی[2]۔ آپ کے دو صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہیں۔ بڑی صاحبزادی بی بی صالحہ خاتون کی شادی سعد پور میں ہوئی ہے۔ بڑے صاحبزادے جناب اخوندکار مولانا ابو صالح محمد رضوان الکریم صاحب ہیں، جو عام طور پر ۲۱ دیدار بخش لین کلکتہ ۱۶ میں اپنے ماموں جناب قاضی نجیب الرحمن صاحب وکیل ہائی کورٹ کے ساتھ رہتے ہیں۔ بہار بیگم عرف سیدہ خاتون کی شادی فرفرا شریف میں اور تیسری صاحبزادی مز ملہ بیگم کی شادی اکونی میں ہوئی ہے۔ چھوٹے صاحبزادے جناب اخوندکار ابو الخیر محمد فضل الکریم صاحب ہیں، جو بنکر پور میں رہتے ہیں۔

جناب مولانا غلام سلمانی صاحبؒ کے صاحبزادے مولانا ابو البرکات محی الدین صاحبؒ مدرسہ محسینیہ ہوگلی میں صدر مدرس تھے۔ آپ کی شادی فرفرا شریف سے ۸ میل اُتر موضع غازی پور میں جناب سید عبد المحیط صاحب مرحوم کی صاحبزادی بی بی آسیہ خاتون رحمہا سے ہوئی تھی۔ ان سے دو صاحبزادے جناب ابو الفیض صمصام الدین صاحب اور حمتاز المحدثین جناب مولانا ابو الخیر حسام الدین

---

[1] خط جناب مولانا بشیر الدین صاحب ڈھاکہ ۱ موصولہ ۲ جولائی ۱۹۷۵ء
[2] بیندپور۔ ڈاک خانہ اکونی۔ براہ موسّت (۱۲۷۰۱) ضلع ہوگلی۔

صاحب بی اے (آنرز) اور ایک صاحبزادی بی بی حلیمہ خاتون ہیں۔ بی بی آسیہ خاتون رح کے انتقال کے بعد مولانا ابوالبرکات محی الدین صاحب رح کی دوسری شادی آپ کی اہلیہ مرحومہ کی بہن بی بی شریفہ خاتون سے ہوئی۔ ان سے پانچ صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ ایک کا وصال ہوگیا ہے۔ باقی چار کی شادی ہوگئی ہے۔ بی بی حلیمہ خاتون کی عمر تقریباً چالیس سال ہے۔ اُن کی شادی اپنے پھوپھی زاد بھائی جناب قاضی نسیم الرحمٰن سے ہوئی۔ جو ان دنوں ڈھاکہ (بنگلہ دیش) میں قیام پذیر ہیں۔

جناب مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب رح کے پوتے ابو الفیض عمصام الدین صاحب مدظلہٗ فُرفُرا شریف کے پرائمری اسکول میں مدرس ہیں۔ ان کے چار لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ حضرت رح کے دوسرے پوتے مولانا ابو الخیر حسام الدین صاحب مدظلہٗ نے مدرسۂ عالیہ کلکتہ سے "ممتاز المحدثین" یعنی دورۂ حدیث شریف کی سند حاصل کی۔ پھر فلسفہ میں آنرز کے ساتھ بی۔ اے کی ڈگری لی۔ اس وقت فُرفُرا شریف سے سات میل کے فاصلہ پر ایک ہائر سکنڈری اسکول میں کام کرتے ہیں۔ اور "النسانیت" نامی ایک ہفتہ وار بنگلہ رسالہ کے منتظم ہیں جو ۳۱ کولین اسٹریٹ کلکتہ ۱۶ سے شائع ہوتا ہے۔ جمعیۃ العلمائے ہند کے ایک سرکردہ رُکن ہیں۔ نہایت اچھے خطیب اور فصیح البیان مقرر ہیں۔ پہلی اہلیہ سے آپ کے دو صاحبزادے ہیں۔ پہلی اہلیہ کے انتقال کے بعد مرحومہ کی بہن سے آپ کی دوسری شادی ہوئی۔[1]

---

[1] خط جناب مولانا عبد السلطان صاحب سابق مدرس مدرسہ فتحیہ فُرفُرا شریف ضلع ہوگلی۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۷ ؍اگست ۱۹۷۴ء

دیوان وسیبی کے آخر میں شمس العلماء حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب قدس سرہٗ کے متعلق تین نظمیں شامل ہیں۔ دو نظمیں فارسی میں ہیں اور ایک اردو میں ہے۔ پہلی نظم آپ کے وصال کے متعلق ہے اور اسے آپ کے شاگرد اور مرید فضلی تخلص کے کسی صاحب نے لکھا ہے۔ اس نظم میں کل اکیس[۲۱] اشعار ہیں اس نظم کے کچھ اشعار نقل کیے جاتے ہیں۔

تاریخ وصال کرامت مالامال غوث ربانی قطب حقانی استادنا وشیخنا مولانا صوفی غلام سلمانی العباسی النقشبندی المجددی رفع اللہ تعالیٰ فی مقام المقربین درجاتہ ونفعنا فی الدنیا والآخرۃ برکاتہم۔

حیف از عالم برفت آن عالم قدسی شیم | حیف از دنیا برفت آں اہل دیں را تاجدار
حیف آن خورشید ملت قدوارت مالحجاب | حیف آں نور الٰہی رفت از لیل و نہار
حیف آن کنز معارف شد نہاں زیر زمیں | حیف آں دولت برفت از دست اہل روزگار
حیف آن غوث زماں و رہنمائے اولیا | شد بسوئے خلد بریں تشریف فرما با وقار
حیف روز روشن ما شد شب دیجور غم | چوں شد آن مہر مبیں را ابر رخ پردہ دار
روز دوشنبہ مبارک از رجب خامس عشر | اتباعاً للرسول المجتبیٰ خیر الخیار
درمیان وقت عصر آں پیشوائے اہل عصر | شد مکیں در مقعد صدق جوار کردگار
بود آں وقت وصال عاشق و معشوق را | بود آن وقت نزول رحمت پروردگار
وہ کہ او خود شاد گشت و ما زغم کاہیم آہ | از وصل یار نازاں ما ز ہجرش بے قرار
طالبان حق ہمی گریند در ہر خانقاہ | از فوات پیر و مرشد نزد ہمہ شہر و دیار

این زمان از رحلت شان بیزہ شد فتنہا | شد امام و مقتدی چوں شمع سوزاں اشکبار
نے غلط کردم کہ جملہ ساکنان کلکتہ | بر شاں اہل ہگلی نوحہ گر بے اختیار
خاک پاک ذرۂ کاں مطلع خورشید بود | چوں شفق صدپارہ گشت از ہیں خبر دو نو نزار
ماہ و روز و ساعت رحلت کہ شد مذکور پیش | تا بماند سالہا بر لوح ہستی یادگار

فضیلا چوں ذات پاکش افتخار اولیا ست
"افتخار اولیا" شد سال وصلش آشکار [1]

۱۳۳۰ھ

دوسری نظم بھی فارسی میں ہے۔ اسے حضرت رح کے انتقال سے ڈیڑھ ماہ قبل ۱۸ مئی ۱۹۱۲ء کو ضلع لوا کھالی کے جناب محمد عبد اللہ صاحب نے آپ کی مدح میں لکھا تھا۔ اس نظم میں کل بتیس اشعار ہیں۔ چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں۔

مرحبا اے شمس برج علم و عرفاں مرحبا | مرحبا اے مہر چرخ سر یزداں مرحبا
مرحبا پشت و پناہِ دین احمدؐ مرحبا | مرحبا رونق فزائے باغ عرفاں مرحبا
بود خلق اندر ظلام و رعد و برق گمرہی | ناگہاں شمس ہدایت گشت لمعشاں مرحبا
بود ہر سو ظلمت ناکامی و حزن الم | شکر ایزد شمس رحمت تاباں مرحبا
مرحبا اے گمرہاں را چشم روشن کردہ | خاک پایت نور بہر چشم کوراں مرحبا
مرحبا صدر نشیں سر گروہ عالماں | ذات تو جہل بر تو جہل بزاں مرحبا
عز و فخر عالماں و کاملاں ذات کریم | گشتہ ساطع بر ہمہ چوں دور دوراں مرحبا

---

[1] دیوان وسیمی۔ مطبوعہ کانپور ۱۹۳۵ء۔ ص ۲۲۵-۲۲۳

ای کہ تو شمس لامکانی نے کہ شمس آسماں — نورِ ذاتِ کبریا از تو نمایاں مرحبا

باسگانِ کوئے تو گر نسبتے دارد کسے — گوئے بردہ در شرف از شیر شیراں مرحبا

یک نگاہت عالمِ صد ملک ویراں آمدہ — ذکرِ تو تسکینِ دہ آشفتہ جاناں مرحبا

ای ز تو روشن شدہ آل دودۂ عباسیاں — وز تو نازندہ است آں ارواحِ پیراں مرحبا

تا ابد بادا ذاتِ مجمعِ فضل و کمال — مرکزِ الطافِ جہاں خلق گویاں مرحبا

عبدِ مسکیں راچہ یارا شمۂ از لطفہا
باز گوید جز کہ ہر دم مرحبا صد مرحبا [۱]

تیسری نظم اُردو میں ہے اور اس میں کل پچپن ۵۵ اشعار ہیں۔ یہ نظم مولوی عبدالخالق صاحب نامی کسی مُرید عقیدت مند نے لکھا ہے۔ اس نظم کے بھی کچھ اشعار پیش کیے جاتے ہیں۔

جو وصفِ باطنی ہاں آپ کا ہے — علیم اُس کا جنابِ کبریا ہے

حقیقت معرفت کی سر زمیں میں — اُنہیں کا دیکھنا ڈنکا بجا ہے

ضمیرِ باصفا للہِ حاشا — عجب ایک قلزمِ سرِّ خدا ہے

تجلائے رُخِ زیبا پر اُن کے — چراغِ عرش کا دھوکا ہوا ہے

فریدُ الدہر سب کہتے ہیں اُن کو — وحیدُ العصر بھی نام آپ کا ہے

مُفسّر اور محدّث دیکھ لینا — جہاں میں دوسرا کون آپ سا ہے

ہیں بستانِ فضائل کے گلِ تر — انہیں سے بوئے فطرت آشنا ہے

۱؎ دیوان وہبی۔ مطبوعہ کان پور ۱۹۳۵ء۔ ص ۲۲۷ - ۲۲۶

فرشتے آنکھیں ملتے ہیں اُسی جا | جہاں حضرت کا دیکھا نقش پا ہے
وہ حضرت کے سراپا سے ہویدا | ظلالِ خاصِ لُطفِ کبریا ہے
جدھر تشریف فرما ہوں وہ حضرت | اُدھر جوشِ کرم کی اک ہوا ہے
یہ بندہ عبد خالق احقر الناس | جو حضرت نام لیوا آپ کا ہے
کرم فرمایئے للّٰہ اس پر | بہت ناچار حضرت یہ گدا ہے

رہیں یوم الحشر تک آپ قائم
جناب کبریا میں یہ دُعا ہے[1]

حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب رح کے تمام خلفاء اور مریدوں کے نام معلوم نہیں ہو سکے۔ حضرت رح بیعت کے معاملہ میں سخت تھے اور ظاہرا پیری مُریدی کو پسند نہیں کرتے تھے۔ اس لئے مریدوں کی تعداد کم تھی۔ لیکن آپ کے مریدوں اور ملنے والوں کو آپ سے والہانہ عقیدت[2] تھی۔ آپ کے مریدوں میں حسب ذیل حضرات کے نام معلوم ہوئے ہیں:

۱۔ جناب خان بہادر ابوالخیر محمد صدّیق صاحب[3] رح سابق رجسٹرار اشورنس۔ بنگال۔
۲۔ جناب نواب سراج الاسلام صاحب[4] رح۔ برہم باریا۔ ضلع کومِلّا (بنگلہ دیش)

---

[1] دیوان وحیبی۔ مطبوعہ کان پور ۱۹۳۵ء۔ صفحہ ۲۳۰۔۲۲۸

[2] خط ممتاز المحدثین جناب مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہ۔ گارڈن ریچ کلکتہ مورخہ ۱۳ اگست ۱۹۷۴ء

[3] دیکھئے صفحہ ۱۶۸۔۱۶۷ اور صفحہ ۲۷۰۔۲۶۸ [4] دیکھئے صفحہ ۱۰۹

۳ - جناب نواب سلطان عالم[۱] صاحب رح ٹالی گنج ۔ کلکتہ

۴ - جناب خان بہادر امین الاسلام[۲] صاحب رح انسپکٹر جنرل رجسٹریشن ۔ بنگال

۵ - جناب شاہ صوفی محمد عبداللہ[۳] صاحب رح ۔ لبسکوٹ نزد کریم گنج ضلع کچھار (آسام)

حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب رح کے خلیفہ قطب ارشاد غوث زماں حضرت سید عبدالباری شاہ رح کو جل شانہٗ نے اپنی بے پایاں نعمتوں اور گوناگوں رحمتوں سے نوازا۔ اُن کے درجات اور اعزاز و افتخار کو اتنا بلند فرمایا کہ دورِ جدید کے صوفیائے کرام میں دنیائے طریقت کے اس آفتاب عالم تاب اور اس عاشق صادق کی مثال ملنا مشکل ہے: ؎

این سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

قطب ارشاد حضرت سید عبدالباری شاہ رح کے مورث اعلیٰ حضرت سید محی الدین رح یا حضرت سید موسیٰ رح ←———— تیرھویں صدی علیسوی کے آخیر میں پٹھانوں کی فوج کے امام کی حیثیت سے بنگال تشریف لے گئے۔ بنگال کی فتح کے بعد تقریباً ایک ہزار فوجی پٹھان بنگال کے سابق دارالحکومت تربینی[۴] (ترتی یانی شاہ پور) یا فیروز آباد ادرست گاؤں کے قریب بال گرھ میں

---

۱ ، اور ۲ دیکھئے ص ۱۷۹ ۔ ۳ دیکھئے ص ۵۰ - ۲۴۹

۴ تربینی ضلع ہوگلی میں بانس باریا شہر کا بالکل شمالی حصہ رو ستی کمال کے جنوبی کنارے پر مسلمانوں کے دور کی چند عمارتیں ہیں ۔ ۷۱۳ھ = ۱۳۱۳ء کی مسجد ہے ۔ ظفر خان غازی کا مقبرہ ہے۔ اُن کے بیٹوں کی قبریں ہیں ۔ ظفر خان غازی کا تعلق پانڈوا ضلع ہوگلی کے حضرت صفی الدین صاحب رح

[بقیہ حاشیہ ص ۳۰۳ پر]

میں آباد ہو گئے۔ حضرت سیدؒ صاحب کے مورثِ اعلیٰ بھی یہیں بس گئے اور اُن کا خاندانی سلسلہ بڑھتا رہا۔ حضرت سید عبد الباری شاہ رح کے دادا کا نام سیّد رمضان علیؒ تھا۔ جو علوم ظاہری اور باطنی کے ماہر تھے۔ اور غالباً درس و تدریس کا سلسلہ بھی تھا۔ اُن کے تین صاحبزادے سیّد اکبر علیؒ، سید شمشیر علیؒ اور سیّد احمد علیؒ تھے۔ اوّل الذکر دو نے لاولد انتقال کیا۔ چھوٹے بھائی سیّد احمد علیؒ کے دو لڑکے ہوئے۔ ایک کا بچپن میں انتقال ہو گیا۔ دوسرے سیّد عبد الباری شاہؒ تھے۔

حضرت سیّد عبد الباری شاہ ۱۲۷۶ھ = ۱۸۶۰ء کے قریب بال گڑھ[1] ضلع ہوگلی میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں صحت اچھی نہ تھی۔ آپ کی والدہ محترمہ آپ کی صحت کی طرف سے فکرمند رہتی تھیں۔ لیکن آپ کے والد ماجد کو باطنی طور پر آپ کے اعلیٰ مدارج، شاندار اور روشن مستقبل کا اندازہ تھا۔ حضرت

[بقیہ حاشیہ ص ۳۰۲ کا]

سے ہے۔ ہوگلی گزیٹیر۔ ایس۔ ایس۔ او میلی ۱۹۱۲ء۔

[1] بال گڑھ، مغربی بنگال کے ضلع ہوگلی کے شمالی مشرقی گوشے میں ہوگلی صدر سب ڈویژن کے ایک تھانہ کا صدر مقام ہے۔ یہ ۲۳ درجہ ۸ دقیقہ شمالی عرض البلد اور ۸۸ درجہ ۲۸ دقیقہ مشرقی طول البلد پر ہوگلی ندی کے دائیں کنارے پر واقع ہے۔ بہت پرانی جگہ ہے۔ ایسٹرن ریلوے کی بنڈیل بر ہر وا ٹوپ لائن یہاں سے گذرتی ہے اور اس لائن پر ہوڑہ سے ۶۵ کیلو میٹر اور بنڈیل جنکشن سے ۲۵ کیلو میٹر اتر ایک ریلوے اسٹیشن بھی ہے۔ ۱۹۰۱ء میں بال گڑھ تھانہ کا رقبہ ۸۰ مربع میل اور آبادی ۵۲,۰۲۹ تھی جس میں ۶,۲۴۴ مسلمان تھے۔ ہوگلی ضلع گزیٹیر۔ ایس۔ اے۔ او میلی ۱۹۱۲ء؛ مردم شماری ہند ۱۹۰۱ء بنگال آر ڈی ٹوش ۱۹۰۲ء

سیّد صاحبؒ کے والد سید احمد علی صاحبؒ علوم ظاہری و باطنی کے ساتھ فن کشتہ سازی میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ اپنے انتقال سے کچھ قبل اس فن کا سارا راز اپنے ایک مرید علی بخش کو بتا دیا۔ پھر علالت کا سلسلہ شروع ہوا ایک رات جب لوگ کھانا کھا چکے، تو آپ نے چادر اوڑھ لی۔ ایک بار کلمہ شریف پڑھا اور رحلت فرمایا۔ اس وقت حضرت سید عبدالباری شاہ رحؒ کی عمر صرف چھ سال تھی۔ آپ کے والد محترم نے اپنی حیات میں اپنی اہلیہ سے فرمایا تھا کہ بالی گڑھ کے لوگوں کے اطوار خراب ہیں۔ یہاں عذاب الٰہی کا اندیشہ ہے۔ لہذا بچّے کو لے کر کہیں چلی جانا۔ چنانچہ حضرت کی اس ہدایت کے مطابق آپ کی والدہ آپ کو ساتھ لے کر ہوگلی کے محلہ بالی[1] میں منتقل ہو گئیں اور وہاں چرخہ کات کر نہایت صبر و شکر کے ساتھ زندگی کے دن گذارنے لگیں۔ والد بزرگوار کا سایہ سر سے اٹھ جانے کے باعث آپ کی کفالت کی ساری ذمّہ داری آپ کی والدہ محترمہ پر آ پڑی تھی۔

---

[1] بنگلہ زبان میں بالو کو بالی کہتے ہیں۔ ندی کے کنارے جہاں بالو نکل آتا ہے اس مقام کو بالی کہتے ہیں۔ ہوگلی کے محلہ بالی کے علاوہ ضلع ہوگلی میں ایک دوسرا بالی آرام باغ سب ڈویژن کے گو گھاٹ تھانہ میں آرام باغ سے چھ میل کے فاصلہ پر دوارکیسور ندی کے دائیں کنارے پر واقع ہے۔ ضلع ہوڑہ کے مشہور ریلوے اسٹیشن، صنعتی مرکز اور تھانہ کے صدر مقام بالی سے فرق کرنے کے لئے ضلع ہوگلی کے بالی کو بالی دیوان گنج کہتے ہیں۔ ضلع ہوڑہ کا بالی اضلاع ہوگلی اور ہوڑہ کی سرحد پر ہوگلی ندی کے کنارے آباد ہے۔ اور ہوڑہ سے ۹ کیلومیٹر اتر ہے ۱۹۶۱ء میں بالی شہر کی آبادی ۵۰٫۳۹۷ تھی جس میں مسلمان ۱۱٫۸۷۷ تھے۔ ہوگلی ضلع گزیٹیر ایس۔ ایس او میلی ۱۹۱۲ء ؛ ہوڑہ ضلع گزیٹیر ایس۔ (بقیہ حاشیہ ص ۳۰۵ پر)

حضرت سید صاحبؒ بہت ہی حساس طبیعت تھے۔ اتنی کم سنی میں بھی آپ کو اپنی والدہ کی مجبوریوں اور زحمتوں کا احساس تھا۔ آپ نے حصول معاش کے سلسلہ میں ماں کی مدد کے لئے اپنے ہم عمر بچوں کے ساتھ اینٹ ڈھونے کا کام شروع کیا۔ کئی روز کے بعد کام کے نگراں کو معلوم ہوا کہ آپؒ خاندان سادات سے ہیں۔ چنانچہ وہ بہت ہی ادب و احترام کے ساتھ پیش آیا اور اینٹ ڈھونے کے بجائے کوڑی بانٹنے کا ہلکا کام آپ کے سپرد کیا۔ چار دنوں کے بعد نگراں نے سید صاحبؒ کو ایک روپیہ دیا۔ آپ خوشی خوشی گھر آئے اور روپیہ والدہ محترمہ کی خدمت میں پیش کیا۔ والدہ محترمہ بہت خوش ہوئیں اور فرمانے لگیں "بیٹا! محنت عار کی چیز نہیں۔ کام سے عزت بڑھتی ہے۔ ہمیشہ اس کا خیال رکھنا" اس طرح سید صاحبؒ تقریباً دو سال ہوگلی میں رہے۔

سید صاحبؒ کے ایک خالہ زاد بھائی شہر ہوگلی سے چند میل اُتر قاضی ڈانگہ جہاں اِن دنوں مشہور بنڈیل جنکشن واقع ہے اُس کے متصل تلی ڈانگہ میں رہتے تھے۔ وہ خود غریب آدمی تھے۔ لیکن ہوگلی جاکر حضرت سید صاحبؒ اور اپنی خالہ کو تلی ڈانگہ لے آئے اور رہنے کے لئے ایک چھپر دے دیا۔ سید صاحبؒ کو بنگلہ زبان کے ایک اسکول میں داخل کر دیا گیا۔ لیکن یہ پڑھائی آپ کو پسند نہیں آئی۔ پھر بیل چرانے پر مامور کیا گیا۔ لیکن قرآن شریف کی تعلیم کا شوق غالب تھا۔ اس لئے اس کام میں بھی جی نہ لگا۔ مرزا نیاز علی صاحب

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۴ کا) ایس او میلی اور من موہن چکرورتی ۱۹۰۹ء مردم شماری مغربی بنگال ۱۹۴۷ء۔ آر۔ اے ڈوش۔ سمبر ۱۹۴۲ء

جو ہوگلی کے محلہ بالی میں رہتے تھے اُن سے قرآن شریف کی تعلیم حاصل کیا اور روزانہ نیلا نگہ سے ہوگلی جاتے تھے۔

قرآن شریف کی تعلیم ختم کرنے کے بعد آپ نے پھر حصول معاش کی طرف توجہ کی حسن اتفاق سے ریلوے کے دفتر میں دس روپیہ ماہانہ پر کلرک مقرر ہو گئے۔ اس زمانہ میں آپ کی شادی بھی ہو گئی۔ ریلوے کی ملازمت میں مشاہرہ کے علاوہ بالائی آمدنی بھی تھی۔ زندگی کی دشواریاں ختم ہو گئیں۔ احباب کا مجمع رہنے لگا۔ لیکن قدرت کو سید صاحب رح سے کچھ اور کام لینا مقصود تھا۔ ایک روز والد بزرگوار کو خواب میں دیکھا فرما رہے تھے کہ میری اولاد ہو کر حرام کھاتے ہو۔ صبح ہوئی تو ملازمت سے دل اُچاٹ ہو گیا۔ اور استعفا دے دیا جسے ذمہ دار افسر نے تیرہ دنوں کی فرصت کے بعد بڑی مشکلوں سے منظور کیا۔

ملازمت سے استعفا کے بعد حضرت سید صاحب رح پیچش کے سخت مرض میں مبتلا ہوئے اور لوگ آپ کی زندگی سے مایوس ہو گئے۔ ایک رات والد مرحوم کو خواب میں دیکھا۔ وہ میدان میں گئے۔ کہیں سے دودھ اور چاول لائے کھیر تیار کی اور آپ کو شکم سیر ہو کر کھلایا۔ آنکھ کھلی تو بھوک معلوم ہوئی۔ صبح چہرے پر بشاشت کے آثار ظاہر ہوئے۔ اس کے بعد بالکل تندرست ہو گئے محبت الٰہی کا غلبہ شروع ہوا۔ بیٹھے بیٹھے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتے تھے۔ جنگل میں جا کر تنہائی میں روتے تھے۔ مرشد کی تلاش میں اپنے اُستاد مرزا نیاز علی صاحب مرحوم

سے ملے۔ وہ آپ کے شوق کو دیکھ کر قریب کے گاؤں میں اپنے پیر شاہ نجیب الاسلام کے یہاں لے گئے اور حضرت سیّد صاحب، جناب شاہ صاحب سے مرید ہو گئے لیکن جب شاہ صاحب کے مریدوں نے کہا کہ اب تو آپ مرید ہو گئے، آپ کو نماز، روزہ کی ضرورت نہیں، تو سیّد صاحبؒ کو افسوس ہوا۔ گھر چلے آئے اور ایسی پیری مریدی سے توبہ کیا۔ آپ کو ایسے مرد حق آگاہ کی تلاش تھی، جو تمام حجابات کو اٹھا دے اور آپ کے لئے مشاہدۂ حقیقت کو آسان کر دے۔

حسنِ اتفاق سے اسی زمانے میں کوہنڈہ[1] ضلع اعظم گڑھ (اتر پردیش) کے حضرت کریم بخش علویؒ[2] جو سروے میں انسپکٹر تھے اور جن کو سلسلہ عالیہ چشتیہ

---

[1] کوہنڈہ، ڈاک خانہ کوہنڈہ۔ بلاک اور تھانہ پوٹیز، تحصیل پھول پور، ضلع اعظم گڑھ ۲۶ درجہ ۷ دقیقہ شمالی عرض البلد اور ۸۲ درجہ ۴۴ دقیقہ مشرقی طول البلد پر شاہ گنج جنکشن ضلع جون پور سے پانچ میل اتر پورب واقع ہے۔ نارتھ ایسٹرن ریلوے کا خان جہاں ہالٹ تین میل دکھن ہے۔ یہاں بھر لوگوں کا قلعہ تھا جسے مسلمانوں نے فتح کیا۔ کوہنڈہ کے سات ٹولے ہیں۔ اگیارہ مسجدیں ہیں۔ مدرسہ دینیات بڑے کوہنڈہ کے پچھم میں ہے۔ یہاں حضرت مسکین شاہؒ کے خلیفہ حضرت شیخ نجابت علی شاہؒ اور ان کے خلیفہ حضرت کریم بخش علویؒ کے مزارات ہیں۔ کوہنڈہ اعظم گڑھ سے ۲۸ میل پچھم ہے۔

[2] حضرت کریم بخش علویؒ کا ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۹۱۵-۱۶ء میں انتقال ہوا۔ اجازت و خلافت آپ کو حضرت مولانا مسکین شاہؒ جے پوری کے خلیفہ (بقیہ حاشیہ ص ۳۰۸ پر)

میں اجازت وخلافت حاصل تھی۔ وہ کلکتہ سروے آفس میں حاضری دینے جاتے تھے۔ حضرت سید صاحبؒ کے اُستاد مرزا نیاز علی صاحب مرحوم کو حضرت علویؒ کی آمد کا حال معلوم ہوا، تو اُن کو خوشی ہوئی اور اُنہوں نے سید صاحبؒ کو بلوایا۔ وہ حضرت علویؒ سے ملے اور گزارش کی کہ اللہ اللہ کرنے کا طریقہ بتادیجئے۔ حکم ہوا کہ دستور کے مطابق پہلے مرید ہونا ضروری ہے۔ لیکن سید صاحب مرید ہونے کے لئے راضی نہ ہوئے۔ حضرت علویؒ نے طلب صادق دیکھ کر آپ کو سلسلہ عالیہ چشتیہ کے پاس انفاس کا طریقہ بتادیا۔ سید صاحبؒ گھر لوٹ آئے۔ گھر آتے آتے آپ کا قلب ذاکر ہوگیا۔ آپ کو بڑی مسرت ہوئی۔ رات بھر جاگتے رہے۔ صبح نماز فجر سے ہو کر جاکر حضرت علویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت کو اپنے گھر لائے۔ خود شرف بیعت سے مشرّف ہوئے اور اپنے دو تین آدمیوں کو مرید کرایا۔ پھر حضرتؒ نے آپ کو سلسلہ عالیہ چشتیہ کے ذکر اور مراقبہ کا طریقہ بتایا۔

حضرت سید صاحبؒ پر پیر و مرشد کی تعلیم کا ایسا گہرا اثر ہوا اور اُن کو ذکر وشکر سے ایسی لذّت و حلاوت ملنے لگی کہ ہر قسم کی دنیاوی مشغولیت ختم ہوگئی۔ عزیز و اقارب نے سمجھایا۔ مرزا نیاز علی صاحب نے ذمہ داریوں کا احساس دلایا لیکن اِن باتوں کا کچھ اثر نہ ہوا اور آپ اپنے کاموں میں مشغول رہے۔

[بقیہ حاشیہ صـ۳۰۷ کا]

حضرت شیخ نجابت علی شاہؒ سے حاصل تھی۔ حضرت کریم بخش علویؒ۔ حضرت سید عبدالباری شاہؒ کے پہلے پیر و مرشد اور اُن کے نامور خلیفہ حضرت حافظ حامد حسن صاحب علویؒ (متوفی ۳۰ ستمبر ۱۹۵۹ء) کے والد محترم تھے۔

ایک دن حضرت سید صاحبؒ اللہ اللہ کرنے میں مشغول تھے کہ آپ پر رحمتوں کی بارش ہوئی اور دیکھا کہ سلطان العارفین حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ تشریف لائے آپ کا ہاتھ پکڑا اور ایک وسیع میدان میں پہاڑ کے کنارے لے گئے، جہاں ایک فقیر نفی اثبات کے ذکر میں مشغول تھے۔ ذاکر فقیر کا یہ حال تھا کہ جب لا الٰہ کہتے تو گویا پہاڑ بیچ سے پھٹ جاتا اور جب اِلّا اللہ کہتے تو پہاڑ اپنی حالت پر آجاتا تھا۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ ذکر اس طرح کیا جاتا ہے۔ پھر دونوں حضرات اپنے مقام پر واپس آئے۔ حضرت سید صاحبؒ نے حضرت غریب نوازؒ کی صحبت میں سلوک کی منزلیں طے کرنا شروع کیں۔ جہاں کہیں سخت منزلیں آتیں اور سید صاحب کے وجود میں بلند ہونے کی طاقت نہ ہوتی، تو حضرت سلطان العارفین خواجہ غریب نوازؒ اپنے وجود خاص کے ربط سے سید صاحب کو بلند فرماتے تھے۔ اِس طرح حضرت خواجہ صاحبؒ نے اپنے فیوض باطنی سے آپؒ کو منزل مقصود پر پہنچا دیا۔

اِس کے بعد ابتلا اور آزمائش کا دور شروع ہوا۔ برسات کا زمانہ اور رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ پاس میں صرف ایک پیسہ تھا۔ چند روز چنے پر گذارہ ہوا۔ پھر دو دن فاقے سے گذرے۔ افطار و سحر پانی کے گھونٹوں سے ہوتا رہا۔ اِس صبر آزما منزل میں بی بی صاحبہؒ نے ہر طرح آپ کا ساتھ دیا۔ ہانڈی میں پانی رکھ کر آگ پر رکھ دیتیں کہ محلہ والوں کو آپ کے فاقہ کی خبر نہ ہو۔ اِس حال میں سید صاحبؒ کے ذکر و فکر میں اور زیادہ انہماک ہوا۔ چھپر بوسیدہ ہونے کے باعث چھلنی کی طرح بارش کے قطرے ٹپکنے لگے لیکن اس عاشق صادق

نے ایسے حال میں بھی اپنا کام جاری رکھا۔

اِس بے سروسامانی کے حال میں ایک روز جب سیّد صاحبؒ اللہ اللہ کرنے میں مشغول تھے کہ حضرت غوث الاعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ اور امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ زرق برق لباس میں ملبوس شاہانہ جاہ وجلال کے ساتھ برہنہ تلواریں ہاتھ میں لئے تشریف لائے۔ ایک نے حضرت سیّد صاحبؒ کا دایاں ہاتھ اور دوسرے نے بایاں ہاتھ پکڑا اور ایک بلند مقام پر کھڑا کر کے فرمایا "عبدالباری آج سے تم ولی ہو گئے" کیفیت زائل ہونے کے بعد آپ اپنے کام میں مشغول ہی تھے کہ ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ میر صاحب آپ کا چھپّر بہت بوسیدہ ہوگیا ہے اجازت دیجئے کہ مرمّت کرادوں۔ دوسرے صاحب آئے اور کہنے لگے کہ یہ دو روپے آپ کے لئے نذر ہیں۔ دورِ ابتلا ختم ہوئے۔ اِس کے بعد گرچہ مہینے میں دو چار فاقے ہو ہی جاتے تھے لیکن مسلسل فاقوں کی نوبت نہیں آئی۔

اس کے بعد حُسنِ اتفاق سے آپ کی ملاقات حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب ویسیؒ کے نامور خلیفہ اور اس زمانہ کے مشہور بزرگ حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحبؒ سے ہوئی، جو سلسلہ عالیہ مجدّدیہ سے وابستہ تھے۔ حضرتِ مولانا موصوفؒ کی نگاہ جب سیّد صاحبؒ پر پڑی، تو آپ نے اپنی فراست سے اِن کا حال معلوم کر لیا اور ان کے ذوق وشوق کا اندازہ لگا کر فرمانے لگے کہ آپ اللہ اللہ کرتے ہیں آیئے ہم بھی کچھ بتادیں۔ حضرت سیّد عبدالباری شاہؒ نے خیال کیا کہ میرے تو سلوک ختم ہو چکے

ہیں۔ اب آپ کیا بتائیں گے۔ لیکن ادب کے خیال سے خاموش رہے۔ صرف نماز میں وسوسہ کی شکایت کی۔ عصر کا وقت قریب تھا۔ حضرت مولانا رح نے فرمایا "وضو کیجیے" اور اپنی امامت میں سید صاحب رح کو عصر کی نماز پڑھائی۔ وسوسہ کا آنا ختم ہو گیا۔

اس کے بعد حضرت سید صاحب رح کو حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب رح کی بزرگی کا خیال ہوا اور تعلیم کے لئے آپ کی خدمت میں جانے لگے۔ لطائف عشرہ تک کی تعلیم کے بعد آپ بیعت کی غرض سے حاضر ہوئے۔ لیکن چونکہ حضرت مولانا موصوف رح کو ظاہرا پیری مریدی سے دلچسپی نہ تھی۔ اس لئے آپ نے سید صاحب رح کی آمد کو پسند نہیں فرمایا اور فرمانے لگے جائیے۔ اللہ اللہ کیجئے۔

حضرت سید صاحب رح بہت ہی مغموم گھر واپس آئے اور ابھی وضو کر کے حجرہ میں بیٹھے ہی تھے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رح تشریف لائے۔ حالات معلوم کرنے کے بعد فرمایا گھبرایئے نہیں، اب جایئے مرید کر لیں گے۔ چنانچہ حضرت سید صاحب رح فوراً حضرت مولانا رح کی خدمت میں روانہ ہوئے۔ حضرت موصوف رح نے حسب سابق خفگی کا اظہار کیا لیکن حضرت مجدد صاحب رح کی تشریف آوری کا حال معلوم کرنے کے بعد فوراً سید صاحب رح کو بیعت سے مشرف فرمایا۔ اس طرح سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی باضابطہ تعلیم شروع ہوئی۔ باطنی طور پر خود حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رح آپ کو تعلیم دیتے رہے۔

سلسلہ عالیہ مجددیہ کی تعلیم کے زمانہ میں مقام نفس کے دوائر کی توجہ کے بعد حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب رح نے فرمایا کہ یہاں کسب کو دخل نہیں، کامیابی کا دارومدار محض عنایت خداوندی پر ہے۔ سید صاحب رح کو اپنی محنت کا خیال تھا۔ لیکن یہ سن کر یاس کے آثار ظاہر ہوئے۔ حسب معمول نماز مغرب کے بعد جب مراقب ہوئے، تو اپنے کو ایک وسیع میدان میں پایا، جہاں پر ایک مزار تھا۔ صاحب مزار نے ایسی موثر توجہ دی کہ آپ دھڑام سے نیچے گر پڑے اور مقام صاف ہوگیا۔ وہ مزار کسی پیغمبر کا تھا۔ پھر اللہ جل شانہ کی عنایات سے آپ رح سلوک کے مشکل سے مشکل مقامات طے کرتے رہے اور اعلیٰ سے اعلیٰ مدارج حاصل ہوتے رہے۔

بظاہر آپ کی تعلیم حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب رح کے ذریعہ ہوتی رہی۔ لیکن ائمہ سلاسل یکے بعد دیگرے اویسی طریقہ پر آپ کو اپنے اپنے سلسلہ کی تعلیم دیتے رہے اور خلافت سے سرفراز کرتے رہے۔ ایک بار آپ کسی شخص کے یہاں مہمان تھے اور تنہا ایک حجرہ میں مقیم یاد الٰہی میں مشغول تھے کہ غوث الاعظم حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رح تشریف لائے اور توجہ دینی شروع کی خلافت سے سرفراز فرمایا اور اپنے سلسلہ میں بیعت کی اجازت مرحمت فرمائی اسی طرح دوسرے ائمہ سلاسل حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی رح اور حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رح نے بھی اپنے اپنے سلسلہ کی اجازت اور خلافت بخشی۔ مقام ولایت میں کئی بار حرم کدہ نبوی میں آپ نے حضرت خواجہ اویس قرنی رض کو

کمبل پر جلوہ افروز دیکھا۔ ایک دن حضرت خواجہ اویس قرنی رضؓ نے آپ کو اپنے پاس بلایا۔ مقام فنا کی توجہ دی اور اپنے سلسلہ میں بیعت کرنے کی اجازت دی۔ اس طرح حضرت سید عبدالباری شاہ رحؒ کو سلسلہ چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، مجددیہ، شاذلیہ، قرنیہ اور سلسلۃ الذہب میں بیعت کرنے اور تعلیم دینے کی اجازت ملی اور باطنی طور پر مختلف خدمات سپرد ہونے لگیں۔

کلکتہ سے دکھن ضلع چوبیس پرگنہ کے شہر ڈائمنڈ ہاربر میں ایک ہندوستانی ضعیفہ رہتی تھیں۔ وہ مجذوبہ تھیں اور دنیا کے چالیس ابدالوں میں سے تھیں سید صاحب رحؒ کبھی کبھی اُن سے ملنے جایا کرتے تھے۔ ان کی حضرت سید صاحب رحؒ پر بڑی نظر عنایت تھی۔ مجذوبہ کے انتقال کے بعد پہلی خدمت آپ رحؒ کو ان کی جگہ ملی۔ اس کے بعد اس زمانہ کے قطب مدار شیخ ابوالحسن رحؒ نے جو ظاہری طور پر مکہ معظمہ میں مقیم تھے۔ آپ کی تعلیم کی طرف توجہ کی۔ کبھی وہ ہوگلی تشریف لاتے اور کبھی سید صاحب رحؒ مکہ معظمہ جاتے۔ حضرت شیخ ابوالحسن رحؒ کے وصال کے بعد قطب مدار کے انتخاب کے سلسلہ میں خانہ کعبہ کے قرب وجوار میں اکابر اُمت کا روحانی اجتماع ہوا۔ بڑی بڑی ہستیاں موجود تھیں اور اس عہدۂ جلیلہ کے لئے بہت لوگ امیدوار تھے۔ حضرت سید صاحب رحؒ اپنے کو سب سے نااہل اور کمتر سمجھتے ہوئے سب سے پیچھے کھڑے تھے۔ لیکن آپ ہی کا نام پکارا گیا اور آپ ہی کے سر پر تاج زمردیں رکھا گیا۔ خانہ کعبہ کا محافظ مقرر کیا گیا۔ اس کے بعد آپ قطب مدار کے فرائض انجام دیتے رہے۔

آلٰہی از برائے ہبط انوار رحمانی ۔ امام دورۂ رابع عشر مقبول ربانی
جناب عبد باری دودمان شاہ گیلانی ۔ تعالی اللہ چہ خوبی زیبد فرقش تاج سلطانی
کہ مولد درگہش رانی سزد ناز سلیمانی

قطب ارشاد حضرت سید عبد الباری شاہ رح کی باضابطہ تعلیم طریقت کا آغاز حضرت کریم بخش علوی رح سے ہوا تھا۔ لیکن تقریباً دس سال تک دونوں کی ملاقات نہ ہو سکی۔ دس برس کے بعد حضرت کریم بخش علوی رح کا پھر ہوگلی اور کلکتہ کی طرف جانے کا اتفاق ہوا۔ آپ کو حضرت سید صاحب رح کی ملاقات ذوق وشوق تعلیم اور شرف بعیت کا واقعہ یاد آیا۔ دوبارہ ملاقات ہوئی۔ حضرت سید صاحب رح نے اپنے کچھ حالات آپ سے بیان فرمائے۔ آپ اپنے اس لائق و فائق اور عظیم المرتبت مرید کو کبریت احمر سمجھ کر اپنے ساتھ کوٹھڑہ ضلع اعظم گڑھ لے آئے اور اپنے صاحبزادہ جناب حافظ حامد حسن صاحب علوی رح کو تعلیم طریقت کے لئے آپ کے حوالہ کر دیا۔ جناب سید صاحب رح نے اپنے مرشد زادہ کو اپنی معیت اور ارادت کا شرف بخشا اور اپنے انعامات سے مالامال کر دیا۔ آپ کی تعلیمات اور آپ کے فیوض و برکات سے الحاج جناب حافظ حامد حسن صاحب علوی رح اپنے وقت کے عارف کامل اور بلند پایہ شیخ طریقت ہوئے اور آپ کے ذریعہ احیائے دین کی تحریک اور تعلیم طریقت کو بڑی تقویت اور ترقی نصیب ہوئی

الٰہیٰ العالمین بہر غبار خاک اقدامش ۔ کہ بردارند قدسی و ملائک ناز خدامش
زمین و آسماں بر خویشتن نازاں ازیں ایامش ۔ کمالش بیکراں شد حافظ حامد حسن نامش

شہ من مرشدی من ہادی و محبوب سبحانی

اس طرح کوہنڈہ میں حضرت سید عبد الباری شاہ رح کی آمد و رفت کا سلسلہ شروع ہوا۔ آپ تشریف لاتے اور کافی عرصہ تک قیام فرماتے۔ کوہنڈہ میں حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی رح کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ یہاں حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی رح کی اہلیہ محترمہ رح ہمشیرہ مکرمہ[1] رح اور آپ کے دوست جناب مولوی عبد الصمد صاحب رح آپ کے خاندان کے لوگوں میں عبد الواحد مرحوم، اور کوہنڈہ کے قریب سبرحد[2] کے حاجی سلیم اللہ صاحب مرحوم اور

---

[1] حضرت بی بی عائشہ خاتون رح آپ حضرت حافظ حامد حسن رح سے بڑی تھیں۔ آپ کی شادی منگراواں سے دو میل اتر گنگا گودام پور میں جناب عبد الغفار صاحب قریشی سے ہوئی تھی۔ آپ کے چار صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہیں۔ جناب عبد الجبار صاحب بنارس میں وکالت کرتے ہیں۔ حافظ اخلاق احمد صاحب اور عبد السلام صاحب گنگا گودام پور میں رہتے ہیں اور جناب التفات احمد صاحب شبلی نیشنل کالج گونڈہ میں لیکچرر ہیں۔ صاحبزادی کی شادی موضع آدا تھانہ دیدار گنج میں ہوئی ہے۔

[2] سبرحد ضلع جون پور کے حدود میں اعظم گڑھ کی سرحد پر شاہ گنج سے دو میل دکھن ایک بڑی بستی ہے۔ یہ جون پور سے ۱۹½ میل اتر اور کوہنڈہ ضلع اعظم گڑھ سے ۶½ میل دکھن پچھم ہے۔ یہاں کا خربوزہ اپنی لطافت اور مٹھاس کے لئے مشہور ہے۔ محمد شاہ بادشاہ کے زمانہ میں یہاں نور محمد صاحب رح بڑے عالم اور پریم رنگی شاعر گزرے ہیں۔ فارسی غزلوں کا ایک دیوان، روضۃ الحکایات، پریم مارگی شاعری میں اندراولی اور ایک اور کتاب (بقیہ حاشیہ ص ۳۱۶ پر)

الٰہی بخش صاحب مرحوم اور جلال پور[1] ضلع فیض آباد کے جھناؤں مرحوم (نابینا) اور وزیر مرحوم شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔

جھناؤں مرحوم (نابینا) اور وزیر مرحوم دونوں بیعت کے لئے فیض آباد میں شاہ نیاز احمد صاحب جائسیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ آپ نے اپنے کشف کے ذریعہ ان دونوں کو شنڈہ میں حضرت سید صاحبؒ کی آمد کی اطلاع دی تھی۔ چنانچہ حضرت سید صاحبؒ کی تشریف آوری سے قبل ہی یہ دونوں آپ کی متوقع آمد کے انتظار میں کو شنڈہ آیا کرتے تھے اور جب حضرت سید صاحبؒ تشریف لائے، تو یہ دونوں حلقہ بگوش ہوئے ان دونوں مریدوں کی خصوصیت یہ ہے کہ دونوں ساتھ مرید ہوئے۔ ہمیشہ ساتھ رہے۔ ساتھ ہی دونوں کا جنازہ اٹھا اور ساتھ ہی دفن ہوئے۔

[بقیہ حاشیہ ص۳۱۵ کا]

انوراگ بانسری اُن کی یادگار ہے۔ اندراوتی میں کالنجر کے راج کمار اور اگم پوری کی راج کماری کی داستان عشق ہے۔ یہ ملک محمد صاحب جائسیؒ (متوفی ۱۵۴۲ء) کی کتاب پدماوت کی طرح رمزیہ شاعری کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ انوراگ بانسری کی زبان سنسکرت آمیز ہے۔ ہندی ادب کی تاریخ ڈاکٹر محمد حسن ص ۹۲

[1] قصبہ جلال پور، پرگنہ شرہر پور، تحصیل اکبر پور، ضلع فیض آباد (اُتر پردیش) ٹونس ندی کے دائیں کنارے پر ۲۶ درجہ ۱۸ دقیقہ شمالی عرض البلد اور ۸۲ درجہ ۴۴ دقیقہ مشرقی طول البلد پر اکبر پور سے ۱۳ میل اور فیض آباد سے ۵۰ میل پورب واقع ہے (بقیہ حاشیہ ص۳۱۷ پر)

حضرت سیّد صاحب قدس سرّہٗ کے متوسّلین میں کوسنڈہ کے جناب مولانا عبدالصمد صاحب لکھنؤ میں ملازم تھے۔ اس لئے آپ کو لکھنؤ بھی جانے کا اتّفاق ہوا۔ پروفیسر نواب علی صاحب نے اپنی کتاب "ہندِ جدید کا صوفی" میں مولوی عبدالاحد صاحب رحؒ کے حالات کے ضمن میں آپ کے کسمنڈی[1] جانے کا بھی ذکر کیا ہے[2]۔ قیام لکھنؤ کے دوران ایک دن لوگوں نے آپ سے لکھنؤ کے قطب کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ نے قدرے غور کے بعد نعیم اللہ نام بتلایا۔ لوگ سمجھ گئے کہ یہ مولوی محمد نعیم صاحب فرنگی محلّیؒ ہیں۔ آپ نے اُن سے ملنے کی خواہش ظاہر کی

[بقیہ ص ۳۱۶ کا]

نخوی عالی پور بستی کے رقبہ میں شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر کے نام پر آباد ہے۔ یہاں دو پرانی مسجدیں اور ایک ویران قلعہ ہے۔ بنارس سے فیض آباد ہو کر لکھنؤ جانے والی ریلوے لائن پر معالی پور اسٹیشن یہاں سے سات میل دکھن پچھم اور کچھوچھہ شریف دس میل اتر ہے۔ کاروباری جگہ اور ترقی پذیر شہر ہے۔ کپڑے کی صنعت کا بڑا مرکز ہے۔ یہاں کی آبادی میں آدھے مسلمان ہیں اور کپڑے کی صنعت کی وجہ سے کافی خوش حال ہیں۔ جلال پور اور کچھوچھہ شریف کے مابین نخوت پور ہے۔ جہاں گیارہویں شریف میں بڑا میلہ لگتا ہے۔ فیض آباد ضلع گزیٹیر ایچ۔ آر۔ نیویل الہ آباد ۱۹۰۵ء ص ۲۲۹۔

---

[1] کسمنڈی اتر پردیش کے ضلع لکھنؤ میں تحصیل کے صدر مقام ملیح آباد سے چار میل اتر پورب اور شہر لکھنؤ سے تقریباً ۱۲ میل اتر پچھم کی طرف اودھ کا ایک مشہور قصبہ ہے اس کو کسمنڈی کلاں کہتے ہیں۔ اس کے چند میل اتر پچھم اس سے چھوٹا گاؤں کسمنڈی خرد ہے۔ [2] سوانح حیات سید عبدالباری شاہ رحؒ ... (ص ۱۹۳ / ۱۹۴)

لیکن چونکہ حضرت سیّد صاحب نے ظاہری طور پر کتب درسیہ نہیں پڑھی تھیں اس لئے لوگوں نے مولوی محمد نعیم صاحبؒ جیسے زبردست عالم دین سے آپ کو ملانے میں جھجک محسوس کی۔ لیکن ایک روز آپ خود اٹھے اور مولوی صاحبؒ سے ملنے روانہ ہو گئے اور ٹھیک حضرت مولوی صاحبؒ کے کوٹھے کے نیچے جا کر کھڑے ہو گئے پھر کوٹھے پر جا کر ملاقات کی۔ مولوی صاحبؒ لیٹے تھے۔ بیٹھ گئے اور غور کرنے کے بعد حضرت سید صاحبؒ سے دریافت فرمایا کہ آپ سیّد ہیں۔ سیّد صاحبؒ نے فرمایا۔ جی ہاں۔ پھر دریافت فرمایا کہ آپ پیری مریدی کرتے ہیں۔ حضرت سیّد صاحب نے فرمایا۔ پیری مریدی آپ لوگوں کا کام ہے۔ خدا کے طالبوں کو خدا کے پاس پہنچانا میرا کام ہے۔ مولوی صاحب نے فرمایا آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ اس پر سیّد صاحب نے فرمایا کہ اگر ضرورت ہو تو مجھے بلا لیجئے گا۔

اس زمانہ میں ایک بار حضرت حافظ حامد حسن صاحب علویؒ کے ساتھ اجودھیا[1] جانے کا اتفاق ہوا۔ آپ ایک مزار پہ جو اجودھیا میں مشہور ہے تشریف

[بقیہ ص ۳۱۷ کا]

مرتبہ مرشدنا حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب قبلہ ادام اللہ فیوضہ۔ دہلی ۱۹۵۴ء ص ۵۲

[1] اجودھیا۔ پرگنہ حویلی اودھ۔ ضلع فیض آباد (اترپردیش) شہر فیض آباد سے چار میل اتر پورب دریائے گھاگرا کے جنوبی کنارے پر ۲۶ درجہ ۴۸ دقیقہ شمالی عرض البلد اور ۸۲ درجہ ۱۳ دقیقہ مشرقی طول البلد پر واقع ہے۔ بہت ہی پرانا شہر اور اہم تاریخی اور مذہبی مقام ہے۔ ہندو اسے وشنو جی کی پیشانی سمجھتے ہیں اور اپنے سات تیرتھوں میں (بقیہ حاشیہ ص ۳۱۹ پر)

لے گئے، اور خلاف معمول وہاں تقریباً پندرہ بیس منٹ تک بیٹھے۔ جب حضرت حافظ حامد حسن صاحب علویؒ نے آپ سے صاحب مزار کی شان دریافت فرمائی تو آپ نے فرمایا کہ اولیائے اُمت میں جن کی پرواز عالم قدس میں ہے کوئی ایسا نہیں جس کو ایک نگاہ سے دیکھ نہ لوں۔ مگران صاحب مزار کی طرف ہمت نہ ہوئی۔ دو چار روز رہتا تو ربط خاص کے بعد ہمت سوال کی ہوتی۔ اندازہ ہے کہ کسی نبی کا مزار ہے۔ اس لئے مجھے طاقت دیکھنے کی نہ ہوئی۔ اس کے بعد فرمایا کہ بڑے سے بڑے باکمال ولی کی نسبت انبیاء میں سب سے کم درجہ کے نبی کے ساتھ وہی ہے، جو ایک شیر خوار بچہ کو عالم متبحر سے

اس کے بعد اجودھیا میں امیتھاں کے مصنف حضرت علاء الدین ماہر رحمۃ کے مزار پر بھی مراقب ہوئے۔ گرمی کا زمانہ تھا لو چل رہی تھی۔ حضرت سید صاحبؒ نے چند بار اسمائے رحمت کی تکرار فرمائی اور اسٹیشن روانہ ہو گئے۔ یکے پر راستہ میں ایسی سردی کی کیفیت طاری ہوئی کہ حضرت

[بقیہ حاشیہ ص۳۱۸ کا]

ے ایک تیرتھ۔ یہاں ہندوؤں کے مذہبی پیشوا اور اوتار شری رام کی جائے پیدائش ہے۔ مسلمان مورخین اسے شہر اودھ لکھتے ہیں۔ یہاں تھانہ کے سامنے جو نوگزی قبر ہے اس کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ یہ حام بن نوح علیہ السلام یا ہند بن حام بن نوح علیہ السلام کی قبر ہے۔ اودیا جھاڑ اور بنیا جھاڑ مٹی کی دو چھوٹی پہاڑیوں کے درمیان حضرت شیث علیہ السلام اور حضرت ایوب علیہ السلام کے مزارات ہیں۔ بادشاہ (بقیہ حاشیہ ص۳۲۰ پر)

حافظ حامد حسن صاحب علوی رح کے دانت بجنے لگے۔ عرض حال کے بعد سید صاحب رح نے فرمایا کہ اثر رحمت یہی ہے۔

حضرت سید عبد الباری شاہ رح کے کوئی اولاد ظاہری نہ تھی۔ ایک بار لوگوں نے بہت اصرار کے بعد دعا کے لئے آمادہ کیا۔ حضرت سید صاحب رح نے دعا فرمائی، بعد میں فرمایا کہ اولاد باطنی انشاء اللہ بہت ہوگی۔

حضرت سید صاحب رح نے تقریباً چالیس سال کی عمر میں ۶ رمضان المبارک سنہ ۱۳۱۸ھ، سنیچر ۲۹ دسمبر سنہ ۱۹۰۰ء کو نلڈانگا (منڈیل شریف ضلع ہوگلی) میں انتقال کیا۔ مزار مبارک آپ کا آپ کے خالو نواب جان صاحب مرحوم کے

[بقیہ حاشیہ ص۳۱۹ کا]

سکندر لودی نے حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رح کے بھانجے حضرت جلال الدین رح کی ترغیب سے دونوں مزارات کو پختہ بنوایا اور احاطہ تعمیر کرایا۔ کچھ ہی دور پچھم دوسرے احاطہ میں حضرت جلال الدین رح کا مزار ہے۔ محلہ چراغ دہلی میں حضرت شیخ صدر الدین حکیم دہلوی رح کے خلیفہ حضرت شیخ فتح اللہ اودھی رح (متوفی ۱۴۱۸ء) ان کے بیٹے حضرت شاہ قاسم رح اور ان کے صاحبزادے حضرت درویش محمد رح (متوفی ۱۴۹۰ء) کے مزارات ہیں۔ تالاب اجودھیا کے کنارے بلندی پر حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رح کے خلیفہ حضرت شمس الدین فریاد رس رح کا مزار ہے۔ خرد مکہ میں حضرت میر احمد نور آسنی خرد مکہ رح عرف سید احمد ماہ رو اور سید علاء الدین خراسانی رح مصنف مامقیمان کے مزارات ہیں۔ سوار گدر کے پاس مراد ڈولہ میں ایک ٹیلہ پر حضرت شاہ جوان غوری رح کا اور قلعہ رام کوٹ کی فصیل پر عہد بابری کے خواجہ مسجی رح کا مزار ہے۔ رجنم استھان مندر اور (بقیہ حاشیہ ص۳۲۱ پر)
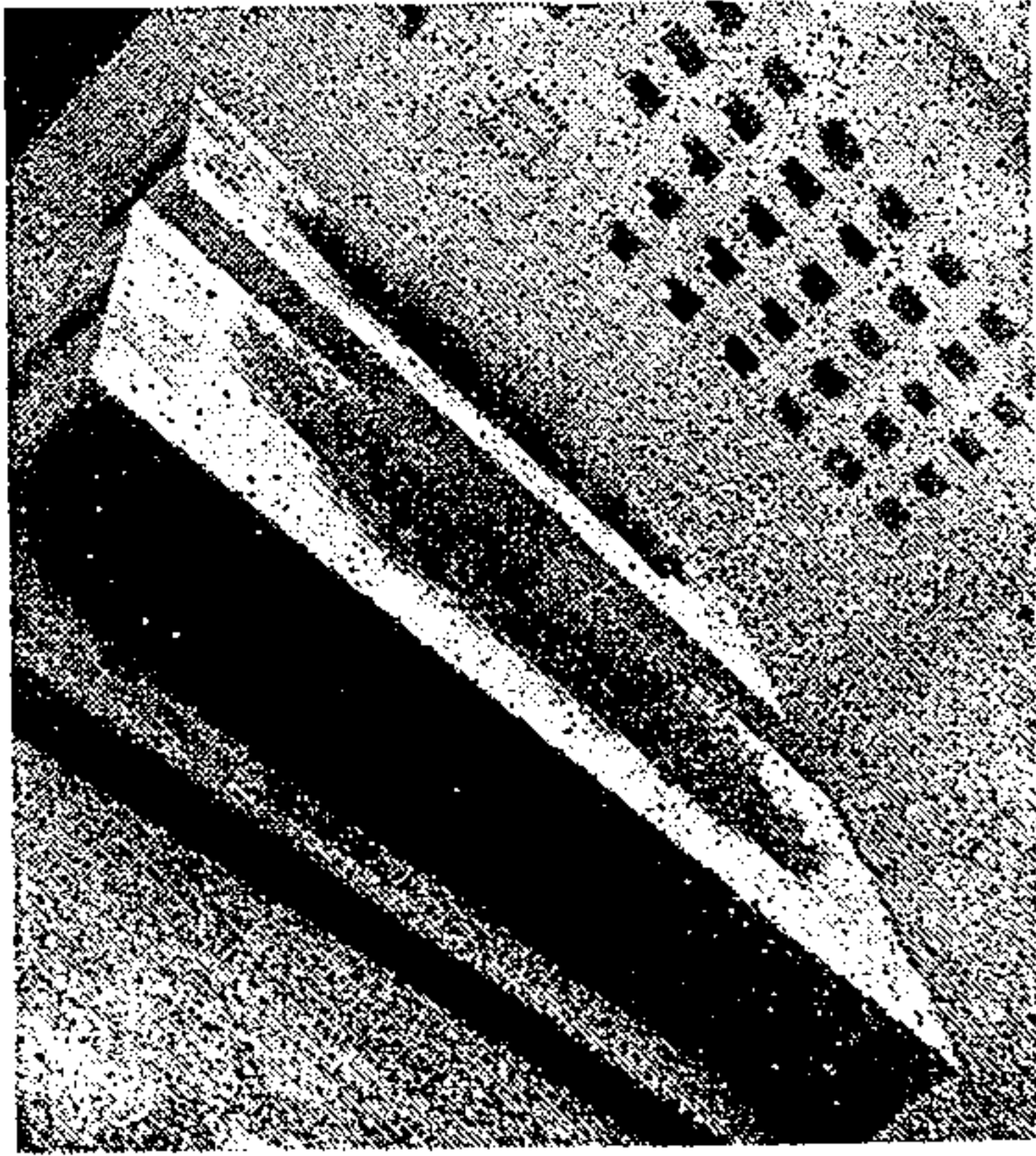
۱۶۔ مزار پُر انوار حضرت سیّد عبدالباری شاہ رح۔ بنڈیال شریف ضلع خوشاب

مکان کے پاس نل ڈانگہ مسجد کے بیرونی گوشہ میں ہے۔ یہ مسجد بنڈیل[1] ریلوے جنکشن کے ٹھیک سامنے پچھم، اسٹیشن کے مین گیٹ اور بکنگ آفس سے تقریباً دو[2] فرلانگ دکھن کی طرف ریلوے انسٹی ٹیوٹ اور ریلوے کنٹین کے مابین اسٹیشن روڈ اور ریلوے احاطہ کے کنارے واقع ہے۔ قطب ارشاد حضرت سید عبدالباری شاہؒ کا قد میانہ، بدن اکہرا اور رنگ ہلکا سانولا تھا۔ لباس میں معمولی سا کرتہ اور لنگی ہوتی۔ سر پر کبھی عمامہ باندھتے اور کبھی دو پلی ٹوپی ہوتی۔ ہاتھ میں عصا رکھتے تھے۔ طبیعت میں سادگی، تواضع اور خاکساری بہت تھی۔ معمولی جھونپڑے میں سیدھے سادے طریقہ سے زندگی بسر کرتے تھے۔ کھانے کی پرواہ

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۰ کا]

مسجد بابر تھا کے پاس گنج شہیداں ہے۔ فیض آباد ضلع گزیٹیر اچ۔ آر نیویل ۱۹۰۵ء؛ گم گشتہ حالات اجودھیا۔ مولوی عبدالکریم۔

[1] بنڈیل شریف ضلع ہوگلی ۲۲ درجہ ۵۶ دقیقہ شمالی عرض البلد اور ۸۸ درجہ ۲۵ دقیقہ مشرقی طول البلد پر ضلع کے صدر مقام چنسورہ سے تقریباً پانچ میل اتر پچھم کی طرف واقع ہے۔ ہوگلی یہاں سے تین میل پر ہے بنڈیل جنکشن سے نل ہاٹی اور عظیم گنج کو لائن جاتی ہے۔ بنڈیل جنکشن ہوڑہ سے ۲۵ میل (۴۰ کیلومیٹر) اتر اور بردوان جنکشن سے ۳۴ میل (۵۵ کیلومیٹر) دکھن پورب کی طرف ہے۔ بنڈیل جنکشن قاضی ڈانگہ موضع میں ہے اور نل ڈانگہ اس سے متصل پورب ہے۔ خاص بنڈیل، بنڈیل جنکشن سے ایک میل دکھن پورب شہر ہوگلی کے حدود میں ہے۔ جہاں پرتگالیوں کے عہد کا چرچ اور سرکٹ ہاؤس ہے۔ تربینی شاہ پور (فیروز آباد) اور ست گاؤں کے تاریخی مقامات بنڈیل جنکشن سے قریب ہیں۔ بنڈیل شریف کلکتہ سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۲ پر)

نہ تھی۔ مِل جاتا تو کھا لیتے، ورنہ توکّل ہی پر ساری رات عبادت میں گزار دیتے تھے۔ اپنے احباب اور متوسّلین سے کسی قسم کا امتیاز گوارا نہیں فرماتے تھے اسلاف کا بے حد احترام کرتے اور اصحاب کمال سے ملنے میں کسرِ شان نہیں سمجھتے تھے۔ تحمّل اور بُردباری کا مادّہ بہت تھا۔ سیّد صاحبؒ کو ساری زندگی میں کبھی غصّہ نہیں آیا۔ کبھی اپنے احباب پر خفا نہیں ہوئے۔ ہر لمحہ اتباعِ سُنّت کا خیال رہتا تھا۔

حضرت سیّد صاحبؒ اپنے معمولات اور اوراد و وظائف میں زیادہ وقت مراقبہ میں صرف فرماتے۔ مغرب، عشا اور فجر کے بعد تین تین گھنٹے، چاشت اور ظہر کے بعد ایک ایک گھنٹہ مراقبہ میں بیٹھتے تھے۔ صلوٰۃ التسبیح سفر میں روزانہ ایک بار اور گھر پر دو بار پڑھتے تھے۔ پیر و مرشد کا بڑا ادب و احترام کرتے اور اپنے متوسّلین کو اولاد کی طرح پیار کرتے تھے۔ آپ کے مریدین بھی دل و جان سے آپ پر فدا تھے۔

حضرت سیّد صاحبؒ پر کبھی کبھی جذب کی کیفیت طاری ہوتی تھی اور اس حال میں جو شخص بھی آپ کے قریب آتا، یا جس پر آپ کی نگاہ پڑ جاتی۔ وہ بھی بیہوش ہو کر گر جاتا تھا۔ چنانچہ ایک بار کو بنڈہ ضلع اعظم گڑھ میں نمازِ عصر اور نمازِ مغرب

[بقیہ حاشیہ ۳۲۱ کا]

۲۸ میل اتر اور فرفرا شریف سے ۱۲ میل اتر پورب کی طرف ہے۔ یہاں کا تھانہ جینسورہ اور ڈاک خانہ بنڈیل جنکشن ہے۔ گرینڈ ٹرنک روڈ (قومی شاہراہ ۲) بنڈیل جنکشن کے مشرق سے گذرتی ہے۔

کے مابین اور اُس کے بعد بھی بہت دیر تک حالت جذب میں رہے۔ حضرت حافظ حامد حسن صاحب علویؒ اور نمبر محلہ کے حاجی سلیم اللہ صاحب مرحوم اور حضرت حافظ حامد حسن صاحب رحؒ کی ہمشیرہ محترمہ پر سید صاحبؒ کو اس حال میں دیکھ کر جذب کی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ حالت جذب میں سید صاحبؒ یہ شعر پڑھتے رہے:

سازم آباد خدایا دل ویرانے را
یا مدہ جہرستاں، ہیچ مسلمانے را

حضرت سید صاحبؒ کو کشف و انشراح کے لئے کیفیت طاری کرنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ آپ کھلی آنکھوں سے وہ باتیں مشاہدہ فرماتے جو بڑوں بڑوں پر کیفیت و استغراق میں ظاہر ہوتی ہیں۔

حضرت سید صاحبؒ نے گو بظاہر زیادہ تعلیم نہیں پائی تھی۔ کبھی لکھنے کی ضرورت پیش آتی تو الفاظ کو اُردو کے الگ الگ حرفوں میں تحریر فرماتے، لیکن انکشاف باطنی کا یہ حال تھا کہ جب کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو بتعیین صفحہ و سطر کتاب کا حوالہ دیتے۔ ایسا معلوم ہوتا کہ گویا علوم و فنون کے دفتر آنکھوں کے سامنے کھلے پڑے ہیں۔

حضرت سید صاحبؒ کے بچپن کا ایک واقعہ ہے۔ اُن کی عمر تقریباً آٹھ سال تھی۔ اور شہر ہوگلی کے محلہ بالی[1] سے اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ اپنے خالو

---

[1] بالی شہر ہوگلی کا ایک حصہ ہے۔ شہر کے شمالی حصہ خاص نیڈیل اور خاص ہوگلی کے
(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۴ پر)

نواب جان صاحب مرحوم کے یہاں نلدانگہ (موجودہ نیلا پل خبلنس) میں آگئے تھے۔
ایک دن محلہ کے دو تین آدمی آپؒ کے پاس آئے اور ناریل چرانے کی غرض
سے آپ کو اپنے ساتھ لے جانا چاہا۔ آپؒ نے انکار کیا۔ لیکن ان لوگوں کے اصرار
پر آخر ان کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہو ئے۔ درختوں کے قریب پہنچ کر اُن لوگوں
نے ناریل توڑنا شروع کیا اور آپؒ کو کچھ دور پر اس لئے کھڑا کر دیا کہ کوئی آ نے
نہ پائے۔ یہ جگہ قبرستان کے قریب تھی۔ دفعتًا دیکھا کہ پاس کی قبر سے ایک مُردہ
آپ کے قریب آیا اور کہا کہ حضرت! آپؒ اس کام کے لئے نہیں پیدا کئے گئے ہیں
چنانچہ آپؒ ان لوگوں کو اسی حالت میں چھوڑ کر واپس آگئے۔

حضرت سیّد صاحب رح کو تصرّف کی بہت زیادہ طاقت حاصل تھی لیکن
اس کے باوجود آپؒ بہت کم تصرّف فرماتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کے پیر و مرشد
حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحبؒ آپ کی قیام گاہ پر تشریف لائے۔ مکان

[بقیہ حاشیہ ص۳۲۳ کا]

مابین واقع ہے۔ خاص ہوگلی شہر بالی سے دکھن پورب ہے۔ جو پہلے یہ بہت گھنا آباد تھا۔
سرکاری کچہریاں یہیں تھیں۔ سنہ ۱۷۹۶ء میں سرکاری کچہریاں اور دفاتر اور سنہ ۱۹۰۹ء میں انسپکٹر
آف اسکولس کا دفتر ہوگلی سے چنسورہ منتقل کر دیا گیا۔ اس سے شہر کے اس حصّہ کو نقصان ہوا۔
بالی کے کچھ حصّہ کو رائے رایان بھی کہتے ہیں۔ بالی کے خار یار امیں بھکاری داس کا اکھاڑہ ہے
بھکاری داس تربینی شاہ پور (فیروز آباد) کے ظفر خاں غازی کے زمانہ میں تھے۔ ہوگلی
ضلع گزیٹیئر۔ ایس۔ ایس۔ او میلی اور من موہن چکرورتی سنہ ۱۹۱۲ء ص ۲۶۹

کے قریب کچھ قبریں تھیں جن پر عذاب ہو رہا تھا۔ حضرت مولانا موصوفؒ نے فرمایا میر صاحب! آپ یہیں رہتے ہیں اور ان لوگوں پر عذاب ہوتا ہے۔ پھر حضرت مولانا موصوفؒ نے توجہ فرمائی۔ اللہ جل شانہٗ نے آپ کی توجہ کی برکت سے اُن مُردوں کو نجات بخشی۔

کوہنڈہ میں اکثر نمازِ عصر سے پہلے یا بعد تالاب کی طرف ٹہلنے تشریف لے جاتے تھے۔ ایک بار کرامت کے سلسلہ میں فرمایا کہ مُردہ کو زندہ کر دینا بڑی کرامت نہیں۔ بلکہ کرامت یہ ہے کہ دوزخی کو بہشتی بنا دیا جائے۔

حضرت امام ربانی مجدّد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو اندراج النہایت فی البدایت[1] کے اصول پر جاری کر کے اس کی تکمیل فرمائی۔ حضرت سید صاحبؒ نے دوسرے سلسلوں کو بھی اندراج النہایت فی البدایت کے اصول پر جاری کر کے اس کی تکمیل کی۔ کوہنڈہ میں پہلے یہ خیال آیا کہ

---

[1] حضرت مجدّد الف ثانی رح سے قبل نفس سے اصلاح کی ابتدا ہوتی تھی اور قلب پر انتہا۔ حضرت مجدّد الف ثانیؒ نے اپنی تعلیم کا سلسلہ قلب کی اصلاح سے شروع کیا۔ اس لئے جہاں دوسروں کی انتہا ہے وہاں ان کی ابتدا ہے۔ اسی بنا پر اس طریقہ کے بزرگوار پہلی ہی صحبت میں وہ شئے عطا فرماتے ہیں جو دوسرے طریقے کے منتہیوں کو کہیں آخر میں حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے اس طریقہ کو اندراج النہایت فی البدایت یعنی انتہا کا ابتدا میں درج ہونا کہاہے۔ سوانح حیات سید عبدالباری شاہ رح۔ مرشدنا الحاج مولانا محمد سعید خان قبلہ ادام اللہ فیوضہٗ۔ دہلی ۷۶ ۱۹۵۵ء

سلسلہ عالیہ چشتیہ کو بھی اسی اصول پر چلائیں۔ تردد یہ تھا کہ طریقہ کے امام تائید فرمائیں گے یا نہیں۔ چنانچہ دس بارہ منٹ ہماموشن رہے اس درمیان میں سلطان العارفین حضرت خواجہ معین الدین چشتی رح سے اجازت حاصل کرلی۔

حضرت سید عبدالباری شاہ رح بھی اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب رح کی طرح پیری مریدی کے مروجہ طریقہ کو پسند نہیں فرماتے تھے چنانچہ اس بنا پر آپ نے کوشش کی کہ بیعت کرنے اور مرید ہونے کا سلسلہ ہی ختم ہوجائے اور بغیر بیعت ہوئے بھی طالب منازل سلوک کو طے کرسکے۔ لیکن لطائف عشرہ[1] کی تعلیم کے بعد بغیر مرید کئے طالب کا آگے بڑھنا مشکل نظر آیا۔ چنانچہ مجبوراً لطائف عشرہ کی تعلیم ختم کرنے کے بعد مقام توبہ کی توجہ سے پہلے بیعت کو ضروری قرار دیا۔

قطب مدار سے عالم خالی نہیں رہتا۔ ایک جاتا ہے دوسرا آتا ہے۔ ایک قطب مدار کے انتقال کے بعد فوراً دوسرے کا تقرر دنیا میں آتا ہے۔ لیکن قطب ارشاد کا ہر وقت موجود رہنا ضروری نہیں۔ اس کی روحانیت اپنا کام کرتی رہتی ہے چنانچہ قطب ارشاد کبھی کبھی پیدا ہوتے ہیں۔ اس کا تعلق رشد و ہدایت سے ہوتا ہے حضرت سید عبدالباری شاہ رح اپنے زمانے کے صرف قطب مدار ہی نہ تھے۔ بلکہ اللہ جل شانہ نے آپ کو قطب ارشاد کا درجہ بھی عطا فرمایا تھا چنانچہ

---

[1] لطائف عشرہ: قلب۔ روح۔ سر۔ خفی۔ اخفی۔ نفس۔ آب۔ باد۔ نار۔ خاک

آپ کے وصال کے ۵۷ سال گذرنے کے باوجود آپؒ کی روحانیت ایمان و معرفت اور رشد و ہدایت کا نُور پہنچا رہی ہے۔ آپ کے فیوض و برکات جاری ہیں آپ کے اثرات سے بہت سارے مسلمان دین کے صحیح راستے پر آرہے ہیں۔ اُن کے قلب نور ایمان کی روشنی سے جگمگا رہے ہیں۔ کچھ لوگ دائرہ اسلام میں بھی داخل ہو رہے ہیں سلسلہ کا کام بڑھتا اور پھیلتا جا رہا ہے۔

ایک دن حضرت سیّد صاحبؒ اپنے گوشہ خاص میں وضو فرما رہے تھے۔ اثنائے وضو میں خیال آیا کہ میں ایک گوشہ نشین غریب آدمی ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ میری ذات تک محدود رہے گا اور یہ کیفیت بصورت غم ظاہر ہوئی۔ لیکن بشارت خداوندی نے آپ کو مسرور و شادماں کر دیا۔ معلوم ہوا کہ اللہ جل شانہٗ اس سلسلہ کو شرق سے غرب تک عام کریں گے۔ حضرت سیّد صاحبؒ کی برکت سے اس کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔ آج ہندوستان کا شاید ہی کوئی بڑا گوشہ ایسا ہو جہاں اس کی تبلیغ نہ پہنچی ہو اور لوگ اس سے متوسّل نہ ہوئے ہوں اور وہ وقت دُور نہیں جب کہ انشاء اللہ نہ صرف برّعظیم ہندوستان، بلکہ بر و بحر میں اس کی اشاعت ہو چکی ہوگی۔

دسمبر ۱۹۰۰ء میں حضرت سیّد صاحبؒ کے وصال کے وقت آپؒ کے مریدین اور متوسّلین کی کل تعداد ۲۸ تھی۔ جن میں ۱۵ کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ جناب بخیبن بُوا صاحبہ مرحومہ بنگال۔

۲۔ جناب نظام الدین صاحب مرحوم۔ فریدپور بنگلہ دیش

۳۔ جناب امانت اللہ صاحب مرحوم بنگال

۴۔ جناب عید و بخشی مرحوم بنگال

۵۔ جناب فرید مرحوم بنگال

۶۔ جناب حاجی سلیم اللہ صاحب مرحوم سبز گڈ ضلع جون پور

۷۔ جناب الٰہی بخش صاحب مرحوم سبز گڈ ضلع جون پور

۸۔ جناب حسین علی صاحب مرحوم بڑی پور ضلع اعظم گڑھ

۹۔ جناب مولوی عبدالصمد صاحب مرحوم کوہنڈہ ضلع اعظم گڑھ

۱۰۔ جناب مولوی عبدالاحد صاحب مرحوم کسمنڈی ضلع لکھنو

۱۱۔ جناب جھنباؤں مرحوم (نابینا) جلال پور ضلع فیض آباد

۱۲۔ جناب وزیر مرحوم جلال پور ضلع فیض آباد

۱۳۔ جناب اہلیہ محترمہ حافظ حامد حسن صاحب علوی رح کوہنڈہ اعظم گڑھ

۱۴۔ جناب بی بی عائشہ خاتون صاحبہ ہمشیرہ مکرمہ حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی رح

کوہنڈہ ضلع اعظم گڑھ

۱۵۔ حضرت الحاج الحافظ حامد حسن صاحب علوی رح کوہنڈہ ضلع اعظم گڑھ

بجین بُوا صاحبہ بڑی باکمال اور روشن ضمیر گذری ہیں۔ کلکتہ سے تلاش حق میں حضرت سید صاحب رح کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ توجہ دینے کے بعد گھر میں گئیں۔ آثارِ ذکر اعصاب و جوارح میں جھنجھناہٹ کی شکل میں ظاہر ہوئے۔ پھر جذب کی کیفیت طاری ہوئی۔ حضرت سید صاحب رح اپنے شغل میں تھے۔ وہ آئیں اور زمانہ

گرمیں سید صاحبؒ نے آنکھیں کھولیں تو عورت دیکھ کر ترس کھایا۔ آئندہ اکثر آپ کے ساتھ رہیں اور کئی بیماریوں میں آپ کی خدمت کا شرف حاصل کیا۔

حضرت سید صاحبؒ کے وصال کے وقت بچپن بوا صاحبہ نے دریافت کیا تھا کہ آپ کے بعد اس کام کو کون جاری رکھے گا۔ تھوڑی دیر تامل فرمانے کے بعد حافظ حامد حسین صاحب علویؒ اور مولوی عبدالصمد صاحبؒ کا نام لیا۔ بوا صاحبہ نے فرمایا کہ یہ ابھی کم عمر ہیں اس پر حضرت سید صاحب نے فرمایا کہ "میں تو ہوں"

عیدو بھشتی مرحوم ایک دفعہ دریا سے پانی لے رہے تھے کہ پانی سے ایک ہاتھ نمودار ہوا لیکن وہ اس طرح قطعاً متوجہ نہیں ہوئے حضرت سید صاحب سے آکر عرض کیا حضرت نے نگاہ کی اور فرمایا کہ حضرت خضر علیہ السلام تھے دوسرے دن حسب معمول جب پانی لینے گئے، تو حضرت خضر علیہ السلام دریا سے باہر کھڑے ہوکر بھشتی مرحوم کو بلانے لگے۔ لیکن مستوں کا حال ہی جدا ہوتا ہے۔ بھشتی مرحوم یہ کہتے ہوئے حضرت سید صاحبؒ کی طرف چل دیئے کہ آج تک آپ نہ ملے۔ جن کے پاس جانے کی برکت سے آپ بلا رہے ہیں۔ انہیں کے پاس کیوں نہ جائیں۔

جناب مولانا عبدالصمد صاحبؒ کو اجازت و خلافت حاصل ہے آپ کا مزار کوہنڈہ ضلع اعظم گڑھ میں بستی سے پورب عام قبرستان کے ایک گوشہ میں ہے

قطب ارشاد حضرت سید عبدالباری شاہؒ کے حالات کے متعلق ۸۸ صفحات کی ایک کتاب "سوانح حیات امام الطریقہ السید عبدالباری شاہ رحمۃ اللہ علیہ" کے نام سے ہادینا و مرشدنا الحاج مولانا محمد سعید خاں صاحب قبلہ ادام اللہ

فیوضہ نے مرتب کیا اور آپکے پیر و مرشد حضرت الحاج الحافظ حامد حسن صاحب علوی نے اس کا مطالعہ فرما کر ضروری تبدیلیاں کردیں اور کتاب جناب مولانا آزاد رسول صاحب مدظلہ انچارج جامعہ پرائمری سکشن کے زیر اہتمام جیّد برقی پریس۔ بلی ماران۔ دہلی میں چھپ کر ۱۹۵۲ء میں جامعہ نگر۔ دہلی سے شائع ہوئی۔ حضرت سیّد عبدالباری شاہ رح کے متعلق تمام حالات اُسی کتاب سے ماخوذ ہیں۔ اور راقم الحروف نے فیوض و برکات کے خیال سے اعلیٰ حضرت قبلہ عالم ادام اللہ فیوضہ کی عبارت کو قدرے اختصار کے ساتھ بجنسہٖ نقل کر لیا ہے۔

نبدلیل شریف میں نل ڈانگہ مسجد جہاں حضرت سید عبدالباری شاہ رح کا مزار مبارک ہے۔ اس کے پیچھے آپکے مرشد زادہ اور چہیتے خلیفہ حضرت الحاج الحافظ حامد حسن صاحب علوی رح نے مریدین اور متوسلین کے قیام اور عبادت و ریاضت کے لئے ایک کشادہ خانقاہ تعمیر کرائی۔ اس خانقاہ میں تین کمرے۔ ڈیوڑھی۔ برآمدہ۔ ایک حجرہ اور دونوں طرف کشادہ صحن ہے۔ عمارت کے باہر بھی خانقاہ کی زمین باقی ہے۔ خانقاہ کا دروازہ شاندار اور بلند ہے۔ خانقاہ کے اندر عام طور پر صرف سلسلہ کے متوسلین قیام کرتے ہیں اور وہاں کسی غیر شرعی اور خلاف سنت کام کی اجازت نہیں ہے۔ مسجد اور مزار شریف سے متصل م تر پورب گوشہ میں حضرت سیّد صاحب رح کے خالو نواب جان صاحب مرحوم کی اولاد کا آبائی مکان ہے۔ اسی میں اُس خاندان کے چشم و چراغ جناب ابوالکلام

۱۷ - خانقاہ بنڈیل شریف ۔ ضلع ہُوگلی
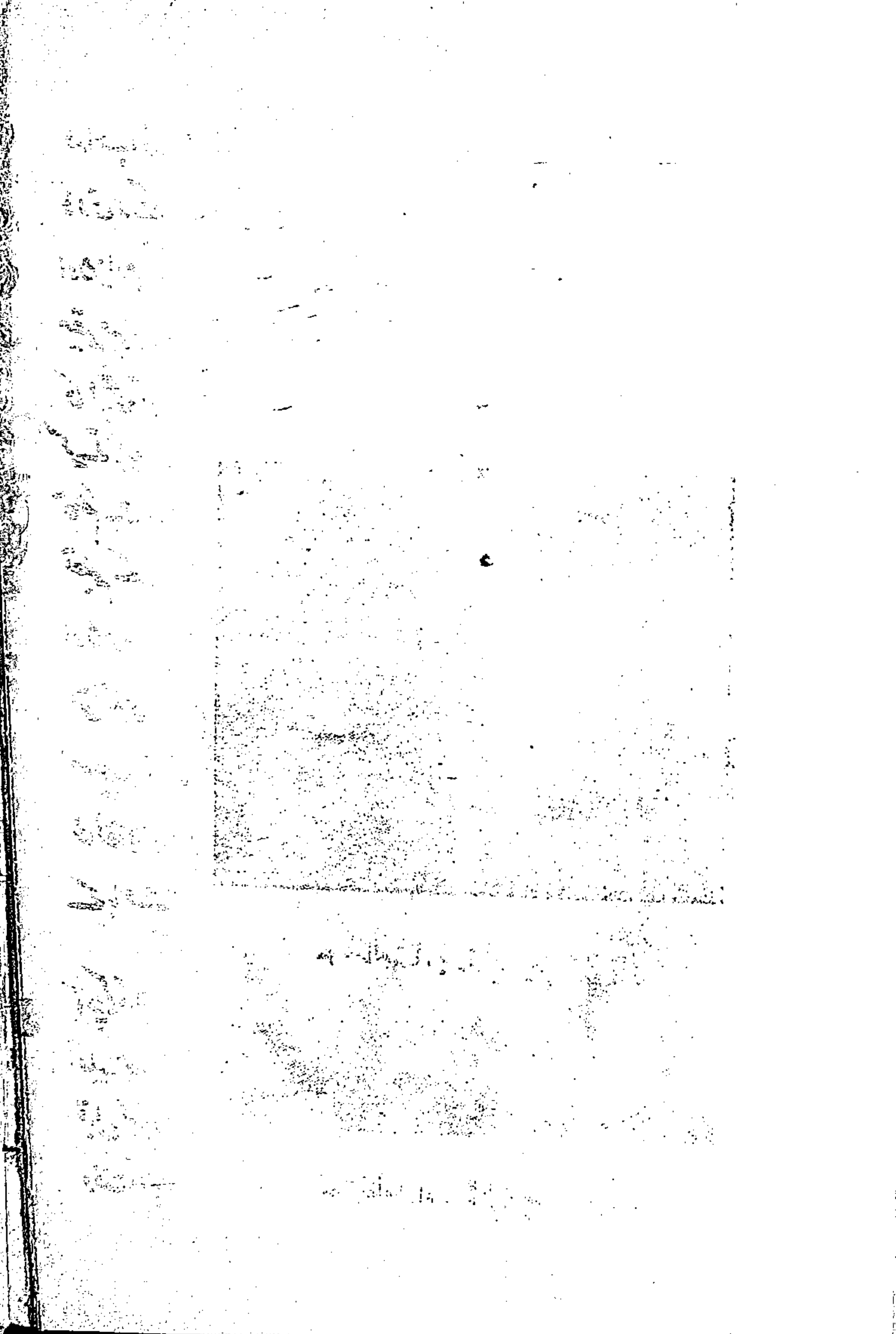
صاحب بی۔ ایس۔ سی رہتے ہیں۔ وہ نہایت دیندار نوجوان ہیں۔ تصوف کا ذوق رکھتے ہیں۔ حضرت سید صاحبؒ کی اُن پر نگاہ کرم ہے۔ وہی مسجد، خانقاہ اور مزار مبارک کی حفاظت اور نگرانی کے فرائض انجام دیتے ہیں اور خانقاہ میں مقیم مہمانوں کے آرام و آسائش کا خیال رکھتے ہیں۔ مسجد کے آس پاس مسلمانوں کی اچھی آبادی ہے۔ اُن میں سے کچھ ریلوے میں ملازم ہیں اور کچھ اپنا کاروبار کرتے ہیں۔ قبرستان کی حفاظت کے لئے ابو الکلام صاحب کی نگرانی میں ایک کمیٹی قائم ہے۔ مسجد کے قریب جماعت اسلامی کلکتہ دفتر کی طرف سے بچوں کی دینی تعلیم کے لئے ایک مدرسہ ہے۔ مسجد میں پانی اور بجلی کا انتظام ہے۔ مشرقی اور مغربی بنگال، مشرقی بہار یعنی پورنیہ اور ٹاٹانگر جمشید پور کے مریدین اور متوسلین کی آسانی کے خیال سے ہادینا و مرشدنا حضرت الحاج مولانا محمد سعید خاں صاحب قبلہ ادام اللہ فیوضہٗ سال میں چند ماہ نبڈیل شریف خانقاہ میں قیام فرماتے تھے۔ لیکن ادھر دو تین سال سے علالت اور کمزوری کے باعث حضور قبلہ مدظلہٗ کو نبڈیل شریف جانے کا اتفاق نہیں ہوا ہے۔

قطب ارشاد حضرت سید عبد الباری شاہ قدس سرہٗ کے جانشین آپکے مرشد زادہ اور چہیتے خلیفہ حضرت حافظ حامد حسن علوی رحمۃ اللہ علیہ ہوئے۔ دسمبر ۱۹۰۰ء میں حضرت سید صاحبؒ نے اپنے انتقال سے چند روز قبل بجنین بُدا رحؒ سے آپ کی خلافت کا ذکر کیا تھا۔ پیر و مرشد کے انتقال کے وقت آپ برما میں تھے اور عمر شریف تقریباً تیس ۳۰ سال تھی۔ وہاں معلمی کی خدمت

پر مامور تھے۔ پیر و مرشد کی علالت کا خط ملتے ہی ملازمت سے استعفا دے کر بنارس تشریف آئے۔ لیکن آپ کی تشریف آوری سے قبل ہی حضرت سید صاحب قدس سرہٗ کا وصال ہو چکا تھا۔

حضرت حافظ حامد حسن صاحب علویؒ کوسندہ ضلع اعظم گڑھ کے رہنے والے تھے۔ سلسلۂ نسب آپ کا، کاکوری[1] ضلع لکھنؤ کے شیوخ علویہ سے ملتا ہے۔

---

[1] کاکوری، لکھنؤ اور ملیح آباد کے درمیان لکھنؤ سے نو میل (۱۵ کیلو میٹر) اتر پچھم اودھ کا نہایت مشہور اور مردم خیز قصبہ اور ریلوے اسٹیشن ہے۔ یہ لکھنؤ کی صدر تحصیل میں ۲۶ درجہ ۵۲ دقیقہ شمالی عرض البلد اور ۸۰ درجہ ۴۸ دقیقہ مشرقی طول البلد پر واقع ہے۔ پہلے یہاں بھاروں کی آبادی تھی۔ بعد میں یہ شیخ زادوں میں شامل رہا۔ جون پور کے مشرقی سلطان حسین شاہ (متوفی ۱۴۹۹ء) نے یہ مسلمانوں کو دے دیا۔ شہر اور مضافات میں بہت سارے مسلمان بزرگوں کے مزارات ہیں۔ یہاں کا پرانا شیخ خاندان بہت بااثر ہے۔ یہاں کے بہت سے لوگ لکھنؤ میں وکیل ہیں۔ کچھ سرکاری ملازمت میں ہیں۔ امپریل گزیٹیر آف انڈیا جلد چہارم ص ۲۸۹۔ مداح رسولؐ جناب محسن کاکوروی رح اردو کی جدید شاعری کے پیشرو نادر علی خاں نادر کاکوروی (متوفی ۱۹۱۲ء) اور اخبار "اودھ پنچ" کے اڈیٹر مشہور ناول نگار منشی سجاد حسین صاحب کاکوروی (متوفی ۱۹۱۵ء) (مصنف حاجی بغلول۔ کایا پلٹ۔ حیات شیخ چلی۔ طرحدار لونڈی۔ پیاری دنیا۔ احمق الذین میٹھی چھری وغیرہ) اور جناب غلام احمد فرحت کاکوروی (متوفی ۱۹۷۵ء) بقیہ حاشیہ ص ۳۳۳

والد محترم کا نام حضرت شیخ کریم بخش علوی رح تھا۔ جن کو سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت مولانا مسکین شاہ جے پوری رح (متوفی ۱۲۷۲ھ ۵۶-۱۸۵۵ء) کے خلیفہ حضرت شیخ نجابت علی شاہ رح سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔ حضرت مولانا مسکین شاہ رح حضرت مولانا نیاز احمد صاحب بریلوی رح (متوفی ۱۲۵۰ھ = اکتوبر ۱۸۳۴ء) کے خلیفہ تھے اور پانچ واسطوں سے اُن کا سلسلہ حضرت مولانا شیخ محی الدین ابو یوسف محمد یحیٰ مدنی رح تک (متوفی دسمبر ۱۶۸۹ء) اور ۱۳ واسطوں سے سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رح (متوفی ۷۲۵ھ = اپریل ۱۳۲۵ء) تک پہنچتا ہے۔ حضرت شیخ نجابت علی شاہ رح کا ۱۳۰۶ھ = ۸۹-۱۸۸۸ء میں کوہنڈہ میں انتقال ہوا۔ اور بستی سے اُتر،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳۲ کا)

اسی مردم خیز قصبہ کے رہنے والے تھے۔ تاریخ ادب اردو۔ رام بابو سکسینہ اردو ترجمہ حصہ صفحہ ۱۰۵؛ لکھنؤ کا دبستان شاعری۔ ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی صفحہ ۳۳-۳۱۲؛ مختصر تاریخ ادب اُردو۔ ڈاکٹر اعجاز حسین صفحہ ۱۳-۲۱۲؛ نادر کاکوروی۔ ممتاز حسن ماہ نو کراچی ستمبر ۱۹۵۹ء صفحہ ۱۷۔ مداح رسول محسن کاکوروی۔ سید یونس حبیب۔ ماہ نو اگست ۱۹۶۴ء صفحہ ۳۲؛ محسن کاکوروی۔ غلام احمد فرقت۔ آج کل دسمبر ۱۹۶۹ء صفحہ ۳۰؛ منشی سجاد حسین کے ناول۔ یوسف سرمست۔ آج کل جنوری ۱۹۶۸ء صفحہ ۳۴؛ ۹ اگست ۱۹۲۵ء کو اشفاق اللہ خاں اور رام پرشاد بسمل نے کاکوری میں سہارن پور لکھنؤ پسنجر سے سرکاری خزانہ لوٹ لیا تھا۔ نیا دور اگست ۱۹۷۵ء صفحہ ۷

پچھم حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی کی کھلیان کے ایک گوشہ میں آپ کا
مزار ہے۔

حضرت کریم بخش علویؒ کا خاندانی پیشہ زراعت تھا اور کوہنڈہ میں اچھی
کاشتکاری تھی۔ لیکن چونکہ آپ محکمہ سروے میں ملازم تھے اور سروے انسپکٹر
کے عہدہ پر فائز تھے۔ سال میں برما کے علاقے میں سروے کے لئے جانا پڑتا
تھا۔ اس لئے کاشتکاری خود نہیں کرتے تھے۔ آپ کی طرف سے یہ کام دوسرے
لوگ انجام دیا کرتے تھے۔ اس لئے خانگی حالات بہت اچھے نہ تھے۔ تنگی سے
بسر ہوتی تھی۔

کوہنڈہ ضلع اعظم گڑھ کے مغربی حصہ میں جون پور کی سرحد کے قریب
شرفاء کی ایک قدیم بستی ہے۔ یہ شہر اعظم گڑھ سے ۲۸ میل پچھم اور جون پور
سے ۲۵ میل اُتر ٹونس کی معاون ندی کُوں وَر کے طاس میں واقع ہے۔
ضلع جون پور میں تحصیل کا صدر مقام اور نادرن ریلوے کی بنارس لکھنؤ لوپ
لائن کا شاہ گنج جنکشن یہاں سے ۵ میل دکھن قدرے پچھم ہے۔ اس لائن
کا ملیٹی اسٹیشن یہاں سے ساڑھے چار میل اُتر پچھم اور نارتھ ایسٹرن
ریلوے کی مئو شاہ گنج میٹر گیج لائن پر خاں جہاں ہالٹ اسٹیشن ڈھائی
میل دکھن ہے۔ شاہ گنج جنکشن سے خیرالدین پور ہو کر کوہنڈہ کو راستہ
جاتا ہے۔ کوہنڈہ کے اُتر پورب سے نہر کی ایک شاخ پورب کو جاتی ہے۔
نارتھ ایسٹرن ریلوے کے دیدار گنج روڈ اسٹیشن (امباری) سے نہر کے
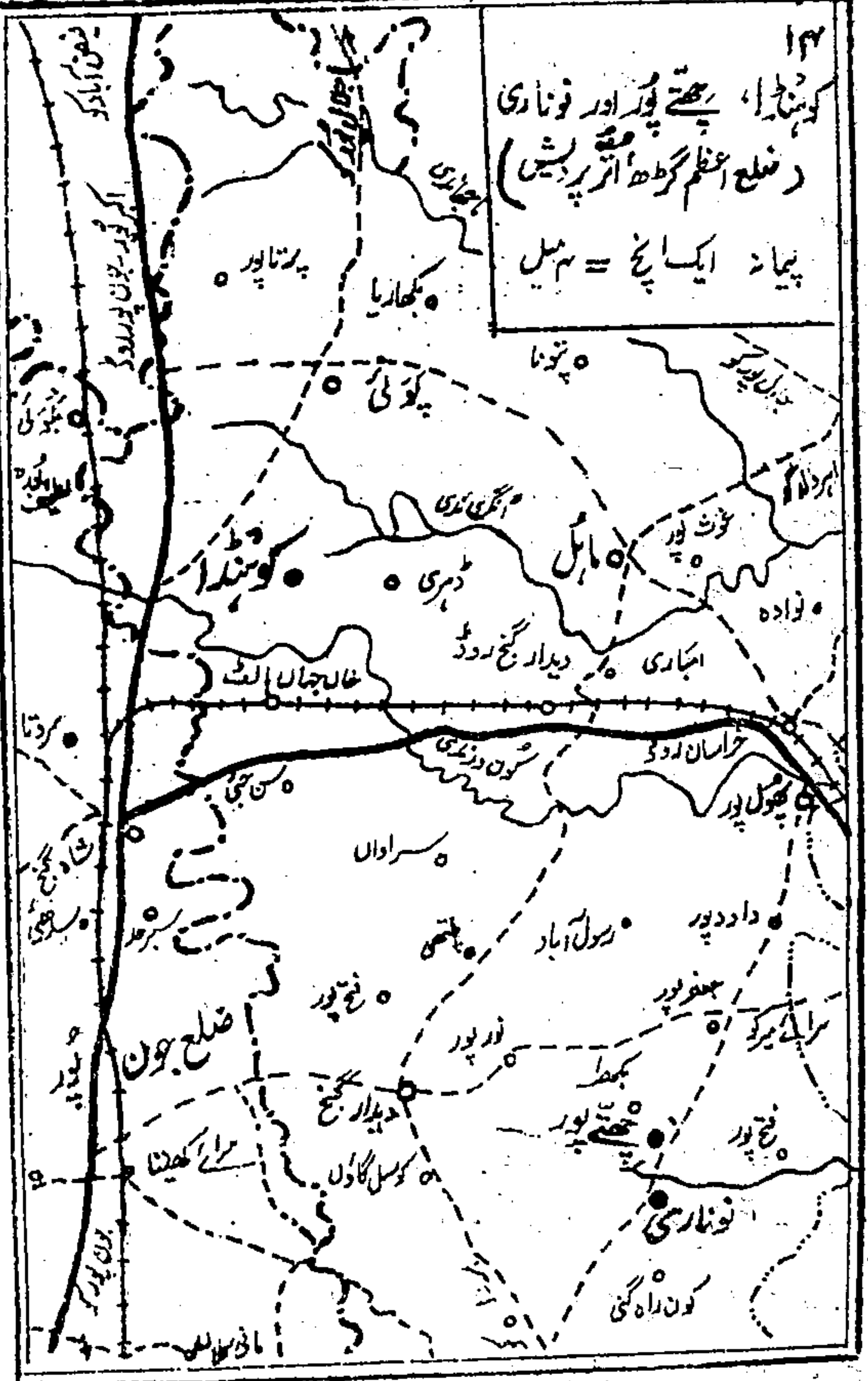
کنارے کنارے محکمہ آبپاشی کی سڑک سے بھی کوہنڈہ جا سکتے ہیں۔ دیوارا گنج روڈ سے کوہنڈہ پانچ میل قدرے اُتر ہے۔ کوہنڈہ کے اُتر میں سعد اللہ پور، پورب میں حاجی پور قدرت اور کوکری پور۔ دکھن پورب میں حمزہ پور اور دکھن میں شیر جہاں[1] پور اور کوڑی اور پچھم میں ترپت پور، ابراھیم پور اور باغ و بہار ہے۔ کوہنڈہ موضع کا رقبہ ۱۱۰۸ ایکڑ (تقریباً ۱۹۵۰ بیگھہ) ہے۔ اس میں آٹھ ٹولے ہیں اور ۱۹۶۱ء کی مردم شماری کے مطابق آبادی ۲۲۰۳ نفوس ہے۔ کوہنڈہ تپہ پوئی پرگنہ ماہل میں ہے۔ پرگنہ کا صدر مقام ماہل یہاں سے چھ میل پورب ہے۔ تھانہ اور بلاک کا صدر مقام پوئی چار میل اُتر قدرے پچھم کی طرف ہے کوہنڈہ میں ایک چھوٹا ڈاک خانہ ہے۔ سید صاحبؒ کے انتقال کے وقت سنہ ۱۹۰۰ء میں تحصیل کا صدر مقام اہروالہ میں تھا، جو کوہنڈہ سے گیارہ میل اُتر پورب کی طرف ہے۔ پھولپور بڑی لائن تعمیر ہونے کے بعد تحصیل کا صدر مقام پھول پور (جراسیاں روڈ) کو منتقل کر دیا گیا۔ پھول پور کوہنڈہ سے دس میل (۱۲ کیلو میٹر) دکھن پورب کی طرف ریلوے لائن اور اعظم گڑھ لکھنؤ روڈ پر واقع ہے۔

---

[1] خان جہاں، شیر جہاں اور رسالت جہاں تین بھائی تھے تینوں کے نام پر تین مواضعات ہیں۔ کوہنڈہ سے تقریباً تین میل دکھن پھول پور بلاک کی خان جہان پور بستی ہے۔ جہاں اعظم گڑھ سے ۴۸ کیلو میٹر پچھم اور شاہ گنج سے ۹ میل کیلو میٹر پورب شمالی مشرقی ریلوے کا خان جانامی ایک ہالٹ اسٹیشن ہے ریلوے کے ارباب لست و کشاد نے اسٹیشن کا

(بقیہ حاشیہ ص ۳۲۷ پر)

کوہنڈہ میں بھارلوگوں کا قلعہ تھا۔ اسے مسلمانوں نے فتح کیا تھا۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ اس بستی کا پرانا نام کہنہ دہ یا کہنہ ڈیہہ تھا جو بعد میں کوہنڈا بن گیا۔ ڈیہہ یعنی ایک پست ٹیلہ پر مسجد ہے۔ چاروں طرف خندق ہے۔ شہر اکے زمانے میں بستی میں کئی تالاب ہیں اور اُتر میں بلدہ کھرتال ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آئینہ اودھ مطبوعہ نول کشور پریس میں اس بستی کا ذکر ہے۔ بڑا کوہنڈہ پچھم میں اور چھوٹا کوہنڈہ پورب میں ہے۔ اس موضع میں کل گیارہ مسجدیں ہیں۔ سات مسجدیں بڑے کوہنڈہ میں ہیں۔ مدرسہ دینیات بڑے کوہنڈہ کے پچھم میں ہے۔ حضرت حامد حسن صاحب علویؒ نے اس مدرسہ کی بنیاد ڈالا تھا۔ لوگ آپ کو کرسی پر اٹھا کر لے گئے تھے۔ مدرسہ کی پختہ عمارت بن گئی ہے۔ دس اساتذہ ہیں۔ چار سو طلبا ہیں۔ مدرسہ کی حالت بہت اچھی ہے۔ لڑکیوں کے لئے ایک چھوٹا سا مدرسہ الگ ہے۔ بستی کے شمالی مغربی گوشہ میں حضرت نجابت علی شاہؒ کا مزار ایک پختہ

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳۶ کا]

نام رکھنے میں بڑی ناواقفیت اور بدمذاقی کا ثبوت دیا ہے۔ ٹائم ٹیبل نادرن ایسٹرن ریلوے بابت نمبر ۴ اکتوبر ۱۹۷۲ء ص ۱۳؛ اعظم گڑھ ضلع سینسس ہینڈ بک مردم شماری ۱۹۶۱ء لکھنؤ ۱۹۶۵ء ص ۱۲۸ "ریلوے اسٹیشنوں کی فہرست" اور ص ۲۷۹ سلسلہ وار ۶۶۴ خان جہاں پور اور ص ۲۷۸ سلسلہ وار ۶۲۰ شیر جہاں پور۔ بسالت گنج شیر جہاں پور سے پورب ہے۔ [۲] اعظم گڑھ ضلع سینسس ہینڈ بک مردم شماری ۱۹۶۱ء لکھنؤ ۱۹۶۵ء ص ۱۷۷، سلسلہ وار نمبر ۲۲۳ کوہنڈہ

[۱] دونوں مزارات حضرت حامد حسن صاحب علویؒ کی کھلیان کے شمالی مغربی گوشہ میں ہیں۔ موضع کے نقشہ میں اس کھلیان کا خسرہ نمبر ۲۶۷۹ ہے۔ کوہنڈہ ۲۳ مئی ۱۹۷۳ء

احاطہ کے اندر ہے جو کچھ ویران سا ہے۔ اندر بڑ کا ایک پرانا درخت ہے اور احاطہ کے باہر دکھن میں حضرت کریم بخش علوی رح کا مزار ہے۔ آپ کا ۱۳۳۴ھ ۱۶-۱۹۱۵ء میں انتقال ہوا۔

حضرت کریم بخش علوی رح کی شادی کوہنڈا سے تین فرلانگ دکھن پچھم نزیت پور چھاؤنی میں ہوئی تھی۔ آپ کے صرف ایک صاحبزادے جناب حافظ حامد حسن صاحب علوی رح اور ایک صاحبزادی بی بی عائشہ خاتون تھیں۔ صاحبزادی صاحبہ بڑی تھیں اور ان کی شادی منگراؤں کے قریب گنگا گودام پور میں عبدالغفار صاحب قریشی[1] سے ہوئی تھی۔ حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی رح ۱۲۸۸ھ ۷۲-۱۸۷۱ء میں کوہنڈہ میں پیدا ہوئے۔ آپ چھوٹے تھے، تو والد بزرگوار نے اپنے پیرو مرشد حضرت شیخ نجات علی شاہ رح (متوفی ۸۹-۱۸۸۸ء) کی خدمت میں پیش کیا۔ شیخ نے فرمایا کہ ان کو پڑھانا مت۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ نجابت علی شاہ رح کو حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی رح کی باطنی صلاحیتوں اور مستقبل میں آپ کے اعزاز و افتخار اور درجات عالیہ کا اندازہ ہو گیا تھا۔ اس لئے آپ نے اپنے خلیفہ کو ان کے صاحبزادہ کی تعلیم سے منع فرمایا کہ کہیں غلط تعلیم مستقبل کی شادابی اور بہار کو ختم نہ کردے اور مروجہ تعلیم "اَلعِلمُ حِجَابُ الاَکبَر" کا مصداق نہ بن جائے۔ حضرت کریم بخش صاحب علوی رح نے پیرو مرشد کے حکم کے مطابق اپنے لائق و فائق فرزند کی ظاہری تعلیم کی طرف توجہ نہ کی۔ اسی بنا پر حضرت قبلہ کی ظاہری تعلیم عربی میں ہدایت النحو، باب مرفوعات تک ہی رہی۔ خط بہت صاف ستھرا اور

---

[1] دیکھئے صفحہ ۱۵۱

نستعلیق ہوتا تھا۔ قرآن شریف کے جید حافظ تھے اور لوگ آپ کو بڑے حافظ جی کے نام سے موسوم کرتے تھے۔

سرکاری کام سے کلکتہ سروے آفس کو جاتے ہوئے ہوگلی میں حضرت کریم بخش صاحب علویؒ نے مرزا نیاز احمد صاحب کے یہاں قیام فرمایا تھا اور وہیں آپ سے حضرت سید عبد الباری شاہؒ کی پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ ملاقات کے دوسرے روز قطب الارشاد حضرت سید عبد الباری شاہؒ کو آپ نے سلسلہ عالیہ چشتیہ میں بیعت سے مشرف فرمایا تھا۔ دوسری ملاقات تقریباً دس سال بعد ہوئی۔ یہ دم پیش کی ملاقات مسیحا اور خضر کی ملاقات سے کم نہ تھی۔ حضرت سید صاحبؒ کے حالات معلوم کرنے کے بعد پیرو مرشد کو اپنے مرید کے مدارج عالیہ کا اندازہ ہوا اور دنیائے معرفت کے اس لعل درخشاں گوہر شب تاب اور انمول ہیرے کو اپنے فرزند ارجمند بلکہ اہل و عیال کی روحانی تربیت کے منتخب کر لیا اور سفر سے واپسی میں ساتھ کوشہرہ لیتے آئے۔

حضرت کریم بخش صاحب علویؒ صاحب جائداد ہونے کے باوجود توکّل اور قناعت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ حضرت حامد حسن صاحب علویؒ کی والدہ محترمہ بھی حضرت شیخ نجابت علی شاہؒ سے بیعت تھیں اور اُن کو بھی دنیا کی کوئی طلب نہ تھی۔ ایسے حال میں زندگی میں تنگی ناگزیر تھی۔ چنانچہ ظاہری تعلیم سے فراغت پانے کے بعد حضرت حامد حسن صاحب علویؒ نے اپنے گاؤں میں لڑکوں کو تعلیم دینا شروع کیا۔ اسی زمانہ میں اُن کے

لہ سوانح حیات سید عبد الباری شاہ رح صـ ۴۷-۴۸ : سوانح حیات حافظ حامد حسن علویؒ صـ ۲۵

والد محترم قطب ارشاد حضرت سید عبد الباری شاہ رح کو ساتھ لے کر کھنڈہ واپس آئے اور اپنے فرزند ارجمند کو اُن کے حوالہ کر دیا اور عالم معرفت کے اُس اکسیر گر نے اِس کبریت احمر کو اپنی نگاہ کیمیا اثر سے لعل و یاقوت میں بدل دیا۔ مُرشد کی شیفتگی اور بے پناہ محبّت اور مرید کی وارفتگی بے مثال فدائیت اور چہرے کی چمک دمک نے لوگوں کو متوجّہ کیا۔ حضرت حافظ حسن صاحب علوی رح کے خاص دوستوں میں مولانا عبد الصّمد صاحب رح بڑے ہی باصلاحیت شخص تھے۔ اُن کے دریافت کرنے پر آپ نے اپنے پیر و مرشد قطب ارشاد سیّد عبد الباری شاہ رح کے متعلق فرمایا کہ "یہ وہ جوہر ہے، جو بڑی قسمت سے ہاتھ آیا ہے۔ باپ کا بڑا احسان ہے، جو ہم سے ملایا۔ ورنہ میں کہاں اور کہاں یہ آفتابِ طریقت۔ یہ وہ ہیں جن سے ویرانۂ دل میں آبادی دکھائی دیتی ہے۔ درد کی دوا ہوتی ہے اور زخم کا مرہم ملتا ہے۔" چنانچہ مولانا عبد الصّمد صاحب رح بھی شریکِ درس ہو گئے۔ اور حضرت سیّد صاحب رح سے یہ دونوں ماہ و انجم کی طرح روشنی حاصل کرنے میں مصروف ہو گئے۔

اس کے بعد حضرت حافظ حسن صاحب علوی رح دینی اور دنیاوی دونوں میدانوں میں پوری ذمہ داری ادا کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ کھیتی کا شغل اپنانے کا فیصلہ کیا۔ لوگوں کو سخت تعجب ہوا کہ پیر اور پیر زادے کھیتی اور محنت سے روزی حاصل کریں گے۔ پہلے سال آپ نے لوگوں سے پوچھ پوچھ کر کھیتی کیا اور کامیاب رہے۔ دوسرے سال بہت کم پوچھنے کی ضرورت پڑی اور کامیابی ہوئی اور تیسرے سال اپنی عارفانہ صلاحیت کی بنا پر کاشتکاری کے ماہر ہو گئے۔

اور دنیاوی کاموں میں بھی امامت کے مستحق ثابت ہوئے۔ لیکن کاشتکاری کے کام اور دنیاوی مشغولیتیں آپ کے ذہنی انہماک میں کبھی حائل نہ ہو سکیں۔

قطب ارشاد حضرت عبدالباری شاہ رح نے حضرت حامد حسن صاحب علویؒ کو دوسرے دائرہ تک تفصیل کے ساتھ تعلیم دی۔ اور فرمانے لگے کہ طاہر حیات (جس کو آپ طاؤس سے تشبیہ دیتے تھے) دو مرتبہ پھڑک چکا ہے۔ ممکن ہے کہ اب کی مرتبہ پھڑک کے تو پرواز کر جائے۔ لہٰذا آئندہ کے لئے باتیں محفوظ رکھنے کی وصیت فرمائی اور ادنیت تک کی تعلیم بیان فرمادی۔ برما کے سفر سے پہلے ہی تعلیم دینے کی اجازت مل گئی تھی۔ چنانچہ حضرت سید صاحب رح جب کو ہنڈہ تشریف لائے، تو آپ نے ڈونئے تعلیم دیئے ہوئے آدمیوں کو حضرت کے دربار میں پیش کیا۔ حضرت سید صاحب رح نے دیکھا اور فرمانے لگے۔ آپ نے تعلیم کی ہے۔ میں نے اجازت دی تھی ورنہ مرجاتے یا مرگئے ہوتے۔ آئندہ کی ذمہ داری پاکر تشویش رہی۔ لیکن تبلیغ کا کام ذمہ دارانہ انداز سے شروع کر دیا۔

دسمبر ۱۹۰۰ء میں قطب ارشاد حضرت سید عبدالباری شاہ رح کے وصال کے بعد حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی رح کھوئی ہوئی صحبت کی تلاش میں بے تاب ہوئے۔ حضرت سید صاحب رح کے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی رح حیات تھے۔ اُس دربار عالی میں حاضر ہو کر فیض یاب ہوئے، پھر اشارہ غیبی کے تحت کو ہنڈہ واپس آئے۔

حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب رح کے دربار میں وقت کی پابندی بہت سخت تھی۔ وہاں معمول یہ تھا کہ لوگ اجازت سے آتے اور پہلی ہی اجازت میں یہ

متعین کر دیا جاتا تھا کہ فلاں وقت ملیں اور فلاں وقت واپس چلے جائیں۔ ملاقات کرنے والوں کے لئے وقت کی پابندی لازمی تھی۔ ایک بار حضرت حافظ حامد حسن علوی رح اس وقت حاضر ہوئے جب حضرت مولانا کوٹھے پر بیٹھے تسبیح ہاتھ میں لئے مشغول تھے۔ لیکن نگاہ پڑتے ہی بڑی محبت سے بلایا اور دریافت فرمایا کہ کہاں گئے تھے۔ عرض کیا کہ تبلیغ میں۔ پوچھا کتنے دنوں کے لئے۔ عرض کیا کہ ایک مہینہ۔ حضرت مولانا رح نے فرمایا کہ تبلیغ کے لئے کم از کم تین چار مہینے کے لئے نکلا کیجئے۔ چنانچہ آئندہ جب بھی تبلیغی سفر میں تشریف لے گئے تو حضرت مولانا کے حکم کا خیال رکھا۔ گفتگو کے خاتمہ کے بعد حضرت مولانا رح سے دریافت فرمایا کہ پھر کب حاضر ہوں۔ وہاں حضرت مولانا کے خلفاء بھی موجود تھے جن کا آنا جانا وقت کی پابندی کے ساتھ ہوتا تھا۔ حضرت مولانا رح نے فرمایا آپ کے لئے اور آپ کے مریدوں کے لئے میرا دروازہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کھلا ہے۔ لوگوں کو سخت تعجب ہوا۔ حضرت مولانا نے پھر فرمایا کہ میں تارک الدنیا گوشہ نشین فقیر ہوں۔ مجھے دنیا اور دنیا والوں سے کیا مطلب۔ کوئی آتا ہے کہ میرے مقدمہ کے لئے دعا کیجئے، تو کوئی اولاد کے لئے دعا کرانے آتا ہے۔

چاٹگام (مشرقی بنگال) میں حضرت کریم بخش علوی رح کے متوسلین پہلے سے موجود تھے۔ پہلا تبلیغی سفر چاٹگام کا کیا۔ وہاں لوگوں کو آپ کی محنت و ریاضت اور شب بیداری پر تعجب ہوا۔ لیکن متوسلین نے مرشد زادہ سمجھ کر خاطر مدارات کی اور رخصت کر دیا۔ اور لوگوں کو زیادہ توجہ نہیں ہوئی۔ دوسرے سفر

میں آپ کے دائمی اعمال اور استقامت سے کچھ لوگ متاثر ہو کر مخاطب ہوئے۔ آپ نے ان لوگوں کی تعلیم کی۔ تعلیم کا نیا رنگ دیکھ کر اور تعجب بڑھا۔ تیسرے سفر کے بعد لوگ جوق در جوق حصول تعلیم اور بیعت کے لئے حاضر ہونے لگے اور بعد میں ایک بار جب تشریف لے جا رہے تھے، تو کنارے پر آدمیوں کا ہجوم دیکھ کر دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے۔ لوگوں نے جواب دیا کہ آپ کے استقبال کا مجمع ہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آدمیوں کا جنگل ہے۔

علاقہ چاٹگام میں حافظ منیر صاحبؒ، حضرت حامد حسن صاحب علویؒ کے خاص مریدوں میں تھے۔ پیر کا رنگ غالب تھا۔ معمولات اور اشغال میں بڑی پابندی تھی۔ اُن کو جب خلافت سے سرفراز کیا گیا، تو سلسلہ سے وابستہ بہت سے عالموں کو سخت تعجب ہوا۔ اور بہت سے لوگوں نے حضور قبلہؒ سے دریافت بھی کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے امید ہے کہ پورا ہو کر رہے گا۔ چنانچہ علاقہ چاٹگام میں حافظ منیر صاحبؒ کو جو عزت اور شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی وہ اس علاقہ میں آپ کے کسی دوسرے خلیفہ کو حاصل نہ ہو سکی۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود ؛ گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

حافظ منیر صاحبؒ کے انتقال کے بعد جب حضرت حافظ حامد حسن صاحب علویؒ ہادِ دنیا و مرشدنا حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب قبلہ ادام اللہ فیوضہٗ کے ساتھ چاٹگام تشریف لے گئے۔ تو حافظ منیر صاحبؒ کے متوسلین میں ہر طبقہ کے لوگ شامل تھے۔ اور اُن کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ ایک روز فجر کی مشغولیت کے بعد مجمع کو دیکھ کر خود

حضور قبلہؒ حیران و پریشان ہوگئے اور فرمانے لگے کہ میں گوشہ نشینوں کی وراثت کس ہنگامہ میں پھنس گیا ہوں۔ پھر حافظ صاحبؒ کے بڑے صاحبزادے سراج المصطفیٰ صاحب سے فرمانے لگے۔ اِس بھیڑ بھاڑ میں کوئی صاحبِ کمال کیسے پیدا ہوگا۔ صاحب کمال تو غوطہ زن کی طرح ہوتا ہے اور موتی نکالتا ہے۔ جھاڑ پھونک، گنڈے تعویذ رہ جائے گا اور کمال کی رسائی مشکل۔ ناشتہ کے بعد حضرت مرشدنا ادام اللہ فیوضہٗ نے حضور قبلہؒ کو راضی کیا کہ یہ سب متوسلین ہیں اور دیدار کے مشتاق ہیں۔ چنانچہ جب تک باہر رہتے مجمع ایک دروازہ سے آتا اور مصافحہ کرکے دوسرے دروازہ سے باہر چلا جاتا۔ اندازہ کیا گیا کہ اگر اعلیٰ حضرت قبلہؒ، ٹرین سے واپس ہوتے ہیں، تو اسٹیشن پر پہراتنے مجمع پر قابو پانا مشکل ہو جائے گا اور ممکن ہے کہ اس مجمع سے رخصتی کسی واقعہ کا سبب بن جائے۔ چنانچہ ہوائی جہاز سے ڈھاکہ واپس آئے۔

حضرت حافظ حامد حسن صاحب علویؒ علماء کا بڑا احترام کرتے تھے اور بہ ہمہ اختلافِ مسالک علماء کے احترام اور تقدس کا ہمیشہ اعتراف کرتے تھے۔ دیوبند تشریف لے جاتے تو ڈاکٹر احمد اللہ صاحب[۱] کے یہاں قیام فرماتے۔ رندادل ضلع اعظم گڑھ کے مولانا شبلیؒ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ کے خاص شاگرد

---

۱ ڈاکٹر احمد اللہ صاحب دیوبند ضلع سہارنپور کے خاص لوگوں میں تھے۔ اجازت و خلافت آپ کو حضرت حافظ حامد حسن علویؒ سے حاصل تھی۔ لائل پور (پاکستان) میں انتقال ہوا۔ سوانح حیات حضرت حامد حسن صاحب علویؒ ص ۳۸

میں تھے۔ شرف بیعت بھی آپ ہی سے حاصل تھا حضرت شیخ الہند کے وصال کے بعد مولانا شبلی رح نے اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرّہٗ سے شرف بیعت حاصل کیا۔ تب بھی دوسرے علماء اور مولانا شبلیؒ کے اخلاص میں کسی قسم کا فتور رونما نہ آیا۔ بلکہ محبت اور خلوص ایک دوسرے سے بڑھتا ہی گیا۔

ایک شخص کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا کہ اُن کے سینہ پر ایک روشنی نمودار ہے۔ اس نور کے بارے میں تجسّس ہوا۔ پتہ چلا کہ وہ کسی یتیم بچے کی پرورش کر رہے تھے۔ یہ اسی کفالت کا نور ہے۔ ایک بار ایک بھانڈ کا یتیم بچہ آپ کے پاس لایا گیا۔ آپ نے اس کی کفالت اور پرورش شروع کر دی۔ بچہ کبھی کبھی اپنی کویتا سناتا۔ بچہ کو خوش کرنے کے لئے آپ مسرت و شادمانی کا اظہار فرماتے تاکہ بچہ باپ کی محبت کا لطف پائے اور خوش ہو۔

حضور قبلہ رح کا ایک غیر مسلم ملازم آپ کی صحبت کے اثر سے مسلمان ہو گیا۔ اس کی بیوی نے اپنے اوچھاؤں کے ذریعہ آپ پر سفلی کا اثر ڈالنے کی کوشش کی اور ظاہر میں مخالفین نے عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا۔ حضور قبلہ قدس سرّہٗ کے متعلقین پریشان تھے کہ گزشتہ تبلیغ کی وراثت عدالت کے امتحان میں کیسے پیش ہو گی۔ تاریخ کے دن جیسے اعلیٰ حضرت قدس سرّہٗ کمرۂ عدالت میں

لہ مولانا شبلی رح کا وصال مظفر نگر میں سردار اکرم خاں کے یہاں نوابزادہ لیاقت علی خاں مرحوم کی کوٹھی پر ہوا۔ سوانح حیات حضرت حافظ حامد حسن صاحب علویؒ۔ ص ۳۸

داخل ہوئے تو انگریز مجسٹریٹ[1] جو بہت سخت تھا۔ احترام میں کھڑا ہو گیا اور وکلاء میں حضور قبلہ قدس سرہٗ کی خدمت باسعادت کے لئے ایسا جوش و خروش تھا کہ عدالت کا یہ رنگ دیکھ کر مدعی فرار ہو گیا۔

قصبہ جان سٹھ ضلع مظفر نگر (اتر پردیش) کے جناب حکیم انوار صاحب مولانا شبلیؒ کے دوستوں میں سے تھے۔ کافی بڑے زمیندار تھے۔ لیکن انتظام کی خرابی کے باعث آہستہ آہستہ ساری جائداد گروی ہوتی گئی اور اس پر مہاجن قابض ہوتے گئے۔ حکیم صاحب بہت پریشانی کی حالت میں حضور قبلہ قدس سرہٗ کے پاس آئے اور دعا کی گذارش کی کہ اللہ جل شانہٗ اکل حلال کے لئے کچھ حصہ محفوظ رکھے۔ حکیم صاحب چند روز رُکے رہے۔ حضور قبلہؒ نے ان کے حق میں دعا کی۔ دعا قبول ہوئی۔ فیصلہ کے وقت جو حکم ہوا، اُس سے معلوم ہوا کہ حکیم صاحب کو پوری کامیابی نہیں ہوئی۔ لیکن جب تجویز دیکھی گئی، تو معلوم ہوا کہ اللہ کے فضل و کرم سے کامیاب ہوئے۔[1]

حضرت حافظ حامد حسن صاحب علویؒ اپنے دینی اور دنیاوی معمولات میں نظام اوقات کے بہت سختی سے پابند تھے۔ ہر کام ٹھیک وقت مقررہ پر انجام دیتے تھے۔ روزانہ چوبیس گھنٹے کے اوقات بالکل مرتب اور منضبط تھے۔ ہر لمحہ ذمہ داری اور بیداری کا احساس تھا۔ کہیں بھی بے ضابطگی، بے قاعدگی اور

---

[1] سوانح حیات حضرت حافظ حامد حسن علویؒ ص ۱۴۱-۱۴۲

بے اعتدالی کا نام و نشان نہ تھا۔ نماز مغرب کے بعد تقریباً ایک گھنٹہ مراقبہ میں بیٹھتے۔ پھر ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد نماز عشا پڑھتے اور درود شریف جس میں تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ صرف ہوتا۔ پھر کھانا تناول فرماتے اور کچھ دیر دینی باتوں میں مریدین کو آگاہی اور ہوشیاری کے لئے صحبت میں رکھتے۔ گیارہ بجے آرام فرماتے۔ گرمی میں دو بجے اور جاڑے میں تین بجے نماز تہجد کے لئے بیدار ہوتے۔ لیکن یہ تین گھنٹے بھی نیند تسلسل کے ساتھ نہیں ہوتی۔ بلکہ ہر پون گھنٹہ، آدھ گھنٹہ کے بعد بیدار ہوتے اور متوسلین کو بیدار کرتے رہتے۔ اکثر تہجد میں جہر کے ساتھ قرأت کرتے، جو ایک دو مریدین موجود ہوتے وہ اقتدا میں ساتھ کھڑے ہو جاتے۔ نماز تہجد کی چار رکعتوں کے بعد وتر پڑھتے۔ پھر سورہ الم سجدہ اور سورہ ملک بلند آواز سے تلاوت فرماتے۔ اس کے بعد ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ کا ذکر، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ذکر، اِلَّا اللّٰہ اِلَّا اللّٰہ کا پنج ضربی ذکر، اَللّٰہ اَللّٰہ کا چہار ضربی ذکر فرماتے۔ مراقبہ جاری رہتے۔ صبح صادق ہوتے ہی فجر کی نماز اوّل وقت ادا کرتے اور مراقبہ میں بیٹھتے۔ سورج نکلنے تک فارغ ہو کر باہر تشریف لاتے۔ ناشتہ کے بعد کھیتی کے کاموں کی نگرانی کے لئے کھیت یا کھلیان جاتے۔ مریدین بھی ساتھ ہوتے۔ وہاں بھی وعظ و نصیحت، تلقین و ارشاد کا کام جاری رہتا۔ دس بجے ملازموں اور مزدوروں کو ضروری ہدایات دے کر گھر تشریف لاتے۔ ضرورت سے فارغ ہونے کے بعد اپنی خانگی مسجد میں دو رکعت نماز چاشت ادا کرتے۔ بقیہ ذکر اذکار پورا کر کے ایک گھنٹہ بعد باہر تشریف لاتے۔ دن کا کھانا کھانے کے بعد جاڑے میں ہلکا قیلولہ

اور گرمی میں گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کا قیلولہ کر کے نماز ظہر ادا کرتے۔ قرآن پاک کی تلاوت فرماتے اور مریدوں کو توجہ دیتے۔ پھر کھیتی کے کاموں کی نگرانی کے لئے روانہ ہو جاتے۔ اکثر عصر کی نماز وہیں پڑھتے۔ مغرب کی نماز سے کچھ پہلے گھر واپس آجاتے تھے۔

روزانہ کے نظام کے اوقات کے ساتھ ہی کچھ سالانہ نظام اوقات بھی تھے۔ جون سے جنوری تک کو ہنڈہ میں قیام فرماتے تھے۔ آنے جانے والوں کی تعلیم و تربیت میں مصروف رہتے۔ خریف کی بوائی اور کٹائی کے بعد واحد صاحب اور رحمت صاحب کو دروازہ پر ذمہ دار بنا کر تبلیغی سفر پر روانہ ہوتے اور حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحبؒ کے ارشاد کے مطابق کم از کم تین مہینے اور کبھی کبھی مئی تک تبلیغی سفر میں رہتے۔ اپنی روزانہ اور سالانہ زندگی کا ضبط اور اس کی پابندی جس استحکام اور استقامت کے ساتھ کرتے۔ وہ مداومت کی ایک بڑی مثال ہے۔ کبھی فرماتے "میں تو اپنی باری جاگ چکا۔ اب جاگے کس کی باری ہے"۔ کبھی فرماتے "سید صاحب کا نمونہ ہو۔ پھل سے درخت پہچانے جاتے ہیں"۔

جب تک قویٰ میں صلاحیت رہی۔ رمضان شریف کے روزوں کا بڑا اہتمام رہتا تھا۔ تراویح گاؤں کی جامع مسجد میں ادا فرماتے تھے۔ ہر ترویحہ کے بعد لمبا توقف ہوتا۔ قویٰ میں اضمحلال پیدا ہونے کے بعد تراویح اپنی خانگی مسجد میں ادا فرماتے تھے۔ رمضان شریف میں شب قدر کی تلاش کا بھی بڑا اہتمام تھا۔ دو بار شب قدر کے حصول کی سعادت نصیب ہوئی۔ عام طور پر نماز ظہر کے بعد

قرآن پاک تلاوت فرماتے تھے۔ اور کبھی کبھی چاشت کے بعد بھی۔ قرآن پاک کی توجہ اور نسبت نماز ظہر کے بعد ہی دیتے تھے۔

کھیتی میں اللہ جل شانہ نے بڑی برکت دی۔ اصول زراعت کا پورا لحاظ رہتا۔ کھیتوں کی جتائی، بوائی اور کٹائی بالکل وقت پر ہوتی۔ سوکھا ہوتا یا سیلاب، پیداوار میں صرف دس پانچ من کا فرق ہوتا۔ اس پر لوگوں کو تعجب ہوتا۔ فرماتے اگر نہ ہو تو مہمان کیا کھائیں۔ دینی پروردہ کی حیثیت عام پروردہ کی نہ ہوتی۔ بلکہ ان کے لئے ہر طرح کا پہلے اور بروقت اہتمام رہتا۔ رمضان المبارک کے مہینے میں پیداوار کا حساب کر کے زکوٰۃ کی رقم ادا کر دیتے تھے۔

اس کے بعد حرمین شریفین کی زیارت کو تشریف لے گئے۔ مولوی نذیر احمد صاحب چاٹگامیؒ۔ مولوی فضل حق صاحب تنکنیا وی، حاجی سعید صاحب کھنڈوی، صوفی عبدالمجید صاحب اور ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب شریک سفر تھے۔ مکہ معظمہ میں میں ایک روز حضرت شیخ سنوسیؒ سے اُن کے گھر پر ملاقات ہوئی۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ کے شاگرد مولانا عبید اللہ سندھیؒ مسجد حرام میں ایک جگہ درس دے رہے تھے، اس میں شریک ہوئے۔

جیوں جیوں حضور قبلہ قدس سرہ کے قویٰ کمزور ہونے لگے۔ جلد جلد کام کی تکمیل کی طرف متوجہ ہوئے۔ جائداد کو وقف علی الاولاد کر دیا۔ دینی معاملات کی ذمہ داریاں لوگوں کے سپرد کر دیں۔ اپنے پیر و مرشد حضرت سید عبدالباری شاہؒ کی سوانح حیات مرتب کرایا اور سلسلہ کی تعلیمات کو مرتب کرنے کا حکم دیا، تاکہ

اختلاف نہ ہو۔ کتاب تعلیمات بھی تسلسل کے ساتھ مختلف تجربوں اور مشاہدوں کے بعد مرتب ہو چکی ہے۔ بنڈیل شریف ضلع ہوگلی میں اپنے پیر و مرشد کے مزار مبارک سے متصل بھیم ایک خانقاہ تعمیر کرایا اور اس کے دروازہ پر لکھوا دیا "یہ خانقاہ زائرین کے لئے وقف ہے۔ اس میں رسومات صوفیہ مثل سماع وغیرہ کی اجازت نہیں"۔ اس خانقاہ کی تعمیر میں چاٹگام، پورنیہ اور چترا ضلع بیربھوم کے متوسلین نے بڑی سرگرمی اور جوش عمل کا ثبوت دیا۔ الحاج محمد سعید الہ آبادی مرحوم نے منیجر کے فرائض انجام دیئے اور مسٹر ضلع اعظم گڑھ کے عبدالعزیز مستری نے تعمیر کا کام کیا۔ خود اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہٗ بھی عام مزدوروں کے ساتھ سرگرم عمل رہے۔ چاٹگام کے ایک اعلیٰ عہدہ دار جناب عبدالغنی صاحب حضور قبلہؒ کی ممتاز، پُر وقار اور وجیہہ شخصیت کو مزدوروں کے ساتھ مصروف کار دیکھ کر سخت متحیر ہوئے اور حالات معلوم کرنے کے بعد تنہائی میں دریافت فرمایا کہ آپ تو ہمارے یہاں کے بڑے پیر ہیں اور یہاں مزدوروں کے ساتھ کام کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت قبلہؒ نے خاص لہجہ سے فرمایا کہ یہی خدمت ہے جو بڑے پیر صاحب کہلاتی ہے۔

اعلیٰ حضرت الحاج حافظ حامد حسن صاحب علویؒ کو معدہ کی تکلیف اور ریاحی پریشانی بہت پہلے سے تھی۔ کبھی کبھی اشغال میں پورا وقت گزارنے میں خلل ہوتا تھا۔ ۱۹۴۲ء سے ہر لحظہ وقت موعود کا انتظار رہتا۔ معدہ کا علاج ہوتا، مگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہوتی۔ ظاہراً دوا بھی آہستہ آہستہ جواب دینے لگا۔ بڑھاپے کے ساتھ قویٰ کا اضمحلال بڑھنے لگا۔ اہلیہ محترمہ کا وصال ہو چکا تھا۔ فرزند ارجمند جناب باقر علی

صاحبؒ بھی رخصت ہو چکے تھے۔ ظاہری بیماری روزانہ بڑھتی رہی۔ آخر وقت میں بنڈیل شریف جانے کی خواہش کا اظہار فرمایا لیکن ایسے حال میں متعلقین، کوشنڈہ سے باہر لے جانے پر راضی نہیں ہوئے۔ مجبوراً سفر ملتوی کر دیا گیا۔ لیکن کچھ دنوں بعد اس خیال سے کہ حضور قبلہ قدس سرہٗ کی صاحبزادی صاحبہ کے یہاں زیادہ خدمت ہو سکے گی اور خدمت کرنے والوں کو آسانی ہو گی۔ آپ کو شاہ گنج لایا گیا اور وہاں سے گونڈہ پہنچایا گیا۔ وہاں کچھ دنوں بعد اپنے بھانجہ اور داماد جناب التفات احمد صاحب کی قیام گاہ پر انوار ۱۶ ربیع الاول ۱۳۷۹ھ = ۳۰ ستمبر ۱۹۵۹ء کو ۱۲ بجے کے قریب یکایک روح جسد عنصری سے پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ چہرہ پر تبسم اور خوشی کی دید تھی۔ گونڈہ میں جس شخص نے اللہ کے اس نوری صفات بندے کے جسم خاکی کو غسل دلایا۔ اُس کا بدن روشن اور منور ہو گیا[۱]۔ سوموار، یکم اکتوبر کو ٹرنک کال سے خبر ہونے پر ہادینا و مرشدنا حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب قبلہ ادام اللہ فیوضہٗ اعظم گڑھ سے چند ساتھیوں کے ساتھ اُٹھ بجے شب میں گونڈہ پہنچے۔ نماز عشاء کے بعد جنازہ باہر لایا گیا۔ نماز جنازہ کی امامت کا شرف اعلیٰ حضرت قبلہ عالم مدظلہٗ کو حاصل ہوا۔ شہر کے باہر خیتی آباد روڈ پر جناب التفات احمد صاحب کی ایک زمین[۲] تھی، وہیں دفن کئے گئے۔

---

[۱] بحوالہ جناب ولی محمد صاحب لال گنج، ضلع اعظم گڑھ (مرید حضرت مولانا عبدالحی اشرف صاحبؒ کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد) آستانہ حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رح کچھوچھہ شریف۔ جمعہ ۹ محرم ۱۳۹۲ھ = ۲۵ فروری ۱۹۷۲ء۔ [۲] اب یہ زمین اُنزولہ کو لڈ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵۲ پر)

الحاج حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی قدس سرہٗ کی پہلی شادی
گاؤں ہی میں ہوئی تھی، جو علیم الحق صاحب مرحوم کی ہمشیرہ اور اکرام الحق صاحب کی
پھوپھی تھیں۔ ان سے حضرت کے دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی بی بی معقولہ
خاتون تھیں۔ بی بی مقبولہ خاتون رح کو شرفِ بیعت ہادینا و مرشدنا حضرت مولانا
محمد سعید خان صاحب قبلہ ادام اللہ فیوضہٗ سے حاصل تھا۔ ان کی شادی سنجرپور[۱]
ضلع اعظم گڑھ میں جناب شیخ عبدالستار صاحب سے ہوئی تھی۔ اخیر عشرہ رمضان المبارک
۱۳۹۲ھ ۔ نومبر ۱۹۷۲ء میں سنجرپور میں انتقال ہوا۔ اُن کے تین صاحبزادے

[بقیہ حاشیہ ص۳۵۱ کا]

اسٹوریج کے احاطہ میں آگئی ہے جس کے ایک آنر دولہ ضلع گونڈہ کے جناب الحاج عبدالستار خان صاحب
ہیں۔ یہ کولڈ اسٹوریج شہر کے جنوبی مشرقی حصہ میں فیض آباد روڈ کے کنارے پچھم ہے۔ کولڈ اسٹوریج
اور سڑک کے درمیان دائیں اور کشادہ میدان ہے جس میں کھیتی ہوتی ہے اور درمیان سے کولڈ اسٹوریج
کی سڑک گذرتی ہے۔ کولڈ اسٹوریج کے قریب اور اس کی سڑک سے متصل نہایت ہی پُر فضا جگہ پر حضرت
حافظ حامد حسن صاحب قدس سرہٗ کا مزار مبارک ایک احاطہ کے اندر ہے۔ کولڈ اسٹوریج کے قریب ہی اُتر
پچھم میں جگر میموریل ہال اسکول کی عمارت تعمیر ہوئی ہے۔ کولڈ اسٹوریج کے پاس ہی سے ایک خام سڑک
نکلتی ہے اور اسٹیشن روڈ سے جا کر ملتی ہے۔

[۱] سنجرپور۔ مقام ڈاکخانہ سنجرپور۔ تھانہ نظام آباد۔ مئو سے اعظم گڑھ ہوتے ہوئے شاہ گنج کو
جانے والی ریلوے لائن پر سرائے میر اور پھریا اسٹیشنوں کے درمیان اعظم گڑھ سے بیس کیلومیٹر پچھم
سنجرپور ہالٹ اسٹیشن ہے۔
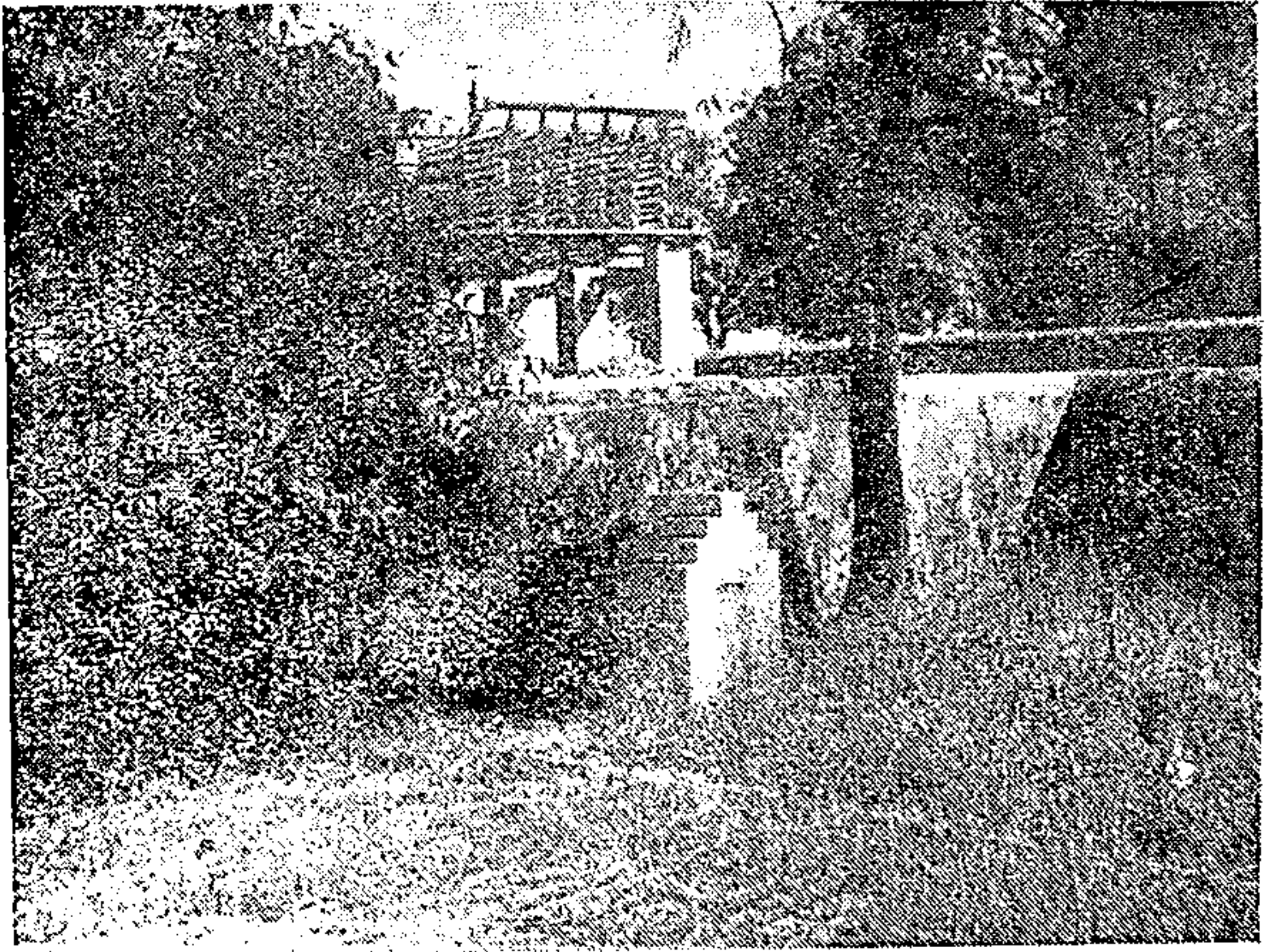
۲۰ - مزار مبارک حضرت حافظ حامد حسن صاحب علویؒ - فیض آباد روڈ - گونڈہ

حسن سعید۔ حسین اجمل اور حسین کمال ہیں۔ حسین اجمل صاحب اخبار دعوت دہلی میں کام کرتے ہیں۔ حسن سعید صاحب گھر پر کھیتی کرتے ہیں۔

حضور قبلہ قدس سرہٗ کے چھوٹے صاحبزادے جناب محمد صاحب نے پندرہ سولہ سال کی عمر میں غالباً ۱۹۲۰ء میں انتقال کیا۔ بڑے صاحبزادے جناب جافر علی صاحب مرحوم آسنسول ضلع بردوان (مغربی بنگال) کے پاس سری پور ہاٹ[1] میں کوئلہ کی ٹھیکہ داری کا کاروبار کرتے تھے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے وصال سے دو سال قبل جون ۱۹۵۷ء میں اُن کا سری پور ہاٹ ضلع بردوان میں انتقال ہوا۔ اُن کی پہلی شادی امباری کے پورب بھدگودیا میں ہوئی تھی۔ اُن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی دوسری شادی گیان پور،[2] ریاست بنارس میں ہوئی۔ اُن سے ایک صاحبزادے جناب عبد الحق صاحب ہیں۔ جن کی عمر تقریباً ۲۷ سال ہے۔ یہ گرمنٹ کولیری۔ ڈاکخانہ پری ہار پور[3]۔ ضلع بردوان میں ملازم ہیں۔ ان کی شادی مرزا پور میں ہوئی۔ اور ایوان حق، کے نام سے غفور خاں کی گلی۔ شہر مرزا پور (اُتر پردیش) میں مکان بنایا ہے۔ ان کے چار صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں ہیں۔ حضور قبلہ قدس سرہٗ کی

---

[1] سری پور آسنسول اور رانی گنج کے درمیان کالی پہاڑی اسٹیشن کے پاس واقع ہے۔

[2] گیان پور پہلے ریاست بنارس میں شامل تھا۔ انضمام ریاست کے بعد ضلع مرزا پور میں شامل کیا گیا۔ اب اس وقت ضلع بنارس میں ہے۔ یہ گنگا کے اُتر تقریباً بندھیاچل کے سامنے ہے۔ بنارس الہ آباد میٹر گیج لائن پر دونوں مقامات کے تقریباً بیچ میں وارانسی جنکشن سے ۱۶ کیلومیٹر پچھم اور الہ آباد سٹی سے ۶۳ کیلومیٹر پورب گیان پور روڈ اسٹیشن ہے۔ قصبہ اسٹیشن سے چند میل اُتر ہے۔

[3] پری ہار پور کالی پہاڑی اسٹیشن کے پاس ہے۔

کی زندگی میں عبدالحق صاحب نے جائداد کا انتظام سنبھالا تھا۔ لیکن اب کوشنڈہ بہت کم آتے ہیں۔

جناب باقر علی صاحب علوی رح کی تیسری شادی آسنسول کے ایک بہاری خاندان میں ہوئی۔ جن سے ایک صاحبزادے اختر عالم صاحب ہیں۔ ان کی عمر تقریباً ۳۰ سال ہے۔ یہ آسنسول کے پاس نیو کینڈا[1] کولیری میں ملازم ہیں۔ قیام ان کا کوشنڈہ میں رہتا ہے۔ لیکن اپنے سوتیلے بھائیوں سے الگ ہیں۔ ان کی شادی اسنفانواں کے پاس کونند ضلع نالندہ (بہار) میں جناب حکیم محمد ایوب صاحب کی صاحبزادی ریحانہ خاتون سے ہوئی۔ اِن کے دو صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں ہیں۔

جناب شیخ باقر علی صاحب علوی رح کی چوتھی شادی آسنسول ضلع بردوان ایک بہاری خاندان میں ہوئی۔ جن سے پانچ صاحبزادے اور ایک صاحبزادی رضیہ سلطانہ صاحبہ ہیں۔ بیگم صاحبہ کا ۱۹۵۸ء میں آسنسول میں مرض سرطان سے انتقال ہوا۔ بڑے صاحبزادے عبدالمنعم صاحب ہیں۔ ان کی عمر تقریباً ۲۷ سال ہے۔ یہ اپنے بھائیوں کے ساتھ کوشنڈہ میں رہتے ہیں اور جائداد کا انتظام کرتے ہیں۔ ان کی شادی منگراواں ضلع اعظم گرھ میں جناب سراج الحق صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی ہے۔ ایک صاحبزادی آسمہ خاتون دو سال کی ہیں۔ دوسرے صاحبزادے عبدالمنان صاحب ہیں۔ ان کی عمر ۲۴ سال ہے۔ ان کی شادی سرحد ضلع جون پور کے جناب مقبول خاں صاحب کی صاحبزادی

---

[1] کینڈا آسنسول سے متصل ہے۔

سے ہوئی ہے۔ تیسرے صاحبزادے عبدالرشید صاحب ۲۲ سال کے ہیں۔ اُن کی شادی سلطان پور میں محمد اسحاق صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی ہے۔ مئی ۱۹۷۳ء تک چوتھے صاحبزادے عبدالقادر صاحب (۲۰ سال) اور پانچویں صاحبزادے عبدالسبحان صاحب (۱۸ سال) کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ صاحبزادی رضیہ سلطانہ سب سے چھوٹی ہیں

حضرت حافظ حامد حسن صاحب علویؒ کی دوسری شادی راجہ پور سکرور میں ہوئی جن سے سات صاحبزادیاں ہوئیں۔ بی بی مسعودہ صاحبہ کی شادی منگراؤں سے دو میل اُتر گنگا گودام پور میں اپنے پھوپھی زاد بھائی جناب حافظ اخلاق احمد صاحب سے ہوئی۔ ان کے ایک صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہیں۔

دوسری صاحبزادی بی بی مسرورہ صاحبہ کی شادی بھی گنگا گودام پور میں اپنے پھوپھی زاد بھائی جناب التفات احمد صاحب سے ہوئی۔ جو ٹامسن کالج گونڈہ میں لکچرر ہیں۔ ان کے تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں ہیں۔ ایک صاحبزادے کا نام فضل الباری ہے۔ التفات احمد صاحب نے گنگا گودام پور کی زمین فروخت کر کے گونڈہ میں زمین خرید کر لیا ہے۔ حضور قبلہ قدس سرہٗ نے انہیں کے مکان پر گونڈہ میں انتقال فرمایا۔

تیسری صاحبزادی بی بی محمودہؒ کی شادی سنجر پور کے پاس چھاؤں میں جناب نظیر احمد صاحب سے ہوئی تھی۔ بی بی محمودہ صاحبہ نے حضور قبلہؒ کی زندگی ہی میں سنہ ۱۹۴۰ء کے قریب انتقال کیا۔ ان کے ایک صاحبزادے جناب خالد صاحب ہیں۔

چوتھی صاحبزادی بی بی فاطمہؒ کی شادی سرائے میر سے اُتر پورب سیدھا سلطان پور

موضع میں حافظ حبیب الرحمٰن صاحب سے ہوئی تھی۔ بی بی فاطمہ صاحبہ کا ۱۹۶۳ء کے قریب انتقال ہوا۔ دو صاحبزادے ظہور الحسن اور ظہور الباری اور ایک صاحبزادی بی بی عذرا صاحبہ یادگار ہیں۔ بی بی عذرا صاحبہ کی شادی قصبہ مائل سے اُترّ مخدوم پور میں ہوئی ہے۔

حضور قبلہ قدس سرہٗ کی پانچویں صاحبزادی بی بی آسمہ صاحبہ کی شادی کوسنڈہ میں جناب اکرام الحق صاحب مرحوم سے ہوئی۔ ان کے دو بیٹے نذر الاسلام (۱۷ سال) اور فیض الاسلام (۱۴ سال) اور چھ صاحبزادیاں ہیں۔ ان میں سے چار شادی شدہ ہیں۔ فیض الاسلام صاحب گونڈہ میں رہتے ہیں اور پڑھتے ہیں حضرت رح کی چھٹی صاحبزادی سابعہ صاحبہ کی شادی سنجر پور کے پاس بر ہریا میں جناب وحید الدین خان صاحب سے ہوئی۔ یہ مع اہل و عیال دہلی میں رہتے ہیں۔ اور ہفتہ وار الجمعیتہ کے ایڈیٹر ہیں۔ ان کے ایک بیٹے شمس الاسلام صاحب کا انتقال ہوگیا۔ اب دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ ایک صاحبزادے کا نام ظفر الاسلام ہے۔ ایک صاحبزادی کی شادی حیدرآباد میں اور دوسری کی دہلی میں ہوئی ہے

حضرت قبلہ رح کی ساتویں صاحبزادی ثامنہ خاتون صاحبہ کی شادی کوسنڈہ میں جناب شیخ عبدالرؤف صاحب سے ہوئی۔ ان کے ایک صاحبزادے محمد شاہد صاحب اور چار صاحبزادیاں ہیں۔ مئی ۱۹۷۳ء تک دو صاحبزادیوں کی شادی ہوچکی تھی۔

الحاج حضرت حامد حسن صاحب علوی رح کو ہر لمحہ اتباع سنت کا خیال رہتا تھا۔ اور کبھی کوئی کام خلاف سنت پسند نہیں فرماتے تھے۔ ایک صاحب

جو پابند صوم و صلوٰۃ تھے۔ لیکن اپنے ماحول کے پیش نظر انہیں ڈاڑھی رکھنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ اُن سے فرمایا کہ احکام شریعت میں نسخ کا حق نہیں۔ کچھ ہی دنوں بعد آپ کی صحبت کے اثر سے اُن میں اتباع سنت کا جذبہ پیدا ہوا۔[1]

حضور قبلہ قدس سرہٗ کو جھاڑ پھونک اور دعا تعویذ سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ آپ کے کسی خلیفہ کے ایک مرید جن کی صحیح تعلیم و تربیت نہیں ہوئی تھی۔ وہ آپؒ کے پاس آ کر تعویذ بتانے کی گذارش کرنے لگے۔ مختلف طریقہ سے پریشان کرتے رہے اگرچہ ھُوَ ضَیُوفُکُم کے پیش نظر آپ نے تین دنوں تک برداشت کیا اور خندہ پیشانی سے جواب دیتے رہے۔ لیکن تین دنوں کے بعد سخت ناراضگی کا اظہار کیا۔ اور اعلیٰ حضرت پیر و مرشد قبلہ مدظلہٗ سے فرمایا کہ آئندہ صفائی، ستھرائی، اصلاح اور سدھار کا ضرور خیال رکھنا کہ اللہ کے نیک بندوں کی باشعور مقدس اور محترم جماعت تیار ہو سکے۔[2]

جس کام کے لئے کوئی شرعی جواز نہ ہوتا اور جس کو خلاف سنت اور مناسب نہیں سمجھتے اس کو بلا پس و پیش فوراً روک دیتے تھے۔ ایک بار نبڈیل شریف (ضلع ہوگلی) کی مسجد میں جب اذان کے وقت کلو میاں[3] نے اپنے انگوٹھے کو چومنا چاہا، تو آپ نے پیچھے سے اُن کے دونوں بازو پکڑ لئے اور اس وقت تک پکڑے رہے جب تک اذان ختم نہ ہو گئی۔

---

[1] سوانح حیات حضرت حامد حسن علویؒ ص۵۸ [2] سوانح حیات حضرت حامد حسن علویؒ ص۵۹ [3] کلو میاں چنار گڑھ ضلع مرزاپور (اتر پردیش) کے رہنے والے نبڈیل شریف

(بقیہ حاشیہ ص۳۵۸ پر)

حضرت حافظ حامد حسن علویؒ میں قوتِ تاثیر اور علمی تبحر بہت تھا۔ آپؒ تحمل و بُردباری، تواضع و خاکساری، ایثار و اخلاص، اعتدال و وسعت نظری کے اعلیٰ نمونہ تھے۔ آپ کے پاس ہر طرف سے مایوس اور محروم، معترض، مخالف اور دشمن آتے اور سب کے سب مرادیں پا کر جاتے۔ آپ کی صحبتِ کیمیا اثر سے ان کی دنیا بدل جاتی۔ مرید ہو جاتے اور ہمیشہ حق اور صداقت کا دَم بھرتے۔ حقیقت نگاہوں میں جگمگا جاتی۔ یاس و ناامیدی ختم ہو جاتی ـــــــــــ جو شخص بھی آپؒ کے قریب آتا، آشنائے دید و محبت ہو جاتا۔ جذب و کیف، سرشاری اور سرمستی کے عالم میں لُطف و لذت سے آشنا اور محظوظ نظر آتا۔ آپؒ کی مجلس میں تاثیر اور ضبط و ارفتگی کی بنا پر ایسا رنگ ہوتا کہ دوست تو دوست دشمن بھی گرویدہ ہو جاتا۔

جناب مولانا فصیح احمد صاحب[۱] بہاریؒ کو دار العلوم دیوبند کے شیخ الحدیث

[بقیہ حاشیہ ص۳۵۷ کا]

ضلع ہوگلی کے مشہور لوگوں میں سے ہیں۔ اُن کا خصتی کا کاروبار ہے۔

---

[۱] الحاج مولانا قاری سید فصیح احمد صاحبؒ ۱۳۲۲ھ بمطابق ۱۹۰۴ء میں اوگانواں، تھانہ اسلام پور ضلع پٹنہ (اب ضلع نالندہ) بہار میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام محمد خورشید علی تھا۔ ابتدائی تعلیم آپ کے والد مولوی محمد حسین صاحب (متوفی ۱۴ر ستمبر ۱۹۴۸ء) کی نگرانی میں پورینی ضلع بھاگل پور اور گیا میں ہوئی۔ پھر کان پور اور وہاں سے دیوبند ضلع سہارن پور تشریف لے گئے۔ ۱۹۲۵ء میں دورۂ حدیث شریف کے بعد تعلیم سے فراغت حاصل کی۔ جناب مولانا نثار احمد صاحبؒ (بقیہ حاشیہ ص۳۵۹ پر)

حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رح سے شرف تلمذ حاصل ہونے پر بڑی مسرت تھی اور آئندہ کے لئے برابر اُن کی یہی دعا رہی کہ طریقت اور سلوک میں بھی کوئی ایسا ہی محترم امام مل جائے۔ چنانچہ جب اُن کی حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی رح سے ملاقات ہوئی

(بقیہ حاشیہ ص۳۵۸ کا)

بھگوتی پور۔ تھانہ سنگھ واڑ ضلع دربھنگہ۔ متوفی ۷ ستمبر ۱۹۶۹ء) کے گہرے دوستوں میں تھے۔ اُن ہی کی کوششوں سے پہلے مدرسہ سہارن پور میں ملازم ہوئے۔ پھر نگینہ ضلع بجنور میں کام کیا۔ ۱۹۲۷ء میں وسط ہند میں واقع، راجپوتانہ کی واحد مسلم ریاست ٹونک کے پرگنہ سیرونج (اب ضلع ودیشا۔ مدھیہ پردیش) کے مدرسہ ریاض المدارس میں متعزز ہوئے اور درمیان میں ایک سال چھوڑ کر ۱۹۴۸ء تک اُسی مدرسے سے وابستہ رہے۔ درمیان میں ایک سال کے لئے مدرسہ عزیزیہ بہار شریف تشریف لائے تھے۔ ۱۹۴۸ء کے بعد اپنے وطن کے قریب مدرسہ محمدیہ استھانواں ضلع پٹنہ (اب ضلع نالندہ) میں منتقل ہوگئے۔ استھانواں میں مکان خرید کر دہیں اقامت اختیار کرلی۔ اجازت وخلافت آپ کو حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی رح سے حاصل تھی۔ آپ نے استھانواں، بہار شریف، باڑھ، گیا اور برونی کے آس پاس بہت کام کیا سینکڑوں افراد آپ کے دامن تربیت سے وابستہ ہوئے۔ عام طور پر سلسلہ عالیہ چشتیہ میں تعلیم دیتے تھے اور اجازت وخلافت حاصل ہونے کے باوجود اپنے متوسلین کو اعلیٰ حضرت پیرو مرشد قبلہ دام اللہ فیوضہ سے بیعت کراتے تھے۔ جمعہ ۸ رجمادی الآخر ۱۳۸۹ھ = ۲۲ اگست ۱۹۶۹ء کو سہ پہر میں تین بجے انتقال ہوا۔ استھانواں ضلع نالندہ میں دفن کئے گئے۔ آپ کے چھوٹے بھائی مولانا معظم حسین صاحب قاسمی مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ میں ٹیچر اور مدرسہ کے جونیر سکشن کے انچارج ہیں۔ آپ کے ایک صاحبزادے کلکتہ یونیورسٹی میں اُردو کے لکچرر ہیں۔ اور دوسرے بھیا ضلع گیا میں ڈاکٹر مولوی ہیں۔ ہفتہ وار نقیب پھلواری شریف ضلع پٹنہ مصحح اُمنہ نمبر۔ مارچ سنہ ۱۹۷۱ء ص ۳۸۔۳۰

تو اُن کو یقین ہوا کہ دعا کو قبولیت کا درجہ حاصل ہوا۔ جناب مولانا آزاد رسول[1] صاحب مدظلہ، رُشد و ہدایت اور روحانیت کی تلاش میں بہت سرگرداں اور پریشان رہے۔ اِس غرض سے وہ مسجد و مندر اور شیخ و برہمن سب تک دوڑے۔ لیکن کہیں پیاس نہ بجھی۔ حضور قبلہ قدس سرّہٗ سے ملاقات کے بعد معلوم ہوا کہ آبِ حیات کے قریب پہنچ گئے ہیں اور اب سیرابی اور زندگی یقینی ہے۔

گوشۂ ذہن کوئی کتب خانہ اور مطالعہ کا کوئی ظاہری سامان موجود نہیں ہونے کے باوجود آپ کے تبحرِ علمی کا یہ عالم تھا کہ جس مسئلہ پر گفتگو کرتے ایسا معلوم ہوتا کہ علم و فضل کا دریا جاری ہے۔ حیرت انگیز حد تک مضامین کی آمد ہوتی تھی۔ جو مضمون شروع کرتے۔ اسباب و علل کے ساتھ مفصّل بیان فرماتے۔ یہ مکتب کی کرامت نہ تھی، بلکہ فیضانِ نظر تھا۔ ایک بار ناشتہ کے وقت اعلیٰ حضرت پیر و مرشد قبلہ ادام اللہ فیوضہٗ کے ذہن میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ حضور قبلہ قدس سرّہٗ تصوّف کے امام کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن خلفائے راشدین رضؓ کے بارے میں آپ کیا بیان فرمائیں گے۔ ابھی یہ وسوسہ باقی تھا کہ حضور قبلہ قدس سرّہٗ نے خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے بارے میں گفتگو شروع کی اور مسلسل ڈھائی گھنٹے تک اس موضوع پر دلیل اور ثبوت کے ساتھ بیان

---

[1] جناب مولانا آزاد رسول صاحب مدظلہ، کنکرولی ضلع اُدے پور (راجستھان) کے رہنے والے اور جامعہ ملیہ اسلامیہ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ میں جامعہ کے پرائمری سکشن کے انچارج ہیں۔ حضرت سید عبد الباری شاہ اور حضرت حافظ حاجی حسن صاحب علویؒ کی سوانح حیات آپ ہی کے زیرِ اہتمام دہلی سے شائع ہوئی ہے۔

فرماتے ہے۔ ایک بار مبارک پور (ضلع اعظم گڑھ) میں مزارعت کے مسئلہ پہ کافی دیر تک پورے ثبوت کے ساتھ گفتگو کی۔ ایک بار رات کو سوتے وقت حماسہ کے اشعار اور جن جنگوں میں وہ کہے گئے تھے، تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا۔ پھر فرمانے لگے کہ لوگ کہتے ہیں کہ مجھے علم لدنی حاصل ہے۔ چاٹگام میں بھی آپ کے بارے میں ایسا ہی مشہور تھا۔

طبیعت میں خاکساری، تحمل، اور بردباری کا مادّہ بہت تھا۔ اگر کبھی کسی مُرید کی زجر و تنبیہہ کی ضرورت پڑتی، تو پھر فوراً ہی ضبط اور تحمّل کے بعد ہنس کر اُس کا غم غلط کر دیتے۔ اکثر اپنے پیر و مرشد قطب ارشاد حضرت سیّد عبد الباری شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مشفقانہ انداز تربیت کا ذکر فرماتے۔ سفر ہو یا حضر، ہر جگہ اپنے مریدین اور متوسّلین کے ساتھ احترام اور برابری سے پیش آتے اور کبھی بھی اپنے لئے کوئی خاص امتیاز پسند نہیں فرماتے۔ ماسٹر محمد عیسیٰ[۱] صاحب کی صاحبزادی کی تقریب شادی میں شریک ہونے۔ پالکی واپس کر دی اور مئی کے مہینہ میں اسٹیشن سے متوسّلین کے ساتھ پاپیادہ کئی میل کا سفر کر کے کوٹریا پار پہنچے۔ واپسی میں جب سب کے لئے سواری کا انتظام ہوا تو پالکی سے اسٹیشن آئے۔ جلال[۲] پور ضلع فیض آباد، کو ہنڈہ سے تیرہ چودہ میل اُتر ہے۔

---

[۱] ماسٹر محمد عیسیٰ صاحب کوٹریا پار ضلع اعظم گڑھ کے رہنے والے تھے۔ ہجرت کر کے پاکستان چلے گئے۔ اجازت و خلافت حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی سے حاصل ہے۔ ابھی حیات ہیں اور لالو کھیت کراچی (پاکستان) میں مقیم ہیں۔ [۲] دیکھئے صفحہ ۱۷-۳۱۶؛ جلال پور ضلع فیض آباد کے جناب حافظ محمد ظہور مرحوم حضرت قبلہ رح کے خلیفہ تھے۔ جن کے ذریعہ جلال پور میں کام جاری ہوا۔ اور بہت سے لوگ کام میں لگے۔

سوانح حیات حضرت حامد حسن علوی رح صفحہ ۶۸-۶۵

رُشد و ہدایت کی غرض سے وہاں تشریف لے جاتے تھے اور اتنی لمبی مسافت پیدل ہی طے کرتے تھے۔ شاہ گنج جنکشن کو ہنڈرہ سے پانچ چھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ وہاں بھی تبلیغی کام سے پیدل تشریف لے جاتے تھے اور پیدل ہی واپس آتے تھے۔

حضور قبلہ قدس سرّہٗ بہت ہی سادہ لباس پہنتے تھے۔ عام طور پر لنگی، سادہ کُرتا، گول ٹوپی اور کبھی کبھی پاجامہ اور پوری آستین کی بنڈی بھی پہنتے تھے۔ لیکن سادگی ہمیشہ ملحوظ خاطر رہتی اور اپنے متوسّلین کو بھی سادہ زندگی گزارنے کی تلقین فرماتے تھے۔ دسترخوان پر حضور قبلہ رح کے لئے جَو کی چھوٹی چھوٹی دو ٹکیاں آتی تھیں جن میں ایک ہی آدھی تناول فرماتے۔ پوری تن دہی اور انہماک سے کھیتی میں مشغول رہتے اور اپنے کو قوتِ لایموت کے لئے کسب محنت کا ذمّہ دار جانتے۔ اور سب کچھ اللہ کے لئے رکھتے۔ صدقات اور زکوٰۃ واجبہ کی ادائیگی کے بعد ساری پیداوار اللہ کے نیک بندوں پر خرچ ہوتی۔ اپنے مریدین اور متوسّلین کو اولاد کی طرح پیار کرتے تھے۔ اور اپنا سب کچھ اللہ والوں کے لئے وقف سمجھتے۔[1]

حضور قبلہ قدس سرّہٗ کے متوسّلین میں مختلف مکتبہ خیال کے لوگ شامل تھے۔ مشائخ کی عظمت کے لحاظ کے باوجود مسائل تصوّف کے سوا دوسرے اُمور شرعی میں کسی شیخ کی پیروی نہیں۔ بلکہ امام اعظم ابو حنیفہ رح کی تقلید کو ضروری سمجھتے تھے۔ دُنیاوی معاملات میں اپنے متوسّلین کے اجتہاد اور اختلاف رائے کو جائز سمجھتے تھے۔

---

[1] سوانح حیات حضرت حامد حسن علوی رح صـ ۶۸-۶۵

مسلک میں استحکام تھا۔ لیکن اگر کوئی شخص کسی مسئلہ میں آپ کی رائے سے اپنی موافقت کا فائدہ اُٹھانا چاہتا، تو پسند نہیں فرماتے۔ اور کہتے کہ آزادی رائے کی گنجائش ہے۔ اس طرح آپ مسائل میں اعتدال اور مسالک میں پوری احتیاط برتتے۔ جماعت کے اصول کا لحاظ کرتے اور اشخاص کی شخصیتوں اور اُن کی کیفیات پر بھی نگاہ رکھتے تھے۔[۱]

حق سے خاموشی کو گناہ جانتے تھے۔ ایک بار ایک مجلس میں جہاں آپ بھی موجود تھے۔ کسی واعظ نے شہداء کے مدارج بیان کرتے ہوئے بتلایا کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد اُنہیں کے امتیازات ہیں۔ آپ نے فوراً ٹوکا اور فرمایا کہ نبیین کے بعد صدیقین ہیں۔ پھر شہداء اور صالحین۔ اس طرح بیچ کی ایک کڑی کو کیوں نظرانداز کر رہے ہیں۔[۲] علمی معاملات میں رواجی۔ ظنی اور مشتبہ باتوں کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ تحقیق و تفتیش کو ضروری سمجھتے تھے۔ چنانچہ ایک بار ایک تعلیم یافتہ شخص کے اس خیال سے متعجب ہوئے کہ فرعون دریائے نیل میں غرق ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ غلط ہے۔ اور آیاتِ قرآنی کی روشنی میں ثابت کیا کہ فرعون دریائے نیل میں نہیں، بلکہ بحر قلزم میں غرق ہوا۔[۳]

حضور قبلہؒ کے نزدیک انسانیت کا ایک مقام تھا اور اسی کے ساتھ

---

[۱] سوانح حیات حضرت حامد حسن علویؒ ص ۶۷-۶۸

[۲] سوانح حیات حضرت حامد حسن علویؒ ص ۷۴

[۳] سوانح حیات حضرت حامد حسن علویؒ ص ۷۶-۷۵

اکرام مومن کی بھی اہمیت تھی۔ وہاں ذات اور نسل، حسب ونسب سامنے نہیں تھا۔ بلکہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ ادنیٰ ہو یا اعلیٰ۔ بنیاد خوبی اور کمال ہوتا کوئی اور چیز نہیں ایمان کی استدا رکلمہ کے اقرار سے جانتے۔ کیونکہ وہ عامی مومن جو ظاہری معصیت میں گرفتار ہے۔ ممکن ہے ایسی ساعت پا جائے کہ اس کا نورِ ایمانی چمک اٹھے اور خاتمہ بخیر ہو۔ بارہا ایسا ہوا ہے کہ ظاہر میں خراب سے خراب انسان کو کلمہ کی برکت کی بناء پر اللہ جل شانہ نے ایسے کام کی توفیق دی کہ اس کے لئے آخرت کی خوبی کا ذریعہ بن گیا۔ اس لئے کلمہ کی بڑی قدر تھی۔ کلمہ ایمانی کو جاری اور عام کرنے اور اس کے انوار کو کام میں لانے کی پوری کوشش رہتی کہ مومنین، صدیقین کی راہ پر چل کر اخلاص اور احسان کی دولت سے مالا مال ہو جائیں[1]۔

جناب حافظ حامد حسن صاحب علوی قدس سرہٗ نے اپنے انتقال سے پانچ سال قبل رمضان المبارک ۱۳۷۴ھ = مئی ۱۹۵۵ء میں اپنے مریدین اور متوسلین کی رہنمائی کے لئے جو وصیتیں تحریر فرمائی تھیں وہ ذیل میں درج کی جاتی ہیں:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

امابعد: یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ

---

[1] سوانح حیات حضرت حامد حسن علویؒ ص۱۶۸

[2] سوانح حیات حضرت حامد حسن علویؒ ص۱۶۸-۱۶۷

الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ٥[1] اللہ رب العزت کے نزدیک قبولیت اور محبوبیت کے کچھ اصول ہیں جن سے بلند عزائم والوں کو آراستہ ہونا اور کچھ محرومی اور ناکامی کے اسباب ہیں جن سے اصحاب فہم کو بچنا اور احتراز کرنا ضروری ہے۔

۱۔ بنیادی چیز جس سے ہر بلندی کی ابتدا ہوتی ہے۔ خوف خدا ہے۔ انسان میں اگر خوفِ خدا نہ ہو تو کسی طرح قبولیت ممکن نہیں۔

۲۔ محبت الٰہی ترقی اور عروج کا بنیادی سرچشمہ ہے، جو اصحابِ محبت کی صحبتوں سے آسانی سے حاصل ہوتا ہے۔

۳۔ اخلاص، اللہ کی رضا اور اطاعت کے جذبہ سے عمل کی ابتدا ہونی چاہیئے۔ اگر یہ چیزیں مفقود ہیں، تو جو لوگ ان صفات عالیہ سے متصف ہوں ان کی صحبت سے یہ چیزیں حاصل ہو سکتی ہیں۔

۴۔ مسنونہ اور ماثورہ اشغال میں کسب اور مجاہدہ ترقی کی راہ کھولتا ہے۔ اور خامیوں کو دفع کرتا ہے۔ صفائی باطن کے لئے خلوت لازمی ہے۔ اس سے حال و مقام بن سکتا ہے۔

۵۔ اصحاب تقوٰی کے آپس میں اخلاص و محبت سے متحابون فی اللہ کا لشکر منظم ہوتا ہے۔

---

[1] قرآن پاک۔ سورۂ مائدہ (۵) آیت ۳۵؛ پارہ ۶۔ رکوع ۱۰۔ (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اللہ تعالیٰ کا قرب ڈھونڈو۔ اور اللہ کی راہ جہاد کیا کرو۔ امید ہے کہ تم کامیاب ہو جاؤ گے)۔

۶۔ حُبِّ دنیا سب سے بنیادی خامی ہے جس سے احتراز کرنا لازمی ہے۔

۷۔ اختلاف، جمعیت کو پراگندہ کر دیتا ہے۔ اس سے بچنا ضروری ہے۔ آپس میں اگر کسی بات میں اختلاف ہو تو خاموشی سے اس کا تدارک کرنا چاہیئے، جو غلطی پر ہو اسے محبت آمیز لہجہ میں سمجھانا چاہیئے۔ تاکہ اختلاف بڑھنے نہ پائے اور آپس کی محبت میں کوئی گڑبڑ نہ ہو۔

۸۔ نیابت اور خلافت میں اہلیت کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ محض آبائی وراثت کو بنیاد بنانے سے مستقبل تاریک ہو جائے گا۔

۹۔ نسبت صوفیہ کی تکمیل کے لئے اصحابِ نسبت کی تعظیم و تکریم اور ان کا احترام لازمی ہے۔

۱۰۔ ریاضت، شغل و اشغال کا حاصل تقرّبِ الٰہی ہے۔ قدم سعی بشیر بہتر تا آنکہ جنّت الفردوس، دیدارِ خدا حاصل ہو۔

۱۱۔ سلسلہ کے احباب کو چاہیئے کہ معاصرت اور مسابقت کے غلط اثرات سے متاثر نہ ہوں۔ آپس میں اخلاص اور محبت کا برتاؤ رکھیں اور اپنے کو امام الطریقہ حضرت سید عبدالباری شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا مرید خیال کریں کہ اس سے سب شمار حاوے ہیں۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ

(دستخط) حامد حسن علوی مدظلہٗ

۲۹ رمضان المبارک

۱۳۷۴ھ

الحاج حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی قدس سرہٗ نے اپنی زندگی ہی میں سلسلہ کے لئے تعلیمات کی کتاب مرتب کرادی تھی۔ تاکہ آئندہ اختلاف نہ ہو۔ اس میں تفصیل سے مسائل سمجھائے اور بتلائے گئے ہیں۔ اجمال و تفصیل کے ہر پیچ و خم سے آگاہ اور واقف کیا گیا ہے۔ کتاب تعلیمات کے صفحات ۲۹، ۳۰ اور ۳۱ پر حضور قبلہ قدس سرہٗ کے خلفا کی فہرست چھپی ہے۔ یہ فہرست میری گذارش پر آئینہ ویسی کے لئے اعلیٰ حضرت پیرومرشد قبلہ ادام اللہ فیوضہٗ کے بڑے نواسے بابو اسرار الحق خاں[1] محترم نے نقل کر کے

---

[1] محترم المقام جناب بابو اسرار الحق خاں، بی۔ اے؛ بی۔ ایڈ اعلیٰ حضرت پیرومرشد قبلہ مدظلہٗ کے بڑی صاحبزادی مرحومہ کے فرزند رشید پھول پور ضلع اعظم گڑھ (اُترپردیش) نواده کے رہنے والے نہایت ہی صالح اور لائق و فائق نوجوان ہیں بچپن ہی سے اعظم گڑھ میں اعلیٰ حضرت قبلہ عالم مدظلہٗ کے ساتھ رہے اور فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے رہے۔ بی۔ اے اور بی۔ ایڈ کے امتحانات پاس کرنے کے بعد شبلی نیشنل کالج اعظم گڑھ میں ال۔ ال۔ بی کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ تعلیم تصوف مکمل ہو چکی ہے۔ اپنی امتیازی خصوصیت کے باعث کالج میں نیشنل کیڈٹ کور کے اعلیٰ ترین عہدہ پر پہنچ گئے تھے۔ فوج میں کمیشن کے لئے انتخاب ہو چکا تھا۔ لیکن والدہ مرحومہ کی مخالفت کی وجہ سے اس عہدہ کو قبول نہ کر سکے۔ اعظم گڑھ میں اعلیٰ حضرت قبلہ عالم ادام اللہ فیوضہٗ اور آپ کے متوسلین مہمانوں کی خدمت میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں عبادت و ریاضت، خدمت، سادگی، تقویٰ و پرہیز گاری کے اعلیٰ نمونہ ہیں۔ بہرائچ، جونپور، مبئی، کلکتہ اور اعظم گڑھ میں آپ نے بڑا کام کیا ہے۔ اس نوجوانی میں سیکڑوں آدمی آپ کی کوششوں سے راہ راست پر آکر اعلیٰ حضرت کے متوسلین میں شامل ہوئے ہیں (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶۸ پر

بھیجا ہے جسے شکریہ کے ساتھ ذیل میں درج کیا جا رہا ہے :-

۱ - جناب ڈاکٹر اسعد اللہ خاں صاحب مرحوم - دیوبند ضلع سہارن پور

۲ - جناب سیّد عبد الجلیل صاحب مرحوم - شاہ پور ضلع فتح پور

۳ - جناب سیّد شاہ محمد احسن صاحب مرحوم - یحییٰ پور - شہر الٰہ آباد

۴ - جناب محمد سعید صاحب مرحوم - یحییٰ پور - شہر الٰہ آباد

۵ - جناب صوفی عبد المجید صاحب مرحوم - بہریا ضلع اعظم گڑھ

۶ - جناب محمد خلیل خاں صاحب بہریا ضلع اعظم گڑھ

۷ - جناب محی الدین خاں صاحب جمعدار مرحوم - بہریا ضلع اعظم گڑھ

۸ - جناب حافظ محمد ظہور صاحب مرحوم - جلال پور - ضلع فیض آباد

۹ - جناب عبد الرؤف صاحب مرحوم - قصبہ مئو - ضلع اعظم گڑھ

[بقیہ حاشیہ صـ ۳۶۷ کا]

کئی آدمی آپ کے دست حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں - چند سال قبل جون پور کے محلہ سپاہ میں گومتی ندی کے کنارے ابراہیم شاہ شرقیہ کی تعمیر کردہ جھنجھری مسجد کے پاس عصر کے وقت آپ کو حضرت خواجہ خضرؑ کی زیارت نصیب ہوئی - گفتگو بھی ہوئی - آپ کے تمام ساتھیوں اور پاس میں کام کرنے والی ایک دھوبن نے بھی حضرت خواجہ خضرؑ کو گومتی کے سطح آب پر دیکھا اور دھوبن سخت متعجب ہوئی -

(مئی ۱۹۷۳ء کو آپ کی والدہ محترمہ کا اعظم گڑھ میں وصال ہوا - اُس سے چند روز قبل آپ کی شادی شرعی طور پر نہایت سادگی کے ساتھ انجام پائی - اعلیٰ حضرت قبلۂ عالم مدظلہٗ کے حکم سے متوسلین کی ابتدائی تعلیم اسرار بابو کے ذریعہ ہوتی ہے -

۱۰ - جناب ولی محمد میاں صاحب مرحوم - قصبہ مئو - ضلع اعظم گڑھ

۱۱ - جناب مولانا عبدالسمیع صاحب مرحوم - بہوروا ضلع بلیا

۱۲ - جناب صوفی عبدالستار صاحب مرحوم - ہسنغیاں - ضلع پورنیہ

۱۳ - جناب الحاج محمد احسان صاحب مرحوم - کھمیاں - ضلع پورنیہ

۱۴ - جناب مولوی محمد شبلی صاحب مرحوم - منداؤں ضلع اعظم گڑھ

۱۵ - جناب مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم - چنوتی - ضلع چاٹگام (بنگلہ دیش)

۱۶ - جناب مولوی محمد منیر صاحب مرحوم - حالی شہر - ضلع چاٹگام (بنگلہ دیش)

۱۷ - جناب مولوی عبدالجبار صاحب مرحوم - ساگ پورہ ضلع چاٹگام (بنگلہ دیش)

۱۸ - جناب مولوی خلیل احمد صاحب مرحوم - منوہ ضلع چاٹگام - (بنگلہ دیش)

۱۹ - جناب مولوی فضل حق صاحب مرحوم - چنوتی - ضلع چاٹگام (بنگلہ دیش)

۲۰ - جناب مولوی فضل الرحمٰن صاحب مرحوم - کریدنگر - ضلع چاٹگام (بنگلہ دیش)

۲۱ - جناب مولوی شرف الدین صاحب مرحوم - انوارا - ضلع چاٹگام (بنگلہ دیش)

۲۲ - جناب مولوی منظفر صاحب مرحوم - مندو ضلع اکیاب (برما)

۲۳ - جناب مولوی تراب الدین صاحب مرحوم - مندو ضلع اکیاب (برما)

۲۴ - جناب مولوی مطیع الرحمٰن صاحب مرحوم - منی بیل ضلع اکیاب (برما)

۲۵ - جناب مولوی عبدالسلام صاحب مرحوم - گرام پاڑا - ضلع اکیاب (برما)

۲۶ - جناب عبدالجبار صاحب مرحوم - مولی باڑا - ضلع اکیاب (برما)

۲۷ - جناب مولوی عبداللہ صاحب مرحوم - سندی پرانگ - رنگون (برما)

۲۸۔ جناب مولوی ولی احمد صاحب مرحوم۔ بندر پرانگٹ۔ رنگون (برما)

۲۹۔ جناب مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم۔ ہلی بازار۔ رنگون (برما)

۳۰۔ جناب عبدالجبار صاحب ولد حمید علی مرحوم مولی باڑا ضلع اکیاب رنگون (برما)

۳۱۔ جناب مولوی جمال الدین صاحب قطب دیا۔ ضلع چاٹگام (بنگلہ دیش)

۳۲۔ جناب حکیم مولوی قاضی منیر الدین صاحب چنوتی ضلع چاٹگام (بنگلہ دیش)

۳۳۔ جناب سید حافظ منظور احمد صاحب مرحوم۔ یحیی پور شہر الہ آباد

۳۴۔ جناب حکیم مولوی محمد عمر صاحب مرحوم۔ قصبہ مئو۔ ضلع اعظم گڑھ۔

۳۵۔ جناب منشی محمد شفیع صاحب مرحوم۔ بمبئی۔

۳۶۔ جناب ماسٹر محمد علی صاحب لالو کھیت کراچی (پاکستان)

۳۷۔ جناب مولوی محمد سعید خان صاحب، نوناری، ضلع اعظم گڑھ۔

ابھی تک الحاج حافظ حامد حسن صاحب علویؒ کے خلفاء کے حالات اور اُن کے شاندار کارناموں کو مرتب کرنے کی کوشش نہیں کی جاسکی ہے اور ان میں سے اکثر بزرگوں کے اسمائے گرامی اور اُن کے مختصر پتہ کے سوا نہیں کچھ بھی معلوم نہیں۔

جناب ڈاکٹر احمد اللہ صاحب مرحوم دیوبند ضلع سہارنپور کے رہنے والے تھے اور وہاں کے مشہور اور خاص لوگوں میں سے تھے۔ حضور قبلہ قدس سرہٗ جب بھی دیوبند تشریف لے جاتے تھے، تو انہیں کے یہاں قیام فرماتے تھے۔ غالباً برعظیم کی تقسیم کے بعد پاکستان چلے گئے اور صوبہ پنجاب کے شہر لائل پور میں اُن کا انتقال ہوا۔

شہر الٰہ آباد میں چوک سے کچھ آگے بھارتی بھون اسٹریٹ الٰہ آباد جنکشن سے تقریباً ۱½ میل دکھن پورب بحیٰ پور ایک مشہور محلہ ہے حضور قبلہ قدس سرہٗ کبھی کبھی الٰہ آباد جاتے تھے۔ وہاں جناب سید شاہ محمد احسنؒ صاحب مرحوم، جناب محمد سعیدؒ صاحب مرحوم اور جناب سید حافظ منظور احمد تین خلفاء کے نام ملتے ہیں۔ بہریا ضلع اعظم گڑھ کے نظام آباد تھانہ میں شہر اعظم گڑھ سے ۱۴ میل پچھم قدرے دکھن اور سنجر پور سے ڈیڑھ میل اُتر پورب ہے سنجر پور ہالٹ اسٹیشن سے بہریا صرف ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔ بہریا میں حضرت رح کی چھوٹی صاحبزادی سالحہ خاتون صاحبہ کی شادی فریدالدین خاں صاحب سے ہوئی۔ بہریا میں بھی آپ کے تین خلفاء جناب صوفی عبدالمجیدؒ صاحب مرحوم، جناب محمد خلیلؒ صاحب مرحوم اور جناب محی الدین خاںؒ صاحب جمعدار صاحب مرحوم تھے جمعدار صاحب مرحوم کا مزار بھوپال میں ہے۔

جناب حافظ محمد ظہور صاحبؒ جلال پور ضلع فیض آباد کے رہنے والے تھے جلال پور کو شنڈہ سے تقریباً چودہ میل اُتر معالی پور ریلوے اسٹیشن اور اشرف پور کچھوچھہ کے درمیان واقع ہے۔ تاریخی مقام اور کپڑے کی صنعت کا مرکز ہے[۱] ۔ حافظ محمد ظہور صاحب مرحوم کے ذریعہ وہاں بہت کام ہوا اور حضور قبلہ تبلیغی کاموں کے سلسلہ میں اکثر وہاں پا پیادہ جایا کرتے تھے۔

قصبہ مئو ضلع اعظم گڑھ کی محمد آباد تحصیل میں ٹونس ندی کے کنارے ایک مشہور مقام اور بھٹنی بنارس سیکشن لائن پر ریلوے جنکشن ہے اس صنعتی مرکز کو

---

[۱] دیکھئے ص ۱۷-۱۶

مئو ناتھ بھنجن[1] کہتے ہیں۔ یہ ضلع اعظم کا سب سے بڑا شہر اور شمالی ہندوستان میں کپڑے کی صنعت کا بڑا مرکز ہے۔ یہاں مسجدیں اور دینی ادارے بہت ہیں۔ اس وقت یہاں کے مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مدظلہ علم حدیث میں بڑی شہرت رکھتے ہیں۔ یہاں جناب عبدالروف[9] صاحب مرحوم اور جناب ولی محمد میاں[1] مرحوم اور جناب حکیم مولوی محمد عمر صاحب[۳۴] مرحوم تین خلفار کے نام ملتے ہیں۔

مولانا عبدالسمیع[11] صاحب مرحوم ضلع بلیا میں بلتھرا روڈ اسٹیشن سے ایک میل اُتر بھورواگاؤں کے رہنے والے تھے۔ بھورواں میں چمڑہ کی تجارت کرنے والے خوش حال مسلمانوں

---

[1] مئو ٹونس ندی کے داہنے کنارے پر ۲۵ درجہ ۵۷ دقیقہ شمال اور ۸۳ درجہ ۴۴ دقیقہ مشرق پر واقع ہے۔ یہاں سے ایک برانچ لائن اعظم گڑھ ہوتے ہوئے شاہ گنج کو جاتی ہے۔ ۱۹۰۱ء میں یہاں کی آبادی ۹۶ ،۶ ،۱۷ تھی۔ شہر بہت پرانا ہے لیکن اس کی تاریخ معلوم نہیں ہے۔ آئین اکبری میں ایک مہال یا پرگنہ کا صدر مقام لکھا ہے۔ شہنشاہ شاہ جہاں نے اسے اپنی لڑکی جہاں آرا بیگم کو جاگیر میں دیا۔ شاہی امداد سے اس کی بڑی ترقی ہوئی۔ اُس زمانہ میں شہر میں ۸۴ محلے اور ۳۶۰ مسجدیں تھیں۔ شہزادی جہاں آرا کی بنوائی ہوئی سرائے موجود ہے۔ زیادہ تر آبادی مومن برادری کے مسلمانوں کی ہے۔ ۱۹۶۱ء کی مردم شماری میں آبادی ۸۵ ،۸۴۷ تھی۔ دواخانہ، تھانہ اور ڈاک وغیرہ ہے۔ امپریل گزیٹیر آف انڈیا جلد ہفدہم ص ۲۲۳؛ اعظم گڑھ ضلع سنس ہینڈ بک ۱۹۶۱ء ص ۹۔ مئو کے قریب لوہرا میں حضرت مخدوم شاہ ابوالغوث گرم دیوان، مہرو پور میں حضرت مخدوم شاہ اسمٰعیل اور ولید پور میں حضرت [illegible] محمد کامل قادری (متوفی ۱۳۲۲ھ ۱۹۰۴ء) کے مزارات ہیں۔ شیراز ہند جون پور، سید اقبال احمد جون پوری ص ۶۱۳ اور ۶۹۴

کی آبادی ہے۔ یہاں بستی کے پورب تالاب کے مغربی کنارے پر مولانا عبدالسمیع صاحبؒ کا مزار ہے۔ مولانا عبدالسمیع صاحبؒ نے گیا اور اورنگ آباد کے علاقے میں بہت کام کیا۔ زیادہ تر سلسلہ عالیہ چشتیہ میں تعلیم دیتے تھے۔ کشف و انشراح بہت ہوتا تھا اور آپکی سادگی اور نیکی سے فائدہ اٹھاکر بہت سے لوگ آپ سے اس طرح کی باتیں دریافت کرتے تھے اور پھر حضور قبلہ قدس سرہٗ کو ان باتوں کی خبر کردیتے تھے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ایک دو بار آپ کی تادیب بھی کی گئی۔ مولانا عبدالسمیع صاحبؒ مرحوم صاحب خدمت بزرگ تھے[1] اور باطنی نظام کی مجلسوں میں شریک ہوتے تھے اور ان کی کوشش ہوتی تھی کہ اس طرح کی مجلس میں سیاسی مسائل میں ان کی رائے کا غلبہ رہے۔

گیا میں جب ایک بار ایک بنگالی مجذوب نے سلیمان کریم صاحب کی ساری روحانی صلاحیتیں سلب کر لی تھیں اور یہ سخت بیمار ہو گئے تھے اور حالت بے حد خراب تھی۔ جمعہ کی نماز سے پہلے ان کو نیند آئی اور دیکھا کہ مولانا عبدالسمیع صاحب مرحوم اس مجذوب کے سر کا بال پکڑے ہوئے گھسیٹتے ہوئے لا رہے ہیں اور اس کی اس ناقابل معافی جراءت پر سخت سزا دینا چاہتے ہیں۔ وہ مجذوب گریہ و زاری کے ساتھ معافی کا خواستگار تھا۔ آخر سلیمان کریم صاحب نے معاف کر دیا۔ ان کی ساری طاقتیں واپس آ گئیں۔ نیند سے بیدار ہوتے ہی طبیعت شاداں و فرحاں ہو گئی اور باسانی جمعہ کی نماز کے لئے مسجد میں حاضر ہوئے۔[2]

---

[1] سوانح حیات حضرت حامد حسن علوی رح ص ۱۱۲

[2] بحوالہ جناب سلیمان کریم صاحب فینسی بوٹ ہاؤس۔ مقابل چھتہ مسجد گیا۔ (بقیہ حاشیہ ص ۳۷۴ پر)

ضلع پورنیہ (بہار) کے اموَر تھانہ میں ایک مقام ہفنیاں ہے۔ جو نارتھ ایسٹ فرنٹیر ریلوے کی بارسوئی سلی گوڑی لائن کے سور جاکمال اسٹیشن سے تقریباً چار میل (۶ کیلومیٹر) پچھم جہاندا اور کنکئی ندیوں کے درمیان دونوں کے مقام اتصال سے کچھ اوپر واقع ہے۔ یہاں حضور قبلہ قدس سرّہٗ نے ایک خانقاہ تعمیر کرائی تھی اور تبلیغی کاموں کے سلسلہ میں وہاں برابر تشریف لے جاتے تھے۔ اُن دنوں میٹر گیج کی لائن صوبہ بہار کے آخری سب ڈویژن کے صدر مقام کشن گنج میں ختم ہو جاتی تھی۔ سور جاکمال[1] اسٹیشن قائم نہیں ہوا تھا۔ حضور قبلہؒ کشن گنج سے ایک اسٹیشن دکھن کانکی میں اُترتے تھے اور وہاں سے مہانندا کو عبور کر کے پیدل یا بیل گاڑی پر چھ سات میل کا سفر طے کر کے ہفنیاں پہنچتے تھے۔ اِس گرد دہ دیہات کا دشوار گذار اور تکلیف دہ راستہ کبھی بھی آپ کی تبلیغی کاوشوں اور اللہ کے بندوں کو اللہ سے ملانے کے ذوق وشوق کی راہ میں حائل نہیں ہوا۔ یہاں بہت سے لوگ دامنِ تربیت سے وابستہ ہوئے اور تعلیم میں لوگوں نے بہت جوش و خروش کا اظہار کیا۔

کتاب تعلیمات کی فہرست میں ضلع پورنیہ کے صرف دو خلفاء جناب عبدالستار[12] صاحب مرحوم اور حاجی محمد احسان[13] صاحب مرحوم کے نام شامل ہیں۔

[بقیہ حاشیہ ص۳۷۳ کا]

جناب سلیمان کریم صاحب، بہار شریف سب ڈویژن کے رہنے والے اور ریٹائرڈ نواب کریم صاحب بہار نیشنل کالج پٹنہ اور جناب حافظ کریم ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر کے چچا زاد بھائی ہیں۔

[1] سور جاکمال اسٹیشن ڈال کولا اور کانکی کے درمیان آزادی کے بعد [بقیہ حاشیہ ص۳۷۵ پر]

لیکن اجازت وخلافت جناب منشی غلام محی الدین صاحب مرحوم اور حافظ عبدالحفیظ صاحب مرحوم کو بھی حاصل تھی۔ کتاب تعلیمات کی فہرست میں ان دونوں بزرگوں کا نام چھوٹ گیا ہے۔ اسی طرح کی ایک فروگذاشت جناب مولانا فصیح احمد[1] بہاریؒ کے سلسلہ میں ہوئی ہے۔ اُن کو بھی اجازت وخلافت حاصل تھی۔ اُن کا نام بھی فہرست میں شامل نہیں ہے۔ اِس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خلفاء کی فہرست مکمل نہیں ہے اور کچھ بزرگوں کے نام شامل نہیں ہیں۔

جناب صوفی عبدالستار صاحب مرحوم اور جناب منشی غلام محی الدین صاحب مرحوم دونوں مُغنیاں کے رہنے والے تھے۔ صوفی عبدالستار صاحب مرحوم کا سوموار ۱۲ ربیع الاوّل سنہ ۱۳۸۲ھ = ۲۸ ماہ ساون سنہ ۱۳۶۹ فصلی = ۱۳ اگست سنہ ۱۹۶۲ء کو اور جناب منشی غلام محی الدین صاحب کا بدھ ۱۲ ربیع الآخر سنہ ۱۳۸۴ھ = ۲۷ ماہ ساون

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷۴ کا]

قائم ہوا ہے۔ یہ تقریباً مغنیاں کے سامنے پورب ہے۔ سورجاکمال اسٹیشن کٹیہار جنکشن سے ۷۵ کیلومیٹر، اُتّر پورب بارسوئی جنکشن سے ۳۵ کیلومیٹر اور کشن گنج سے ۲۰ کیلومیٹر دکھن ہے۔ یہی سُرجاپور پرگنہ کا صدر مقام تھا۔ سُرجاپوری بولی اور سُرجاپوری آم اُسی پرگنہ کے نام پر ہے۔ اسی لائن پر بارسوئی جنکشن سے گیارہ کیلومیٹر اُتّر سُدھانی اسٹیشن ہے۔ جہاں سے ڈیڑھ دو میل پچھم مہاندا کے داہنی کنارے پر رحمان پور بستی ہے۔ جہاں سلسلہ نقشبندیہ، ابوالعلائیہ کے مولانا حفیظ الدین صاحب لطیفیؒ کا مزار ہے۔ کٹیہار میں دارالعلوم لطیفی آپ ہی کے نام پر ہے۔

[1] جناب مولانا فصیح احمد صاحبؒ استھاواں ضلع پٹنہ (اب ضلع نالندہ) دیکھئے صفحہ ۳۵۸

۱۳۷۱ فصلی = ۱۲ اگست ۱۹۶۴ء کو سفینیاں میں انتقال ہوا۔ دونوں بزرگوں کے مزارات سفینیاں میں خانقاہ سے متصل اتر ہیں۔ حضرتؒ کے تیسرے خلیفہ جناب حاجی محمد احسان صاحب مرحوم سفینیاں کے قریب کھمیاں گاؤں کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے منگل ۲۲ جمادی الآخر ۱۳۷۶ھ = ۲۵ دسمبر ۱۹۵۶ء کو انتقال کیا ان کا مزار کھمیاں ہی میں ہے۔ جناب حافظ عبدالحفیظ صاحب مرحوم نندنیاں[1] گاؤں کے رہنے والے تھے۔ اُن کا وصال بھاٹا باڑی میں ہوا اور وہ وہیں مدفون ہیں[2]۔

جناب صوفی عبدالستار صاحب مرحوم کے صاحبزادے صوفی عبدالحلیم صاحب خانقاہ سفینیاں کے نگراں ہیں اور سلسلہ کے کاموں سے بہت دلچسپی لیتے ہیں۔ آپ کے ایک بھائی ڈاکٹر صاحب سورجاکمال میں پریکٹس کرتے ہیں۔ اُن کے ایک صاحبزادے محمد حرار صاحب نے پٹنہ یونیورسٹی سے اُردو میں ام۔ اے کیا ہے اور دوسرے صاحبزادے محمد حسنین پٹنہ یونیورسٹی کے بی کام میں پڑھتے ہیں۔ جناب منشی غلام محی الدین صاحب مرحوم کے صاحبزادے ابومسعود صاحب نے ریاضی میں ام۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی کیا ہے۔ اور وہ کلکتہ کے پاس کلیانی یونیورسٹی میں ملازم ہیں۔

بہار کا ضلع پورنیہ جہاں اس وقت بارہ لاکھ سے زیادہ مسلمان آباد ہیں۔

---

[1] نندنیاں۔ ڈاکخانہ میر دیرہاٹ۔ براہ سونتھا۔ ضلع پورنیہ۔

[2] خط جناب صوفی عبدالحلیم صاحب خانقاہ سفینیاں۔ ڈاکخانہ سفینیاں، براہ بائسی۔ ضلع پورنیہ۔ مورخہ ۶ جولائی ۱۹۷۵ء اور ۲ ستمبر ۱۹۷۵ء

اور وہاں کی پوری آبادی میں مسلمانوں کا تناسب تقریباً چالیس فی صد ہے اور ہندوستان کے تمام اضلاع سے یہاں اُردو بولنے والوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے[۱] - اس کی طرف حضور قبلہ قدس سرّہٗ نے کافی توجہ کیا تھا - اور اعلیٰ حضرت پیر و مرشد قبلہ ادام اللہ فیوضہٗ بھی وہاں اکثر تشریف لے جاتے رہے ہیں - پورنیہ ضلع کے مشرقی حصہ میں سلسلہ کے بہت لوگ ہیں - وہاں زیادہ تر لوگوں کی تعلیم سلسلہ عالیہ قادریہ میں شروع ہوتی ہے ہفنیاں میں سلسلہ کے لوگوں میں کافی ذوق و شوق پایا جاتا ہے - عبدالحلیم صاحب کے خاندان کے اکثر افراد کو اعلیٰ حضرت پیر و مرشد قبلہ ادام اللہ فیوضہٗ سے شرف بیعت حاصل ہے - وہاں اکثر شادیاں اعلیٰ حضرت قبلہ کی تشریف آوری کے موقع پر شرعی انداز سے بالکل سادہ طریقہ پر انجام پاتی ہیں -

جناب مولوی محمد شبلی صاحب مرحوم شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ کے خاص شاگردوں اور مریدوں میں تھے - حضرت شیخ الہندؒ جب کہیں باہر تشریف لے جاتے، تو کبھی کبھی مولانا شبلی مرحوم کو بھی اپنی جگہ پر رکھ جاتے تھے - حضرت شیخ الہندؒ کے وصال کے بعد مولانا محمد شبلی مرحوم نے حضرت حافظ حامد حسن صاحب علویؒ

---

[۱] سالانہ ۱۹۶۱ء کی مردم شماری میں پورنیہ ضلع کی پوری آبادی ۱۲۸، ۳۰۸۹ میں مسلمان ۹۳۶ ۳، ۶ ر ۱۱ تھے اور اُن کا تناسب ۶۸ء۳۷ فی صد تھا - جو بہار میں مسلم آبادی کے عام تناسب ۴۵ ء ۱۲ فی صد سے تین گنا زیادہ تھا - مردم شماری ہند سالانہ ۱۹۶۱ء - مذہب لے - مترا سالانہ ۱۹۶۷ء ص ۴۹ - ۴۷ ؛ اگر یکم نومبر سالانہ ۱۹۳۷ء کو پورنیہ ضلع کے مشرقی علاقوں سے ۹۰۶ مواضعات ۳۳ ۷ مربع میل رقبہ (بقیہ حاشیہ ص ۳۷۸ پر)

کی طرف رجوع کیا اور خلافت سے سرفراز ہوئے۔ مولانا محمد شبلیؒ کا وطن بندادل ضلع اعظم گڑھ تھا، جو سرائے میر اسٹیشن سے ۵ میل دکھن اور اعلیٰ حضرت قبلہ عالم ادام اللہ فیوضہ کے وطن نوناری سے چار میل پورب قدرے دکھن ہے۔ مولانا شبلیؒ کا وصال مظفر نگر میں سردار اکرم خاں کے یہاں نواب زادہ لیاقت علی خاں مرحوم کی کوٹھی پر ہوا۔ وصال کی خبر پہنچتے ہی دارالعلوم دیوبند بند کردیا گیا۔ وہاں کے لوگوں نے جنازہ میں شرکت کی۔ مزار عام قبرستان میں ہے[1]۔ حضور قبلہ رح کے ایک خلیفہ جناب منشی محمد شفیع صاحب[35] مرحوم بمبئی میں تھے۔

ضلع چاٹگام (بنگلہ دیش) کے ست کانیا[2] تھانہ میں سانگو ندی سے چند میل دکھن پورب اراکان روڈ کے ۲۰ ویں میل پر چونائی واقع ہے۔ یہاں اتر پچھم میں انوارا سے پچھم میں سانگو ندی کے جنوبی کنارے پر نال مورا ہوتے ہوئے دوسری سڑک آکر مل جاتی ہے۔

(بقیہ حاشیہ ص ۳۷۷ کا)

اور ۶۶۶،۳۷۰ نفوس کی مسلم اکثریت والی آبادی کے ساتھ مغربی بنگال کو منتقل نہیں کئے جاتے، تو سن ۱۹۶۱ء میں ان علاقوں کی مسلم آبادی میں ۲۹ر۸۳ فی صد کے اضافہ کے ساتھ سابق پورنیہ ضلع میں مسلم آبادی کا تناسب ۵۰ فی صد کے قریب ہو جاتا۔

---

[1] سوانح حیات حضرت حاجی حسن علوی رح ص ۳۸

[2] سن ۱۹۴۱ء میں ست کانیا تھانہ کا رقبہ ۲۰۷ مربع میل اور آبادی ۸۷۷،۲۱ تھی جس میں ۵۲۷،۱۴۰ مسلمان تھے۔ ست کانیا تھانہ اس وقت چاٹگام جنوبی سب ڈویژن میں شامل ہے جس کا صدر مقام پاٹیا ہے۔ ست کانیا سے چونائی چند میل دکھن پچھم ہے۔ ست کانیا تھانہ کے اتر سانگو ندی، پچھم میں سانگو ندی اور بانس کھالی تھانہ۔ پورب میں چاٹگام ہل ٹریکٹ۔ دکھن میں چکاریا تھانہ ہے۔ مردم شماری ہند ۱۹۴۱ء بنگال۔ اے۔ لے۔ ڈویژن سن ۱۹۴۲ء۔

چنانچہ چیا گانگ جنوبی صدر سب ڈویژن میں سانگونڈی کے دکھن چونائی کو ذرائع آمد و رفت کے لحاظ سے مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ ضلع چاٹگام میں حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی کے تین خلفا، جناب مولوی نذیر احمد صاحب[۱۵] مرحوم، جناب مولوی فضل حق صاحب مرحوم اور جناب حکیم مولوی قاضی منیر احمد صاحب[۳۲] کا تعلق اس چونائی سے ہے۔ لیکن ان لوگوں کا کوئی حال معلوم نہیں ہے۔

جناب حافظ محمد منیر صاحبؒ ضلع چاٹگام کے حالی شہر[۱] کے رہنے والے تھے۔ اس کا محل وقوع معلوم نہیں ہو سکا ہے۔ حافظ صاحبؒ کی ظاہری تعلیم بہت زیادہ نہیں تھی۔ لیکن معمولات اور اشغال میں حضرت قبلہ قدس سرہٗ کا رنگ غالب تھا۔ جب ان کو خلافت سے سرفراز کیا گیا، تو لوگوں کو بہت تعجب ہوا۔ حضور قبلہ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ جو کچھ کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے امید ہے کہ پورا ہو کر رہے گا۔ حافظ صاحب مرحوم کو بڑی شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی اور ہر طبقہ کے لوگ اُن سے وابستہ ہوئے۔ حافظ صاحب مرحوم کے بڑے صاحبزادے کا نام سراج المصطفیٰ ہے۔ حافظ صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد جب حضور قبلہ قدس سرہٗ اعلیٰ حضرت پیر و مرشد قبلہ مدظلہٗ، کے ساتھ چاٹگام تشریف لے گئے، تو حافظ صاحبؒ

---

[۱] حالی شہر کا محل وقوع معلوم نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ قطب یا جزیرہ سے اتر پورب بانس کھالی تھانہ کا کوئی مقام ہو۔ بانس کھالی تھانہ میں بانس کھالی سے کچھ دکھن پورب جٹالی نام کا ایک مقام ہے۔ جو چاندپور اور پوریخ ہاری کے درمیان گزرنے والی سڑک پر واقع ہے۔

کے متوسلین کا اتنا بڑا مجمع حضور قبلہؒ سے ملاقات کے لئے حاضر تھا کہ اتنی کثیر تعداد کو دیکھ کر پریشان ہوئے۔ آخر میں یہ مجمع ایک دروازہ سے آتا اور مصافحہ کر کے دوسرے دروازہ سے نکل جاتا۔ یہ اُس شخص کے متوسلین کا حال تھا جس کی خلافت پر لوگ شک و شبہہ کئے ہوئے تھے۔ مگر "قدر گوہر شاہ داند، یا بداند جوہری"۔

حالی شہر کی طرح ضلع چاٹگام کے ساگ پورہ، منوہ اور کریانگر کے محل وقوع اور وہاں کے خلفاء مولوی عبد الجبارؒ صاحب مرحوم، مولوی خلیل احمد صاحب مرحوم اور مولوی فضل الرحمٰن صاحب مرحوم کے حالات بھی معلوم نہیں ہیں۔ حضرت قبلہؒ کے خلیفہ جناب مولوی شرف الدین صاحب مرحوم انوارا ضلع چاٹگام کے رہنے والے تھے۔ کرنافلی اور سانگو ندیوں کے درمیان انوارا[1] چاٹگام کا مشہور تھانہ ہے۔ یہ چاٹگام سے تقریباً ۱۶ میل دکھن قدرے پورب کی طرف ہے اور کرنافلی ندی کے دکھن چاٹگام سے چوناٹی اور چاندپور کو جانے والی سڑک انوارا سے گزرتی ہے۔

ضلع چاٹگام کے قطب دیا میں حضور قبلہ قدس سرہٗ کے خلیفہ مولوی جمال الدینؒ صاحب مرحوم تھے۔ متامہوری ندی کے دہانہ پر بانس کھالی

---

[1] سنہ ۱۹۴۱ء میں انوارا تھانہ کا رقبہ ۱۶۰ مربع میل اور آبادی ۹۹،۶۶۵ تھی۔ جس میں ۷۰،۲۴۸ مسلمان تھے۔ انوارا تھانہ بھی چاٹگام جنوبی صدر سب ڈویزن میں شامل ہے۔ اس کے اتر میں پاٹیا تھانہ۔ پورب اور دکھن میں سانگو ندی اور پچھم میں سمندر اور کرنافلی کا دہانہ ہے۔ مردم شماری ہند سنہ ۱۹۴۱ء بنگال۔ آدسلے ڈویشن بسلہ سنہ ۱۹۴۳ء۔ چٹاگانگ کا لائٹ ہاؤس ساحل سمندر پر انوارا تھانہ میں سانگو ندی کے دہانہ کے اوپر واقع ہے۔

کے دکّھن پچھم ساحل سمندر کے قریب قطب دیّا نامی جزیرہ ہے[1] - اس جزیرہ کے شمالی مغربی گوشہ میں قطب دیّا لائٹ ہاؤس ہے - اور لائٹ ہاؤس کے متّصل دکّھن ساحل سمندر پر قطب دیا قصبہ ہے - مولوی جمال الدین صاحب مرحوم اسی قصبہ کے رہنے والے تھے -

برما کے ضلع اکیاب میں حضور قبلہ قدس سرّہٗ کے چھ خلفاء کے نام ملتے ہیں ان میں سے دو منڈو کے ، دو مولی بارا کے - ایک منی بیل اور ایک گرام باڑا کے رہنے والے تھے - ان بزرگوں کے کچھ حالات معلوم نہیں ہو سکے ہیں اور چونکہ مفصّل نہیں ہے اور نہ بڑے پیمانہ پر برما کا کوئی نقشہ موجود ہے - اس لئے ان مقامات کے محل وقوع کی تعیین بھی مشکل ہے - آٹھویں اور نویں صدی عیسوی میں عرب مسلمان تاجروں کی ساحل چٹاگانگ اور ساحل اراکان پر آمد و رفت شروع ہو گئی تھی اور

---

[1] قطب دیّا جزیرہ چاٹگام ضلع کے کوکسز بازار سب ڈویژن میں ساحل سمندر کے پاس ۱۳ میل لمبا اور دو سے تین میل چوڑا جزیرہ ہے سنہ ۱۹۰۱ء میں یہاں کا رقبہ ۳۵ مربع میل اور آبادی کا شمار ۱۰،۶۹۳ تھی اور سنہ ۱۹۴۱ء کی مردم شماری میں قطب دیا کا رقبہ ۵۰ مربع میل اور آبادی ۲۵،۴۷۷ تھی جس میں مسلمان ۲۱،۱۵۰ تھے قطب دیا قصبہ میں تھانہ اور دواخانہ ہے - یہاں ہمیشہ طوفان کا خطرہ رہتا ہے سنہ ۱۸۹۷ء کے طوفان میں بڑی تباہی آئی - مردم شماری سنہ ۱۹۴۱ء بنگال اور سلے ڈوش بسما سنہ ۱۹۳۲ء ؛ چاٹگام ضلع گزیٹیر - ایس - ایس او میلی کلکتہ سنہ ۱۹۰۸ء ؛ امپیریل گزیٹیر آف انڈیا جلد شانزدہم صفحہ ۵۸

چاٹگام کی طرح ساحل اراکان پر بھی اُن کے اثرات موجود ہیں[2] اور برما کے تقریباً آدھے مسلمان ضلع اکیاب میں آباد ہیں۔

اکیاب کا ضلع[3] برما کے اراکان ڈویژن میں مشرقی بنگال کے ضلع چاٹگام سے متصل دکھن خلیج بنگال کے ساحل سمندر پر واقع ہے۔ چاٹگام کے ضلع سے ناف ندی کا دہانہ اس کو الگ کرتا ہے۔ لونکیبار گھاٹ کے پاس دونوں اضلاع کی سرحدیں ملتی ہیں۔ کوکس بازار سے اکیاب ضلع کی سرحد تقریباً ۲۴ میل اور شہر اکیاب تقریباً ۱۱۰ میل دکھن پورب ہے۔ رامو جہاں (عہد عالمگیری) میں سپہ سالار بزرگ امید خاں کے ایک فوجی دستہ نے میر مرتضیٰ کی ماتحتی میں پہنچ کر اراکانیوں کو شکست[3] دیا تھا، وہاں سے فاصلہ اور کم ہے۔ چاٹگام بہت زمانہ تک اراکانی سلطنت میں شامل رہا۔ ۱۴۳۰ء سے ۱۶۲۲ء تک اراکان کی سلطنت بنگال کے مسلمان حکمرانوں کی ماتحتی میں رہی اور وہاں اسلامی اثرات میں اضافہ ہوا راجاؤں نے اپنے ناموں میں اسلامی نام بھی شامل کیا اور

۱؎ دیکھیے صـ ۲-۱

۲؎ سنہ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری میں اکیاب ضلع کا رقبہ ۵۱۳۶ مربع میل اور آبادی ۴۸۱۶۶۶ تھی جس میں دو لاکھ ۸۰ ہزار بدھ ۱۴ ہزار ہندو اور ایک لاکھ ۵۵ ہزار دو مسلمان تھے مسلمانوں کی آبادی کا تناسب ۳۲.۲۲ فی صد تھا اس ضلع میں اکیاب مِن بیا ۔کیوکتا اور بھوتی ڈیونگ چار سب ڈویژن اور ۹ ٹاؤن شپ تھے بھوتی ڈیونگ سب ڈویژن ۔ اتر میں ٹیونڈی کے کنارے، چاٹگام اور چاٹگام ہل ٹریکٹ کے قریب ہے۔ ۳؎ دیکھیے صـ ۳۶، صـ ۴۱ اور صـ ۶۴-۶۳

کلمہ شریف کے ساتھ اپنے سکے ڈھالے[1] پرتگالی قزاقوں کے مظالم سے تنگ آکر چاٹگام کے بہت سے مسلمانوں نے اراکانی سلطنت میں پناہ لیا تھا اور بہت سے مسلمان اراکانی دربار میں معزز عہدوں پر فائز تھے۔ ان میں سکندر نامہ، ہفت پیکر، اور تحفۃ النصائح کے مترجم مشہور شاعر علاول (متوفی سنہ ۱۶۸۰ء)[2] بھی تھے۔ شہنشاہ اورنگ زیب کے سپہ سالار میر جملہ سے شکست کھانے کے بعد بنگال کے صوبہ دار شاہ شجاع[3] نے سنہ ۱۶۶۰ء میں اراکانی راجہ سندا تھودما کے دارالحکومت مورو ہونگ میں پناہ لیا تھا۔ غرض کہ چاٹگام اور اکیاب کے درمیان بہت زمانہ سے تعلقات رہے ہیں۔ انگریزی دور حکومت میں ایک ہی سلطنت کا حصہ ہونے کی وجہ سے تعلقات میں مزید اضافہ ہوا۔ اس صدی کے اوائل میں اکیاب ضلع کی چار لاکھ ۸۲ ہزار آبادی میں ایک تہائی مسلمان تھے۔ ضلع اکیاب اور اراکان ڈویژن کا صدر مقام اکیاب شہر کلدان ندی کے دہانہ پر واقع ہے۔ سنہ ۱۹۰۱ء میں یہاں کی آبادی ۳۵۶۸۰ تھی۔ یہ برما کا چوتھا بڑا شہر تھا اور شہر میں مسلمانوں کی کافی آبادی تھی۔ اراکانی راجاؤں کا قدیم دارالحکومت میو ہونگ اندرونی مشرقی حصہ میں لیمرو ندی کے قریب ایک ٹاؤن خیب کا صدر مقام ہے۔ جو کیوکٹاسب ڈویژن میں شامل ہے۔ آزادی کے بعد برمیوں نے اکیاب کا نام سِتوے رکھا ہے۔

حضور قبلہ قدس سرہٗ کے تین خلفاء برما کے دارالحکومت رنگون میں سندوریا نگ

---

[1] دیکھئے ص ۱۱۳-۱۱۱ [2] دیکھئے ص ۸۳-۸۱

[3] دیکھئے ص ۵۸، ۵۰

ہندو پرانک اور بلّی بازاریں تھے۔

قیاس غالب ہے کہ یہ تینوں یعنی مولوی عبداللہ صاحب مرحوم، مولوی ولی احمد صاحب مرحوم اور مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم شمالی ہندوستان کے باشندے تھے اور رنگون میں کاروبار تجارت کی غرض سے مقیم تھے۔ پہلے برما میں اعظم گڑھ ضلع کے بہت سے مسلمان تجارتی مقاصد سے آباد تھے۔ اب بھی ملائیشیا میں وہ کافی تعداد میں موجود ہیں۔ سنہ ۱۹۰۱ء میں رنگون[1] کی آبادی ۲۳۴،۸۰۱ تھی اور یہ سلطنت ہند کا چھٹا بڑا شہر تھا۔ ہندوستانیوں کی آبادی ۱۳۷،۱۱۷ تھی۔ شہر میں ۸۳ ہزار ہندو اور ۳۴ ہزار مسلمان تھے۔ سنہ ۱۸۵۷ء کے غدر میں دہلی کے آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کو معزول کر کے انگریزوں نے اُن پر مقدمہ چلایا۔ اور سنہ ۱۸۵۸ء میں رنگون میں قید کر دیا جہاں ۷ نومبر سنہ ۱۸۶۲ء کو ان کا انتقال ہوا۔[2]

حضور قبلہ قدس سرہٗ کے خلیفہ جناب ماسٹر محمد عیسٰی صاحب جوان دنوں

---

[1] برما کا دارالحکومت رنگون ساحل سمندر سے ۲۱ میل اُوپر ہلینگ یا رنگون ندی کے شمالی کنارے پر آباد ہے۔ شہر کے کچھ نیچے اتر پورب سے پیگو ندی اور اتر سے پزون ڈونگ کریک آکر ہلینگ ندی سے مل جاتی ہے۔ یہ شہر ۱۶ درجہ ۴۶ دقیقہ شمال اور ۹۶ درجہ ۱۱ دقیقہ مشرق پر واقع ہے۔ سنہ ۱۹۰۱ء میں یہاں مسلمانوں کی آبادی ۳۴،۰۱۲ تھی۔ امپریل گزیٹر آف انڈیا جلد یازدہم صفحہ ۲۲۰-۲۱۸

[2] قاموس المشاہیر جلد اوّل صفحہ ۳۵-۱۳۴، ایڈوانس ہسٹری آف انڈیا۔ ڈاکٹر کا کی کنکر دت وغیرہ صفحہ ۵۳۰

لانڈھی، کراچی (پاکستان) میں مقیم ہیں۔ وہ کوریا پار[1] ضلع اعظم گڑھ کے رہنے والے تھے حضور قبلہؒ اُن کی صاحبزادی کی تقریبِ شادی میں شریک ہوئے تھے اور اسٹیشن سے کوریا پار تک پاپیادہ گئے تھے۔ اعلیٰ حضرت پیر و مرشد قبلہ مدظلہٗ بھی ساتھ تھے۔ جناب ماسٹر محمد علی صاحب گورکھ پور میں نار کی تعلیم کے ذمہ دار تھے۔ اس لئے ماسٹر کہلاتے تھے۔

الحاج حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی قدس سرہٗ کے خلفاء میں ہادینا و مرشدنا الحاج الحافظ حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب قبلہ ادام اللہ فیوضہٗ سب کے بعد آپ کے دامن تربیت سے وابستہ ہوئے لیکن اللہ کے فضل و کرم سے اپنی ریاضت اور محنت، پیر و مرشد سے اپنی بے پناہ عقیدت اور گہری وابستگی کے سبب حضور قبلہ قدس سرہٗ کی نگاہ میں سب سے زیادہ عزیز اور معزز و محترم ثابت ہوئے اور حضور قبلہؒ کی حیات ہی میں آپ نے اُن کے

---

[1] کوریا پار کو کچھ لوگ کوڑیا پار بھی کہتے ہیں۔ کوریا پار تحصیل گھوسی کوپا گنج بلاک میں شہر اعظم گڑھ سے تقریباً اٹھارہ میل پورب اور قصبہ محمد آباد گوہنہ سے تقریباً ۵ میل اتر پورب کوپا گنج سے محمد آباد جانے والی سڑک پر کوپا گنج اسٹیشن سے تقریباً ۲ میل اتر پچھم تال نرجا کے قریب واقع ہے۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے خلیفہ مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ بھی اسی تال نرجا کے قریب فتح پور کے رہنے والے تھے۔ سید اقبال احمد صاحب نے اپنی کتاب سیرانہ ہند میں مظہر الاحدیہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ شیخ بایزیدؒ نامی ایک بزرگ دہلی سے جون پور آئے (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸۶ پر)

حکم سے نیابت کے فرائض انجام دینا شروع کر دیا تھا۔ آپ کی ذات والا صفات ایک چشمۂ فیض کی حیثیت رکھتی ہے جس سے ہزاروں ہزار انسان سیراب ہو رہے ہیں۔ آپ کی تبلیغی کوششوں سے اِس سلسلۂ عالیہ کو بڑی ترقی نصیب ہوئی ہے۔ پچھم میں مکۂ معظمہ اور مدینہ طیبہ سے پورب میں میر سرائے ضلع چاٹگام اور آسام کے گوالپارہ تک اور اُتر میں بالاکوٹ ضلع ہزارہ سے دکھن میں نیلگور تک ہزاروں انسان آپ کے دامن تربیت سے وابستہ ہو کر سچے مسلمان بن گئے ہیں اور ان کے قلب اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت کے نور سے جگمگا اٹھے ہیں۔ قطب الارشاد حضرت سید عبدالباری شاہ رح اور اپنے پیر و مرشد الحاج حافظ حامد حسن صاحب علوی رح کے سوانح حیات آپ نے مرتب کرا کے شائع کرایا ہے اور زیر نظر کتاب آئینۂ وسیمی بھی آپ کے فیوض و برکات اور آپ کی نگاہ کرم کا نتیجہ ہے۔

بدان ذاتے کہ اسلافش بداں خلف الرشید آں را
بآں ذاتے کہ تحسین جنید و بایزید آں را
بآں ذاتے کہ گویند حضرت حافظ سعید آں را
بآں ذاتے کہ من نالہ کش ہل من مزیدآں را

بدہ یارب زفضل او مرا ذوق خدا داری

[بقیہ حاشیہ ص۳۸۵ کا]

اور فیروز شاہ تغلق نے کوٹریا پار، کبیر پور اور پیک میں شہرت کے تین مواضعات ان کو جاگیر میں دیئے۔ شیر از سندھ جون پور ص۵۹ ۔ ۲؎ دیکھئے ص۵۹ ۔ ۳؎ خط اعلیٰ حضرت پیر و مرشد قبلہ مدظلہٗ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۶ اکتوبر ۱۹۷۵ء

اعلیٰ حضرت الحاج مولانا محمد سعید خاں صاحب قبلہ ادام اللہ فیوضہ کا

تعلق ضلع اعظم گڑھ (اُتر پردیش) کے مغربی حصہ تحصیل پھول پور[1] سے ہے۔ آپ

کا آبائی وطن موضع نوناری۔ بلاک مارٹن گنج۔ تھانہ سرائے میر، تحصیل پھول پور

پر ہے۔ جو منگئی ندی کے دکھن، براہ سے پھول پور کو جانے والی خام سڑک پر

براہ سے ۱۲½ میل (۲۰ کیلو میٹر) اُتر پورب اور تحصیل کے صدر مقام پھول پور

سے ۷½ میل (۱۲ کیلو میٹر) دکھن سڑک سے پورب، ۲۵ درجہ ۵۸ دقیقہ

۶ ثانیہ شمالی عرض البلد اور ۸۲ درجہ ۵۰ دقیقہ ۲۳ ثانیہ مشرقی طول البلد پر

واقع ہے۔ موضع نوناری کے اُتر پچھنے پور، اُتر پورب۔ بلہری امام علی، پورب

میں پچھرا مئو اور رنگ ڈیہہ۔ دکھن میں خاص ڈیہہ۔ دکھن پچھم میں کون راہ گئی اور

---

[1] اُتر پردیش میں پھول پور نام کی دو تحصیلیں ہیں۔ ایک ضلع الٰہ آباد کے شمالی مشرقی گوشہ میں گنگا کے اُتر۔ اور دوسری ضلع اعظم گڑھ کے مغربی حصہ میں۔ ضلع اعظم گڑھ کی پھول پور تحصیل کا نام پہلے اس کے صدر مقام ماہل کے نام پر تھا جو پرگنہ کا بھی صدر مقام ہے۔ پھر تحصیل کا صدر مقام ماہل سے اتر پورب اہروله تبدیل کردیا گیا، جو اس وقت اس تحصیل میں ایک بلاک کا صدر مقام ہے۔ مئو شاہ گنج میٹر گیج لائن کی تعمیر کے بعد انتظامی آسانی کے خیال سے اس تحصیل کا صدر مقام پھول پور منتقل کیا گیا، جو خوراسی روڈ اسٹیشن کے نصف میل دکھن اعظم گڑھ سے شاہ گنج کو جانے والی پختہ سڑک پر ایک مشہور قصبہ ہے۔ تحصیل پھول پور کا رقبہ ۴۴۱ مربع میل اور آبادی ۱۹۷۱ء کی ۵۷،۹۴۴ نفوس ہے (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸۸ پر)

پچھم میں دوبھنواں ہے۔ برداہ ضلع اعظم کی تحصیل لال گنج میں ایک تھانہ کا صدر مقام ہے۔ جو جون پور اعظم گڑھ روڈ پر واقع ہے۔ یہاں سے جون پور ۲۱ میل دکھن پچھم اور اعظم گڑھ ۳۰ میل اُتر پورب ہے۔ قصبہ پھول پور سے نصف میل اُتر کی طرف پھول پور کا ریلوے اسٹیشن خراسان روڈ[۱] ہے۔ تو نادری سے ڈھائی میل (چار کیلومیٹر) دکھن قدرے پچھم مخدوم پور ہے۔ وہاں برداہ سے آنی والی سڑک دو شاخوں میں بٹ جاتی ہے۔ ایک تو نادری کی طرف آتی ہے اور دوسری اُتر پچھم کی طرف دیدار گنج کو جاتی ہے۔ جو ضلع کے مغربی حصّہ میں ایک تھانہ کا صدر مقام ہے اور عہد اکبری کے راجہ دیدار جہاں[۲] کے نام پر آباد ہے۔ دیدار گنج سے یہی سڑک اُتر میں دیدار گنج روڈ اسٹیشن (امباری) کو جاتی ہے۔ تو نادری کا تھانہ سرائے میر[۳] ہے، جو اعظم گڑھ کی صدر تحصیل میں مشہور قصبہ اور ریلوے اسٹیشن ہے۔ سرائے میر سے جعفر پور۔ نور پور[۴]، دیدار گنج ہوتے ہوئے ایک کچے

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸۷ کا]

اس میں اتر ولیا، کوئلسا۔ اہرولہ۔ پوئی۔ پھول پور اور مارٹن گنج چھ بلاک اور ۲۰۴۷ مواضعات ہیں۔ امپیریل گزیٹیر آف انڈیا جلد ششم صفحہ ۱۵ اور جلد ہفتدہم صفحہ ۲۶ اعظم گڑھ ضلع سنس ہینڈ بک ۱۹۶۱ء۔ الہ آباد ۱۹۶۶ء۔ [۱] شاہ گنج جنکشن سے خراسان روڈ ۲۲ کیلومیٹر اور سرائے میر ۳۰ کیلومیٹر پورب ہے۔ مئو جنکشن سے سرائے میر ۲۷ کیلومیٹر اور خراسان روڈ ۸ کیلومیٹر پچھم ہے۔ [۲] شیراز ہند جون پور۔ سید محمد اقبال صفحہ ۲۳۷ راجہ ارادت جہاں کا خاندان۔ [۳] ضلع اعظم گڑھ کی صدر تحصیل میں اعظم گڑھ سے ۱۶ میل پچھم سرائے میر مشہور قصبہ اور تھانہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸۹ پر)

سڑک شاہ گنج سے دکھن سرائے کھیتا ریلوے اسٹیشن کو جاتی ہے اور جون پور فیض آباد روڈ سے ملتی ہے۔ جعفر پور میں جہاں سرائے میر سے سرائے کھیتا کو جانے والی پختہ سڑک بر داہ سے پھول جانے والی خام سڑک کو عبور کرتی ہے۔ سرائے میر سے ۲½ میل پچھم اور تونار ہی سے ۲½ میل اُتر ہے۔ موضع نوناری[1] منا گئی ندی کی وادی میں سرائے میر سے ۶½ میل دکھن پچھم، خراسن روڈ اسٹیشن سے ۸ میل دکھن، کھیتا سرائے سے ۹ میل پورب، شاہ گنج جنکشن سے ۱۱ میل پورب قدرے دکھن دیدار گنج سے پونے پانچ میل دکھن پورب، حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی رح کے وطن کونڈرہ سے ۱۳ میل دکھن پورب، جون پور سے ۱۷ میل اُتر پورب، بنارس سے ۵۴ میل اُتر اور اعظم گڑھ سے ۲۲ میل دکھن پچھم واقع ہے۔

الحاج حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب قبلہ ادام اللہ فیوضہٗ اخیر عشرہ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ (۲۶ رمضان المبارک کے قریب) اوائل نومبر

[بقیہ حاشیہ ص۳۸۸ کا]

نالیسٹرن ریلوے کا اسٹیشن ہے یہاں حضرت مخدوم سید عاشقان رح کا مزار شریف ہے۔ مزار شریف میں کنکر کا پتھر آہستہ آہستہ سنگ مرمر میں تبدیل ہوتا جا رہا ہے۔ سرائے میر کا مدرسۃ الاصلاح پورے ہندوستان میں مشہور ہے۔

ؔ دولہا حضرت شاہ نصیر الحق رح کے صاحبزادے اور حضرت قطب الدین بینا دل رح (متوفی ۱۵۱۹ء) جون پوری کے بھانجے حضرت شاہ نور الحق رح کے نام پر ہے۔ ان کا مزار قصبہ سورہر تحصیل و ضلع فیض آباد کے متصل ظفر پور میں ہے۔ بحوالہ جناب سید معین الحسن صاحب کراولی ٹانڈہ ضلع فیض آباد یکم مارچ ۱۹۷۲ء

[1] موضع نوناری میں تین ٹولے ہیں۔ رقبہ ۷۸۳ ایکڑ ہے۔ ۱۹۶۱ء کی مردم شماری میں یہاں کی آبادی ۱۳۲۰ نفوس تھی۔ اعظم گڑھ ضلع سنس ہینڈ بک ۱۹۶۱ء ص ۲۸۶

۱۲۹۷ھ میں اپنی ننھیال موضع چھتّے پور[1] ۔ تھانہ سرائے میر تحصیل پھول پور ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے چھتّے پور، نونّاری سے سوا میل اتّر بر راہ سے پھول پور جانے والی خام سڑک سے کچھ پچھم ۲۵ درجہ ۵۹ دقیقہ ۱۸ ثانیہ شمالی عرض البلد اور ۸۲ درجہ ۵ دقیقہ ۳۲ ثانیہ مشرقی طول البلد پر واقع ہے ۔ نونّاری اور چھتّے پور کے درمیان من گئی ندی پچھم سے پورب کو جاتی ہے ۔ چھتّے پور سے اُتّر کوریا نواں، پورب میں چک روشن حیدری ۔ دکھن پورب میں پہری امام علی ، دکھن میں نونّاری، پچھم میں صلاح الدین پور اور اتّر پچھم میں بکھرا اور ہارون پور ہے ۔ چھتّے پور سے ایک ڈیڑھ میل پورب روضہ اور قصبہ فتح پور ہے جہاں نصیر الحق قلندر رح کا مزار ہے ۔ چھتّے پور سے جعفر پور، دو ڈھائی میل اُتّر ہے ۔ جہاں سے سرائے میر، پھول پور اور دیدار گنج کو سڑکیں جاتی ہیں ۔ نونّاری کا ڈاک خانہ رنگ ڈیہہ اور چھتّے پور کا ڈاک خانہ بکھرا ہے ۔ یہ دونوں ڈاک خانے سرائے میر[2] سب آفس کی ماتحتی میں ہیں ۔

اعلیٰ حضرت کے والد محترم کا اسم گرامی حافظ عبد الستار خاں مرحوم اور دادا جان کا نام خدا بخش خاں مرحوم اور نانا جان کا نام حاجی الٰہی بخش مرحوم تھا ۔ والدہ محترمہ کا نام بی بی فاطمہ ہے ۔ ابھی حیات ہیں اور شہر اعظم گڑھ میں اپنے چھوٹے صاحبزادے جناب مولوی محمد مسعود خاں صاحب وکیل ایم ۔ ایل ۔ اے کے ساتھ

---

[1] چھتّے پور ۔ بلاک مارٹن گنج، تحصیل پھول پور ۔ اس موضع کا رقبہ ۲۸۰ ایکڑ ہے ۔ اس میں چار ٹولے ہیں ۔ سنہ ۱۹۶۱ء میں آبادی ۷۷۷ تھی ۔ اعظم گڑھ ضلع سنس ہینڈ بک ۱۹۶۱ء ص ۲۸۷

[2] سرائے میر تحصیل اعظم گڑھ ۔ ڈسٹرکٹ انڈکس نمبر ۳۰۵، ۲۷۶ ۔

رہتی ہیں۔ اعلیٰ حضرت قبلہ کی نانی محترمہ پرٹرسن ضلع جون پور کی رہنے والی تھیں اور دادی جان مرحومہ کا میکہ منگراؤاں، تھانہ گھمبیر پور، ضلع اعظم گڑھ تھا۔ اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلہ کی شادی منگراؤاں میں اپنی دادی مرحومہ کے خاندان میں جناب محمد بشیر صاحب مرحوم کی صاحبزادی سے ہوئی۔ خاندان کے تمام دوسرے افراد ابھی نوناری میں آباد ہیں۔ لیکن اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلہ اور آپ کے برادر عزیز مولوی محمد مسعود صاحب وکیل نوناری سے منگراؤاں منتقل ہو گئے۔

اعلیٰ حضرت قبلہ کے دادا جان جناب **خدا بخش** خاں مرحوم بڑے خوش حال کاشتکار، بڑے مخیر اور مہمان نواز بزرگ تھے۔ مکان نوناری میں بستی سے دکھن تھا لیکن دالان بستی سے بالکل اُترے سر لئے میر اور خراسان رو ڈاکٹیشنو

لے اس کو قصبہ نیگٹو کہتے ہیں جو نور پور سے ۵ میل دکھن پورب کی طرف ہے۔ یہاں حضرت نصیرالحق قلندر رح کا مزار ہے۔ جن سے حضرت قطب الدین بنیا دل رح متوفی سنہ ۵۱۹ھ کی ہمشیرہ کی شادی ہوئی تھی۔ آپ کے بچے بچوں میں صرف نورالحق رح زندہ ہے۔ نور پور کے سادات حضرت نورالحق رح کی اولاد میں ہیں۔ آپ کا مزار قصبہ سُر ہر پور ضلع فیض آباد سے متصل ظفر پور میں ہے۔ آپ کے صاحبزادے حضرت سید ابوالمعالی رح کا مزار معالی پور ضلع فیض آباد میں ہے۔ معالی پور جلال پور سے سات میل دکھن پچھم ریلوے اسٹیشن ہے۔ نوناری سے سات میل دکھن پچھم ضلع جون پور کے حدود میں سونگر نامی بستی ہے۔ جہاں حضرت قطب الدین بنیا دل رح نے قیام فرمایا تھا۔ یہاں ایک خاص سانپ جس کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا کیمیا کی حیثیت حاصل کر لیتا ہے۔ اس موضع میں آپ کے فیض سے کسی کو سانپ نہیں کاٹتا۔ سانپ کے کاٹے ہوئے مریض اس بستی (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹۲ پر)

کی طرف سے آنے والے مسافروں کو نوناری کی آبادی میں سب سے پہلے یہی دالان ملتا تھا۔ ہر روز مسافروں اور مہمانوں کے لئے کچھ فاضل کھانا تیار کراتے رکھتے تھے اور اگر تعداد کچھ زیادہ ہوئی تو پھر فوراً تیار کرایا جاتا تھا۔ ہر وقت یہ خیال رہتا تھا کہ کسی مہمان کو تکلیف نہ ہونے پائے۔ اپنے بچوں میں جرأت، ہمت اور بہادری کو پسند فرماتے تھے اور کسی پست ہمت اور بزدل خاندان میں شادی بیاہ کے رشتہ کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ اعلیٰ حضرت کی دادی مرحومہ نے آپ کو بڑے لاڈ و پیار سے پالا۔ برابر بالائی اور دوسری نفیس اور لطیف چیزیں کھلاتی تھیں۔ کھانے کا مسالہ بالکل باریک اور سفوف ہونے کے باوجود کپڑے میں چھان لیا جاتا تھا۔ اور ہمیشہ آپ کے لئے اعلیٰ قسم کے کھانے کا انتظام رہتا تھا۔ لیکن اعلیٰ حضرت قبلہ ادام اللہ فیوضہٗ کے سامنے کھانے کے سلسلہ میں ان باتوں کی اب کوئی اہمیت باقی نہیں ہے۔ آپ کے سامنے مرغ پلاؤ اور دال روٹی میں کوئی فرق نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت کی تعلیم اپنے وطن نوناری میں شروع ہوئی۔ گیارہ سال کی

(بقیہ حاشیہ ص ۳۹۱ کا)

کے علاوہ میں شفایاب ہوجاتے ہیں۔ حضرت قطب الدین بنیا دلؒ کا مزار شہر جون پور کے محلہ ملن پورہ میں جیل کی پشت پر مرجع خلائق ہے۔ بحوالہ سید عین الحسن صاحب ساکن اولی شاہ نظامی ضلع فیض آباد؛ اعلیٰ حضرت پیر و مرشد قبلہ مدظلہ؛ اور شیراز ہند جون پور ص ۶۳۷-۶۴۰

عمر میں ۱۹۱۸ء میں قرآن پاک حفظ کیا۔ ابتدائی فارسی اور عربی کی تعلیم چھتے پور اور نور پور کے درمیان کھرا ہوئی ۱۹۱۵ء میں مدرسہ ضیاء العلوم کان پور سے عالم اور ۱۹۲۶ء میں مدرسہ چشمہ رحمت غازی پور سے فاضل کی سند حاصل کی۔ آخری کتابیں مدرسہ محمدیہ الہ آباد میں پڑھیں ۱۹۳۴ء میں میٹرکولیشن کا اور ۱۹۳۶ء میں طب کا امتحان پاس کیا۔

فراغت تعلیم کے بعد ۱۹۲۸ء مدرسہ محمدیہ الہ آباد میں ملازم ہوئے اس وقت عمر شریف اکیس سال تھی ۱۹۳۸ء تک وہاں کام کرتے رہے قیام الہ آباد کے زمانے ہی میں جون ۱۹۳۷ء میں الحاج حضرت حامد حسن صاحب علوی سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ اور تصوف کے متعلق آپ کے ذہن سے تمام شبہات دُور ہوگئے۔ آپ حضور قبلہ کے دامنِ تربیت سے وابستہ ہوگئے۔ آغازِ تعلیم کے ۹ ماہ بعد اپریل ۱۹۳۸ء میں شرف بیعت حاصل ہوا اور دو سال بعد ۱۹۴۰ء میں اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔

حصول بیعت کے بعد اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلہ نے محمدیہ الہ آباد کی ملازمت سے استعفاد دے دیا اور رنگراؤں چلے آئے۔ اور ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۱ء تک اپنا سارا وقت یاد الٰہی میں صرف کرتے رہے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ کے لئے یہ بڑی آزمائش اور ابتلاء کا زمانہ تھا۔ لیکن " ہر چہ از دوست می رسد نیکو ست " کے مصداق تمام آزمائشوں اور پریشانیوں کو نہایت صبر و شکر کے ساتھ برداشت کیا۔ اور تسلیم و رضا کا اعلیٰ نمونہ بنے رہے۔

دوسری جنگ عظیم کے زمانہ میں ۱۹۴۱ء میں شبلی نیشنل ہائی اسکول اعظم گڑھ میں عربی کے ٹیچر مقرر ہوئے اور اپنے فرائض منصبی باحسن وجوہ انجام دیتے رہے ۱۹۶۹ء میں اس عہدہ سے سبکدوش ہوئے۔ دوران ملازمت میں بھی فرصت کے زمانہ میں تبلیغی کاموں کے سلسلہ میں سفر کیا کرتے تھے۔ ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد اکثر و بیشتر رشد و ہدایت کی غرض سے سفر ہی میں رہے۔ سفر سے واپسی کے بعد کبھی شہر اعظم گڑھ میں اپنی قیام گاہ پر، کبھی اپنے چھوٹے صاحبزادے صاحب کے یہاں علی گڑھ میں اور زیادہ تر منگراواں ضلع اعظم گڑھ میں مقیم رہے۔ مئی ۱۹۷۳ء میں بڑی صاحبزادی صاحبہ کے انتقال کے بعد سے اب زیادہ تر قیام شہر اعظم گڑھ میں ہے اور اکتوبر ۱۹۷۳ء کے بعد سفر میں جانے کا اتفاق نہیں ہوا ہے۔

۱۹۷۵ء تک اعلیٰ حضرت قبلہ عالم (دام اللہ فیوضہ) کو پانچ بار حرمین شریفین کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے۔ پہلی بار ۱۹۵۱ء میں، دوسری بار ۱۹۶۱ء، تیسری بار ۱۹۶۷ء، چوتھی بار ۱۹۷۱ء اور پانچویں بار ۱۹۷۲ء میں اعلیٰ حضرت قبلہ کو زیارت خانہ کعبہ اور دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ ۱۹۷۱ء میں بصرہ شریف، نجف اشرف، کربلائے معلیٰ، بغداد شریف اور سلمان پاک کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

برّ عظیم ہند و پاکستان کے اکثر شہروں اور دیہاتوں میں جہاں کہیں بھی سلسلہ کا کام ہوتا رہا ہے تشریف لے گئے ہیں اور سلسلہ کے بزرگوں کے مزارات

پر بھی حاضری ہوئی ہے۔ دہلی، اجمیر شریف اور سرہند شریف جا چکے ہیں۔ وادی کاغان کے دہانہ پہ بالاکوٹ ضلع ہزارہ جا کر امیر المومنین سید احمد شہیدؒ اور حضرت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کے مزارات پہ حاضر ہوئے۔ مشہد بالاکوٹ کی زیارت کی اور گڑھی حبیب اللہ جہاں حضرت امیر المومنینؒ کا سر مبارک دفن ہے۔ وہاں بھی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ مشرق میں ڈھاکہ اور چاٹگام کئی بار گئے ہیں۔ حضور قبلہ قدس سرہٗ کے ساتھ بھی تبلیغی سفر میں چاٹگام اور ڈھاکہ جانے کا اتفاق ہوا ہے۔ میر سرائے ضلع چاٹگام کے پاس ملکے پاشن میں امیر المومنین حضرت سید احمد شہیدؒ کے نامور خلیفہ حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوریؒ۔ ٹانک تلہ کلکتہ میں قطب الارشاد حضرت صوفی سید فتح صاحب ویسیؒ اور فرفرا شریف ضلع ہوگلی میں حضرت مولانا ابوبکر صاحب صدیقیؒ اور حضرت مولانا شاہ غلام سلیمانی صاحبؒ کے دربار میں حاضری ہو چکی ہے۔ بنڈیل شریف ضلع ہوگلی میں قطب الارشاد غوث زماں حضرت سید عبد الباری شاہؒ کے دربار گوہر بار میں کئی بار مہینوں تک قیام کا اتفاق ہوا ہے۔ شمال مشرق میں جوگی گھوپا کے پاس دریائے برہمپتر کو عبور کر کے قصبہ گوالپارہ تک گئے ہیں۔ ہفتیاں ضلع پورنیہ میں جہاں حضرت حامد حسن صاحب قبلہ قدس سرہٗ نے سلسلہ کی تبلیغ و اشاعت کے لئے خانقاہ قائم کیا تھا، کئی بار تشریف لے گئے۔ رشد و ہدایت کے سلسلہ میں دہلی حضرت قبلہ مدظلہٗ نے بارہا کلکتہ، دہلی، بمبئی، ٹاٹانگر، جمشید پور، گیا، کھتولی، ضلع نالندہ (پہلے ضلع پٹنہ)، چترا ضلع بیربھوم اور پٹنہ عظیم آباد کا سفر کیا ہے۔ اور

اسی مقصد کے تحت حضور قبلہ عالم ادام اللہ فیوضہ نے بنگال۔ آسام۔ بہار۔ اڑیسہ اور اتر پردیش کے بہت سے قصبات اور مواضعات کا دورہ کیا ہے۔ اگر اللہ کے کسی بندہ کو اللہ کی تلاش ہے تو خواہ وہ کتنی ہی دوری پر ہو اور راستہ کتنا ہی پیچیدہ اور دشوار گزار ہو، اعلیٰ حضرت قبلہ عالم مدظلہٗ کو سفر کی تمام دشواریوں اور پریشانیوں کے باوجود اس بندۂ خدا تک پہنچنے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں۔ بلکہ اللہ کے اس بندہ کو اللہ سے ملانے کے لئے بے چینی اور بے قراری اور اس کا مقصد پورا ہو جانے کے بعد مسرت و شادمانی محسوس فرماتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت پیر و مرشد قبلہ مدظلہٗ کو اپنے مریدین اور متوسلین سے بڑا پیار اور بڑی محبت ہے۔ اُن پر پدرانہ شفقت، عنایت اور مہربانی کی نظر رکھتے ہیں۔ جب اعظم گڑھ علی گڑھ یا منگراواں میں مقیم ہوتے ہیں تو برّعظیم کے طول و عرض سے ہر روز پانچ سے پندرہ تک خطوط مریدین اور متوسلین کے آتے ہیں۔ ان تمام خطوط کو پڑھنے کے فوراً بعد خود اس کا جواب لکھتے ہیں۔ اور یہ خطوط اس روز ڈاک میں ڈالے جاتے ہیں۔ بعض مخصوص حالات کے سوا خطوط کے جواب عموماً مختصر تحریر فرماتے ہیں۔ مریدین اور متوسلین کی دینی اور دنیاوی ضرورتوں سے باخبر رہتے ہیں۔ اُن کے لئے دعا فرماتے ہیں اُن کے دینی مشاغل کی نگرانی کرتے ہیں۔ ضروری ہدایات دیتے ہیں اور دنیاوی کاموں کے سلسلہ میں ضروری مشوروں سے نوازتے ہیں۔

متوسلین کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ لیکن ہر شخص کا نام یاد رکھتے ہیں۔ کوئی مرید کافی طویل عرصہ کے بعد بھی حضور قبلہ مدظلہٗ کی خدمت عالی میں حاضر ہو تو اس کا نام فوراً

یاد آجاتا ہے۔ اکثر اس کے علاقہ کا نام بھی یاد رہتا ہے۔ چونکہ روزانہ خطوط کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے اکثر و بیشتر حضرات خط و کتابت کے سلسلہ میں جوابی کارڈ یا جوابی لفافہ بھیجتے ہیں۔ تاکہ پتہ تلاش کرنے اور اس کے لکھنے میں اعلیٰحضرت قبلہ عالم مدظلہ، کا قیمتی وقت ضائع نہ ہو اور جواب فوراً آجائے۔

اعلیٰحضرت قبلہ عالم مدظلہ، جہاں کہیں بھی تشریف رکھتے ہوں، مریدین اور متوسلین پروانہ وار آپ کے پاس پہنچتے رہتے ہیں۔ منگرانوں اور اعظم گڑھ میں کوئی دن ایسا خالی نہیں جاتا کہ کچھ نہ کچھ مہمان موجود نہ ہوں۔ عموماً ایک سے لے کر سات مہمان تک اور کبھی کبھی کچھ زیادہ بھی موجود رہتے ہیں۔ ایک آتا ہے، دوسرا جاتا ہے۔ یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اعلیٰحضرت قبلہ اپنے مہمانوں کے ساتھ بڑی محبت سے پیش آتے ہیں اور ہر طرح اُن کے آرام و آسائش کا خیال رکھتے ہیں۔ اعلیٰحضرت قبلہ مدظلہ، کے صاحبزادے، پوتے اور نواسے بھی مہمانوں کا بڑا خیال رکھتے ہیں۔ یوں حضور قبلہ مدظلہ، تمام لوگوں سے نرمی، اخلاق اور محبت سے پیش آتے ہیں۔ لیکن دنیاوی حیثیت سے بااثر اور معزز حضرات اور اپنے قریب ترین امیر و کبیر رشتہ داروں کے مقابلہ بھی اللہ کی یاد میں مشغول غریب ترین انسان کو ترجیح دیتے ہیں۔ منگرانواں میں جہاں بھینس موجود ہے۔ مہمانوں کے لئے دسترخوان پر بالائی، گھی، دودھ، دہی موجود رہتا ہے۔ عاجزی خاکساری اور مہمان نوازی کا یہ عالم ہے کہ منگرانواں میں اگر اسرار بابر موجود نہ ہوں، تو کبھی کبھی اپنے پوتوں کے ساتھ مہمانوں کا کھانا خود اندر سے لاتے ہیں۔ تاکہ مہمانوں کو ذرا بھی تکلیف نہ ہو۔ کبھی کبھی جاتے وقت کچھ تحفہ بھی مہمانوں کو دیا جاتا ہے۔

اعلیٰ حضرت قبلۂ عالم مدظلہٗ کے اوقات بالکل متعین اور منضبط ہیں اور غیر معمولی حالات کے سوا کبھی ان میں فرق نہیں ہوتا۔ موسم گرما میں رات کے دو بجے اور موسم سرما میں تین بجے تہجد کے لئے بیدار ہوتے ہیں۔ نیند پر ایسا قابو ہے کہ فجر کی اذان شروع ہوئی اور سو گئے۔ اذان ختم ہوئی اور بیدار ہو گئے اور اتنے قلیل ترین وقفہ کی نیند بھی فرحت اور تازگی کا باعث ہو جاتی ہے۔ اپنے پیرومرشد حضرت حافظ حامد حسن صاحب علویؒ کی طرح رات میں تھوڑی تھوڑی دیر پر بیدار ہوتے رہتے ہیں۔ اشراق کے بعد ناشتہ تناول فرماکر آرام فرماتے ہیں۔ چاشت کی نماز کے بعد بھی مراقبہ میں بیٹھتے ہیں۔ دن کا کھانا نماز ظہر سے کچھ قبل اور رات کا کھانا نماز مغرب کے فوراً بعد تناول فرماتے ہیں۔ قرآن شریف نماز ظہر کے بعد تلاوت فرماتے ہیں۔ عصر سے مغرب اور مغرب سے عشا تک کا وقفہ تلقین و ارشاد میں صرف کرتے ہیں۔ فجر اور مغرب کے بعد تقریباً ایک ایک گھنٹہ مراقبہ میں بیٹھتے ہیں۔ نفی و اثبات کے ذکر اور دوسرے اذکار الٰہیہ کے لئے تہجد کے بعد کا وقت مقرر ہے۔ اس کے بعد نماز فجر تک توبہ و استغفار میں مشغول رہتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت پیرومرشد قبلہ مدظلہٗ کا قد مبارک ۵ فٹ ۸ انچ اور وزن تقریباً دو من ہے۔ جسم مبارک دوہرا، گداز اور بلغمی ہے۔ رنگ ہلکا سانولا، مائل بہ گندمی ہے۔ سر مبارک بڑا، پیشانی کشادہ اور ریش مبارک کے بال ہلکے ہیں۔ پیشانی مبارک پر سجدہ کے نشان کے پاس ایک چھوٹا سا مسّا ہے، جو عظمت اور اقبال مندی کی نشانی ہے۔ چہرۂ مبارک پر نور کی تابانی اور درخشانی دیکھنے

کے لائق ہے ۔آپ کی مجلس میں آنے والا کوئی بھی شخص آپ کے روئے انور کی تابانی اور آپ کے حُسنِ اخلاق سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔

اعلیٰ حضرت قبلہ ادام اللہ فیوضہٗ بہت ہی سادگی پسند ہیں ۔سادہ اور ہلکا کھانا پسند فرماتے ہیں ۔عام طور پر لنگی ۔کُرتا ۔صدری اور سفید گول ٹوپی پہنتے ہیں ۔باہر جانے پر پاجامہ اور شیروانی بھی پہنتے ہیں ۔طبیعت میں نفاست اور لطافت بہت ہے ۔انڈا اور مچھلی نہیں کھاتے ۔چائے نہیں پیتے ۔گوشت کے مقابلے میں سبزی زیادہ پسند فرماتے ہیں ۔گوشت کا ایک یا دو ٹکڑا تناول فرماتے ہیں ۔پھلوں میں آم، خربوزہ، انگور اور سیب مرغوب ہیں ۔کھانا بہت کم کھاتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلہٗ دینی اور دنیاوی معاملات میں اپنے مریدین اور متوسلین کے تساہل اور تغافل کو پسند نہیں فرماتے ہیں ۔جس طرح نماز پنجگانہ اوّل وقت میں اور اوراد و وظائف پورے اہتمام اور اس کی اہمیت کے ساتھ وقت معیّنہ پر پڑھنے کا حکم ہے ۔اس طرح دنیاوی معاملات، فرائض منصبی اور حصولِ معاش کے کاموں کو بھی محنت، ایمان داری اور پوری ذمّہ داری کے ساتھ انجام دینے کی امید کی جاتی ہے ۔اعلیٰ حضرت قبلہ ادام اللہ فیوضہٗ کبھی بھی اپنے مریدوں کو اُن کے لباس وضع قطع، فروعی باتوں اور سیاسی مسلک کے بارے میں کچھ نہیں کہتے ۔وہ قلب کا علاج کر دیتے ہیں اور جب قلب درست ہو گیا، تو پھر انسان سچے اسلامی سانچے میں ڈھل جاتا ہے ۔

اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلہٗ کا موجودہ وطن موضع ننگرانول جہاں آپکی

دادی محترمہ کا میکہ تھا۔ جہاں اُن کے آبائی خاندان میں آپ کی شادی ہوئی۔
ضلع اعظم گڑھ کی صدر تحصیل کے جنوبی حصّہ میں شرفا کی ایک بڑی بستی ہے اور
من گئی ندی کے طاس میں ندی سے ڈیڑھ میل دکھن ۲۵ درجہ، ۵۵ دقیقہ شمالی عرض البلد
اور ۸۳ درجہ ۲ دقیقہ مشرقی طول البلد پر اعظم گڑھ سے ۱۴ میل دکھن پچھم، جون پور سے
۵۹ میل اور بنارس سے ۴۳ میل اُتر پورب کی طرف واقع ہے۔ منگرانواں کے ڈیڑھ میل
پچھم سے بنارس اعظم گڑھ روڈ گذرتی ہے۔ جو چند میل اُتر محمد پور میں، جون پور اعظم گڑھ
روڈ سے مل جاتی ہے۔ محمد پور سے اعظم گڑھ ۱۴ میل اُتر پورب ہے۔ بنارس اعظم گڑھ روڈ
پر بنارس سے ۴۲½ میل اُتر اور محمد پور سے دو میل دکھن ایک مقام برندا بازار
ہے۔ یہاں سے ایک پختہ سڑک دکھن پورب میں مشہور تاریخی مقام مینھ نگر کو
جاتی ہے۔ مینھ نگر سے ۸ میل آگے کھاریا میں اس پختہ سڑک کی کئی شاخیں ہو جاتی
ہیں۔ ایک شاخ اُتر پورب میں دس میل کے فاصلہ پر، اعظم گڑھ غازی پور روڈ
پر تحصیل محمد آباد کے قصبہ چریا کوٹ سے ملتی ہے۔ دوسری شاخ دکھن میں
تحصیل لال گنج کے تھانہ منہاج پور جاتی ہے اور وہاں سے پچھم رُخ مڑ کر دیوگاؤں
میں پھر بنارس اعظم گڑھ روڈ سے مل جاتی ہے۔ کھاریا کو براہ راست اعظم گڑھ سے
پندرہ میل لمبی ایک پختہ سڑک کے ذریعہ ملا دیا گیا ہے۔ کھاریا سے ایک خام
سڑک دکھن پورب میں سات میل لمبا چریا کوٹ سے اوڑی ہار جانے والی
پختہ سڑک سے ملتی ہے۔

برندا بازار سے مینھ نگر کو جانے والی پختہ سڑک پر دو میل کے فاصلہ پر

سڑک سے نصف میل دکھن منگراواں[1] بستی ہے۔ پختہ سڑک سے گاؤں میں دو سڑکیں جاتی ہیں۔ کچھ دور دکھن جاکر دونوں سڑکیں مل جاتی ہیں۔ گاؤں میں جانے والی مشرقی سڑک پر ایک تالاب کے کنارے مدرسہ ہے اور مدرسے کے پورب ہائی اسکول ہے۔ یہ دونوں تعلیمی ادارے اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلہٗ کے چھوٹے بھائی جناب مولوی محمد مسعود خاں صاحب وکیل ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی کی کوششوں سے قائم ہوئے ہیں۔ بستی کی خاص آبادی سے اُتر گاؤں کی سڑک کے کنارے وسیع اور کشادہ عیدگاہ ہے۔ بستی میں ۱۱ ٹولے ہیں اور چھ مسجدیں ہیں۔ جامع مسجد اعلیٰ حضرت قبلہ ادام اللہ فیضہٗ کے مکان سے متصل اُتر ہے۔

منگراواں اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلہٗ کے آبائی وطن نوناری سے ۴ میل پورب تھوڑے دکھن اور حافظ حامد حسن صاحب علوی کے وطن کونڈرہ سے ۲۵ میل دکھن پورب ہے۔ سڑک کے ذریعہ محمد پور سے چار میل، اعظم گڑھ سے ۱۸ میل، جون پور سے ۳۲ میل، بنارس سے ۴۴½ میل بینہ نگر سے ۴½ میل۔ کھاریا سے ۲½ میل، جہانا گنج سے ۲۲½ میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں سے نزدیک ترین ریلوے اسٹیشن نارتھ ایسٹرن ریلوے کی مئو شاہ گنج میٹر گیج لائن پر پھریا ۷½ میل اُتر اور رانی کی سرائے ۹½ میل اُتر پورب ہے لیکن آمد و رفت کی زیادہ آسانی اعظم گڑھ، بنارس اور جون پور سے ہے۔

---

[1] موضع منگراواں رائے پور، بلاک محمد پور، تحصیل صدر، اعظم گڑھ۔ رقبہ ۲۵۴۸، ایکڑ، ۱۳۱۴ مکانات اور آبادی سنہ ۱۹۶۱ء کی ۲۵۹۹ نفوس۔ اعظم گڑھ ضلع سینسس ہینڈ بک سنہ ۱۹۶۱ء۔ الہ آباد سنہ ۱۹۶۶ء۔ محمد پور ڈاکخانہ کا پوسٹل انڈکس نمبر ۲۷۶۲۰۵ ہے۔

منگراؤاں کے اُتر مقدم پور۔ اُتر پورب میں سرحن پور، دکھن پورب میں خنجر پور، دکھن میں سلطان پور، دکھن پچھم میں کسبیدھی پور اور پچھم میں مظفر پور اور تحتولی ہے۔ دکھن پچھم میں تحصیل کی سرحد پر دھر سالا تال نامی ایک جھیل ہے۔ منگراؤاں صدر تحصیل کے محمد پور بلاک اور گمبھیر پور تھانہ میں ہے۔ یہاں محمد پور کے بڑے ڈاکخانہ کی ماتحتی میں ایک چھوٹا ڈاک خانہ ہے۔

اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلہ کے ایک صاحبزادے کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔ اُن کے بعد حضرت قبلہ مدظلہ کے تین صاحبزادے اور ۲ دو صاحبزادیاں تھیں۔ ان میں سے ایک صاحبزادے اور ایک صاحبزادی کی جوانی کی موت کا حضور قبلہ کو صدمہ برداشت کرنا پڑا ہے۔ بڑی صاحبزادی صاحبہ سے چھوٹے اور صاحبزادوں میں سب سے بڑے جناب سعد الدین خاں مرحوم تھے۔ بڑے بااثر، باوقار، وجیہہ اور بارعب خوبصورت جوان تھے۔ ۱۹۶۳ء کے موسم سرما میں پھریا اسٹیشن کے پاس چلتی ہوئی ٹرین سے ڈاکوؤں نے نیچے ڈھکیل دیا اور وہ عین عالم جوانی میں شہید ہو گئے۔ یہ حادثہ جانکاہ رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ کے عشر ثانیہ وسط فروری ۱۹۶۳ء میں پیش آیا۔ مرحوم کی صرف ایک صاحبزادی فرزانہ سعدیہ عرف چھنی بی بی یادگار ہیں۔ پہلے علی گڑھ میں چچا کے ساتھ تھیں۔ ان دنوں اعظم گڑھ میں پڑھتی ہیں۔

اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلہ کی بڑی صاحبزادی جناب بی بی رضوانہ صاحبہ حافظ قرآن تھیں۔ وہ طویل عرصہ تک مع اہل و عیال اعظم گڑھ میں اعلیٰ حضرت قبلہ کے ساتھ رہیں اور آپ کو حضور قبلہ کی خدمت کا بہت موقع ملا۔ ان کی شادی تحصیل کے صدر مقام

پھول پور سے ۱/۲ ۳ میل اُتر نوادہ[۱] میں جناب صوفی محمد اظہار الحق خاں صاحب سے ہوئی تھی۔ جناب محمد اظہار الحق خاں صاحب کو شرف بیعت حضور قبلہ مدظلہ سے حاصل ہے۔ وہ ماہل میں کاروبار کرتے ہیں۔ صاحبزادی صاحبہ چند سال تک بیمار رہیں۔ علی گڑھ اور اعظم گڑھ میں علاج ہوا۔ لیکن فائدہ نہیں ہوا۔ جمعرات ۲۹ ربیع الاوّل ۱۳۹۳ھ = ۳ مئی ۱۹۷۳ء کو ۱/۲ ۵ بجے شام میں اعظم گڑھ میں انتقال ہوا۔ اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلہ کو دنّن[۱] کے بعد اولاد کی موت کا دوسرا شدید صدمہ برداشت کرنا پڑا۔ حضور قبلہ ادام اللہ فیوضہ پر صاحبزادی صاحبہ کے انتقال کا گہرا اثر پڑا۔ لیکن اس صدمہ عظیم کو بھی اعلیٰ حضرت نے نہایت ہی صبر و سکون کے ساتھ برداشت کیا۔

صاحبزادی صاحبہ مرحومہ کے چار صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں یادگار ہیں جناب اسرار الحق خاں، احتشام الحق خاں، فرحانہ خانم، عذرا خانم، ابصار الحق، صبیحہ خانم اور احسان الحق۔ والدہ کے انتقال کے وقت صبیحہ خانم (للّی بی بی) صرف پانچ سال کی اور احسان الحق (پپّو بابو) صرف ڈھائی سال کے تھے۔ اور یہ دونوں بچّے اپنی دادی صاحبہ کے پاس نوادہ جانے کے لئے تیار نہیں ہوئے۔ چنانچہ ان دونوں چھوٹے بچوں کی پرورش و پرداخت کی نگرانی حضور قبلہ مدظلہ پر آگئی۔ بڑے صاحبزادے اسرار بابو[۲] نے

---

[۱] نوادہ۔ بلاک اور تحصیل پھولپور۔ رقبہ ۳۵۸ ایکڑ اور آبادی ۱۹۶۱ء کی ۸۷۴ نفوس۔ اعظم گڑھ ضلع سینسس ہینڈ بک ۱۹۶۱ء۔ الٰہ آباد ۱۹۶۶ء۔ نوادہ میں ایک چھوٹا ڈاک خانہ ٹیڑھی کے بڑے ڈاکخانہ کی ماتحتی میں ہے۔ پوسٹل انڈکس نمبر ۲۷۶۱۴۱

[۲] دیکھیے ص ۳۶۷-۶۸

جولائی ۱۹۷۱ء میں شبلی نیشنل کالج سے بی۔اے پاس کیا۔پھر بی۔ایڈ کی ڈگری حاصل کی۔ان دنوں قانون کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔اس سلسلہ میں دو امتحانات پاس کر چکے ہیں۔تیسرے سال کا امتحان باقی ہے۔تعلیم تصوّف مکمّل ہو چکی ہے۔برابر اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلّہٗ کی خدمت بابرکت میں حاضر رہتے ہیں۔سلسلہ کا بہت کام کیا ہے۔کئی آدمیوں کو آپ کے دست حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہونے کی توفیق عطا ہوئی ہے۔والدہ کے انتقال کے چند روز پہلے رانی کی سرائے کے پاس شرعی طریقہ پر آپ کی شادی ہوئی اور مرحومہ نے بہو کو دیکھنے کے بعد انتقال کیا۔

بابو احتشام الحق خاں نے شبلی نیشنل کالج سے انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کیا۔ان دنوں علی گڑھ میں ماموں جان کے ساتھ رہتے ہیں اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں جغرافیہ میں آنرز لے کر بی۔اے کر رہے ہیں۔اعلیٰ حضرت کی نواسی فرحانہ خانم نے میٹریکولیشن کا امتحان پاس کیا اور ان دنوں اعظم گڑھ کے مدرسہ نسواں میں انٹرمیڈیٹ میں پڑھ رہی ہیں۔ان کی شادی بھی شرعی طریقہ پر مولانا شبلی نعمانی مرحوم کے وطن بندول ضلع اعظم گڑھ کے لائق و فائق نوجوان بابو نشاط عالم صاحب سے ہوئی۔بابو نشاط عالم صاحب کول مائنس اتھارٹی کے تحت دھنباد کے پاس کمار ڈوبی میں بجلی کے محکمہ میں اچھے عہدہ پر فائز ہیں۔عذرا خانم صاحبہ اور بابو ابصار الحق خاں دونوں اعظم گڈھ میں اسکول میں پڑھ رہے ہیں۔صبیحہ خانم کا بھی اسکول میں نام لکھا دیا گیا ہے۔

اعلیٰ حضرت قبلہ ادام اللہ فیوضہٗ کے دوسرے صاحبزادے جناب ظفرالدین خاں

صاحب مدظلہ، انہوں نے اعظم گڑھ میں انٹرمیڈیٹ تک تعلیم حاصل کیا۔ پھر کاشتکاری کی طرف متوجہ ہوئے۔ بہت ہی سادہ، مستعد، محنتی اور کامیاب کاشتکار ہیں۔ اللہ کے فضل وکرم سے بڑی فراوانی اور خوش حالی ہے۔ بہت ہی باا ثر، غریب پرور اور مہمان نواز ہیں۔ قیام آپ کا منگراؤاں میں رہتا ہے۔ آپ یا ستی کے لئے بورنگ کا انتظام ہے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلہ، جب منگراؤاں میں تشریف رکھتے ہیں، تو روزانہ ناشتہ کے بعد مریدین اور متوسلین کے ساتھ بورنگ پر جاتے ہیں۔ چاشت کی نماز وہیں پڑھتے ہیں۔ تلقین وارشاد کا کام بھی جاری رہتا ہے۔ بابو ظفر الدین خاں صاحب کے چار صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہیں۔ صفیہ ظفر، طارق ظفر، ثاقب ظفر، شجاع الدین، حسنہ اور حسام الدین آپ کے بچوں کے نام ہیں۔ حسام الدین بابو ابھی شیر خوار ہیں۔ ان سے بڑی ایک صاحبزادی کا انتقال ہو گیا ہے۔ ظفر الدین بابو کے باقی بچے اعظم گڑھ میں اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلہ، کی نگرانی میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ حسنہ خاتون (گڈی بی بی) ابھی چھوٹی ہیں۔ وہ کبھی اعظم گڑھ میں اور کبھی اپنی والدہ کے ساتھ منگراؤاں میں رہتی ہیں۔

اعلیٰ حضرت قبلہ ادام اللہ فیوضہ، کے دوسرے صاحبزادے جناب محمد عضداللہ صاحب مدظلہ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبۂ تعلیمات اسلامی میں لکچرر ہیں۔ حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی قدس سرہ کے دامنِ تربیت سے حضور قبلہ مدظلہ، کے وابستہ

ہونے کے بعد اور شرفِ بعیت سے دو ماہ قبل مرشد زادہ جناب محمد عضد الدین صاحب مدظلہٗ ۱۴ فروری سنہ ۱۹۳۸ء کو پیدا ہوئے۔ شبلی نیشنل اسکول سنہ ۱۹۵۳ء میں ہائی اسکول، سنہ ۱۹۵۵ء میں انٹرمیڈیٹ اور سنہ ۱۹۵۷ء میں شبلی نیشنل کالج اعظم گڑھ سے بی۔اے کیا۔ سنہ ۱۹۵۹ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے انگریزی میں اور سنہ ۱۹۶۱ء میں عربی میں ایم۔اے کیا۔ سنہ ۱۹۶۲ء میں ایل۔ایل۔بی اور سنہ ۱۹۶۳ء میں بی۔ٹی۔ایچ کا امتحان پاس کیا۔ ۲۳ دسمبر سنہ ۱۹۶۳ء کو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے ادارہ علوم اسلامیہ میں بحیثیت ریسرچ اسسٹنٹ کام شروع کیا۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز[1] صاحب محدث دہلوی رح پر کئی مقالے لکھے اور اسی موضوع پر اپنا تحقیقی مقالہ بھی تقریباً مکمل کیا۔ سنہ ۱۹۷۰ء میں شعبہ اسلامک اسٹڈیز میں لکچرر مقرر ہوئے۔ اور اس عہدہ پر اپنے فرائض باحسن وجوہ انجام دے رہے ہیں۔

---

[1] امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رح کے بڑے صاحبزادے اور امیر المومنین سید احمد شہید رح کے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رح کا دہلی میں ۷ شوال سنہ ۱۲۳۹ھ = ۵ جون سنہ ۱۸۲۴ء کو انتقال ہوا۔ مزار مبارک خواجہ میر درد روڈ میں مولانا آزاد میڈیکل کالج اور دہلی جیل کے قریب مہدیان میں ہے۔ یہیں آپ کے والد محترم دونوں چھوٹے بھائیوں مولانا شاہ رفیع الدین صاحب رح اور مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رح کے مزارات بھی ہیں۔ رسالہ سر الشہادتین، بستان محدثین، تحفہ اثنا عشریہ، تفسیر فتح العزیز وغیرہ آپ کی مشہور تصانیف۔ قاموس المشاہیر۔ نظامی بدایونی۔ جلد دوم ص ۶۵ اور خط جناب مرشد زادہ صاحب محترم مورخہ یکم مئی سنہ ۱۹۷۳ء

جون ۱۹۶۹ء میں شرف بعیت سے مشرف ہوئے۔ بڑی محنت اور ریاضت کی اور بہت ہی جلد مختلف نسبتوں کی تکمیل کا شرف حاصل ہوا۔ تعلیم تصوف مکمل ہو چکی ہے۔ اکثر وبیشتر اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلہ، کے ساتھ سفر میں آپ کو خدمت کا موقع ملا ہے۔ ۱۹۷۱ء میں جب اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلہ، چوتھی بار حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے تھے، تو اس مبارک ومسعود سفر میں بھی آپ کو اعلیٰ حضرت ادام اللہ فیوضہ کے ساتھ رہنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

جناب مرشد زادہ صاحب مدظلہ، نے دگی بروڈ علی گڑھ میں سکندرہ لاج کے قریب اپنا ذاتی مکان ظفر منزل کے نام سے تعمیر کرایا ہے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلہ، نے کئی بار سفر سے واپس آکر ظفر منزل میں مرشد زادہ صاحب کے ساتھ قیام فرمایا ہے۔

۳۱ اگست ۱۹۶۳ء کو قصبہ پھولپور ضلع اعظم گڑھ کے جناب بدرالدین خاں صاحب کی صاحبزادی سے مرشد زادہ جناب محمد عضدالدین خاں صاحب محترم کی شادی ہوئی۔ آپ کی ایک صاحبزادی صاحبہ اور چار صاحبزادے ہیں۔ ان کے اسمائے گرامی بالترتیب یہ ہیں: شاہین افروز، احمد سعید خاں، اسعد سعید خاں، احسن سعید خاں اور افضل سعید خاں۔

مرشد زادہ جناب محمد عضدالدین صاحب محترم کی ناچیز راقم الحروف پر بڑی مہربانیاں ہیں۔ ۱۹۶۴ء میں جب وہ اپنے مقالہ تحقیقی کے سلسلہ میں پٹنہ تشریف لائے، تو جناب ڈاکٹر نورالنبی صاحب کے مشورہ سے چند روز ناچیز کے

ساتھ اقبال ہوسٹل کے کوارٹر میں قیام فرمایا۔ اُن کے قدم کی برکت اور اُن کے ورودِ مسعود کے فیض سے ناچیز کو پانچ سال بعد اعلیٰ حضرت قبلہ ادام اللہ فیوضہٗ کی خدمتِ عالی میں حاضری کی توفیق نصیب ہوئی اور ان کے ادنیٰ ترین غلاموں اور کفش برداروں میں شمولیت کا شرف حاصل ہوا اور اس وجہ سے کہ یہ کتاب "آئینۂ اویسی" جناب مرشدزادہ محترم کے نام معنون کی جا رہی ہے۔

اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلہٗ کی چھوٹی صاحبزادی صاحبہ کی شادی نگرانواں سے تقریباً پونے چار میل اُتر پورب آنوک[1] میں جناب محمد افتخار صاحب سے ہوئی ←

← جناب محمد افتخار صاحب نے شبلی نیشنل کالج سے بی-اے کیا۔ وہ اپنی بستی آنوک میں رہتے ہیں اور کاشتکاری کرتے ہیں۔ آنوک محمد پور سے تین میل پورب منگئی ندی کے طاس میں ایک پرانا تاریخی مقام ہے۔ محمد افتخار صاحب کے پانچ صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہیں۔ بالترتیب نام یہ ہیں: محمد محمود، محمد انیس، محمد مونس، محمد رئیس، محسنہ، محمد نفیس اور حسینہ۔ جناب محمد افتخار صاحب کے چار لڑکے اسکولوں میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

اعلیٰ حضرت قبلہ ادام اللہ فیوضہٗ کو اپنے مریدین اور متوسلین کی طرح اپنی

---

[1] آنوک، تھانہ نظام آباد۔ بلاک محمد پور تحصیل صدر، ضلع اعظم گڑھ۔ آنوک میں کچھ ٹولے ہیں۔ رقبہ ۷۴۷ ایکڑ اور آبادی سنہ ۱۹۶۱ء کی ۱۵۰۲ نفوس ہے۔ اعظم گڑھ ضلع سنسس ہینڈ بک سنہ ۱۹۶۱ء الہ آباد سنہ ۱۹۶۶ء۔ آنوک کا ڈاکخانہ کوٹیلا ہے جو رانی کی سرائے کے بڑے ڈاکخانہ کی ماتحتی میں ہے۔ پوسٹل انڈکس نمبر ۲۷۶۲۰۷ ہے۔

اولاد سے بھی بڑا پیار ہے۔ بچوں کے آرام و آسائش کا پورا خیال رکھتے ہیں اور اُن کی صحیح تعلیم و تربیت، ان کے نظام اوقات کی پابندی پر کافی توجہ رہتی ہے بچیاں گھر کا کام کر لیتی ہیں اور وقت پر اسکول اور کالج چلی جاتی ہیں۔

مشاغل دینی اور اوراد و وظائف میں تغافل اور تساہل پر اگر اعلیٰ حضرت قبلہ عالم مدظلہ، اپنے مریدین اور متوسّلین کے ساتھ زجر و تنبیہ سے کام لیتے ہیں، تو پھر ان کے تالیف قلوب کا پورا خیال رکھتے ہیں اور دینی و دنیاوی دونوں حیثیتوں سے اُن کو اچھے حال میں فرحاں و شاداں، آباد و شاد دیکھنا چاہتے ہیں۔

اپنے مریدین اور متوسّلین کی رہنمائی کے لیے چند سال قبل اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلہ نے پیغام عمل کے نام سے جو کچھ تحریر فرمایا تھا۔ وہ ذیل میں درج کیا جارہا ہے۔

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم[1]

وَمَا یَتَذَکَّرُ اِلَّا مَنْ یُّنِیْبُ[2] -

اما بعد! جماعت کی تاسیس، اسکی بقا، اس کا استحکام اور استواری نظم و ضبط تنظیم و اہتمام سے ہے۔ نظم و ضبط تنظیم و اہتمام میں لوچ ہو اور اپنے اصول و ضوابط اور اپنے اہتمام کے ساتھ قائم اور باقی نہ ہوں، تو شیرازے کے بکھرنے اور استحکام و استواری کے متزلزل ہونے اور بنیاد کے انہدام کا امکان ہے۔ اللہ جل شانہ، اس قسم کے ردگوں خرابیوں اور خامیوں سے بچائے اور محفوظ رکھے۔

لہ (ہم حمد بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی اور درود و سلام بھیجتے ہیں۔ اس کے برگزیدہ رسول پر)

لہ قرآن پاک: سورہ مومن (۴۰) - آیت ۱۳؛ پارہ ۲۴ - رکوع ۷ [اور صرف وہی شخص نصیحت قبول کرتا ہے جو (خدا کی طرف) رجوع (کرنے کا ارادہ) کرتا ہے]

حقیقی روشنی، فرض شناسی، ہمّت، عزم اور وسعت نگاہی سب کے حقوق کا لحاظ اور چھوٹے بڑے کا خیال نگاہ کے سامنے رہنا بنائے۔ اللہ کی راہ میں اخلاص ایثار اور اسلاف کی روش کے انداز پر رَواں دَواں، خوش و خرّم چلتا، حرکت کرتا، عمل کے مظاہرے پیش کرتا، مقصود کو سامنے رکھتا ہوا گامزن ہو۔

کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّ رَاعٍ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ[1] - کا حکم صادق لفظ بیان حق لازمی اور ضروری جانے۔ حق دانی، حق فہمی اور حق بیانی کو لازمی طور پر اپنا شعار بنائے۔ ہمیشہ چھوٹا ہو یا بڑا اپنے موقع اور مقام کی ذمہ داری کو قائم رکھے اور جہاں تک ممکن ہو اختلاف سے بچے شگفتگی، نشاط اور خوشی ہر عمل، ہر قدم اور ہر حالت میں ضروری اور لازمی جانے۔

دائیں بائیں، آگے پیچھے نگاہ رکھنا، جھکنے کے لئے نہیں بلکہ اس تعین اور ادعان کے ساتھ عمل ہو کہ اپنی خوبی سے خوبی اور اپنے کام سے کام ہو۔ ہر شخص کو اپنے عمل کا نتیجہ خود کرنے سے ملے گا۔ کوشش چاہیئے کہ مخلصین کا ایثار، بے نفسی، فروتنی اور تواضع پیدا ہو۔ جو فکر ہو اللہ کے لئے، جو کام ہو اس کی اطاعت کے لئے، جو غرض ہو اُس کی رضا کے لئے، جو مقصد کی نہایت ہو، وہ ہو۔

جماعت میں اچھے بھی ہوتے ہیں، خراب بھی۔ مخلصین بھی ہوتے ہیں اور غیر بھی،

---

[1] حدیث شریف: [تم میں کا ہر شخص (چرواہا) نگہبان ہے۔ اور ہر (چرواہے) نگہبان سے اس کی رعیت (ریوڑ) کے بارے میں بازپرس ہوگی۔]

جماعت چھوٹے بڑے ہر قسم ہر انداز کے لوگوں سے بنتی ہے۔ مگر جو قدم اُٹھے پیچھے نہ ہٹے۔ جما ہوا آگے بڑھے۔ ڈگمگائے نہیں۔

درین ورطہ کشتی فرو شد ہزار
کہ پیدا نہ شد تختہ بر کنار

ایک بڑی تنبیہ ہے۔ بہیترے اُٹھے، کھڑے ہوئے، چلے، دوڑے، اور منزل کے قریب پہنچنے والے ہی تھے کہ کبھی کبھی بدنصیبی سدِّ راہ ہوگئی اور ہمیشہ کے لیے خسران میں پڑ گئے۔ خوش نصیبی اور سعادت یہ ہے کہ مستقیم الاحوال اور خاتمہ بالخیر کا پورے خوف و رجا کے ساتھ خیال ہو۔ جب خاتمہ بالخیر ہو سارے معاملات دین سعی مشکور کی خوشی کا مژدہ بنیں گی اور سلاماً سلاماً کی بہار پیشِ نظر ہو گی۔

ہوشیار! یہ بڑوں کی میراث ہے۔ بگڑنے نہ پائے، سابقین و مقربین کے اخلاف ہو، ناخلف نہ کہلائے جاؤ۔ مبادا! کھو کر افسوس نہ کرنا پڑے، بگڑ کر رونا نہ پڑے۔ پھر ہاتھ ملنے اور افسوس کرنے سے کیا حاصل۔ جب وقت عزیز ضائع ہو چکے اور قدر کے اوقات میں محرومی رہ جائے۔

شیطان ہمیشہ کا کھلا ہوا دشمن ہے۔ اس کی چالوں میں نہ آنا۔ اُس کے پھسلاوے میں نہ پڑنا۔ اُس کے دھوکے سے ہمیشہ ہوشیار رہنا کہ وہ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا[۱]۔ کہہ کر آیا ہے، وہ ہمیشہ گھات اور تاک میں ہے۔ پھسلاوے کے

---

[۱] قرآن پاک (سورہ بنی اسرائیل (۱۷) آیت ۶۲؛ پارہ ۱۵ ، رکوع ۷) [تو میں (بھی) بجز قدرے قلیل لوگوں کے اس کی تمام اولاد کو اپنے بس میں کر لوں گا]۔

لئے بہت سی چالیں چل سکتا ہے۔ گمراہ کرنے کے لئے ہر طرف سے آواز دے سکتا ہے۔
چاہیئے کہ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ[1] کی سعادت کا اہل بنے
کہ یہ بڑی کامیابی ہے۔

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ[2]

ظفر منزل، علی گڑھ
۱۲ر مارچ ۱۹۷۳ء

والسّلام
محمد سعید خاں

اعلیٰ حضرت قبلہ عالم ادام اللہ فیوضہٗ نے اپنے کچھ متّقی، پرہیزگار، پُرجوش اور باہمّت مریدوں کو خلافت سے سرفراز فرمایا ہے لیکن ابھی تک ان کے اسمائے گرامی معلوم نہیں ہیں۔ مریدین اور متوسّلین کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان میں سے بہت سے حضرات کی تعلیم مکمل ہو چکی ہے۔ کچھ لوگوں کی تعلیم تکمیل کے قریب ہے اور کچھ ابھی تعلیم کی ابتدائی منزل میں ہیں۔ اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلّہٗ کے مریدین اور متوسّلین کی فہرست ابھی مرتب نہیں ہو سکی ہے۔ مریدین کی کثیر تعداد میں سے صرف چند حضرات کے نام یہاں بغیر کسی تخصیص کے پیش کئے جا رہے ہیں:-

---

[1] قرآن پاک: سورہ بنی اسرائیل (۱۷) - آیت ۶۵؛ پارہ ۱۵ - رکوع ۷
(میرے خاص بندوں پر تیرا قابو نہ چلے گا)

[2] توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔ میں اسی کے اوپر بھروسا رکھتا ہوں۔

۱۔ جناب مولانا آزاد رسول صاحب۔ جامعہ پرائمری سکشن جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵

۲۔ جناب سید محمد مجیب الرحمٰن صاحب۲۔ ال /۲ پانڈو روڈ۔ ساکچی جمشید پور ۱

۳۔ جناب عبدالحلیم صاحب، ہفتیاں براہ بائسی، ضلع پورنیہ

۴۔ جناب مولانا مخلص الرحمٰن صاحب مرحوم، اسلام مشن ۱ ریل گیٹ تیج گاؤں

ڈھاکہ ۸

۵۔ جناب مولانا شریف الحسن صاحب، مدرسہ جامع العلوم، باغ فرحت افزا

بھوپال ۲۳

۶۔ جناب مولانا عبدالحکیم صاحب، مدرسہ فیض العلوم، بخش پور، ڈاکخانہ ٹھکما،

براہ محمد پور ضلع اعظم گڑھ۔

۷۔ جناب حاجی محمد اسحاق صاحب سعید مرحوم، محلہ نیا پورہ۔ مالی گاؤں، ضلع

ناسک (مہاراشٹر)۔

۸۔ جناب محمد سلیمان کریم صاحب، محلہ نیا پوکھر، قصاب ٹولہ گیا۔

۹۔ جناب حاجی ولی محمد صاحب قاضی چک، ڈاکخانہ رفیع گنج ضلع اورنگ آباد (بہار)

۱۰۔ جناب حاجی محمد آفاق خاں صاحب کہنہ سرائے۔ بہار شریف ضلع نالندہ (بہار)

۱۱۔ جناب مولوی مصباح الدین صاحب مرحوم۔ جلال پور، ضلع فیض آباد۔

۱۲۔ جناب حاجی محمد علی صدیقی صاحب، محلہ ہانڈی پورہ، جے پور (راجستھان)

۱۳۔ جناب منشی وصی احمد صاحب، مقام رانی۔ ڈاکخانہ دھنیت گنج، براہ سونتھا،

ضلع پورنیہ۔

۱۴- جناب عزیز الرحمٰن خاں صاحب متولّی۔ جامع مسجد اعظم گڑھ۔

۱۵- جناب مرشد زادہ عضد الدین خاں صاحب ظفر منزل۔ دِگّی روڈ۔ ناگڑھ۔

۱۶- جناب ڈاکٹر محمد ادریس صاحب۔ ڈنٹسٹ۔ باقر گنج۔ پٹنہ ۴

۱۷- جناب مولانا عبد الوہاب صاحب۔ کوٹڈہ۔ براہ پھولپور۔ ضلع اعظم گڑھ۔

۱۸- جناب ڈاکٹر بشیر محمد صاحب تکمیلی۔ بیل باغ۔ مالی گاؤں۔ ضلع ناسک (مہاراشٹر)

۱۹- جناب حاجی احسان احمد صاحب صدیقی، ہندوستان ٹیلرنگ ہاؤس، ساکچی جمشید پور۔

۲۰- جناب حاجی محمد کتاب اللہ صاحب محمد عمر رجب روڈ۔ مدن پورہ۔ بمبئی ۸

۲۱- جناب ہاشم علی صاحب پوسٹل کلرک۔ بسٹو پور۔ جمشید پور ۱

۲۲- جناب محمد اعجاز صاحب۔ ہمدرد دواخانہ۔ باقر گنج۔ پٹنہ ۴

۲۳- جناب محمد وکیل الرحمٰن صاحب ۱۹-اے۔ برٹش انڈیا اسٹریٹ کلکتہ۔

۲۴- جناب سید نجیب الحسن صاحب طوطا بلڈنگ، مہرولی۔ نئی دہلی ۳۰

۲۵- جناب ڈاکٹر جمیل اختر صاحب۔ سید ٹولہ۔ استھاواں۔ ضلع نالندہ (بہار)

۲۶- جناب مولانا قمر الحسن صاحب امام تھانہ مسجد۔ باڑھ۔ ضلع پٹنہ

۲۷- جناب حاجی محمد سراج الدین صاحب بیلچھی شریف براہ استھاواں، ضلع نالندہ

۲۸- جناب سید امتیاز احمد صاحب گولی مار۔ بہار آباد۔ کراچی (پاکستان)

۲۹- جناب حاجی عبد الرشید صاحب رشید ام۔ ماچیس والا شکر بازار احمد آباد (گجرات)

۳۰- جناب محمد جمال الدین صاحب، دار السلام، باڑھ، ضلع پٹنہ

۳۱- جناب اسرار الحق خاں صاحب، لوارہ، ضلع اعظم گڑھ (حال مقام نزد جامع مسجد اعظم گڑھ)

۳۲۔ جناب ڈاکٹر امتیاز احمد صاحب (سابق ایم۔پی) گرڈیہہ۔

۳۳۔ جناب منیر عالم صاحب موضع بلّو پور۔ ڈاک خانہ سیمے، ضلع نوادہ (بہار)

۳۴۔ جناب ابو صالح محمد متین صاحب، آنبگلہ۔ ڈاک خانہ بنیادگنج۔ ضلع گیا

۳۵۔ جناب محمد حسین صاحب غوثی مولانا ڈیہہ۔ ڈاکخانہ مختارگنج۔ ضلع نالندہ

۳۶۔ جناب انوار احمد صاحب بھگوتی پور۔ بھروارہ۔ ضلع دربھنگہ۔

۳۷۔ جناب ڈاکٹر نظام الدین صاحب رمنا باغ۔ پٹنہ ۴

۳۸۔ جناب حافظ محمد تسلیم صاحب چندٹیہار۔ ڈاک خانہ اورائی۔ ضلع مظفرپور

۳۹۔ جناب شبیر احمد صاحب قاضی چک۔ ڈاک خانہ رفیع گنج۔ ضلع اورنگ آباد (بہار)

۴۰۔ جناب سید شبیر الدین صاحب آریہ نگر۔ پونچھ روڈ۔ لاہور (پاکستان)

۴۱۔ جناب محمد عالم گیر صاحب پیغمبر پور سنگھواڑہ۔ ضلع دربھنگہ

۴۲۔ جناب حاجی غلام کبریا صاحب ۱۸ ریل گیٹ۔ تیج گاؤں ڈھاکہ ۸ (بنگلہ دیش)

۴۳۔ جناب عزیز احمد صاحب جنار دیو۔ چھندواڑا۔ (مدھیہ پردیش)

۴۴۔ جناب محمد عبدالجمیل صاحب، قوت الاسلام ہائی اسکول۔ بنگلور

۴۵۔ جناب جلال الدین صاحب، ہری پور۔ اسجہ نبینہ۔ براہ بائسی۔ ضلع پورنیہ

۴۶۔ جناب مولوی وکیل الدین صاحب وکیل۔ اگزبیشن روڈ۔ پٹنہ ۱

۴۷۔ جناب نسیم احمد صاحب۔ درگاہ روڈ۔ پٹنہ ۶

۴۸۔ جناب حفیظ الدین صاحب، ڈرائنگ ٹیچر، جامعہ ملیہ اسلامیہ۔ نئی دہلی ۲۵

۴۹۔ جناب ڈاکٹر شمس اللہ جی صاحب۔ ڈجی ہاؤس۔ رمنہ روڈ۔ پٹنہ ۴

۲۲۔ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب کا تخلص

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب قدس سرہٗ کا تخلص **ویسی** ہے۔
ویسی، وَیش سے بنا ہے، جو عربی میں ایک کلمۂ حقارت ہے۔ اس کے معنی ہیں محتاجی' ارادہ کی ہوئی چیز، چاہی ہوئی چیز، یا نہ چاہی ہوئی چیز۔ ویسی، وَیح کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ وَیح، کلمۂ ترحّم و توجّع ہے۔ اور کبھی مدح و افسوس' تعجّب اور تنبیہ کے لئے بھی آتا ہے۔

صُراح میں لکھا ہے کہ وَیسی، زبر کے ساتھ ایک ایسا کلمہ ہے، جو بچوں کے سلسلہ میں محبّت یا نرمی اور بھولے پن کی جگہ پر بولا جاتا ہے۔ ویسی کے معنی محتاجی کے ہوں یا اس چیز کے جس کی انسان کو خواہش ہو یا نہ خواہش ہو۔ چنانچہ بولا جاتا ہے لَقِیَ وَیسیا' یعنی جو چیز وہ چاہتا تھا' وہ اُسے مل گئی[1]

جناب مولانا صوفی عبدالحنان صاحب عبقری نے انشائے جامی کے حوالہ سے "حیات ویسی" میں لکھا ہے کہ مولانا عبدالرحمان جامی رح کے زمانہ میں مولانا

---

[1] وَیْسٌ بِالْفَتْحِ کَلِمَۃٌ تُسْتَعْمَلُ فِی مَوْضِعِ رَأفَۃٍ وَّاسْتِمْلَاحٍ لِلصَّبِیِّ وَالْوَیْسُ الْفَقْرُ وَمَا یُرِیْدُہُ الْاِنْسَانُ مِنْہُ تُقَالُ قَدْ لَقِیَ وَیْسًا اَیْ لَقِیَ مَایُرِیْدُ۔
—— صراح ابوالفضل محمد بن عمر ص۲۵۳ ؛ اَلْمُنْجِد۔ اکیسواں ایڈیشن۔ بیروت ۱۹۷۳ء
ص۹۲۲ (شبلی اکیڈمی۔ اعظم گڑھ)۔

درویش علی ویسی تخلص کے ایک زبردست شاعر تھے۔ چنانچہ انشائے جامی میں مذکور ہے۔

"مولانا درویش علی کہ درصنعت کتابت انگشت نما است و درصناعت نظم و غزل فرد و بے ہمتا، میان اصحاب قلم بہ خوشنویسی مشہور است و بزبان ارباب بیان ویسی مذکور۔ ۵

آنکہ پاک ولطیف می گوید	گر قصیدہ و گر غزل ویسی است
در حساب ہنر، اگر دگران	بست باشد فی المثل وے سی ست[1]

قیاس غالب است کہ حضرت صوفی سید فتح علی صاحبؒ نے اپنے تخلص میں اس لفظ کو نرمی، محبت اور بھولے پن کے معنی میں استعمال کیا ہے۔

۲۳- دیوان ویسی

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی رح کے انتقال کے تقریباً بارہ سال بعد آپ کا دیوان پہلی بار ۱۸۹۸ء میں مطبع غوثیہ کلکتہ سے شائع ہوا۔ یہ ۲۰۸ صفحات پر مشتمل تھا۔ دوسری بار آپ کا دیوان ۱۹۳۲ء میں مطبع قیومی کان پور سے شائع ہوا۔ جو ۲۳۲ صفحات پر مشتمل تھا[2]۔ حضرت صوفی صاحبؒ کے دیوان کا جو ایڈیشن راقم الحروف کے سامنے ہے وہ تیسری بار ذی قعدہ ۱۳۵۳ھ (فروری ۱۹۳۵ء) میں جناب حاجی

---

[1] حیات ویسی حصہ اردو، مولانا زین العابدین صاحب اختری ص ۶۲

[2] خط الحاج جناب سید ابوالبشر محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۵ اگست ۱۹۷۵ء۔
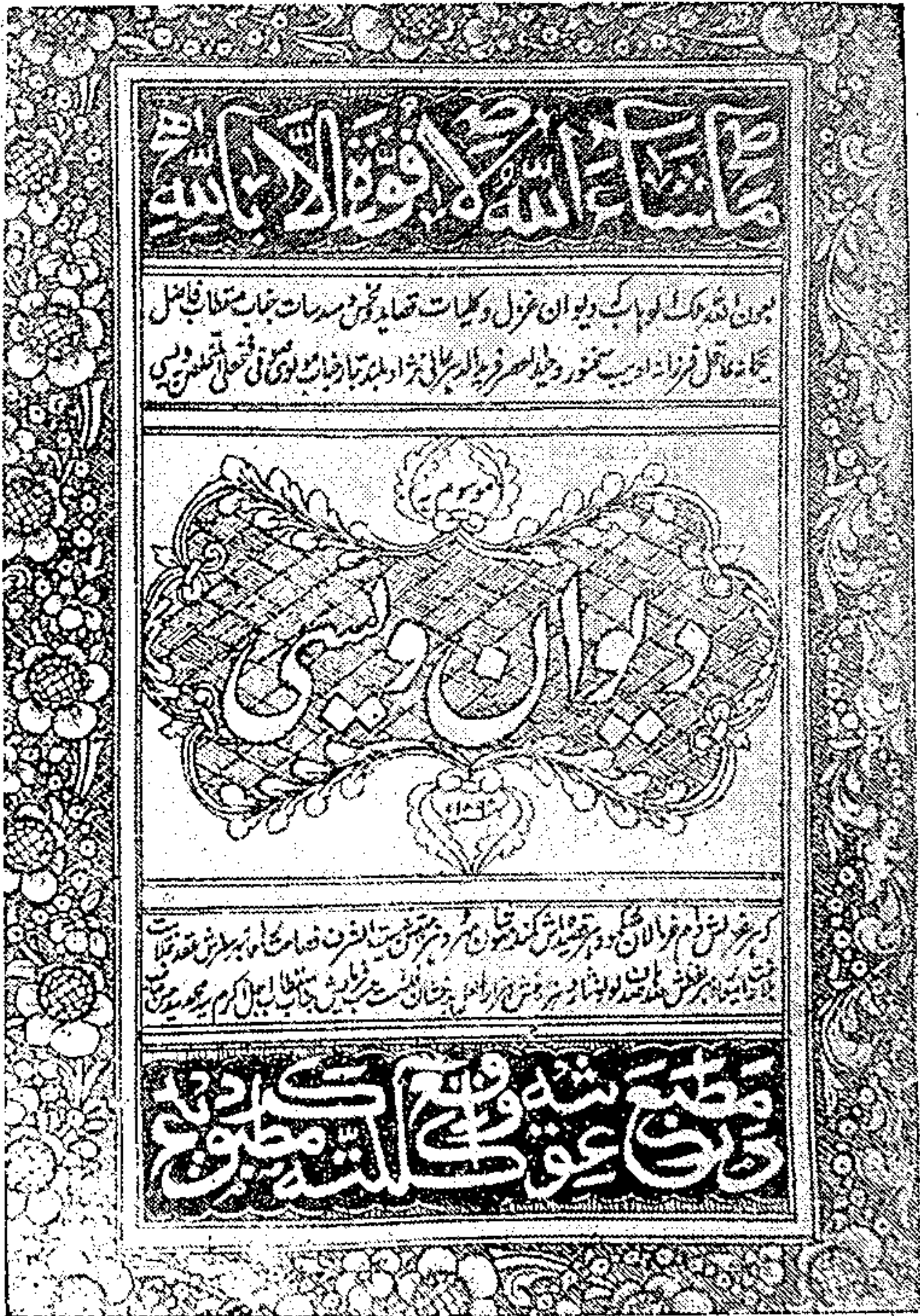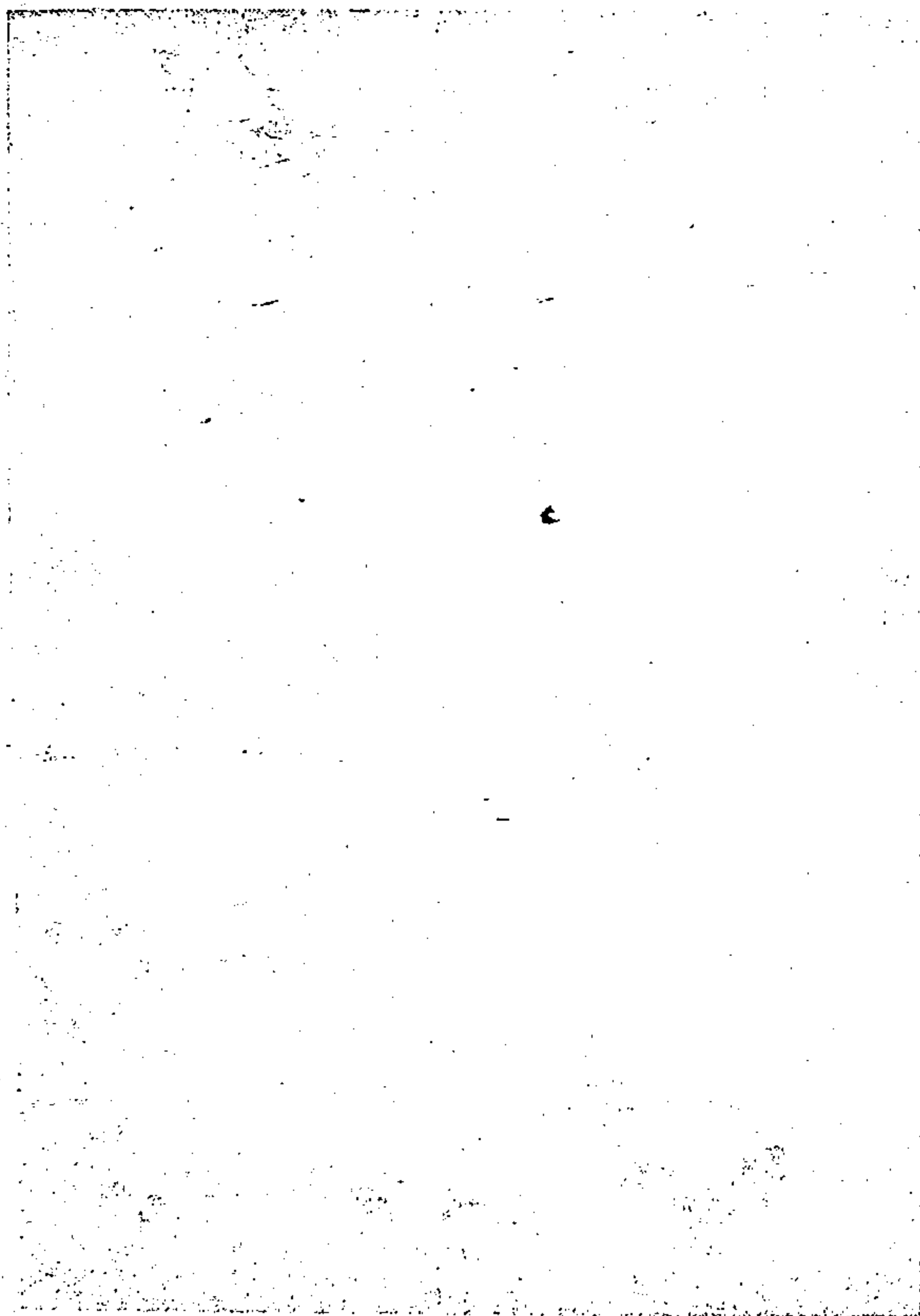
عبدالقیوم صاحب تاجر کتب ۱۶ ۔ ویلز لی اسکوائر کلکتہ کی فرمائش سے جناب قمرالدین صاحب مالک مطبع کے زیر اہتمام قیومی پریس، کان پور سے شائع ہوا۔ اس کا کاغذ سفید پتلا کمزور، قدرے بادامی رنگ کا ہے۔ راقم الحروف نے یہ کتاب نومبر ۱۹۶۹ء میں کلکتہ سے منگوائی تھی، ممکن ہے کہ شروع میں کاغذ بالکل سفید رہا ہو۔ لیکن چالیس سال قبل طبع ہونے کے باعث اس کا رنگ بدل گیا ہو۔ کتاب کی قیمت ایک روپیہ ۵ ا پیسے اور تقطیع ۹۳/۴ × ۶ ۱/۲ انچ ہے۔ کُل ۲۳۲ صفحات ہیں اور ہر صفحہ میں ۱۹ سطریں ہیں۔

اخیر میں حضرت مولانا شاہ غلام سلانی صاحبؒ کے بارے میں مولوی عبدالخالق صاحب کے ۵۵ اردو اشعار کے سوا باقی پوری کتاب فارسی میں ہے۔ اس دیوان کو مولوی سیّد میر حسن ولد مولوی سیّد محمد سیّد حسن ابن مولوی سیّد احسان علی صاحب مرحوم شاہ پوری، مرشد آبادی نے حضرت وسیمیؒ کے انتقال کے بعد مرتب کیا۔ شاہ پور تھانہ بھرت پور، سب ڈویزن کانڈی ضلع مرشد آباد کی ایک بستی ہے۔ جہاں حضرت وسیمی قدس سرہٗ کی صاحبزادی رابعہ بنگال حضرت بی بی زہراؒ کی شادی ہوئی تھی۔ دیوان کے مرتب مولوی سیّد محمد میر حسن[1] صاحب حضرت وسیمیؒ کے نواسے مولوی سیّد

---

[1] دیوان وسیمی کے مرتب مولوی سید میر حسن صاحب شاہ پوری کے پوتے ڈاکٹر سید محمد حسن صاحب ڈھاکہ کالج (بنگلہ دیش) میں اسلامی تاریخ و تمدن کے شعبہ کے صدر اور ڈھاکہ یونی ورسٹی میں اسوشیئٹ پروفیسر ہیں۔ پاکستان میں ایرانی شہنشاہیت کے ڈھائی ہزار سالہ جشن کے موقع پر ۲۵ اکتوبر ۱۹۷۱ء کو ڈھاکہ کی اسلامی اکیڈمی کے ایک جلسہ میں انہوں نے اپنا ایک مقالہ پڑھا تھا (بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۲۰ پر)

احسان احمد کے خاندان کے اور رشتہ میں اُن کے بھائی معلوم ہوتے ہیں کیونکہ حضرت وسیؔ رح کے لئے اُنہوں نے 'نانا' کا لفظ استعمال کیا ہے۔ مرتّب کی طرف سے شروع میں ۲ دو صفحہ کا مختصر دیباچہ مقفّٰی اور پُر تکلّف فارسی میں عبارت ہے۔ اس مختصر دیباچہ میں ایک جگہ فارسی کا اور دوسری جگہ عربی کا ایک شعر آیا ہے۔

صفحہ ۴ سے صفحہ ۱۸۸ تک کُل ۱۸۵ صفحات میں حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب وسیؔ قدس سرّہٗ کی ردیف وار غزلیں اور قصیدے ہیں۔ درمیان میں صفحہ ۴۴ پر ن کی ردیف میں ۹ اشعار کی ایک غزل جناب امیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور صفحہ ۱۸۳ پر ۹ اشعار کی ایک غزل حضرت غوث الاعظم پیرانِ پیر دستگیر رح کی منقبت میں ہے۔ متفرقات کے بعد بالکل اخیر میں صفحہ ۲۳۱ پر دس اشعار کی ایک دوسری غزل بھی حضرت غوث الاعظم سیّدنا محی الدین عبدالقادر جیلانی رح کی منقبت میں ہے۔ یہ غزل غالباً دیوان کے تیسرے ایڈیشن میں شامل کی گئی ہے۔

[بقیہ حاشیہ ص۴۱۹ کا]

جس میں بنگال کے فارسی شاعروں کے سلسلہ میں حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب وسیؔ رح کی خدمات کا اختصار میں جائزہ لیتے ہوئے اس امر پر مسرت کا اظہار کیا گیا تھا کہ حضرت وسیؔ رح کا دیوان اُن کے دادا کا مرتّب کیا ہوا ہے۔ اس جشن کے موقع پر جناب سیّد محمد جان عالم صاحب ایڈووکیٹ ڈھاکہ نے دیوان وسیؔ کا ایک نسخہ جناب ڈاکٹر سیّد سجّاد حسین صاحب وائس چانسلر ڈھاکہ یونی ورسٹی کے ذریعہ شہنشاہ ایران کی خدمت میں روانہ کیا تھا — خط الحاج جناب سیّد محمد بشیر الدین صاحب مدظلّہٗ۔ جدو ناتھ باساک لین۔ ڈھاکہ ۱ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۵ اگست ۱۹۷۴ء۔

حضرت پیرانِ دستگیرؒ کی منقبت میں دونوں غزلیں یؔ کی ردیف میں ہیں۔

دیوان کسیؔ میں ۲۷ نعتیہ غزلیں ہیں اور ان غزلوں کے اشعار کی مجموعی تعداد ۲۰۵۰ ہے۔ شروع سے اخیر تک کُل ۱۷۵ غزلیں ہیں اور غزل کے کل اشعار ۲۰۷۸ ہیں۔ اوسطاً ہر غزل میں ۱۲ اشعار ہیں۔ سب سے زیادہ غزلیں الفؔ کی ردیف میں ہیں۔ الف کی ردیف میں کُل ۳۲ غزلیں اور اُن میں اشعار کی تعداد ۳۹۹ ہے۔ ردیف الف کی ۳۱ غزلیں دیوان کے شروع میں اور ایک غزل بالکل آخری غزل سے پہلے صفحہ ۱۸۵ پر ۵۰ اشعار کی ہے۔ شاید مرتّب نے اس غزل کو عربی الفاظ کے بعض قافیے اعلیٰ، طوبیٰ، موسیٰ، ہدیٰ، اعمیٰ، کسریٰ وغیرہ کی وجہ سے ردیف یؔ میں شامل کیا ہے۔ لیکن اس غزل کو الفؔ کی ردیف میں شمار کرنا مناسب ہے۔

اس کے بعد یؔ کی ردیف میں ۲۸ اور دؔ کی ردیف میں ۲۶ غزلیں ہیں۔ د کی ردیف میں کل ۳۰۵ اور ی کی ردیف میں کل ۲۹۹ اشعار ہیں۔ ت اور د کی ردیف میں چودہ چودہ غزلیں اور اشعار کی تعداد بالترتیب ۱۵۸، اور ۱۸۴ ہے۔ ہ کی ردیف میں ۱۱ غزلیں ۱۸۱ اشعار اور ن کی ردیف میں ۱۰ غزلیں اور ۱۴۷ اشعار ہیں۔ ل، م اور و کی ردیفوں میں سات سات غزلیں اور بالترتیب ۶۲، ۷۹ اور ۵۸ اشعار ہیں۔ ب کی ردیف میں ۶ غزلیں اور کُل ۱۰۱ اشعار ہیں۔ ش، ط اور ک کی ردیفوں میں دو دو غزلیں اور ث، ج، ز، ص، ض اور ق کی ردیفوں میں صرف ایک ایک غزل ہے۔ ح، خ، ذ، س، ع، غ اور ف کی ردیف کی کوئی غزل

دیوان میں موجود نہیں ہے ۔ دیوان کے مرتب مولوی سید بیر حسن صاحب نے اپنے دیباچہ میں اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ باوجود کافی تلاش کے ان ردیفوں کی غزلیں دستیاب نہیں ہو سکیں ۔

سب سے طویل غزل ۵۶ اشعار کی ردیف ہ کی آخری غزل ہے، جو صـ۱۶۲ سے شروع ہوتی ہے ۔ پھر ۵۰ اشعار کی ردیف الف کی وہ غزل ہے جو دیوان کی آخری غزل سے پہلے ہے ۔ ۵۴ اشعار کی ایک غزل ب کی ردیف میں اور ۴۴ اشعار کی ایک غزل د کی ردیف میں ہے ۔ ۳۶ اور ۴۳ اشعار کی دو غزلیں د کی ردیف میں شامل ہیں ۔ ۲۸ اشعار کی ایک غزل ن کی ردیف میں ہے ۔

و کی ردیف میں ایک غزل یا صرف ایک شعر نقل ہوا ہے ۔ اور ک کی ردیف میں ایک غزل کے تین اشعار ہیں ۔ چار اشعار کی چار غزلیں، د، ر، ط اور ل کی ردیفوں میں ہیں ۔ پانچ اشعار کی تین غزلیں ت، ہ، اور ی کی ردیفوں میں ہیں ۔

دیوان وسیمی میں کُل ۲۳ نعتیہ قصیدے ہیں اور ان میں اشعار کی مجموعی تعداد ۱۰۶۴ ہے ۔ اس طرح ہر قصیدہ میں اوسطاً ۴۶ اشعار ہیں ۔ سب سے زیادہ قصیدے ہ کی ردیف میں کُل بارہ ہیں اور ان میں اشعار کی تعداد ۵۵۱ ہے ۔ ان بارہ قصیدوں میں پانچ مسلسل مطلعے ہیں مطلع ثانی دیوان کا طویل ترین قصیدہ ہے ۔ اس میں ۱۳۱ اشعار ہیں ۔ ان پانچ مسلسل

قصیدوں میں پہلے دو قصیدے حکیم سنائی کی زمین میں اور پچھلے تین حکیم افضل الدین خاقانی شیرانی کی زمین میں ہیں۔ د کی ردیف کا آخری دو یعنی گیارہواں اور بارہواں قصیدہ مکمل نہیں ہے۔ اِن دونوں قصیدوں کے چھ اور بارہ اشعار جو مرتب کو مل گئے تھے، پیش کئے گئے ہیں۔ الف کی ردیف میں چار۔ ن اور ہ کی ردیف میں دو دو اور ت، د اور ی کی ردیفوں میں ایک ایک قصیدہ ہے۔

حضرت وسیمی قدس سرہٗ نے مولوی محمد شاہ مرحوم کے انتقال پر ت کی ردیف میں جو مرثیہ لکھا ہے، اس قصیدہ میں ۵۱ اشعار ہیں۔ چار تاریخ وفات ہیں۔ ان میں کل ۳۹ اشعار ہیں۔ جناب مولانا محمد سعید صاحب عظیم آبادیؒ کے نام جو خط ہے، اس میں کُل ۶۱ اشعار ہیں۔ اس طرح متفرقات کے چھ عنوانات کے تحت کل ۲۰۵ اشعار ہیں۔

دیوان وسیمی کی ۱۷۵ غزلوں، ۲۳ قصیدوں اور ۶ متفرقات میں کُل ۳۴۴۷ اشعار ہیں۔ ص ۷۶ پر ردیف د کی ایک غزل کے تین مصرعے، ص ۱۳۷ پر ردیف ن کے ایک قصیدہ کا ایک مصرعہ اور ص ۱۶۵ پر ہ کی ردیف کے ایک نامکمل قصیدہ کا ایک مصرعہ غائب ہے۔ اس طرح دیوان کے پانچ اشعار کے صرف ایک ایک مصرعے ہی پیش کئے جا سکے ہیں۔ چنانچہ دیوان میں مکمل اشعار کی تعداد ۳۴۴۲ ہے۔

اشعار متفرقات کے بعد چھ صفحات میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب وسیمیؒ

کا شجرۂ طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ، شجرۂ مبارکہ طریقہ عالیہ قادریہ اور شجرۂ طیبہ مشائخ چشتیہ پیش کیا گیا ہے۔ پھر دو صفحات میں حضرت دلیسیؒ کے خلفا اور مریدین کی فہرست ہے۔ صـ ۲۰۹ پر حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ کی اولاد کا ذکر ہے اور حضرت صوفی صاحبؒ کے صاحبزادے مولانا سید محمد مصطفٰی صاحبؒ اور صاحبزادی حضرت بی بی زہراؒ کا نام اور رتبہ درج ہے۔ ۱۲ صفحات میں حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کے وہ چار خطوط ہیں جو انہوں نے اپنے والد محترم مولانا محمد ثابت صاحبؒ کے نام لکھا تھا۔ اس کے بعد مولانا عبدالحق صاحبؒ کے انتقال کی تاریخ اور حضرت آدم علیہ السلام سے مولانا مرحوم کے پوتے محمد عبدالعلیم ابو احمد صاحب تک کرسی نامہ ہے۔ اس کے بعد سات صفحات میں حضرت صوفی صاحب قدس سرہٗ کے خلیفہ حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحبؒ کے بارے میں تین نظمیں ہیں۔ آخری نظم اُردو میں ہے۔ صـ ۲۳۱ پر حضرات پیران پیر دستگیرؒ کی منقبت میں، حضرت دلیسیؒ کی ایک غزل ہے۔ اور دیوان کے آخری صفحہ ۲۳۲ پر ناشر کا کتابوں کے متعلق اشتہار ہے۔

ختم شد
آئینۂ دلیسی حصہ اول

آئینۂ وَلیبیؒ

حِصّۂ دوم

وبیبا از دین و ایماں ایں قدر دانیم و بس
دین ما عشقِ محمدؐ، حُبِّ او ایمان ما

حصّۂ دوم

قطعاتِ ارشاد حضرت صوفی سیّد فتح علی ویسیؒ کی شاعری

۱۔ حضرت ویسی قدّس سرّہٗ اور عشقِ رسولؐ

اُنیسویں صدی عیسوی میں حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب ویسیؒ کی ایک نامور اور بلند و بالا ہستی گذری ہے۔ بنیادی طور پر وہ ایک شیخِ طریقت اور عارفِ کامل تھے۔ اللہ کے بندوں کو اللہ سے ملانا، دِل کو سوزِ محبّت سے آشنا کرنا، رُوح میں عظمت و بالیدگی پیدا کرنا۔ اعلیٰ اخلاقِ انسانی کے سُوکھے دھاروں کو جاری کرنا، قلب کو منزّہ اور مصفّیٰ کرکے روشن اور موثر کر دینا اور انسان کو انسانِ کامل بنانا اُن کا کام تھا۔ کائنات میں انسانیتِ کاملہ کا اعلیٰ نمونہ جناب سرورِ دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذات والاصفات ہے۔ وہی نورِ مجسّمؐ اور وہی سراجِ منیر جس کی روشنی اور تابانی سے آدمِ خاکی طاہرِ لاہوتی بن کر عالمِ اسماء و صفات میں پرواز کرتا ہے۔ اور تجلّیاتِ خداوندی سے آشنا ہوتا ہے۔ حضرت ویسیؒ کے عشق کا محور اور ان کی ساری توجہات کا مرکز ہے۔ صوفی صاحبؒ آشنائے حبیبِ کبریا اور عاشقِ محبوبِ ربّ العالمین ہیں۔ عشقِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم اُن کے رگ و پے میں جاری و ساری ہے۔
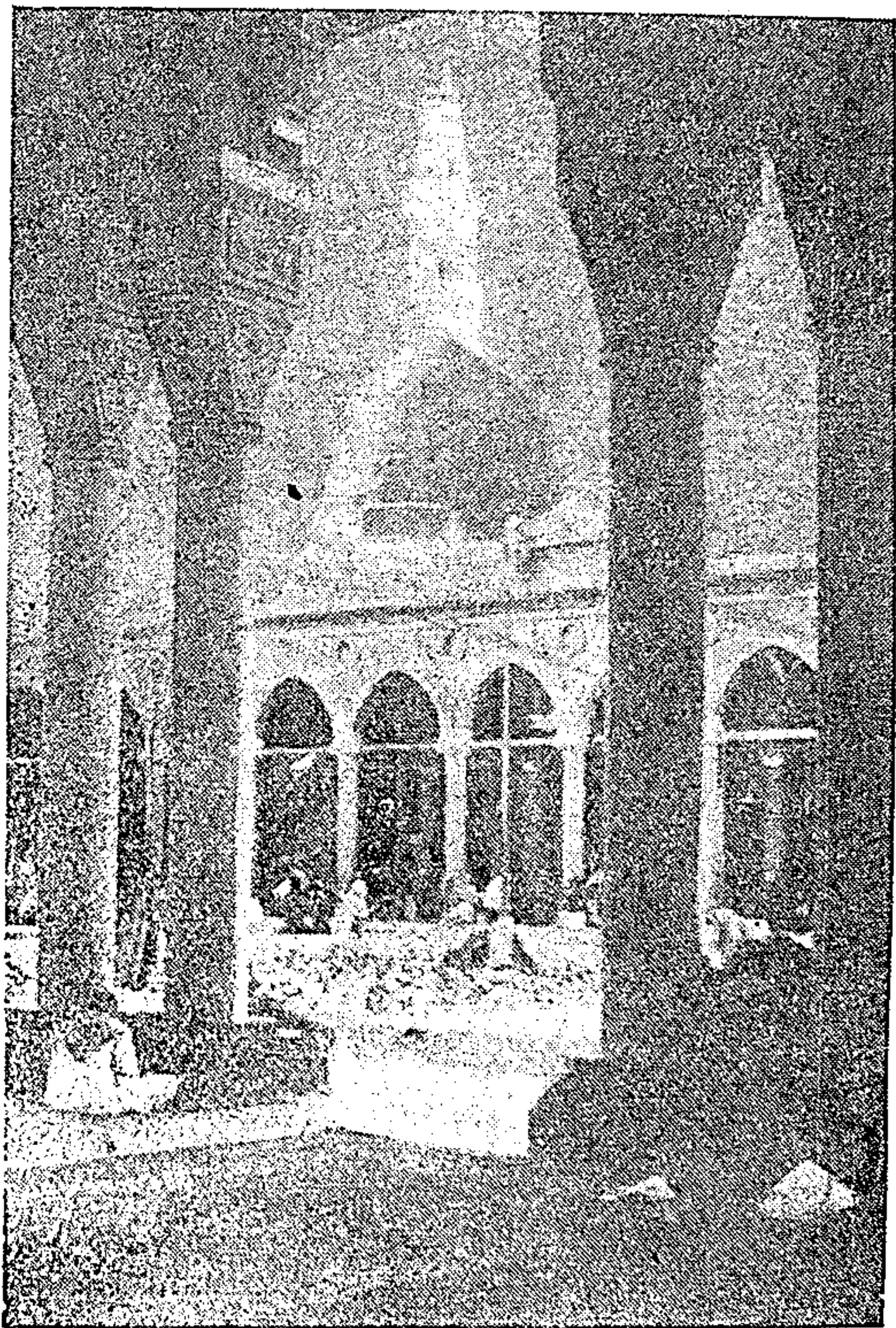
۱۹ - گنبد خضریٰ

اے لعل روان بخش تو چوں آب روانست　　دیوان ص۱۵　　درجان وتنم عشق تو چوں آب روانست

ایک جگہ اور لکھتے ہیں:

چناں بجان وتنم عشق تو بود ساری　　ص۱۵۶　　کہ خیزد از گِلِ من جائے سبزہ مہر گیاہ

اپنے دیوان کی پہلی ہی غزل میں لکھتے ہیں:

واسیا از دین و ایمان این تند ردائیم وبس　　ص۴　　دین ما عشق محمدؐ حُبِ اُو ایمان ما

پھر ایک دوسری غزل میں لکھتے ہیں:

ہر کسی را رہبری ہر دست را یک دامنی　　دست ما و دامن احمدؐ بس این تدبیر ما

سیدِ جملہ جمیلاں احمدؐ محبوب حق　　ص۶　　حُبِ اُو بس رہبرِ ما عشق اوبس پیر ما

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب وَیسیؒ، ایک کامیاب شاعر کی حیثیت سے بڑا بلند درجہ رکھتے ہیں۔ لیکن تصوف و معرفت، رُشد و ہدایت اور عشق و محبت کی دنیا میں اُن کا جو اعلیٰ مقام ہے، اُس کے مقابلہ شاعری اُن کے لئے کوئی طُرّہ امتیاز نہیں۔ بلکہ خود شاعری کو پُرخلوص، نرم اور لطیف جذبات، عشق صادق کے سوز و گداز، خیالات کی رنگینی، تخیّل کی بلند پروازی اور اُن کے پُرجوش، خوبصورت اور دل آویز انداز بیان سے بڑا اونچا مقام حاصل ہوا ہے اور اُس دور میں جب کہ ہندوستان میں فارسی شاعری کا مذاق ختم ہو رہا تھا۔ ہمارے علمی اور تمدّنی مراکز سے بہت دُور رہا کا کے خطہ پر بنگال میں پیدا ہونے والے ایک فقیر بوریہ نشین نے اپنے صدق و صفا، اپنے دل درد آشنا اور اپنی رنگین بیانی سے فارسی شاعری کے وقار میں بیش از بیش اضافہ کیا۔

ٹیک بوچلی تھی ترا زوے شعر (میزانش) مگر میں نے پلّہ گران کردیا۔

چودھویں صدی عیسوی کے اخیر میں بنگال کے مسلمان فرماں روا سلطان غیاث الدین اعظم شاہ[۱] نے خواجہ شمس الدین حافظ شیرازی[۲] کو بنگال کے دارالحکومت گوڑ آنے کی دعوت دی تھی اور خواجہ حافظ شیرازیؒ بادشاہ بنگال کی دین پروری، علم دوستی اور ادب نوازی کا حال سن کر وطن سے روانہ ہوئے۔ لیکن سمندر کے کنارے پہنچنے پر بحری سفر کے خطرات کے پیش نظر

۱؎ سلطان غیاث الدین اعظم — صوبہ بہار میں شہر حاجی پور (ضلع ویشالی) اور شمس الدین پور (سمستی پور) کے بانی شمس الدین محمد الیاس (۵۸-۱۳۴۵ء) کا پوتا اور سکندر شاہ اول (۸۸-۱۳۵۸ء) کا بیٹا ۱۳۸۹ء سے ۱۴۱۰ء تک بنگال کا حکمراں تھا۔ بنگال کے مشہور مذہبی پیشوا حضرت نور قطب عالمؒ (متوفی ۱۴۱۵ء) اس بادشاہ کے ہم سبق اور اس کے زمانہ میں تھے۔ دونوں شیخ حمید الدین ناگوریؒ کے شاگرد تھے۔ غیاث الدین اعظم علم و فن کا شیدائی اور سرپرست تھا۔ اُس نے میتھلی زبان کے شاعر اور کیرت لتا کے مصنف ودیاپتی ٹھاکر (۱۴۵۰-۱۳۶۰ء) اور بنگال کے سب سے پہلے مسلمان شاعر اور بنگلہ میں یوسف زلیخا کے مصنف شاہ محمد صغیر کی سرپرستی کی تھی۔ اِس بادشاہ کے زمانہ میں فارسی، بنگلہ اور میتھلی تینوں زبانوں کے ادب کو ترقی ہوئی۔ امپیریل گزیٹیر آف انڈیا جلد ہفتم ص ۲۱۶) مالدہ ضلع گزیٹیر ص ۱۷؛ آب کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۳۵؛ مسلم بنگالی ادب ڈاکٹر انعام الحق ص ۴۴۔ ۲؎ لسان الغیب خواجہ شمس الدین حافظ شیرازیؒ ۷۱۵ھ / ۱۳۱۵ء میں پیدا ہوئے اور ۷۹۲ھ / ۱۳۸۹ء میں شیراز میں انتقال کیا۔

سفر ملتوی کر دیا اور جو غزل بادشاہ کے لئے روانہ کیا۔ اُس کے چند اشعار یہ ہیں:

ساقی حدیث سرو و گل و لالہ می رود — وین بحث با ثلاثۂ غُسّالہ می رود
می دہ کہ نو عروس چمن حدِ حُسن یافت — کار این زمان ز صنعتِ دلّالہ می رود
شکر شکن شوند ہمہ طوطیانِ ہند — زین قندِ پارسی کہ بہ بنگالہ می رود
طی مکان ببین و زمان در سلوکِ شعر — کاین طفلِ یک شبہ رہِ یک سالہ می رود
بادِ بہار می وزد از بوستانِ شاہ — وز ژالہ بادہ در قدحِ لالہ می رود
حافظ ز شوقِ مجلسِ سلطان غیاث دین — غافل مشو کہ کار تو از نالہ می رود

(دیوانِ حافظ۔ قیومی پریس ص۱۲۵)

اِس واقعہ کے پانچ سو سال کے بعد ایک بُلبُل نوا سنج اور ایک طوطی شیریں مقال نے اپنی اعلیٰ درجہ کی شاعری سے بنگال میں قندِ پارسی کا رنگ تازہ کر دیا۔ لیکن فارسی زبان پر قدرت کاملہ کے باوجود خود حضرت دلسیؒ نے اپنے ایک شعر میں یہ بالکل واضح کر دیا ہے کہ نہ وہ ایرانی ہیں اور نہ اُن کو ایران سے کوئی فیض پہنچا ہے۔

من نہ ایرانی مرا نہ فیض از ایران ملا — طبع مارا فیض ایرانی دگر

"ایرانی دگر" کا اشارہ حجاز مقدس کی طرف ہے اور شاعرِ مشرق علامہ اقبالؒ کے ایک شعر سے بھی اِس قسم کے خیال کی وضاحت ہوتی ہے:

کرم اے شہِ عرب و عجم کہ کھڑے ہیں منتظرِ کرم
وہ گدا کہ تو نے عطا کیا ہے جنہیں دماغِ سکندری

اور خود حضرت دلسیؒ اُسی غزل میں فوراً بعد لکھتے ہیں: ؎

در ازل وسیؔ گرفتہ دامنت مطہٰ می نہ گیرد ہیچ دامانے دگر

فارسی شاعری میں حضرت وسیؔ کا یہ کمال مخزنِ لطف و عطا مولائے تبریزؒ کے فیضان کا نتیجہ ہے۔

۲۔ حضرت وسیؔ کی غزل گوئی

غزل ایک داخلی صنفِ شاعری ہے، جو انسان کے تاثراتِ دلی اور وارداتِ قلبی کے اظہار کے لئے نہایت موزوں اور مناسب ہے۔ اور شکل و شباہت اور ہیئت کے لحاظ سے اپنی شیرینی اور ملائمت، نرمی اور لطافت کے لئے مشہور اور بے حد مقبول۔ غزل کی کامیابی اور مقبولیت کا راز حسن و عشق کے لطیف اور دل آویز تجربات، حسین و دلفریب اشارہ و کنایہ، ایجاز و اختصار اور ساز دل کو چھونے والی نغمگی اور موسیقیت میں پوشیدہ ہے۔ ہماری ہند ایرانی تہذیب کی اعلیٰ ترین خصوصیات کا اظہار اسی صنفِ شاعری کے ذریعہ ہوا ہے اور یہ ہماری تہذیب کا سرمایہ لازوال ہے۔ ہر دور اور ہر زمانہ میں اسے شرفِ قبولیت حاصل رہا ہے اور آج بھی اُسی آب و تاب کے ساتھ مقبول ہے۔

حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی محبوبِ ربّ العالمین سے اپنے عشق و محبت کے اظہار کے لئے اسی صنف شاعری کو پسند فرمایا۔ دیوان وسیؔ کی ۱۷۵ غزلوں میں ۲۷ غزلیں اور کُل قصیدے اور دیوان کے کُل ۲۴۴۷ اشعار میں ۴۲۱۳ اشعار جناب خیر البشر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی نعت میں ہیں۔

تین غزلیں دو بزرگوں کی منقبت میں ہیں اور متفرقات میں بشمول منقبت صرف ۲۳۳ اشعار ہیں۔ رباعی، قطعہ اور مثنوی نہیں لکھا ہے۔ شاعری میں اُن کا موضوع بالکل محدود ہے۔ لیکن اس محدود موضوع پر انہوں نے تین ہزار سے زیادہ اشعار بڑی سادگی اور جوش، کامیابی اور خوبصورتی کے ساتھ لکھا ہے۔ تجربات اور مشاہدات کے نئے نئے گل بوٹے کھلائے ہیں۔ اِن میں کہیں بھی بناوٹ، تکلف، تصنع اور آورد کا شائبہ تک نہیں ہے۔ اِن اشعار میں بڑی تازگی، رعنائی اور دلکشی پائی جاتی ہے۔ شاعر کے تجربہ میں خلوص اور گہرائی ہے۔ زبان و بیان پر بڑی قدرت حاصل ہے۔ شعر کو پسندیدہ اور خوب سے خوب تر بنانے کے لئے جن خارجی محاسن کی ضرورت ہوتی ہے۔ اُس کا احساس ہے اور اس کے استعمال کی پوری صلاحیت بھی۔ حضرت وسیمی کے یہاں عشق کا تصور بہت ہی اعلیٰ و ارفع، پاکیزہ، نفیس اور لطیف ہے اور کیوں نہ ہو، جب کہ ان کا محبوب، سید دینا و دیں اور محبوب رب العالمین ہے۔

چہ جانان شاہ خوبانی سراسر نور ربانی قدم تا سر عجب شانی سراپا صبح خندانی
خطیب انبیاء آمد مدیح او خدا آمد ۱۸۱ خطابش مصطفیٰ آمد گدایش شاہ سلطانی

پھر دوسری جگہ اپنے محبوب کے بارے میں لکھتے ہیں:

شمس الضحیٰ، بدر الدجیٰ، نور الہدیٰ، خیر الوریٰ
بحر الحکم، منبع الکرم، فخر الامم، ہادی السبل ۱۲۶

حضرت وسیمی کے اشعار کے داخلی اور خارجی محاسن میں بڑا

توازن اور بڑی ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ صنائع و بدائع کا استعمال اُن کے یہاں نہایت اعتدال کے ساتھ ہوا ہے۔ غزلوں میں بمقابلتاً کم اور قصیدہ میں اُس صنف شاعری اور اُس کی ہئیت کے لحاظ سے بالکل مناسب۔ الفاظ کا موزوں اور مناسب انتخاب، عربی کی خوبصورت ترکیبوں کا استعمال، الفاظ کا درست اور بندش اور ترکیبوں کی چستی اور روانی قابل داد ہے:-

پادشاہِ ہر دو عالم زبدۂ کون و مکاں   مقتدای جن و انساں شافعِ یوم الجزا

سرو بستانِ نبوت گلشنِ باغِ ہدیٰ   مقتدائی نوعِ امکاں پیشوائی انبیاء

پادشاہِ عرصۂ ہستی شفیع المذنبین   صلا   بر درت شاہانِ عالم چوں فقیر اندو گدا

اِس سلسلہ کے چند اور اشعار ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ شاعر کے پُر خلوص تجربات کس طرح اشعار کے حسین سانچے میں ڈھل گئے ہیں:

اے طلعتِ تابانِ تو یا نورِ حق یا صبح دم   یا مظہرِ فیضِ اتم یا مطلعِ نورِ قدم

اے رحمۃ اللعالمیں فٔے سید دنیا و دیں   محبوبِ ربّ خافقین جسم من ملاے قدم

یا املح فنکر دہن یا افصح شیریں سخن   یا اصبح گل پیرہن یا دارفٔے ہر درد و غم

یا مخزنِ لطف و عطا یا معدن صدق و صفا   یا شہسوارِ اصطفا شمس العرب بدر العجم

یا سرو یا طوبیٰ ستی یا گلبن زیبا ستی   یا جنۃ الماوا ستی یا شادی جان در دلم

یا احمد یکتا ستی یا فرد بے ہمتا ستی   ص۱۳۳   یا در روح افزا ستی اے سرو پیشت گشتہ خم

چونکہ شاعر کا محبوب کوئی عام انسان نہیں ہے، بلکہ محبوب ربّ العالمین، فخر الموجودات، باعثِ وجودِ جہاں، افضل البشر، سیّد کونین، سرورِ انبیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اِس لئے شاعر نے اپنے محبوب کے اعلیٰ ترین منصب، اُن کے درجہ اور اُن کے وقار کا ہر جگہ خیال رکھا ہے۔ پورے دیوان میں ادب و احترام اور عجز و انکسار کی ایک فضا پائی جاتی ہے۔ گرچہ شاعر نے اپنی پہلی غزل میں لکھا ہے:

پادشاہِ کشورِ عشقم جنوں دستورِ من ؎۱ مسندِ ما خاک کویش، کوئی او ایوانِ ما

لیکن پورے دیوان میں ہر جگہ دیوانگی پر فرزانگی غالب ہے۔ کہیں احساس ربودگی نہیں۔ بلکہ انداز سپردگی ہے۔ کہیں بھی شوخی اور مستی کا نام نہیں۔ چنانچہ خود لکھتے ہیں:

دیوانہ نہاں باشم و فرزانہ بظاہر ؎۴۸ در عشقِ شہ خیل رسل عادتم این ست

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسیؒ نے اپنے دیوان میں کہیں بھی نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور متعلقاتِ نعت کے سوا کسی دوسرے مسئلہ کا کوئی ذکر تک نہیں کیا ہے۔ مسائلِ تصوّف اور مقاماتِ معرفت اور کسی فلسفیانہ حقیقت سے قطعی بحث نہیں کی ہے۔ بلکہ ساری توجہ ہادیٔ برحق، سرورِ انبیاء، اشرف عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف، شوق دیدار، آرزوئے شرف نیاز اور اتباعِ سنّت کی اہمیت پر مرکوز رکھا ہے۔

۳۔ نعت نویسی کی روایت

دُنیا کے تمام مسلمانوں کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت

جزوِ ایمان ہے۔ بانیٔ اسلام سے محبت، شیفتگی اور شیدائیت کے بغیر تکمیل ایمان ممکن نہیں، کیونکہ لا الٰہ الا اللہ کا دوسرا جزو محمد رسول اللہ اور مسلمان ہونے کے لئے کلمۂ توحید کے دونوں جزو پر ایمان وایقان ضروری ہے۔

در دلِ مسلم مقامِ مصطفیٰؐ است (علامہ اقبال) آبروئے مازنامِ مصطفیٰؐ است

صوفیائے کرام اور بزرگانِ دین کی تعلیمات کی بنیاد ہی عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے اور عشق رسولؐ کی بدولت ہی تصوّف اور معرفت کے تمام مقامات طے ہوتے ہیں۔ کوئی شخص خواہ کتنا ہی عابد مرتاض اور زاہد شب زندہ دار کیوں نہ ہو، عشق رسولؐ کے بغیر نہ اس کی روح میں بالیدگی پیدا ہوسکتی ہے اور نہ وہ ناسوت کی منزل سے آگے قدم بڑھا سکتا ہے۔

مسلمان جہاں کہیں بھی ہو، جس حال میں ہو، اپنے دل میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت ضرور رکھتا ہے۔ مسرّت اور خوشی، غم اور مصیبت میں اُن کو یاد رکھتا ہے۔ نظم ونثر کی کتابوں میں خدا کی حمد کے بعد نعتِ رسولؐ لکھنے کا رواج رہا ہے۔ ہر دور میں مسلمان شاعروں نے اپنے کلام کے ذریعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی والہانہ محبّت اور بے پناہ شیفتگی کا اظہار کیا ہے۔ نعت گوئی ہمارے یہاں ایک صنفِ شاعری رہی ہے۔

فارسی کے مشہور ومعروف شاعر شیخ شرف الدین سعدیؒ[1] شیرازی

---

[1] شیخ شرف الدین (مصلح) سعدیؒ شیرازی ۵۷۱ھ ۱۱۷۵ء میں پیدا ہوئے اور (بقیہ حاشیہ صـ۴۳۵ پر)

(سہروردی) رح کا رسالت مآب سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں یہ عربی قطعہ بے حد مشہور ہے:

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ　　　کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ　　　صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

باعثِ ایجادِ جہاں حضرت سرمایۂ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں لالہ زارِ عجم کے مردِ حق آگاہ حضرت مولانا جلال الدین رومی[1] رح کے یہ دو[2] اشعار بہت

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳۴ سے]

۶۹۱ھ = ۱۲۹۲ء میں شیراز میں انتقال کیا۔ والد کا نام شیخ عبداللہ شیرازی تھا۔ شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی رح کے خلیفہ تھے۔ کریما، گلستاں، بوستاں ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ حضرت زکریا ملتانی رح اور حضرت شہاب الدین پیر جگ جوت رح جیٹھلی ضلع پٹنہ ان کے پیر بھائی ہیں۔ قاموس المشاہیر جلد اوّل صفحہ ۲۹۲ ؛ آپ کا زمانہ تقریباً سنہ ۱۱۹۳ء سے سنہ ۱۲۹۱ء ہے۔ المنجد صفحہ ۳۵۵

[1] حضرت مولانا جلال الدین رومی رح (مولانائے روم)۔ ۶ ربیع الاوّل سنہ ۶۰۴ھ = ۳۰ ستمبر سنہ ۱۲۰۷ء کو بلخ (افغانستان) میں پیدا ہوئے اور ۵ جمادی الآخر سنہ ۶۷۲ھ = ۷ ستمبر سنہ ۱۲۷۳ء کو قونیہ (ترکی) میں انتقال ہوا۔ حضرت شمس تبریزی رح کے خلیفہ تھے: ؎

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم　　　تا غلام شمس تبریزی نہ شد

قاموس المشاہیر جلد اوّل صفحہ ۱۷۴؛ دنیائے اسلام کے مشہور فلسفی گزرے ہیں۔ آپ کی مثنوی کلام نول میں حکمت و معرفت کے لحاظ سے بہت مقبول رہی ہے: مثنوی مولوی معنوی ہست قرآں در زبانِ پہلوی

مقبول اور مشہور ہیں:- ؎

گر نبودے نور احمدؐ در جہاں
کے شدے پیدا زمین و آسمان

اوست ایجادِ جہان را واسطہ
درمیان خلق و خالق واسطہ

طوطیٔ ہند حضرت خواجہ ابو الحسن امیر خسرو[1] کی مشہور غزل جو رنگ تغزل، نغمگی، روانی، حلاوت، اور شیرینی کے لحاظ سے فرد ہے۔ اُس غزل کے ان چند اشعار کو نعتِ رسولؐ ہی سے منسوب کیا جاتا ہے۔

اے چہرہ زیبائے تو رشکِ بتانِ آذری
ہر چند وصفت می کنم درحُسن زاں بالاتری

نو از پری چابک تری، و ز برگ گل نازک تری
وز ہرچہ گویم بہتری، حقا عجائب دلبری

آفاقہا گردیدہ ام، مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام، لیکن تو چیزے دیگری

---

[1] حضرت خواجہ ابو الحسن امیر خسرو رح۔ امیر محمد سیف الدین ترک کے بیٹے اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیا رح کے چہیتے مرید تھے ۶۵۱ھ یا ۱۲۵۳ء میں پٹیالی ضلع ایٹہ (یو۔پی) میں پیدا ہوئے اور پیر و مرشد کے انتقال کے چھ ماہ بعد رمضان المبارک ۷۲۵ھ ستمبر ۱۳۲۵ء میں انتقال کیا۔ مزار دہلی میں حضرت سلطان المشائخ رح کی درگاہ شریف میں ہے۔ ہشت بہشت، قران السعدین، لیلیٰ مجنوں اور خزائن الفتوح آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ قاموس المشاہیر جلد اوّل ص ۲۳۳؛ آبِ کوثر شیخ محمد اکرام ص ۲۰۸-۱۹۷

ہرگز نیاید در نظر، صورت ز رویت خوب تر
شمسی ندانم یا قمر یا زہرہ یا مشتری

اور پھر حضرت خواجہ امیر خسروؒ کی دوسری غزل جس میں رنگِ تغزّل بہت ہے اور جسے چشتیہ بزرگوں کی محفلِ سماع میں قوّال خاص طور پر پڑھتے ہیں:

نمی دانم چہ منزل بود، شب جائی کہ من بودم
بہرسو رقصِ بسمل بود، شب جائے کہ من بودم

پری پیکر نگارے، سرو قدّے، لالہ رخسارے
سراپا آفتِ دل بُود شب جائے کہ من بودم

رقیباں گوش بر آواز، اُو درناز و من ترساں
سخن گفتن چہ مشکل بود، شب جائے کہ من بودم

مرا از آتشِ عشق تو دامن سوخت اے خسرو
محمدؐ شمعِ محفل بود، شب جائے کہ من بودم

نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کے سلسلہ میں مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامیؒ (نقشبندیؒ) کی اِس رباعی کو شیخ شرف الدین سعدیؒ کے قطعہ

لہ مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامیؒ ــ حضرت خواجہ عبیداللہ احرارؒ کے خلیفہ تھے۔ ۷ نومبر ۱۴۱۴ء کو ہرات کے پاس قصبہ جام میں پیدا ہوئے۔ اور ۹ نومبر ۱۴۹۲ء کو مدینہ منورہ کے راستہ میں انتقال کیا۔ مثنوی یوسف زلیخا، نفحات الانس اور لوائح جامی اُن کی مشہور کتابیں ہیں۔ "قاموس المشاہیر" جلد اوّل ص ۱۶۵

کی طرح بڑی شہرت حاصل ہوئی : ؎

یَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَیَا سَیِّدَ الْبَشَر | مِنْ وَجْہِکَ الْمُنِیْرِ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَر
لَا یُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقُّہٗ | بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

جامیؒ

خاص طور پر اِس کا چوتھا مصرعہ تو زبان زد خاص و عام ہے۔ حضرت جامیؒ کی اِس رباعی میں بڑا اختصار اور بڑی جامعیت ہے۔ حضرت جامیؒ نے اپنی مشہور تصنیف "یوسف زلیخا" میں جو نعت پیش کی ہے۔ اس کا ایک مشہور شعر یہ ہے: ؎

زِ ہجوری بر آمد جانِ عالم | ترحّم یا نبی اللہ ترحّم

اِس سلسلہ میں حضرت جامیؒ کے چند اور اشعار بہت مشہور ہیں۔ جن سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے کمالِ عقیدت کا اظہار ہوتا ہے۔

نسیما جانب بطحیٰ گذر کُن | ز احوالم محمدؐ را خبر کُن
توئی سلطانِ عالم یا محمدؐ | زِ روئے لطف سوئے من نظر کُن
ببر این جانِ مشتاقم در آن جا | فدائے روضۂ خیر البشرؐ کُن

حضرت خواجہ نور الدین عبد الرحمٰن جامیؒ کی طرح حضرت صوفی سبلس فتح علی صاحب ویسی قدس سرہٗ بھی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے وابستہ ہیں اور بارہ واسطوں سے حضرت ویسیؒ کا سلسلہ طریقت حضرت جامیؒ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ[1]

---

[1] حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ۔ حضرت خواجہ یعقوب چرخیؒ کے خلیفہ۔ تاشکند کے پاس باغستان
(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳۹ پر)

تک پہنچا ہے۔

تفسیر سواطع الالہام کے مصنّف اور دربار اکبری کے نامور فن کار، ادیب اور شاعر شیخ ابوالفیض فیضی[1] نے دربار رسالت مآب میں اپنی عقیدت کا یوں اظہار کیا ہے:

سلطانِ رسل، ماہِ عجم، شاہِ عرب — سنگِ در اُو قبلہ گہہ اہلِ عرب
از تابشِ قہرِ اُو کہ دشمن سوز است — گر سنگ شود موم عجب نیست عجب

اور عہد شاہ جہانی کے مشہور شاعر حضرت مرزا جان محمد قدسی[2] کی نعتیہ غزل

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳۸ کا]

میں مارچ ۱۴۰۴ء میں پیدا ہوئے اور سمرقند (ترکستان) میں ۲۲ فروری ۱۴۹۰ء کو انتقال ہوا: ؎

اگر فقر اندر قبائے شاہی آمد ÷ بہ تدبیر عبید اللّٰہی آمد۔ جامی

قاموس المشاہیر جلد دوم ص ۷۸؛ مسالک السالکین مرزا عبدالستار بیگ مطبوعہ فیض عام پریس آگرہ ص ۱۲۵-۱۰۴

[1] ملک الشعراء شیخ ابوالفیض فیضی، شیخ مبارک ناگوری کے بیٹے، ۱۵۴۷ء میں پیدا ہوئے اور ۱۵۹۵ء میں آگرہ میں انتقال کیا۔ عہد اکبری کے نامور شاعر اور انشاء پرداز گذرے ہیں۔ مثنوی نل دمن۔ اکبرنامہ اور صنعت غیر منقوط میں قرآن پاک کی تفسیر سواطع الالہام اُن کی مشہور تصانیف ہیں۔ قاموس المشاہیر جلد دوم ص ۱۳۳؛ رود کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۱۴۸

[2] حضرت مرزا حاجی جان محمد قدسی۔ بادشاہ شاہ جہاں کے درباری شاعر تھے۔ سولہویں صدی عیسوی کے وسط میں ان کو عروج حاصل ہوا۔ ملک الشعراء ابوطالب کلیم کے مدمقابل تھے۔ قدسی کا کشمیر میں ۱۶۴۶ء میں انتقال ہوا۔ (کلیم نے بھی وہیں ۱۶۵۱ء میں انتقال کیا) بادشاہ نامہ یا ظفر نامہ میں آسام پر اسلام خان مشہدی کی فتوحات کا ذکر کیا ہے۔ کرنٹ لٹریچر۔ پٹنہ کالج۔ پروفیسر سید حسن عسکری۔ مارچ ۱۹۶۰ء ص ۷۸۔

اپنے جوشِ عقیدت اور کیف و اثر کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے۔ اس کے والہانہ
انداز سے پڑھنے والا خاص طور پر متاثر ہوتا ہے اور اس کا شمار فارسی کی بہترین نعتیہ
غزلوں میں ہوتا ہے:

مرحبا سیدِ مکی مدنی العربی — دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

من بیدل بجمالِ تو عجب حیرانم — اللہ اللہ چہ جمالست بدیں بوالعجبی

چشم رحمت بکشا سوئے من انداز نظر — اے قریشی لقب و ہاشمی و مطلبی

نسبتے نیست بذات تو بنی آدم را — بہتر از آدم و عالم تو چہ عالی نسبی

ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آب حیات — رحم فرما کہ ز حد می گذرد تشنہ لبی

نسبت بسگت کردم و بس منفعلم — زاں کہ نسبت بہ سگِ کوئے تو شد بے ادبی

شب معراج عروج تو ز افلاک گذشت — بہ مقامے کہ رسیدی نہ رسید ہیچ نبی

ذات پاک تو دریں ملک عرب کرد ظہور — زاں سبب آمدہ قرآں بہ زبانِ عربی

بر درِ فیض تو استادہ بصد عجز و نیاز — رومی و طوسی و ہندی، حلبی و عربی

عاصیانیم زمانیکہ اعمال نپرسی — سوئے ما روئے شفاعت بکن از بے سببی

سیدی انت حبیبی و طبیب قلبی
آمدہ سوئے تو قدسی پئے درماں طلبی

حضرت صوفی سید فتح علی صاحبؒ کے ہم عصر شاعر مرزا اسد اللہ خاں غالبؔ[1]

---

[1] نجم الدولہ، دبیر الملک، نظام جنگ نواب مرزا اسد اللہ خاں غالب ۸ رجب ۱۲۱۲ھ = ۲۷ دسمبر ۱۷۹۷ء
(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۴۱ پر)

جناب رسالت مآب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لکھتے ہیں۔

حق جلوہ گر ز طرز بیان محمدؐ است | آرے کلام حق بہ زبان محمدؐ است
غالبؔ ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتم | کاں ذات پاک مرتبہ دان محمدؐ است

اور عندلیب باغ حجاز، شاعر مشرق علامہ اقبالؒ [1]، جو حضرت صوفی سید فتح علی صاحب وسیمیؔ قدس سرہٗ کی وفات سے نو سال قبل پیدا ہوئے تھے۔ اُن کے کلام میں درد واثر اور سوز و گداز کی جو فراوانی ہے وہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

می ندانی عشق و مستی از کجا است | ایں شعاع آفتاب مصطفیٰؐ است

کہا جاتا ہے کہ جب کبھی شاعر مشرق کے سامنے حضور سرکار دو عالم

[بقیہ حاشیہ ص ۴۴۰ کا]

کو آگرہ میں پیدا ہوئے۔ اور ۲ ذی قعدہ ۱۲۸۵ھ = ۱۵ فروری ۱۸۶۹ء کو دہلی میں انتقال ہوا۔ مزار ان کا حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے قریب ہے۔ والد کا نام عبد اللہ بیگ خاں تھا۔ فارسی اور اردو کے نامور شاعر گذرے ہیں۔ کلیات نظم فارسی، دیوان اردو، عود ہندی، اُردوئے معلیٰ، پنج آہنگ، قاطع بُرہان اور دستنبو ان کی مشہور تصانیف ہیں۔

---

[1] علامہ سر محمد اقبال ۹ نومبر ۱۸۷۷ء کو سیالکوٹ (پنجاب) کے ایک کشمیری خاندان میں پیدا ہوئے۔ اور ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کو لاہور میں انتقال کیا۔ مزار شاہی مسجد لاہور کے بیرونی صحن میں ہے بانگ درا، بال جبریل، ضرب کلیم، ارمغان حجاز، اسرار خودی اور رموز بے خودی وغیرہ آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔

صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیا جاتا تھا، تو آنکھوں سے دو قطرے آنسو کے ٹپک پڑتے تھے۔

چوں بنام مصطفیٰ خوانم درود	از خجالت آب می گردد وجود

یہ چند اشعار خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جن میں شاعر مشرق نے نہایت ہی خوبصورتی کے ساتھ اس نکتہ کی وضاحت کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات باعث ایجاد عالم ہے اور فلاح دارین کا راز ان کی محبت میں پوشیدہ ہے:

نسخۂ کونین را دیباچہ اوست	جملہ عالم بندگان و خواجہ اوست
ہر کہ عشق مصطفیٰ سامان اوست	بحر و بر در گوشۂ دامان اوست

اور پھر نہایت والہانہ انداز میں اپنے جوشِ عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ رسالت مآب سرکار دو عالم صلی اللہ وسلم کے دربار گہر بار میں ایک عاشق صادق کی یہ مناجات ہر مرد مومن کے دل کی آواز ہے۔

شہسوارا! یک نفس در کش عناں	حرف من آساں نیاید بر زباں
گرد تو گردد حریم کائنات	از تو خواہم یک نگاہِ التفات
ذکر و فکر و علم و عرفانم توئی	کشتی و دریا و طوفانم توئی

اور پھر بلبل باغِ حجاز اور اُسی دانائے راز کی ایک اُردو غزل کے چند اشعار جو احترام و عقیدت، جوشِ بیان، ایجاز و اختصار، روانی و ترنم کے لحاظ سے بے نظیر و بے مثال ہیں:

تعجب کیا اگر مہر و پرویں مرے نخچیر ہو جائیں

کہ بر فتراک صاحب دولتے بستم سرِ خود را

وہ دانائے سُبل، ختم الرسل، مولائے کل جس نے

غبارِ راہ کو بخشا، فروغِ وادیٔ سینا

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل، وہی آخر

وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ

اور صوفی سید فتح علی شاہ **وصی** کے ایک دوسرے ہمعصر شاعر فاضل بریلوی جناب مولانا **احمد رضا خاں**[1] صاحب قادری، جو احترام نبوی کے پیشِ نظر دیارِ حبیب میں قدم رکھ کر چلنا بھی سوئے ادب سمجھتے تھے:

عرب کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

فاضل بریلوی کی ایک نعتیہ غزل کا پہلا مصرع عربی اور فارسی میں اور دوسرا مصرع ہندی میں ہے اور بہت خوب ہے۔ اس غزل کے چند اشعار یہ ہیں:

---

[1] مولانا احمد رضا خاں صاحب قادری۔ محلہ سوداگران (روہیل کھنڈ) کے رہنے والے، زبردست عالم اور عاشقِ رسول گزرے ہیں۔ مولوی نقی علی خاں مرحوم کے صاحبزادے اور سید شاہ آل رسول احمدی قادری مارہروی کے خلیفہ تھے۔ ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو روہیل کھنڈ کے صدر مقام بانس بریلی میں انتقال ہوا۔ فقہ اسلامی، مناظرہ اور مباحثہ کی بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔
قاموس المشاہیر، جلد اوّل ص ۶۶۔

اَلْبَحْرُ عَلیٰ وَالْمَوْجُ طَغیٰ ، من بیکس وطوفاں ہوش رُبا

منجدھار میں یہ بگڑی ہے ہوا ، موری نیّا پار لگا جانا

اَنَا فِی عَطَشٍ وَسَخَاکَ اَتَمُ ، اَے گیسوے پاک اے ابر کرم

برسن ہارے رم جھم رم جھم ، دو بوند اِدھر بھی گرا جانا

اَلرُّوْحُ فِدَاکَ فَزِدْ حَرَقًا ، یک شعلہ دگر بر زن عشقا

موراتن من دھن سب پھونک دیا ۔ یہ جان بھی پیارے جلا جانا

اسی انداز کی ایک نعت ایک بنگالی شاعر نے عربی ، فارسی ، اُردو اور انگریزی ملی جلی زبان میں لکھ کر آقائے مدینہ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے میرے بچپن میں والد مرحوم[1] کو یہ پوری نعت یاد تھی ۔ اس کے صرف تین اشعار میرے حافظہ میں باقی رہ گئے ہیں جو پیش کئے جارہے ہیں ۔

یَا مَنْ لَہٗ رُوْحِیْ فِدَا ، نائی ہمن گا ہے چرا

ہوئے چھکی آ مار خطا ، بخشو تو میرے مہہ لقا

جیون دھن آ مار تومی ، جان و تنم راہم دمی

اے کُک آت کو ڈیر تومی ، میری یہی ہے التجا

---

[1] جناب منشی عبدالرشید صاحب قادری مرحوم ، چنڈیہا ، ڈاک خانہ و تھانہ اورائی ۔ ضلع مظفر پور (بہار) پیدائش ۱۸۹۵ء ۔ وفات ۴ رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ = ۱۰ فروری ۱۹۶۳ء ۔ شرف بیعت جناب مولانا احمد اللہ خاں صاحب قادری پشاوری سے حاصل تھا ۔

ٹوئنکل ٹوئنکل لائک اسٹار، دانتن تمہارے آبدار
چندر متن بادن تمہار، عارض پو شمس پوھنیا

۴۔ حضرت ولسی قدس سرہ اور نعت رسولؐ

حضرت صوفی سید شاہ علی صاحبؒ نے اپنا پورا دیوان نعتیہ غزلوں سے مرتب کیا۔ اپنی خصوصیات شاعری کے متعلق دیوان کی پہلی ہی غزل کے ابتدائی اشعار میں وضاحت کردی ہے کہ اُن کا کلام اُن کے واردات قلب کا ترجمان اور اُن کی آرزوں اور تمنّاؤں کا مرکز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات ہے۔

مشرق حُبّ محمدؐ مطلع دیوان ما ... مطلع خورشید عشق سینۂ سوزان ما
در تہہ ہر لفظ پنہاں نالۂ دل سوز ما ... وزبُن ہر حرف پیدا آتش پنہان ما
ہر غزل آتش کدہ ہر بیت آں یک شعلہ ... آتش افروختہ، ہر مصرع دیوان ما
آنکہ او محبوب جاں دل شہیدان او ... وانکہ او مطلوب یزداں آرزوئے جان ما

حضرت صوفی صاحبؒ ایک عاشق صادق اور بلند پایہ شاعر ہیں۔ پھر بھی اُن کو اُس مہر منوّر کی نعت گوئی کے سلسلہ میں اپنی بے بضاعتی اور کم مائگی کا احساس ہے۔

ولسی کجا اور نعت حبیب خدا کجا ... ذرّہ کجا و مدحت مہر منوّرا

لیکن ساتھ ساتھ محبوب ربّ العالمین صلعم کی نعت گوئی سے جو عظمت اور بلندی حاصل ہوتی ہے، اُس پر مسرت و شادمانی اور خوش قسمتی پر فخر و ناز بھی ہے:

در درودِ مصطفیٰؐ چوں زمزمہ سازیم ما ۲۶ ؎ در سعادت با ملائک بیں کہ انبازیم ما
چونکہ حب و نعت احمدؐ جزو دل گردز ما ست با خداوند و ملائک بیں کہ ہمرازیم ما
در ہوائے مصطفیٰؐ چوں بال وپا می زنیم در فضائے قرب اُو لی ہمچو شہبازیم ما
چوں سرایم نعت آں سلطانِ دیں محبوبِ حق ۲۷ ؎ طالع ما بیں کہ با حق زمزمہ سازیم ما

اور نعت رسولؐ میں رطب اللسانی اور شکر نشانی کے باعث ہی اگر روح الامین اِس شاعر رنگیں نوا اور طوطیٔ شیریں مقال کو شہہ شاعراں کا خطاب دیں، تو اُن کے لئے بہت بجا اور مناسب ہو۔

وسیمؔ اندر ثنائے تو بر دم ۸۰ ؎ ہمچو طوطی شکر فشاں باشد
وسیمؔ از فیضِ غمت شاد زندہ دل ۱۲۵ ؎ ہم بہ فیضِ نعت تو شکر مقال
وسیمؔ ترا سزد کہ بہ نعتِ حبیبِ حق ۴۳ ؎ روح الامین خطاب شہِ شاعراں دہد

اور فخرِ موجودات سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت گوئی کے باعث ہی شاعر کو بنگالہ میں، فارسی کے مشہور و معروف قصیدہ نگار شاعر خاقانی[1] کا درجہ حاصل ہوا اور مدیح رسولؐ مشہور صحابی حضرت حسّان ابن ثابتؓ کی مماثلت نصیب ہوئی : ؎

ہمیں نعت مدیح تو بود بر ہر کسے ظاہر منم خاقانیٔ دوراں بہ بنگالہ ز شروانش
رسید از عالمِ معنیٰ بگوشِ دل ندائے خوش ۱۲۰ ؎ کہ احمدؐ سرورِ عالم، تو وسیمؔ حسانش

---

[1] سلطان الشعراء افضل الدین، ابراہیم خاقانی، منوچہر ملک (خاقانی) بادشاہ شروان کے (بقیہ حاشیہ ص ۴۴۷ پر)

(بقیہ حاشیہ ص ۴۴۷ پر)

حضرت صوفی صاحب قدس سرہٗ کو جناب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ثناخوانی پر بڑا فخر و ناز ہے۔

اے عندلیب خوش نوا وے بلبل باغ وفا ۱۶۳ ہے در ثنائے مصطفیٰ حسان بگفتار آمدہ

اے مہر و آفتاب بندۂ تو ۱۶۶ بندہ دیسی تر است حسانی

اور شاعر کو اپنی ٹیڑھی میڑھی زبان اور کج مج بیان کے باوجود حضرت سید کونین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت گوئی کی بدولت اوحدی اصفہانی حضرت خواجہ امیر خسروؒ، حضرت حسان ابن ثابتؓ اور شیخ سعدی شیرازی جیسے دنیا کے بلند مرتبہ شاعروں کا درجہ حاصل ہوا۔

[بقیہ حاشیہ صـ۴۹۶ کا]

عہد میں نامور شاعر گزرے ہیں۔ ۵۸۲ھ مطابق ۱۱۸۶ء میں تبریز (شمالی مغربی ایران) میں انتقال کیا۔ تحفۃ العراقین ان کی مشہور تصنیف ہے۔ مشہور شاعر ظہیر فاریابی بھی اُن کے پہلو میں دفن ہیں۔ قاموس المشاہیر جلد اوّل صـ۲۱۷؛ خاقانی ۱۱۰۶ء سے ۱۲۰۰ء تک۔ المنجد فی الاعلام۔ ساتواں ایڈیشن صـ۲۶۵

ؔ حضرت حسان ابن ثابت انصاری رضؓ۔ طلوعِ اسلام سے قبل مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے۔ شاعری میں بڑا نام پیدا کیا۔ رسول پاکؐ کے مدینہ شریف ہجرت کرنے پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اسلام لانے کے بعد مسجد نبویؐ میں کھڑے ہو کر شعر سنایا کرتے تھے۔ طویل عمر پا کر حضرت معاویہؓ کے زمانہ خلافت میں ۵۴ھ ۶۷۵ء میں انتقال کیا۔ دیوان آپ کا ہندوستان، طونس اور انگلستان سے شائع ہو چکا ہے۔ (بحوالہ سید شاہ امین احمد صاحب کاظمی۔ صدر شعبہ عربی پٹنہ یونیورسٹی)۔

این لسیؔ کج مج بیاں از فیضِ نعتت آمدہ
ہم اوحدی[1]، خسرو[2] نوا، حسّاں بیاں، سعدی[3] سخن

حضرت صوفی سید فتح صاحب لسیؔ کو اس بات کا پورا احساس ہے کہ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں جو نعتیہ قصیدے لکھے ہیں۔ اُن میں اتنی شان وشوکت، عظمت اور بلندی، جاذبیت اور موسیقیت پائی جاتی ہے کہ اگر ابو الفرح خالدی، ملک الشعراء انوری اور عرفی شیرازی جیسے قادر الکلام اور باکمال قصیدہ نگار زندہ ہوتے تو اُن لوگوں کو بھی انہیں حسّانِ عجم تسلیم کرنے میں ذرا بھی پس وپیش نہیں ہوتا۔ اور قصیدہ نگاری کے میدان میں اپنی گوناگوں خوبیاں

---

[1] اوحدی۔ شیخ اوحد الدین اصفہانی، شیخ اوحد الدین کرمانی رح کے شاگرد تھے۔ حضرت شیخ اوحد الدین کرمانی رح سے حضرت بابا فرید گنج شکر رح نے بھی فیض حاصل کیا تھا۔ اوحدی اصفہانی نے ۷۳۸ھ ۱۳۳۷ء میں انتقال کیا۔ مزار تبریز کے پاس مراغہ میں ہے۔ حدیقہ سنائی کے جواب میں ایک کتاب 'جام جم' لکھا۔ غزلوں کا ایک دیوان یادگار ہے۔ ہلاکو خاں کا پوتا ارغوں خاں شاہ تاتار آپ کا بڑا مداح تھا۔

قاموس المشاہیر جلد اوّل ص ۱۱۴

[2] خسرو رح۔ حضرت خواجہ ابو الحسن امیر خسرو رح۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رح کے چہیتے خلیفہ۔ ۱۳۲۰ء میں دہلی میں انتقال ہوا۔ دیکھئے ص ۲۳۶

[3] سعدی رح۔ شیخ شرف الدین سعدی شیرازی رح۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رح کے خلیفہ، گلستاں اور بوستاں کے مصنف۔ ۱۲۹۲ء میں شیراز میں انتقال کیا۔ دیکھئے ص ۲۳۴-۲۳۵

کے باعث صحیح معنوں میں وہ اس خطاب کے مستحق ہیں۔

چوں این ونہار از رخ و زلف تو کنایہ — زاں خاص نمود است خدا ہر دو قسم را

آں بوالفرح[1] و انوری[2] و عرفی شیراز[3] — دیدندی اگر این ہمہ اعجاز قسم را

از حیرت این نظم ہمہ نکیرہ گفتی — حسّانِ عجم ویسی داؤ نغم را ص ۱۴۱

---

[1] ابوالفرح ـــــ ابوالفرح الخالدی، دسویں صدی عیسوی کے نامور شاعر گذرے ہیں۔ یہ اپنے عہد کے شہزادہ سیف الدولہ کے دربار سے وابستہ تھے اور قصیدہ نگاری کی شہرت ہیں۔ قاموس المشاہیر جلد اوّل صـ ۳۴

[2] انوری ـــ ملک الشعراء شہاب الدین انوری، خراسان میں ابی ورد کے رہنے والے، فارسی کے نہایت بلند پایہ اور جلیل القدر شاعر گزرے ہیں۔ سلطان سنجر سلجوقی کے زمانہ میں تھے۔ فارسی قصیدہ نگاروں میں ان کا نام سر فہرست آتا ہے۔ گلستاں میں حضرت شیخ سعدیؒ نے ان کے بہت سے اشعار نقل کیے ہیں۔ ۵۸۷ھ مطابق ۱۱۹۱ء میں انتقال کیا۔ دیوان اور قصائد انوری بہت مشہور ہیں :

در شعر سہ تن پیمبرانند ✣ ہر چند لا نبی بعدی

ابیات و قصیدہ و غزل را ✣ فردوسی و انوری و خاقانی

قاموس المشاہیر جلد اوّل صـ ۱۱۲

[3] عرفی ـــ جمال الدین عرفی شیرازی۔ دربار اکبری میں ابوالفیض فیضی اور عبدالرحیم خانخاناں کے ہم عصر شاعر۔ ایران سے پہلے دکن آئے۔ پھر آگرہ میں ۱۵۸۹ء میں شاہی دربار سے وابستہ رہے۔ شہزادہ سلیم کے اتالیق رہے۔ ۳۶ سال کی عمر میں ۹۹۹ھ مطابق ۱۵۹۱ء میں لاہور میں انتقال کیا۔

(بقیہ حاشیہ صـ ۴۵۰ پر)

حضرت صوفی صاحبؒ کو نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اِس قدر شغف اور دلچسپی ہے کہ پوری زندگی اس نیک کام میں معروف رہنا چاہتے ہیں۔

وسیلیا تا زندہ باشی در جہاں	باش اندر نعت او شکر شکن
وسیلیا در دِ زباں کن روز و شب	مدح و وصف آں شہہ خیر القرن
وسیلیا شرک است پیش عاشقاں	دل بجز جاناں بچیزے دوختن
وسیلیا گر عاشقی کارت بود ص۱۳۷	در غم او ساختن یا سوختن

۵۔ اِتّباعِ سُنّتِ رسولؐ

اِسلام میں وحدانیت اور رسالت کے تصوّر، اِقرار باللّسان اور ایمان بالغیب کو اساسی اور بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ شریعت اسلامیہ میں شرک ناقابل معافی گناہ ہے۔ اور جناب رسالت مآب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کامل اور اُن سے عشق و محبت کے بغیر کوئی شخص مسلمان ہی نہیں ہو سکتا چنانچہ حضرت صوفی صاحبؒ لکھتے ہیں: ؎

مسلماں خوانم آں کس را کہ در دل عشق تو دارد
کسے کز عشق تو خالی نمی خوانم مسلمانش ص۱۲۱

[بقیہ حاشیہ ص ۱۷] بہت ذہین اور تیز شاعر تھے۔ غزل اور قصیدہ میں بڑا نام پیدا کیا۔
قاموس المشاہیر جلد دوم ص۸۲، ماہ نو کراچی، مئی ۱۹۵۳ء ص۵ مضمون عابد علی عابدؔ

شاعرِ مشرق علامہ اقبالؒ نے دین اسلام میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت کو اس طرح واضح کیا ہے۔

بمصطفیٰؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر با و نہ رسیدی تمام بولہبی ست

تمام مشائخِ عظام اور اولیائے کرام کا اس بات پر کامل اتفاق ہے کہ تصوف اور معرفت کی بنیاد عشقِ رسولؐ پر ہے اور عشقِ رسولؐ کا عملی اظہار اتباعِ سنت کے ذریعہ ہوتا ہے۔ مسلمانوں کے یہاں، قرآن حکیم کے ساتھ ساتھ حدیث نبویؐ اور اسوۂ حسنہ کی بڑی اہمیت ہے۔ کلام اللہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ اور جناب رسالت مآبؐ کے ذریعہ مسلمانوں کو ملا۔ کائنات میں احکامِ خداوندی کو اس کے بالکل صحیح معنی و مفہوم میں اور عین رضائے الٰہی کے مطابق سمجھنے والا اور پھر ان کو اپنی زندگی میں عملی حیثیت سے پیش کرنے والا اس ذات والا صفات سے بہتر کون ہو سکتا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کے یہاں حدیث نبویؐ کو چراغِ نور اور شمعِ ہدایت کی حیثیت حاصل ہے۔

ناپسندیدہ افعال سے بچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور عمل کے مطابق کام کرنے کا نام سنت ہے۔ سنت کے تین جزو ہیں۔ قول، فعل اور تقریر۔ قول وہ ہے جس کو آپؐ نے فرمایا ہو۔ فعل وہ جو کیا ہو اور آپؐ کے مخصوصات میں سے نہ ہو اور تقریر وہ جو کیا گیا ہو اور آپؐ نے ناپسند نہ فرمایا ہو۔ سنت عین مطابق احکام الٰہی ہے۔ اسی کو صراطِ مستقیم کہتے ہیں اور نماز کی ہر رکعت میں اسی صراطِ مستقیم پر

چلنے کی دعا مانگی جاتی ہے۔ اور جو باتیں اس صراطِ مستقیم یعنی سنّت نبوی کے خلاف ہیں۔ وہ گمراہی اور ضلالت کی طرف لے جانے والی ہیں۔ خلافِ سنّت عمل کرنے والا اگر ہوا میں اڑتا ہو۔ پانی پر چلتا ہو، آگ میں ٹہلتا ہو، اس کے سامنے سونے چاندی کا انبار ہو، پھر بھی وہ گم کردہ راہ ہے اور اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

؎ خلافِ پیمبرؐ کسے رہ گزید   کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہ تمام و کمال اور بحزم و احتیاط پیروی بجائے خود ایک بڑی کرامت ہے۔ حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب وسیؔ ایک شاعر نازک خیال ہونے کے ساتھ ساتھ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجدّدیہ کے ایک بڑے شیخ طریقت اور عارف کامل بھی تھے۔ احکامِ شریعت کی پابندی اور سلوک و معرفت کی تعلیم کے سلسلہ میں سنّت رسولؐ کی پیروی کو ہر لحظہ ضروری اور لازمی سمجھتے تھے اور اتباعِ سنّت نبویؐ کے اعلیٰ ترین نمونہ تھے۔ چنانچہ انھوں نے اپنی نعتیہ غزلوں میں صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے اور سنّتِ رسول کی پیروی کے سلسلہ میں بہت سے اشعار لکھے ہیں۔ ان میں سے کچھ اشعار پیش کئے جاتے ہیں:

چوں راہ مستقیم بجز سنّت تو نیست   ص ۶   وسیؔ بجاں گزیدہ رہِ مستقیم را

خارکاری ست ترکِ سُنّت تو   ص ۹   عقل خندد بخام کاری ما

اگر عشقِ خدا خواہی بجاں شو پیرو احمدؐ   ص ۲۱   صراط المستقیم این ست و راہ جملہ کاملہا

چوں بچشیم دمِ طریق حُبّ او ما نی رویم   ص ۲۷   بر صراط المستقیم اے دل سبک تازیم ما

چوں صراط المستقیم آمد طریقِ سُنّتش   از صراطِ مستقیمی ایں قدر جاہل چرا

منحصر شد قربِ حق چوں در طریقِ مصطفیٰ ؐ	ص ۲۷	از رہِ حق ز نکوری می شوی مائل چرا
کیست احمد ؐ سنّتش آمد صراطِ المستقیم	ص ۱۱۸	کیست احمد ؐ ملتش از جملہ ملت استوار
جمالِ دلربائش راپسند حق بود معنیٰ	ص ۱۳۰	طریقِ سُنّتِ اُو را قبولِ ایزدی بُگم
راہِ صواب سُنّت خیر الوریٰ بود	ص ۱۴۰	برخیز ازد و بجزم طریقِ صواب کن

اتباعِ سنّت کی اہمیّت کے سلسلہ میں کچھ ایسے اشعار بھی ملتے ہیں جن میں حضرتِ صوفی صاحبؒ نے اس امر پر زور دیا ہے کہ خلافِ سنّت عمل کرنے والے کا دعوائے حُبِّ نبیؐ بالکل غلط ہے۔ بلکہ وہ نائب شیطان دامِ تزویر پھیلائے ہوا ہے۔

جز طریقِ سُنّتش آنکہ رُو آوردہ اند	ص ۵۹	پشت طرفِ حق نمودہ رُو بباطل کردہ اند
مرمرا بادو ہمی آید ز ردّے اعتقاد	ص ۱۲۸	ترکِ سنّت کردن و حُبِّ پیمبر داشتن
آنکہ شد از سنّت تو منحرف	ص ۱۴۰	چشم شفاعت بودش طمع خام
تارکِ سنّتش و دعویٰ محبّتش عجب است	ص ۶۲	دام گستردن آں نائب شیطاں نگرید
سُنّت او دلیلِ راہِ حق است	ص ۱۲۶	گمراہ آں کس کہ کرد ترکِ دلیل
مجّت مدعی گشتن خلافِ سنّت زیستن	ص ۱۸	بیدعت معتقد بودن آں گمری قطعا
مرشدی کز رہش بود مائل		نیست مرشد ز رہزناں باشد
ہر کہ دید خلاف سنّتِ تو	ص ۶۷	رہبرش دیو بے گماں باشد
کسے کہ منحرف گردد ز راہِ سنّت احمد ؐ	ص ۱۲۱	ہمانا گمرہ کردہ از طریقِ راست شیطانش
آنکہ ادا اندر طریقت خلط بدعت می کند	ص ۱۲۱	دملباش شیخ رہبر کارِ شیطاں ساختہ

۶ - مدح و توصیفِ رسولؐ

دیوانِ شفیقیؒ میں حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف میں بہت سے اشعار ہیں۔ شاعر کو اپنے محبوب سے بدرجہ کمال عشق ہے اور وہ طرح طرح سے اپنے محبوب کی خوبیاں بیان کر کے لطف اندوز ہوتا ہے، لیکن کبھی جادۂ اعتدال سے باہر قدم نہیں رکھا ہے۔ رسولِ پاکؐ کو خدا کا شریک نہیں بنایا ؎

نگویم تو شریکِ حق، نمی خوانم ترا مطلق ص۱۹ ندانم این بجز احمق بگویم عبدہٗ شاہا

کمالِ محبت، جوش اور خلوص کے ساتھ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں اشعار لکھے ہیں اور ہر جگہ شانِ رسولؐ کے احترام کا پورا خیال رکھا ہے۔ اس لحاظ سے حضرتِ شفیقیؒ کے اشعار میں بڑا توازن پایا جاتا ہے۔ نعتیہ قصیدہ کے چند اشعار ملاحظہ ہوں : ؎

محبوبِ خدا است سیدِ کونین محمدؐ ص۱۳ کو قبلۂ دینا ست عرب را و عجم را

سلطانِ رسل شاہ ملک پادشہ دیں ص۱۴ کو رحمت حق است ہر انواع امم را

توئی سلطان، توئی خاقان توئی جانان، توئی دلبر

منم بندہ، منم چاکر، منم رسوا، منم شیدا

ہمہ لطفی، ہمہ حسنی، ہمہ روحی، ہمہ جانی ص۱۷

ہمہ فیضی، ہمہ رحمی، ہمہ نوری، ز سر تا پا

نیامد درجہاں سایہ، نیامد در جہاں دیگر ص۱۳ نیامد در جہاں ثانی، نیامد در جہاں ہمتا

یکم جسم لطیفش را، دوم روئے جمیلش را ص۳۲ سوم دیگر نور ذاتش را، چہارم ذات پاکش را

خلیل یار غار او، انیس بیت عدل او رفیق بزم جود او، فدائی آں شہ اعلیٰ

یکم صدیق اکبر شد، دوم فاروق اعظم خواں ص۳۰ سوم نورین را جامع، چہارم صفدر والا

غلام اوست در رزم و غلام اوست در میداں غلام اوست در عزم و غلام اوست در ہیجا

یکی ہارون رشید آمد، دوم آں الپ ارسلاں باشد ص۳۰ سوم محمود شد غازی، چہارم قیصر والا

چہ سرور سرور عالم، چہ عالم عالم امکاں چہ امکاں جملۂ اکواں ورائی خالق اکبر

جمالش بے نشاں آمد، نشانش بے نشاں باشد ص۹۶ بملک دلبری سلطان، حبیب ایزد داور

باسرار ازل دانا، نقوش لوح را خوانا زہی اُمّی ناخوانا، خہے درویش سلطان فر

محمد مصطفیٰ نامش، نجات عاصیاں کامش ص۹۷ بود یزداں ثنا خوانش، بخیل انبیا سرور

چہ مصطفیٰ شہ دنیا و دیں رسول اللہ چہ مصطفیٰ سر کونین شاہ بحر و بر

چہ مصطفیٰ کہ ز یٰسین لقاتش خلعت چہ مصطفیٰ کہ ز طٰہٰ ورا البسر افسر

چہ مصطفیٰ کہ بود آئینہ جمال خدا چہ مصطفیٰ کہ بود نور خالق اکبر

چہ مصطفیٰ کہ بود اشرف بنی آدم چہ مصطفیٰ کہ بود از ہمہ ملک بہتر

چہ مصطفیٰ کہ حدیثش بمردہ جاں بخشد چہ مصطفیٰ کہ کلامش ز شہد شیریں تر

چہ مصطفیٰ کہ کمالش ز حد عقل فزوں ص۱۱۴ چہ مصطفیٰ کہ جمالش ز وصف بالاتر

چہ مصطفیٰ کہ مرا درد او بود درماں چہ مصطفیٰ کہ فراقش مراست زخم جگر

چہ مصطفیٰ کہ مرا یاد او بود راحت چہ مصطفیٰ کہ مرا وصف او بود شکر

چہ مصطفیٰؐ کہ مرا نعت او بود ہادی — چہ مصطفیٰؐ کہ مرا عشق او بود رہبر

چہ مصطفیٰؐ کہ مرا نام او بود تعویذ — چہ مصطفیٰؐ کہ مرا درد او بود جوہر

چہ مصطفیٰؐ کہ منم در جمال او حیران ص ۱۱۵ چہ مصطفیٰؐ کہ منم در خیال او شسدر

کیست احمدؐ آنکہ حسنش خارج از شرح بیاں

کیست احمدؐ آنکہ وصفش خارج از حد شمار

کیست احمدؐ آنکہ مرآت جمال ذوالجلال

کیست احمدؐ آنکہ عشق حق بود او را شعار ص ۱۱۸

کیست احمدؐ سرمہ چشمش زما زاغ البصر

کیست احمدؐ آنکہ او بر جن و انساں تاجدار ص ۱۱۹

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف میں حضرت وسیمی رحمہ

کی غزل کے بھی چند اشعار ملاحظہ ہوں:

عرش عظیم اگرچہ رفیع آمدہ ولے ص ۶ رفعت فزود پائی تو عرش عظیم را

کمترین سگان درگہہ تو — زار و خاقان و قیصر و کسرا

منفرد ذات تو بعالم شد ص ۱۶ در کمال و جمال و جاہ و بہا

شہ گدائی درگہہ او ہم نشین آفتاب — نقش نعل مرکبش آمد نگین آفتاب

سیّد دنیا و دیں محبوب رب العالمیں ص ۳۹ احمد مرسل کہ شد گردش قرین آفتاب

برق آہ قلب من از معجز عشق شما ص ۴۰ چوں ید بیضا بر آید ز آستین آفتاب

قبلہ مومن و کفار بود کعبہ و دیر — قبلہ دین من آں نقش کف پا باشد

ہر دو کونین یکے بحر بود بے پایاں صنہ اندراں بحر محمدؐ دُرِ یکتا باشد

وجودِ پاک تو شد باعثِ وجودِ جہاں صنہ ظہورِ ذاتِ تو ختمِ پیمبراں باشد

بحمد اللّٰہ مے نیست حاجتم کہ مرا شرابِ عشقِ محمدؐ بکامِ جاں افتاد

من آں کسم بفیضِ محمدِؐ عربی صنہ قدم بادّل منزل بلامکاں افتاد

پادشاہِ دو جہاں احمدؐ محبوبِ خدا صنہ مظہرِ حسن اتم رحمتِ یزداں نگرید

حُبّ شاہِ دلبراں مخصوص جنس خلق نیست

در ازل محبوبِ حق آں صاحبِ لولاک بود صنہ

ہر غبارے کہ از رہش خیزد صنہ ۶۲ در علوِ شاہ خاوراں باشد

دو گیتی خلقتے آمد سزاوار فدا احمدؐ در عالم پیکرے باشد محمدؐ مصطفیٰؐ نور الٰہ

بحسنِ خلق ز خلقِ جہاں تو ئی افزوں بحسنِ خُلق توئی اشرفِ آدم

قمر جمال و ملک صورت و فلک منزل صنہ ۱۲۹ خضر لقا و حبیبِ خدا و نورِ اتم

بجائے دین و ایمانم نشستہ در دلم عشقت

کنوں عشقِ تو ایمانم غم و حیرت بود دینم صنہ ۱۳۱

مصطفیٰؐ آں سیدِ کُل کز علی و برتری

گرد در گاہش سزد برقِ کیواں داشتن صنہ ۱۴۰

جمیل و دلبر و الوز، لطیف و نازک و رعنا

جمیع و ائج داز ہر سراپا نورِ رحمانی صنہ ۱۲۶

حبیبِ کبریا آمد، جمالِ انبیا آمد صنہ ۱۳۸ کمالِ اولیا آمد چو تو ہستی

نباشد کس تو دلبر بملک دلبری ہمسر
بعظمت شاہ شاہانی بحسن سرّ یزدانی
نخیزد چوں تو جانانی بحسن دلبری یکتا
سراپا لطف رحمانی، سراسر نور تابانی ۱۸۲

۷۔ محبوب کے مظاہر حسن اور رنگ تغزل

غزل ایک داخلی اور تاثراتی شاعری ہے۔ اس میں موضوع اور مضامین کی دنیا محدود ہوتی ہے۔ اس کی عام فضا حسن و عشق کا نہایت لطیف، حسین اور دل آویز رنگ لئے ہوئے ہوتی ہے اور شاعر زیادہ تر اپنے پرخلوص جذبات، اپنی دلی کیفیات اور اپنے واردات قلب کو نرم و نازک، سُبک اور شیریں الفاظ میں پیش کرتا ہے۔ وہ جو کچھ کہتا ہے اس میں کیف و سرور دلدہی اور دلسوزی کی کیفیت اور شان دلربائی ہوتی ہے اور پڑھنے والا شاعر کے حسین تجربات اور دلنشیں انداز بیان، ترنم اور موسیقیت میں ڈوبے ہوئے لب و لہجہ سے فوراً متاثر ہوتا ہے۔ اور اس ادبی لطافت کی لذّت کافی دیر پا ہوتی ہے۔

مضامین غزل میں محبوب کے سراپا اور اس کے مظاہر حسن کی پیش کش اہمیت رکھتی ہے۔ یہاں شاعر حسین اور نازک تشبیہوں سے خوبصورت اور

دلفریب استعاروں سے حسن وعشق کا ایک چمن آراستہ کرتا ہے۔ عام طور پر غزل میں محبوب کے قد وقامت، لب ورخسار، چشم وابرو، زلف وکاکل، رنگ وروغن، نزاکت ولطافت اور شوخی ادا کا ذکر ہوتا ہے۔ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ولسیؒ نے نعتیہ غزلیں لکھی ہیں۔ رنگ تغزل کے لئے ان میں سے بعض مضامین کا آنا لازمی تھا۔ لیکن اُن کا شاہ خوباں اور محبوب کوئی عام انسان نہ تھا۔ بلکہ فخر موجوداتؐ افضل البشر، محبوب ربّ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم پیش نظر تھے اور جہاں بقول عزت بخاری:

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش بالا تر
نفس گم کردہ می آیند جنیدؓ و بایزیدؒ اینجا

اور بقول عرفی شیرازی:

ہزار بار بشویم دہن زمشک وگلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

ایسے حال میں شاعر نازک خیال کو رنگ تغزل اور ذات اقدس کے ادب و احترام کے درمیان تلوار کی نازک دھار سے گذرنا پڑا اور وہ عارف کامل اپنے عشق صادق کی بدولت ادب کی اس دشوار گذار وادی اور کٹھن منزل سے بڑی کامیابی سے گذر گیا۔ حضرت ولسیؒ کے دیوان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری حسن وخوبصورتی کے متعلق بھی بہت کافی اشعار ہیں۔ اس موضوع پر شاعر نے بعض پوری غزلیں لکھی ہیں۔ کچھ اشعار بطور نمونہ پیش کئے جاتے ہیں۔

کیست احمدؐ زہرہ مہر افزدل
درجمال وکمال وحسن ووقار

کیست احمد ز سرو گل خوش تر در خد و قامت و بہار و عذار
کیست احمد ز برگ گل اہلی در لب و طلعت و بر و رخسار
کیست احمد بر و فدا بادا ص۵۸ دولت و عز و مال و خویش و تبار
از لب شیرین و چشم غمزہ زن زرخ تشکر و بادام را
حلقہ جعدت باعجاز رفت ص۶ جمع باہم کردہ صبح و شام را
ماہ تمام بندہ روے جمیل تو ص۸ باشد غلام گیسوے تو مشک و عنبرا
قد بیارای و رخ افروز و سر جعد کشا ص۸ خوار و بقید رعنا سرو و گل و ریحان را

زہی چشم و زہی مژگان زہی روی و زہی دندان
یکے سحر و دیگر غنج یکی نور و دیگر لالا ص۱۷

از لولوی دندان شکنی قیمت لالا ص۲۵ خون شد جگر از لعل تو لعل یمنی را
خورشید و قمر حور و پری انجم و ملائک ص۲۵ دریوزہ کنند از رخ تو جلوہ گری را
گفتم کہ شبیہہ قد تو لولوے لالا دریا بہ فغان آمد و فریاد کہ لا لا
ہمرنگ لب لعل تو گل برگ نباشد ص۳۲ ہم چشم و دو چشمت بود نرگس شہلا

اے لب لعل بدخشاں وی بطلعت آفتاب
وی بچشم آہوی رعنا بگیسو مشک ناب
لعل تو شکر فشاں و آفتاب تر زباں
آہوی تو جاں شکار و مشک تو در پیچ و تاب ص۴۱

چہرۂ زیبائی تو مرآت حق ص۴۲ صبح خوانم یا مہش یا آفتاب

روئی تو خورشید لیکن با کمال دیگر است

حسنت آمد صبح اماّ با جمال دیگرست ص۵۴

شیدائے جمال تو ہمہ حور و ملائک ص۵۶ قربان خرام تو بود تیہو و دراج

دلبری از شکست قمر از نور ذات آراستہ ص۵۸ خوبرویان دو عالم را تخجل کردہ اند

آں قامت لعنائیت بالے بچمن نما ص۶۵ تا نعرہ زناں قمری از سرو رواں خیزد

چگونہ نرگس شہلا بہ چشم تو برسد ص۶۷ کجا بہ نرگس شہلا چنیں ادا باشد

دو گیتی خلقتے اند سر اداء قدا احمد ص۱۲۰ دو عالم پیکر باشد محمد مصطفیٰ نامش

رموزی دلبری پنہاں بہ چشم دلربائے تو

فنون شاہدی پیدا، ز طرز غمزہ دارش ص۱۲۱

اکمال از روئے تو دارد جمال ے ز ذات یافتہ ہستی کمال

اے لبت چشمۂ آب حیات ص۱۲۵ ے رخت مرآت حسن ذوالجلال

خراب آں چشمہ چشم کہ زخمم می زند ہر آں

غلام آں لب لعلم کہ جاں در تن دہد ہر دم

نہے آں صورت زیبا کہ ایزد را بود محبوب

خہے آں حسن روح افزا کہ از دلہا رباید غم ص۱۳۰

اے فزوں از مہ رخ زیبائے تو مطلع حسن ازل سیمائے تو

ماہ یا خور یا رخ پر نور تو سرو یا شمشاد یا بالائے تو

مشک یا دیجور یا گیسوئے تو ص۱۵۰ آب حیواں یا لب گویائے تو

بمہ ہلالِ عید چشم ہر کسے — دیدۂ من بر ہلال ابروے تو

نقابش جاں فزا آمد، نگاہش دلربا آمد
رخش چوں ارغوانستی سخن آبِ روانستی
حبیبِ کبریا آمد جمالِ انبیا آمد
کمال اولیا آمد، چو روح اندر جہانستی ص ۱۶۸

سرور ہر دو جہانی پادشاہِ انبیا ص ۱۷۴ از ازل گشتہ مسلّم بر تو شانِ دلبری

آفتابِ سپہر محبوبی — ماہِ برجِ کمالِ امکانی
بے رخت آفتاب شعلہ نار ص ۱۷۶ بے جمال تو ماہ پیکانی

چہ جاناں شاہ خوبانی سراسر نور تابانی — قدم تا سر عجب شانی سراپا صبح خندانی
بچہرہ بدر تابانی بقد سروِ خرامانی ص ۱۸۱ ہمہ تن شیرہ جانی تو گوئی در غلطانی
حبیبِ پاکِ یزدانی ندارد کس چو او شانی ص ۱۸۲ بملکِ دل سلیمانی چو قرآں پاک دامانی

۸۔ اے خوشا شہرے کہ آں جا دلبرست

عاشقِ صادق کو محبوب کی گلیاں اور اس کا شہر بھی پیارا ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت ویسی نے بھی مَدِیْنَۃُ النَّبِیّ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایک قصیدہ اور کئی غزلوں میں اپنے اعلیٰ خیالات کا اظہار کیا ہے:

زہی مدینہ سوادش بہشت جاں پرور — کہ ماز دید سوادے چناں خدا دیگر

دمیدہ سبزہ درو زمرّدِ خوش رنگ — چمیدہ نخل درو ہمچو قامت دلبر
فضائی او بزند طعنہ ہا بروضۂ خُلد — حصائی او بہ برد نرخ از دُرّ و گوہر
سوادِ او بہ طراوت طرب فزا زجہاں ۱۱۲؎ — فضائے او بہ لطافت بہشت جاں پرور

نبی مدینہ و آب لطیفش از گوہر — کنا فرید خدا کشوری چناں دیگر
بجا صیت ہمہ خاک رہش بود اکسیر — بمنفعت ہمہ گرد رہش بود عنبر
چہ سرزمیں کہ بود برزمیں بہشت بریں — چہ سرزمیں کہ ندیدہ زماں چناں کشور
چہ سرزمیں کہ ہمہ سنگہاش لعل و عقیق — چہ سرزمیں کہ ہمہ ذرّہ ہاش شمس و قمر
چہ سرزمیں کہ درو تخت گاہ شاہِ رُسل — چہ سرزمیں کہ درو خیر خلق راہبر
چہ سرزمیں کہ ہمہ نہر او بود تسنیم — چہ سرزمیں کہ ہمہ چشمہ اش بود کوثر
چہ سرزمیں کہ بود بوسہ گاہ شاہ و گدا ۱۱۳؎ — چہ سرزمیں کہ بود سجدہ گاہ جن و بشر
چہ سرزمیں کہ درو مسند حبیب خدا — چہ سرزمیں کہ درو مصطفیٰؐ بود داور
چہ مصطفیٰؐ شہ دنیا و دیں رسول اللہ ۱۱۴؎ — چہ مصطفیٰؐ سرِ کونین شاہ بحر و بر

۹- آرزوئے دیدار جمال جاناں

مضامینِ غزل میں محبوب کے حُسن و جمال کی تعریف و توصیف کی طرح تمنائے ملاقات اور آرزوئے وصال بھی بڑا دلچسپ موضوع ہے۔ ایک عاشق محبوب سے ملنے کی آرزو میں جیتا ہے اور اسی تمنا میں مرتا ہے اور شاعر اس موضوع پر طرح طرح سے اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہے۔ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی

قدس سرہٗ ایک ایسے عاشق رسولؐ اور عارف کامل تھے جن کی ایک نگاہ کرم سے دوسروں کو جناب رسالت مآب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو جاتی تھی۔ نہ معلوم خود کتنی بار دیدار جمال جاناں سے مشرف ہوئے ہوں گے لیکن پھر بھی ایک سچے عاشق کی طرح کبھی اُن کی سیری نہیں ہوئی اور اُنہوں نے اس دلچسپ دل نواز موضوع پر بہت کافی اشعار بڑے والہانہ انداز سے لکھے ہیں۔ ان اشعار میں دل دوزی اور دل سوزی کی کیفیت ہے۔ ایک انداز دلربائی اور بڑی شان دل آویزی پائی جاتی ہے۔ اکثر جگہ شاعر نے اپنے محبوب کو بڑے ادب و احترام سے براہ راست مخاطب کر کے رنگ تغزل میں جان ڈال دیا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک غزل تو دیوان میں ایسی ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔ چند اشعار اُس غزل کے یہ ہیں:

اگر آں شاہ خوبانم نہد بر چشم من پا را | بخاک پائی او بخشم متاع دنیا و عقبیٰ را
درون سینہ ام ہر دم زند عشقش چناں شعلہ | کہ آہ آتشین من گداز د سنگ خارا را
صبا بارے بگو از من بآں سلطان خوباں را | کہ بی دیدار ردی تو نخواہم چشم بینا را
بیا اے احمد مرسل بیا اے مظہر رحمت | بحال من نظر فرما بچشم من بنہ پا را
بیا اے درد را درماں بیا اے دافع حرماں | بنہ بر زخم من مرہم کشا لعل شکر خا را

تغزل کے اس دلچسپ اور خوبصورت موضوع کے کچھ اور اشعار دوسری غزلوں سے پیش کئے جاتے ہیں:

جان من بنما رخ گلفام را | کامراں کن ایں دل ناکام را

یک زماں از چہرہ پردہ برفگن ص۱ محو فرما ظلمت ایّام را

فدا بادا یا رسول اللہ بجانِ من نظر فرما

دگر بیمار در ہجرت ز چشم خوں چکیدن را

بیا باری سبک فرمای بار فرقت دوری

دگر چشم نمی تابد ز بارِ غم خمیدن را ص۲

بنامم رسید برلب در یاب لرو دما را | دردا کہ سوخت ہجرت فریادرس خدا را

خوں می خورم بہ ہجرت رحمی بکن خدا را ص۱۶ | دردا کہ چشم مستت از ما ربود ما را

بیا بیا و بچشم قدم بنہ بارے | ز بینم از رخ تو با بصر چہ کار مرا

بیا بیا کہ فدائے تو جاں و سر سازم | بغیر وصل تو با جاں و سر چہ کار مرا

از حال دل چہ گویم ای پادشاہِ خوباں | از تاب فرقت تو یک قطرہ خون بجا است

و تیسی بجستجویت ای نور پاک یزداں ص۵۱ | چوں ابر اشک ریزاں چوں برق در فغا نست

از شوق بدر دنیت اے خاتم رسالت | در سینہ داغ پیدا کا ہش بدل ہویدا نست

از آتش فراقت اے پادشاہ خوباں ص۵۲ | در سر بخار حرماں و رسینہ دل طپا نست

بنامم ز ہجر آمد بلب، آں شاہ خوباں کے رسد

ایں نالۂ شب گیر ما، یارب بپایاں کے رسد

اے شہسوار اصطفا، سرتا بپا رحمِ خدا

بارے بگو اے مصطفیٰ، دستم بداماں کے رسد ص۴۳

بیا ای آرزوی من دمی پا نہہ بچشم تر
کہ از ہجرت دلم پُرخوں بشوق تو دو چشم تر
بعشق آں شہہ خوباں مرا حاصل شدہ اینک
تنِ لاغر، دلِ حیراں، سرِ شیدا، رُخ اصفر ص ۹۷
شدہ وسیؔ، مگر شیدا، بشوق آں شہہ خوباں
نگہ گریاں، نگہ نالاں، نگہ سوزاں، نگہ سدر ص ۹۸
چند سوزم ز آتش ہجر شما چند سازم با غم و رنج و ملال
چند داری سوختن برمن روا ص ۱۲۵ چند داری خون دل برمن حلال
اے خوش آں روز کہ از آتش ہجراں برہم
پیش تو میرم و از سینہ سوزاں برہم ص ۱۳۱
یا رسول اللہؐ زہجرت تا بکے گریاں شوم
اشک خونیں چشم گریاں، برنتابد بیش ازیں
یا رسول اللہؐ بریں مقتولِ ہجراں کن نظر
قلب وسیؔ درد ہجراں برنتابد بیش ازیں ص ۱۴۵
در ہجر تو برمن گذرد اے شہہ خوباں
یک روز یکے ماہ و یکے ماہ چو سالی ص ۱۴۶
اے پادشہہ ہر دو سرا اے سیّد کونین
ہستم بفراق تو گرفتار و بالی ص ۱۴۷

۱۰- القابِ محبوب

حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب اویسی قدّس سرّہٗ نے اپنی غزلوں اور قصیدوں میں اپنے محبوب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کے لئے حسب ذیل الفاظ استعمال کئے ہیں :

آبِ رواں نورِ خدا　احمدِ عرش آشیانہ　احمدِ مختار　احمدِ مرسل　اشرفِ بنی آدم

اشرفِ عالم　اصبحِ گل پیرہن　افتخارِ انس و جاں　افتخارِ جہاں　افتخارِ کون و مکاں

افتخارِ ہر زمن　افصحِ شیریں سخن　افضلِ حق　امامِ رسل　املحِ شکر دہن

آئینہ جمالِ خدا　آئینہ جمالِ قدیر　بادشاہِ دلبراں　بادشاہِ ہر دوسرا　باعثِ ایجادِ کُل

باعثِ وجودِ جہاں　بدر الدجیٰ　بدر النجم　بشیر و نذیر　بندۂ خاصِ ایزدِ یکتا

بہترِ کُل بہتراں　پادشاہِ دوسرا　پادشاہِ دیں　پادشاہِ عرصۂ ہستی　پادشاہِ ہر دو عالم

پیشوائے انبیاء　تاجدارِ انبیاء　جاں پناہ　جانِ جہاں　جمالِ انبیاء

جوہرِ جاں　حاصلِ ابداعِ عالم　حاکمِ ملکِ کرم　حاملِ وحی　حبیبِ اللہ

حبیبِ پاکِ سبحاں　حبیبِ خدا　حبیبِ داورِ پاک　حبیبِ کبریا　خاتمِ انبیاء

خاتمِ پیغمبراں　خسروِ جملہ دلبراں　خسروِ ملکِ یقیں　ختم الرسل　خضر لقا

خیر الانام　خلاصۂ امکاں　خیر الوریٰ　دُرِ دریائے وقار　راحتِ قلب

رافعِ حرماں　رافعِ جور و فتن　رافعِ جور و ظلم　رہبرِ اصفیا　رہبرِ جملہ کارواں

رہبرِ دیں　رحمتِ عالم　رحمۃ اللعالمین　رحمتِ یزداں　رسول اللہ

رسولِ کریم رشکِ بدر و مشتری رشکِ قمر رہنمائے اوّلین زبدۂ کائنات
زبدۂ کون و مکاں سالارِ انبیاء سرِّ حق سرورِ اصفیا سرورِ انبیاء
سرورِ عالم سرورِ عرش جلال سرورِ کل دو سرا سرورِ ہمہ اخیار سرورِ کشتانِ نبوت
سلطانِ خوباں سلطانِ دیں سلطان الرسل سلطانِ رسل سلطانِ عالم
سیّدِ ابرار سیّد جملہ جمیلاں سیّدِ خوباں سیّدِ دنیا و دیں سیّد الرسل
سیّدِ عالم سیّدِ کل سیّدِ کونین سیّد الوریٰ شاہِ انبیا
شاہِ بحر و بر شاہِ دیں شاہِ دلبراں شاہِ رہبراں
شاہِ رسل شاہِ رعنا شاہِ کونین شاہِ ملک شاہ جملہ عاصیاں
شافعِ روزِ شمار شافعِ عاصیاں شاہِ مطلق شافعِ یوم الجزا شفیعِ امم
شفیعِ روزِ جزا شفیع المذنبین شمعِ انجمن شمس الضحیٰ شمس العرب
شہِ ابرار شہِ جمیلاں شہِ خوباں دو عالم شہِ خیر القرن
شہِ دنیا و دیں شہِ مرسل شہسوارِ اصطفا شہسوارِ انبیا شیریں ادا
ظلِّ حق غیرتِ خورشید فخر الامم فخرِ بشر فخرِ زمن
فخرِ عالم فلک خرگاہ قبلۂ دیں قمرِ جمال کاسرِ کفر و شمن
گلبنِ باغِ ہادی گوہرِ بحرِ کمال گلِ عذار لعلِ بے بہا لعلِ دل نواز
مالکِ ملکِ سروری ماہِ اوجِ برتری محبوبِ خدا محبوبِ خافقین محبوبِ خلّاقِ زمن
محبوبِ ذو المنن محبوبِ رب العلمین محبوبِ رحمان محبوبِ رحمانی محبوبِ کردگار
محبوبِ یزداں محمدِ مختار محمدِ عربی مخزنِ لطف و عطا مخدومِ انس و جاں

مرأۃ جمال ذوالجلال مرأۃ حسن ذوالجلال مرأت حق مرجع صدق و صفا
مطاع خلق دو عالم مطیع خالق خلق منظہر حسن اتم منظہر رحمت
منظہر فیض اتم معدن صدق و صفا مقتدائے جن و انسان
مقتدائے جن و انساں مقتدائے دو عالم مقصد ایجاد خلق ملک صورت
موج الکرم سبط قرآں مہر اوج دلبری مہتر کل مہتراں
قطب چشم مرداں نور خالق اکبر نور الٰہی نور کبریا نیر چرخ جمال
ہادی السبل ہادی گمرہاں یکتائے دو جہاں

ا۔ منقبت شاہ اولیاء و غوث الاعظم

دیوان دلیسی میں تین غزلیں منقبت کی ہیں۔ پہلی غزل ص۲۴۴ پر باب
مدینۃ العلم شاہ اولیا جناب امیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ[۱] کی شان میں ہے۔ سلسلۂ عالیہ

---

[۱] امیر المومنین سیدنا حضرت ابوالحسن علی کرم اللہ وجہہ رسول پاک کے حقیقی چچا زاد بھائی اور داماد جمعہ ۱۳ رجب ۲۳ قبل ہجرت ۵۹۱ء میں مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ ۱۴ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ حضرت عثمان رضی کی شہادت کے بعد ۱۹ ذی الحجہ ۳۵ھ = ۱۷ جون ۶۵۶ء کو چوتھے خلیفہ مقرر ہوئے۔ ۶۳ سال کی عمر میں ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ = ۲۴ جنوری ۶۶۱ء کو کوفہ میں انتقال ہوا۔ چار سال ۹ مہینے تین یوم عہدہ خلافت پر رہے۔

(بقیہ حاشیہ ص۴۷۰ پر)

نقشبندیہ کے سوا تصوّف کے تمام سلسلے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے
کے ذریعہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم تک پہنچتے ہیں۔ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے
مشائخ عظام کو بھی حضرت خواجہ معروف کرخی[۱] کے ذریعہ ایک طرف حضرت خواجہ حسن بصری[۲]
کے واسطہ سے اور دوسری طرف سیّدنا حضرت امام حسن[۳] اور دوسرے ائمہ اطہار کے
واسطہ سے شاہ ولایت، سرورِ صلحا، امیر المومنین سیّدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے

[بقیہ حاشیہ صـ۴۶۹ کا]

مزار مقدس نجف اشرف (عراق) میں ہے۔ قاموس المشاہیر جلد دوم صـ۹۲؛ مسالک السالکین مرزا عبدالستار بیگ۔

۱ھ ابو محفوظ خواجہ معروف کرخی رح پہلے عیسائی تھے۔ حضرت امام موسیٰ کاظم رح کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ ولی کامل گزرے ہیں۔ ۲ محرم ۲۰۰ھ = ۱۲ اگست ۸۱۵ء کو وصال ہوا۔ مزار شریف بغداد کے محلہ کرخ میں ہے۔ قاموس المشاہیر جلد دوم صـ۲۲۳ اور مسالک السالکین مرزا عبدالستار بیگ۔

۲ھ حضرت خواجہ حسن بصری رح ۶۴۲ء میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ پہلے جواہرات کی تجارت کرتے تھے۔ ۵ رجب ۱۱۰ھ = ۱۴ اکتوبر ۷۲۸ء کو وصال ہوا۔ مزار شریف بصرہ سے ۶ میل پر واقع ہے۔ قاموس المشاہیر جلد اوّل صـ۲۰۳؛ مسالک السالکین۔ مرزا عبدالستار بیگ۔

۳ھ سیّدنا حضرت امام حسن رض۔ یکم مارچ ۶۲۵ء کو مدینہ منوّرہ میں پیدا ہوئے۔ سر سے ناف تک حضرت رسالت مآب کے مشابہ تھے۔ دس روز کم چھ مہینے خلیفہ رہے۔ ۵ ربیع الاوّل ۴۹ھ = اپریل ۶۶۹ء کو وصال ہوا۔ مزار مبارک جنت البقیع مدینہ منورہ میں ہے۔ قاموس المشاہیر جلد اوّل صـ۲۰۲؛ مسالک السالکین۔ مرزا عبدالستار بیگ۔

بڑا فیض پہنچا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام صوفیائے کرام جناب امیر رضؓ سے اپنی غایت محبت اور عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب وَیسی رحؒ نے ۹ اشعار کی ایک غزل جناب امیرؓ کی منقبت میں لکھی ہے۔ اسی غزل کے چند اشعار یہ ہیں:

اے دل بیا و سوئے نجف رو شتاب کن ۔۔۔ کحل البصر ز خاک در بوترابؓ کن

بارے جمالِ خویش نما پردہ بر فگن ۔۔۔ شیدائے خود فقیر و شہ و شیخ و شاب کن

من مرد جاہ و حشمت و پندار نیستم ۔۔۔ با من بجا کیلئے سگِ خود خطاب کن ۔۔۔ ص۱۴۴

ویسی دوائے درد خود از مرتضیٰؓ بخواہ ۔۔۔ یا مرتضیٰؓ دوائی دلِ من شتاب کن ۔۔۔ ص۱۴۵

دو غزلیں قطب العالم غوث الاعظم محبوب سبحانی سیّدنا حضرت محی الدین عبد القادر جیلانی[1] پیرانِ پیر دستگیر رحؒ کی منقبت میں ہیں۔ اولیائے کرام اور

---

[1] حضرت غوث الاعظم سیّدنا محی الدین عبد القادر جیلانی رحؒ باپ کی طرف سے حسنی اور ماں کی طرف سے حسینی سیّد ہیں۔ بحیرۂ اخضر کے دکھن ضلع جیلان (گیلان) کے گاؤں نالف میں ۲۹ شعبان ۴۷۰ھ ۱۰۷۸ء کو پیدا ہوئے۔ یہ مقام بغداد سے تین منزل پر ہے۔ والد کا حضرت ابو صالح رحؒ اور والدہ کا نام بی بی فاطمہ رحؒ تھا۔ ۱۸ سال کی عمر میں بغداد آئے اور فقہ حنبلی کے ماہر حضرت ابو سعید مخرمی رحؒ سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ ۱۱ ربیع الاول ۵۶۱ھ سوموار ۱۴ فروری ۱۱۶۶ء کو بغداد میں انتقال ہوا ہے اور وہیں مزار مبارک ہے۔ الفتح الربانی۔ فتوح الغیوب۔ بہجۃ الاسرار اور

(بقیہ حاشیہ ص۴۷۲ پر)

صوفیائے عظام میں حضرت غوث الاعظمؒ کا بڑا اونچا مقام ہے۔ وہ سلسلہ عالیہ قادریہ کے امام طریقت ہیں اور قبلہ دین اور کعبہ ایمان کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اُن کا فیض عام ہے۔ اور دنیائے اسلام میں کسی دوسرے صوفی اور روحانی پیشوا کو وہ مقبولیت اور ہر دلعزیزی حاصل نہ ہو سکی۔ جو حضرات پیرانِ پیر دستگیرؒ کا طرۂ امتیاز ہے۔ حضرت صوفی صاحب نے اپنی دو غزلوں میں اس چشمۂ فیضان نبوتؐ اور منبعِ جود وکرم کو بڑی محبت کے ساتھ خراج عقیدت پیش کیا ہے:

دلم در عشق تو نالاں محی الدین جیلانی — بہ ہجرت چشم من گریاں محی الدین جیلانی
دل وجانم بشوق تو بہر دم زار می نالد — نما آں طلعت تاباں محی الدین جیلانی
بحال من نظر فرما، نگر حال زبونِ مَن — کجائی اے شہہ خوباں محی الدین جیلانی
تو آں محبوب سبحانی کہ بر جن و بشر داری — شرف ای ہادیٔ دوراں محی الدین جیلانی

کمینہ بندہ ات وصفی تمنا می کند ہر دم
شود بر پائے تو قربان محی الدین جیلانی ص ۱۸۳

بعشق آں شہہ خوباں محی الدین جیلانی — فدائے تو سرم بادا، محی الدین جیلانی
غلام تو شدم انجاں مرید تو شدم از دل — مرا تو مالک و مولیٰ محی الدین جیلانی
بلدیائے غم افتادم بیا ای اے دستگیر من — رہائی بخش ازیں دریا محی الدین جیلانی

[بقیہ حاشیہ ص ۴۷۱ کا]

دیوان فارسی آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ قاموس المشاہیر جلد اوّل ص ۶۶؛ مسالک السالکین مرزا عبدالستار بیگ۔ غوث الاعظم مولانا محمد متین بہاری۔

بشوقِ شمعِ رخسارت چو پروانہ ہمی سوزم — نما آں صورتِ زیبا محی الدین جیلانی
بگفتہ وسیؔ ناداں غزل در وصف تو شاہاں
عطا کن خلعتِ اعلیٰ، محی الدین جیلانی — ص ۲۳۱

۱۲۔ متفرقات

حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب وسیؔ رح نے مولوی محمد شاہ رح کے انتقال پر ۱۵ اشعار کا ایک مرثیہ اور ایک تاریخ وفات لکھا ہے۔ اب تک یہ معلوم نہیں ہو سکا ہے کہ یہ بزرگ کون تھے اور کہاں کے رہنے والے تھے۔ مرثیہ اور تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے دور کے بہت بڑے عالم، شاعر اور منشی، متّقی اور پرہیزگار انسان تھے۔ صفر ۱۲۹۹ھ، سوموار کے روز صبح کے وقت (دسمبر ۱۸۸۱ء یا جنوری ۱۸۸۲ء) اُن کا انتقال ہوا۔ اور حضرت وسیؔ رح کو اُن کی موت کا بڑا صدمہ ہوا:

ہیہات اے فلک چہ جفا داشتی روا — آنکس کہ از جنابِ نبا بس مکرم است
یا رب چہ زخم بر دلِ ما چرخ برزدہ است — ایں زخم صعب را نہ علاج نہ مرہم است
ایں زخم سخت فوتِ محمد شہے کہ مرد — علم و کمال و فضل ز خوبش مسلم است
عالم بگفت گوئے کہ علم از جہاں برفت — زاہد بگفت کہ سلسلۂ زہد برہم است — ص ۱۹۰
اے علم خوں گری کہ ترا آبرو نماند — وی فضل اشک ریز ترا اقرار دہم است — ص ۱۹۱

عالم و متقی محمد شاہ | فاضل و کامل و خدا آگاہ
شاعر و منشی و جہان دیدہ | نقل فرمود زین جہان ناگاہ
زاہد و عابد و خلیق و کریم | واصل و عاشق رسول اللہ
در صفر رفت زین سرائے غرور | شب دو شنبہ و بوقت پگاہ
ہاتفم دوش گفت اے وسیؔ | خلد آرامگہ محمد شاہ

۱۲۹۹ھ

جناب حکیم حفاظت حسین صاحب عظیم آبادی کی اہلیہ کے انتقال کی تین تاریخیں لکھی ہیں۔ حکیم حفاظت حسین صاحب عظیم آبادی کے حالات ابھی تک پردۂ خفا میں ہیں۔ انیسویں صدی عیسوی کے اخیر میں پٹنہ عظیم آباد کے ایک معزز و محترم سادات خاندان سے اُن کا تعلق تھا۔ فقہ و حدیث کے ماہر اور نہایت پرہیزگار عالم تھے۔ ممکن ہے کہ اُن کا تعلق علمائے صادق پور سے ہو وہ حضرت وسیؔ رح کے بہت عزیز دوستوں میں تھے۔ اُن کی اہلیہ کا سنہ ۱۳۰۰ھ = سنہ ۱۸۸۳ء میں انتقال ہوا۔ اور حضرت وسیؔ رح ان کی موت سے بہت متاثر ہوئے:

نام گرامیش حفاظت حسین | آنکہ بود دوست مرا ہمچو جان
فاضل عالی نسب ذی الکمال | در ہمہ علم آمدہ فخر زمان
داشت یکے بی بی نیکو خصال | ۱۹۲ | رابعۂ وقت میان زنان

آنکہ نام او حفاظت با حسین | ۱۹۶ | سید عالی نسب فخر زمان

فاضل و ذی نسب و پرہیزگار	ہم حکیم و عالم شیریں زبان
دارد اندر حکمت و فقہ و حدیث	دستگاہ کامل آں ذی عزّ و شان
داشت خاتونی فرشتہ در خصال	بود اندر ذکر حق فخر زمان
سال فوتش چوں بجستم عقل گفت	"ہجر زوجہ سوختہ"[1] وسیمی بخواں

۱۳۰۶-۶ = ۱۳۰۰ھ

حضرت وسیمی کا ۱۶ اشعار کا ایک خط جناب مولانا محمد سعید[2] صاحب عظیم آبادی رح

---

[1] "ہجر زوجہ سوختہ" سے ۱۳۰۶ نکلتا ہے۔ اس میں سے زوجہ کی "و" کا چھ عدد خارج کردینے پر ۱۳۰۰ھ باقی رہتا ہے۔

[2] شمس العلماء مولانا محمد سعید حسرت عظیم آبادی رح کا والد کی طرف سے سلسلہ نسب حضرت جعفر طیار رض تک اور والدہ کی طرف سے حضرت عبد اللہ ابن عباس رض تک پہنچتا ہے "صافی ضمیر" سے تاریخ پیدائش نکلتی ہے۔ ۲۷ ذی قعدہ ۱۲۳۱ھ = اکتوبر ۱۸۱۶ء کو عظیم آباد میں پیدا ہوئے۔ شیخ غلام علی راسخ عظیم آبادی کے مشہور اور صاحب دیوان شاگرد جناب انور علی آسی آروی کے بھلجے اور داماد تھے۔ مولانا حسن علی ہاشمی رح محدث لکھنوی (متوفی ۱۲۵۵ھ = ۱۸۳۹ء) کے شاگرد تھے۔ اور حضرت سید احمد شہید بریلوی رح کے خلیفہ مولانا شاہ نور محمد صاحب اناوی رح (متوفی ۱۲۶۱ھ) سے شرف بیعت حاصل تھا۔ ۱۸۸۵ء میں شمس العلماء کا خطاب ملا۔ اور حضرت وسیمی رح کے انتقال کے چار ماہ بعد ۹ شعبان ۱۳۰۰ھ کو [illegible]
([illegible])

کے نام ہے۔ یہ خط نامکمل ہے اور مولانا محمد سعید صاحب حسرت عظیم آبادی کے دیوان قسطاس البلاغت پر حضرت وسیمی رح کا تبصرہ ہے جس میں شہر پٹنہ اور مولانا محمد سعید صاحب رح کی بہت تعریف کی ہے۔ شمس العلما مولانا محمد سعید حسرت عظیم آبادی رح انیسویں صدی عیسوی کے بڑے صاحب علم و فضل بزرگ گذرے ہیں۔ وہ ایک بلند پایہ عالم دین اور عربی فارسی کے نہایت ممتاز اور کامیاب شاعر تھے۔ مولانا محمد سعید حسرت رح سنہ ۱۸۱۶ء میں پیدا ہوئے اور حضرت وسیمی سنہ ۱۸۲۵ء میں اور دونوں بزرگوں کا چار مہینے کے وقفہ سے سنہ ۱۳۰۴ھ میں انتقال ہوا۔ حضرت وسیمی رح نے دسمبر سنہ ۱۸۸۶ء میں اور مولانا محمد سعید حسرت نے رح اپریل سنہ ۱۸۸۷ء میں انتقال کیا۔ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب وسیمی رح کو امیر المومنین سید احمد شہید رح کے خلیفہ حضرت صوفی نور محمد صاحب چاٹگامی رح سے اور مولانا محمد سعید حسرت رح کو حضرت سید احمد شہید رح کے دوسرے خلیفہ مولانا نذر محمد صاحب الٰہ آبادی سے شرف بیعت حاصل تھا۔ خط سے اندازہ ہوتا ہے کہ دونوں بزرگوں میں گہرے مراسم تھے۔ چند اشعار اس خط کے ملاحظہ فرمائیں۔

حبذا در رسید فصل بہار　　فرخا ابر گشت گوہر بار

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۷۵ کا]

سنہ ۱۸۸۷ء کو مغل پورہ، پٹنہ سیٹی میں انتقال ہوا۔ آپ کا دیوان قسطاس البلاغت مطبوع اور مشہور ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھیں راقم الحروف کا مضمون "شمس العلماء مولانا محمد سعید حسرت عظیم آبادی" مطبوعہ رسالہ معارف اعظم گڈھ۔ جولائی سنہ ۱۹۶۲ء۔

عالم از خرمی شدہ کشمیر گیتی از فرخی شدہ فرخار ۱۹۷

چوں مہ نیم ماہ نیمہ شبی از سفر باز آمد آں دلدار

داد آواز دلبیا برخیز زود تر بخت تو شدہ بیدار

گرم بر خاستم رواں رفتم پیش آں دلبر ملک رخسار .....

گفتم اے رشک ماہ باز بگو بود تا ایں زماں کجات قرار

گفت در شہر پٹنہ بودم خوش دل نشیم شد آں خجستہ دیار

شہر پٹنہ شنیدۂ فرمود ہست شہرے ز شہرہای بہار

گر بہار جہاں بہار بود شہر پٹنہ بہار راست بہار .....

گفت دیدم در آں یکے طوطی خوشنوا خوش مقال خوش گفتار ۱۹۸

کیست آں طوطی رواں از در کیست آں جالوا ز شکر بار .....

آں محمد سعید عالی جاہ آں محمد سعید طالع یار .....

آں محمد سعید خوش تقریر آں محمد سعید سحر نگار

آں محمد سعید خوش لہجہ آں محمد سعید خوش گفتار

خوش دل و خوش مزاج و خوش تقریر خوش سخن خوش لباس خوش اطوار ....

آں محمد سعید صاحب علم آں محمد سعید صدر دیار

آں محمد سعید رہبر دیں آں محمد سعید فیض مدار

آں محمد سعید شیخ زماں معدنِ صدق و مخزن اسرار

واصل و کامل و ولی اللہ عابد و زاہد و سر اخیار ۱۹۹

زہد و تقویٰ بذاتِ او نازاں   ورع و عرفاں بروگرفت قرار .....
گفتم اے یار ہیچ داری یاد   شعرِ تو گر بود یکے ز ہزار
گفت اینک بگیر دیوانش   تحفۂ دلربائے کو تو وار
برگرفتم رواں بخواندم زود
شعرِ او از کنار تا بہ کنار

۱۳۔ حضرت وسیؒ اور اساتذہ فارسی

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب وسیؒ نے اساتذہ فارسی کے کلام کا گہرا مطالعہ کیا تھا اور اشعار کی ظاہری شکل و شباہت اور ردیف و قافیہ کے سلسلہ میں وہ حضرت خواجہ شمس الدین حافظ شیرازیؒ، حضرت خواجہ امیر خسروؒ اور جمال الدین عرفی شیرازی کی غزلوں سے متاثر ہوئے ہیں۔ حکیم سنائی، انوری اور خاقانی کے قصیدوں کے انداز پر اُنہوں نے نعتیہ قصیدے لکھے ہیں:

اِس میں کوئی شک نہیں کہ غزل گو شاعروں میں رنگ تغزل، حلاوت و شیرینی، رعنائی و دلکشی، جذب و کیف اور سرشاری و مستی کے لحاظ سے خواجہ حافظؒ کا نام سر فہرست آتا ہے۔ چنانچہ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب وسی قدس سرہٗ بھی خواجہ حافظؒ سے بہت متاثر ہیں اور اپنی اکثر غزلیں خواجہ حافظؒ کی زمین میں کہی ہیں اور اپنے بہت سے اشعار اُن کے

قافیہ اور ردیف میں پیش کیا ہے۔ ذیل میں حضرت خواجہ حافظؒ اور حضرت وسیؔؒ کے دیوان[1] سے ایک ہی زمین کے اشعار پیش کئے جاتے ہیں :

حضرت صوفی سید فتح علی عرف شاہ وسیؔؒ	حضرت خواجہ شمس الدین حافظ شیرازیؒ
جان من بنما رخ گلفام را کامراں کن ایں دلِ ناکام را	ساقیا برخیز و در دہ جام را خاک بر سر کن غمِ ایّام را ص۱
جرعۂ از جام عشقش نوش کن چارہ ساز ایں عقل نافرجام را	بادہ در دہ چند ازیں باد غرور خاک بر سر نفس نافرجام را
عاقلاں دانند ما دیوانہ ایم ننگ رہ داریم ننگ و نام را	گرچہ بدنامیست نزدِ عاقلاں ما نمی خواہیم ننگ و نام را
لمعۂ از حسن روئی خود نما مست و شیدا ساز خاص و عام را	محرم را ز دل شیدائے من کس نمی بینم ز خاص و عام را
وسیؔ از خواہی جمال مصطفیٰؐ ترک فرما راحت و آرام را ص۶	با دل آرامے مرا خاطر خوش است کز دلم یک بارہ برد آرام را ص۱۱

یار بر باد صبا گیسوی مشک افشاں را	رونق عہد شباب ست دگر بستاں را
یار بر ہم مزن ایں سلسلہ دوراں را	می رسد مژدۂ گل بلبل خوش الحان را

---

[1] دیوان حافظ مطبوعہ قیومی پریس کان پور؛ دیوان وسیؔ مطبوعہ قیومی پریس کان پور ۱۹۳۵ء

خواجہ حافظؒ

اے صبا گر بہ جوانانِ چمن باز رسی
خدمتِ ما برسان سرو و گل و ریحان را ؂

یار مردانِ خدا باش کہ در کشتی نوح
ہست خاکی کہ بآبی نخرد طوفان را

ملکِ آزادگی و کنجِ قناعت گنجیست
کہ بشمشیر میسّر نشود سلطان را ۹

دل می رود ز دستم صاحبدلان خدا را
دردا کہ رازِ پنہان خواہد شد آشکارا ۱۳

کشتی شکستگانیم اے بادِ شرطہ برخیز
باشد کہ باز بینیم آن یارِ آشنا را

آسایشِ دو گیتی تفسیرِ این دو حرف است
با دوستان تلطف با دشمنان مدارا

آن تلخوش کہ صوفی ام الخبائثش خواند
اشہیٰ لنا و احلیٰ من قبلۃ العذارا

حضرت ویسیؒ

قد بیارائی و رخ افروزی و سرِ جعد کشا
خوار و بے قدر نما سرو و گل و ریحان را ۸

آن چنان در غمِ ہجر تو شدم اشک فشان
دیدۂ من بسرابے نہ ستد طوفان را

جبہہ سائی درِ تو شرفِ حور و ملک
قشقۂ فخر بود خاکِ درت سلطان را ۹

جانم رسید بر لب دریاب زود ما را
دردا کہ سوخت ہجرت فریاد رس خدارا

گم کردگان راہیم اے خضر رہبری کن
تا یک نگاہ بینیم آن نورِ کبریا را ۱۶

ز ایجادِ ہر دو گیتی مقصود بود او را
بینہ جمالِ ذاتش بر دوستان آشکارا

خونِ جگر ہمانا خوردن بدردِ عشقت
اشہیٰ لنا و احلیٰ من قبلۃ العذارا

خواجہ حافظ

سرکش مشو کہ چون شمع از غیرتت بسوزد
دلبر کہ در کفِ او موم ست سنگ خارا

الا یا ایها الساقی ادر کاساً و ناولها
کہ عشق آسان نمود اول ولی افتاد مشکلها

شب تاریک و بیم موج و گردابی چنین حائل
کجا دانند حال ما سبکساران ساحلها

بمی سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید
کہ سالک بیخبر نبود ز راہ و رسم منزلها

ہمہ کارم ز خودکامی بہ بدنامی کشید آخر
نہان کی ماند آن رازی کزو سازند محفلها

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل مارا
بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی
جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

غزل گفتی و در سفتی بیا و خوش بخوان حافظ
کہ بر نظم تو افشاند فلک عقد ثریا را

حضرت وسیمی

با تاب حُسن رویت صبری نماند دل را
و آن دل کہ صبر دارد دل نیست سنگ خارا

سرم سودائی و جانم سر دیوانگی دارد
بعشق آن تیرہ خو بالہا را چیزہا ست مشکلها

نشین بر کشتی شرع و برو سالم برین دریا
و گر نہ می برد موجت نہ بینی روی ساحلها

بہ انگشتم و چشمم [illegible] نظر [illegible] بر در رہ
کہ غولان می برند اندر رہ درین ویرانہ منزلها

چو یارم نی بلا گاہش بسودائش شوم مجنون
کہ دیوانہ اش باری شوم مشہور محفلها

اگر آن شاہ خوبانم نہد بر چشم من پا را
بخاک پای او بخشم متاع دنیا و عقبی را

بیا ای درد را درمان بیا ای رافع حرمان
بنہ بر زخم من مرہم کشا لعل شکر خارا

بہ نعت آن شہ خوبان چہ خوش وسیمی غزل گفتی
نثار نظم تو عاشق کند ہم دین و دنیا را

خواجہ حافظؒ

دوش از مسجد سوئی میخانہ آمد پیر ما
چیست یارانِ طریقت بعد ازیں تدبیر ما
در خرابات مغاں ما نیز ہم منزل شویم
کایں چنیں رفت ست در عہد ازل تدبیر ما

ما مریداں رو بسوئی کعبہ چوں آریم چوں
رو بسوی خانۂ خمار دارد پیر ما

با دلِ سنگینت آیا ہیچ در گیرد شبی
آہ آتش بار و سوزِ نالۂ شبگیر ما

مرغِ دل را صید جمعیّت بدام افتادہ بود
زلف بکشادی و باز از دست شد نخچیر ما

عقل اگر داند کہ دل در بند زلفش چوں خوش است
عاقلاں دیوانہ گردند از پی زنجیر ما

بر در میخانہ خواہم گشت چوں حافظ مقیم
چوں خراباتی شدای یار طریقت پیر ما

آفتاب از روی اُو شد در حجاب
سایہ را باشد حجاب از آفتاب [۱۴۱]

حضرت وسیؒ

ریخت چشمم لعل و گوہر بر خیال لعل او
در نگاہش گشت بے سنگ ایں ہمہ تدبیر ما
ہر کسی را رہبری ہر دست را یک دامنی
دست او و دامن احمدؐ بس ایں تدبیر ما

سیّد جملہ جمیلاں احمدؐ محبوب حق
حُبّ اُو بس رہبر ما عشق او بس پیر ما

دوش جانم سوخت از فریاد بے تاثیر ما
آہ تاثیرے نہ دارد ایں نالۂ شبگیر ما

نالۂ و فریاد و زاری می کنم از حد فزوں
تا کہ روزی عزم سازد از پئے نخچیر ما

یا الٰہی قلب مجنونم ز غیرش باز دار
حُبّ اُو کن بند ما و عشق او زنجیر ما

یا رسول اللہ دل وسیؒ ز شرمت پارہ شد
حب تو بر لب بدو در دل بُتا بے پیر ما [۲۶]

شد گدائی در گہ او ہمنشین آفتاب
نقش نعل مرکبش آمد نگین آفتاب

خواجہ حافظؒ

حضرت وسییؒ

۲- سیّد دنیا و دیں محبوب ربّ العالمیں
احمدؐ مرسل کہ شد گردش قرین آفتاب [۴۹]

خدا چو صورت ابروئی دلربائی تو بست
کشاد کار من اندر کرشمہائی تو بست [۳۳]

۱- تا قضا شمس و قمر در خم گیسوئی تو بست
بر دلم کلک قدر نقش خط و روئی تو بست [۴۴]

۲- من نہ امروز گرفتار توام جان مرا
روز میثاق قضا در خم گیسوئی تو بست

ترسم کہ اشک در غم ما پردہ در شود
دیں راز از سر بمہر بعالم سمر شود [۹۷]

حافظ سر از لحد بدر آرد بپای بوس
گر خاک او بپای شما پی سپر شود [۹۵]

اخفائی راز عشق تو خواہم ولی چہ سود
ہر چند پردہ بیش کنم پردہ در شود

وسیی چہ کس کہ بر رخ ایک نظر کند
ایں فخر بس کہ در رہ ما پی سپر شود [۵۷]

خوش است خلوت اگر یار یار من باشد
نہ من بسوزم و او شمع انجمن باشد

من آن نگین سلیمان بہیچ نستانم
کہ گاہ گاہ بر دست اہرمن باشد [۱۰۵]

بیان شوق چہ حاجت کہ حال آتش دل
توان شناخت ز سوز یکہ در سخن باشد [۱۰۶]

خدا بصیر و علیم است خوب می داند
کہ تا جدا ز من آں شمع انجمن باشد

ز راہ سنتش از منحرف بود شیخے
مخوانش شیخ کہ بدتر از اہرمن باشد

ہزار چشمہ آب رواں رواں گردد
دمیکہ آں لب نوشینش در سخن باشد [۶۵]

خواجہ حافظؒ

چو بر شکست صبا زلف عنبر افشانش
بہر شکستہ کہ پیوست تازہ شد جانش

کجاست ہم نفسی تا کہ شرح غصہ دہم
کہ دل چہ می کشد از روزگار ہجرانش

بسی شدیم و نشد عشق را کرانہ پدید
تبارک اللہ ازین رہ کہ نیست پایانش

سحر بطرف چمن می شنیدم از بلبل
نوای حافظ خوش لہجہ غزل خوانش ۲۱

بمژگانش سیہ کردی ہزاران رخنہ در دینم
بیا کز چشم بیمارت ہزاران درد بر چینم

الا ای ہمنشین دل کہ یارانت برفت از یاد
مرا روزی مباد آن دم کہ بی یاد تو بنشینم

ز تاب آتش دوری شدم غرق عرق چون گل
بیار ای باد شبگیری نسیمی زان عرق چینم ۲۴۵

جہان فانی و باقی فدای شاہد و ساقی
کہ سلطانی عالم را طفیل عشق می بینم ۲۴۶

حضرت وارثیؒ

مان عنبر فشان آمد ز جعد عنبر افشانش
زمین چون گلستان آمد ز روی چون گلستانش ۱۲۱

ز ہجرانش شدہ تاریک در چشمم جہان یکسر
خدایا صبح ہم دارد شب یلدای ہجرانش ۱۲۱

چو دیدم حسن رخسارش دلم شد عاشقش ہے ہے
نہادم پا بہ صحرائی کہ پیدا نیست پایانش

رسید از عالم معنی بگوش دل ندائی خوش
کہ احمدؐ سرور عالم توئی وارثی حسانش ۱۲۱

ز چشم تا شدی غایب جہان تاریک می بینم
بیا کز خاک پائی تو جواہر سرمہ در چینم ۱۴۰

نسیم ار بگذری بر درگہش باری بگو از من
جدا ای شہسوار من ز تو تا چند بنشینم

عبیر و نافہ چینم غبار درگہ احمدؐ
بیار ای باد بوئی از عبیر و نافہ چینم

بدریائی غم افتادم دمی آ دستگیرم شو
وگرنہ ز آتشین موجش نجات خود نمی بینم ۱۳۱

[illegible]

[illegible]

... از خون جگر می بینم

[illegible]

خورشید عاشق ... جگری بینم

صبح است ساقیا قدحی پر شراب کن
دور فلک درنگ ندارد شتاب کن

بیسی دوائی درد خود از مرتضی بخواه
یا مرتضی روائی دل من شتاب کن

ما مرد زهد و توبه و طامات نیستیم
با ما بجام بادهٔ صافی خطاب کن

من مرد جاه و حشمت و پندار نیستیم
با من بجا کلپاے رنگ خود خطاب کن

ای لبت آب حیات و ای قدت سرو چمن
ای رخت خورشید خاور ای خطت مشک ختن

اے پیش ترک مست تو ترکاں سپر انداختند
ترک حصاری ترک چین ترک فلک ترک ختن

رشتهٔ جان من ست آن یا سر موی بتان
ذرهٔ خورشید یا درج درست آن یا دہن

صد سال بعد از مردنم بر تربتم گر بگذری
یابم روان خیزم دوان بوسم قدم خندان دہن

آفتاب فتح را هر دم طلوعی می دهد
از کلاه خسروی رخسار مه سیمائی تو

اے فزون از مهر رخ زیبائی تو
مطلع حسن ازل سیمائی تو

گرچه خورشید فلک چشم و چراغ عالم است
روشنائی بخش چشم اوست خاک پائی تو

گر قدم رنجه کنی در پرستشم
جان و دل سازم فدائی پائی تو

حضرت وسیؒ	خواجہ حافظؒ
ماہ یا خور یا رخِ پرنور تو	ای قبائی پادشاہی راست بر بالائی تو
سرو یا شمشاد یا بالائے تو ص۱۵	زینت تاج و نگیں از گوہرِ والائی تو ص۳۱۱
بیامد چوں تو جانانی سراپا نور تابانی	ملامتگر چہ دریابد درازِ عاشق و معشوق
بلب چوں لعل رمانی دوائی دردِ پنہانی ص۱۸۲	زبیند چشم نابینا خصوص اسرار پنہانی ص۳۸۰
این چشم کہ من دارم گریاں چو سحاب اولیٰ	این خرقہ کہ من دارم در رہن شراب اولیٰ
ہر دانہ غلطانش یاقوت خوشاب اولیٰ ص۱۲۵	وین دفترِ بی معنی غرق مئ ناب اولیٰ
آں جا کہ بود لعلت بے قدر بود گوہر	چوں عمر تبہ کردم چندانکہ نگہ کردم
واں جا کہ بود چشمت میخانہ خراب اولیٰ ص۱۲۶	در کنج خراباتی افتادہ خراب اولیٰ ص۳۳۹

طوطیٔ ہند خواجہ امیر خسروؒ کی مشہور غزل جس کا مطلع ہے:

اے چہرۂ زیبائی تو رشکِ بتانِ آذری ہر چند وصفت می کنم در حُسن زاں بالاتری

اس زمین میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب وسیؔ قدس سرہٗ نے دس شعر کی یہ غزل لکھی ہے:

نے مہر مانند بار رخت نے زہرہ نے مشتری ناہید ماند نے قمر با تو کہ آرد ہمسری

مہتاب را این خط کجا خور را کجا حُسن و ضیا بالا کجا ناہید را تو از ہمہ بالا تری

ہر کس بقدر فکر و ظن گفتہ صفت تو سخن اما محقق شد بمن بعد از خدا تو برتری

روئی تو مہر آسماں جعدت شب عنبر فشاں ‏ ‏ کس دیدگاہی در جہاں خور و ز نقاب عنبریں

منظور حق رخسار تو مطلوب حق رفتار تو ‏ ‏ ص۱۸۴ ‏ ‏ مقبول حق گفتار تو واللہ چہ زیبا منظری

خواہم کہ بر پائی شما از دیدہ ریزم لعلہا ‏ ‏ تا سرخ روپیش خدا باشم بروز داوری

گل چہرہ غنچہ دہاں سیمیں ذقن، شیریں بیاں ‏ ‏ سوری بری، سوسن زباں عنبر خطی لب شکری

گوشت مثال کاف و نوں ابرو ف حشمت صاد و نوں ‏ ‏ اصنام پیشت سرنگوں شیدائی تو حور و پری

اے خاک پایت توتیا تا کے بہجرم سوزیا ‏ ‏ جانم بہجرت گویا شد کورہ آہنگری

باری بگو وسیمی ما از آہ سوزاں باز آ
از دود آہت بر سما خورشید گشتہ اخگری

عرفی شیرازی کا ایک قصیدہ جس کا مطلع ہے :

اقبال کرم می گزد ارباب ہمم را ‏ ‏ ہمّت نخورد نشتر لا و نعم لا

اس قصیدہ کی زمین[1] میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب وسیمیؒ نے ۵۵ اشعار پر مشتمل ایک نعتیہ قصیدہ لکھا ہے جس کے چند اشعار پیش کیے جاتے ہیں :

مر داغ تو بخاری نخرد باغ ارم را ‏ ‏ ص۱۱ ‏ ‏ خاک تو بگردی نستد مسند جم را

آنرا کہ گدائی درت گشت میسر ‏ ‏ با خاک برابر بشمرد جاہ و حشم را

تا دست تو بکشاد در جود بعالم ‏ ‏ ہیچ آب نماندست دگر یال و دم را

گر ذات تو مقصود نبودی نزدودی ‏ ‏ حق ز آئینۂ کون و مکاں زنگ عدم را

---

[1] الحاج مولانا صوفی عبدالحنان صاحب عنبری نے بھی حضرت وسیمیؒ کے اس قصیدہ کے سلسلہ میں عرفی شیرازی کے قصیدہ کا ذکر کیا ہے ۔ حیات وسیمی ۔ مولانا زین العابدین صاحب اختر مدظلہ ص۳۵

مرغ اندر خروش و ما خاموش | طیر آمد بجوش و ما ہشیار
طلب ای طالبان طلعت دوست | طرب اے واصلان حضرت یار
خیز ای عاشقان جمال حبیب | آتشی زن بجان و ماں یکبار
نالۂ برکش از دلِ نالاں | ؎۷۸ نغمۂ ساز کن ز سینۂ زار
ہر یکی را یکی بود دلبر | ہر کسی را کسی بود دلدار
من و شوق جمال مصطفویٰ | من و سودائے سیّد ابرار
جرعۂ عشق او مرا کافی | خردۂ شوق او مرا در کار
ما مریضیم و روئی او درماں | ؎۷۹ ما خرابیم و عشق او معمار
یا حبیبی بیا بیا! بارے | رحم کن رحم! بر من بیمار
توئی مقصود من بہر دو جہاں | خود تو میدانی ای شہ ابرار

باز خواں مطلعے دیگر ویسی
کہ سنائی کند روانش نثار ؎۸۰

مطلع ثانی یعنی دوسرے قصیدہ کے چند اشعار یہ ہیں:

چند باشی بخواب ہاں بیدار | تا بکے مست آز ہیں ہشیار
صبح بنمود روی و تو در خواب | ؎۸۰ تو بخوابی و مرغکاں بیدار
ہمچو بلبل بہر گلے مخروش | دل چو پروانہ کن بشمع نثار
پیر گشتیم و آرزوی جواں | ؎۸۱ کہل گشتیم و کودکی بقرار
از سر صدق از جہاں برخیز | ورنہ یہ دل نمائی استغفار

نیک و بد را حوالہ کُن بخدا ہم توکّل بخالق غفّار
دُور کُن از دماغ باد غرور پاک کُن سینہ را ز کبر و عزار
افضل خلق و اشرف عالم شاہ کونین سیّد ابرار
ہادی گمرہان درین عالم شافع عاصیان بروز شُمار
گر تو خواہی فلاح ہر دو جہان در تو جوئی نجات آخر کار
دست در دامن محمدؐ زن ۸۴ور زرہش ساز کحل دیدہ غبار
کیست احمدؐ خلاصۂ امکان زبدۂ کائنات و فخر نبار
کیست احمدؐ بروفدا بادا ۸۵دولت و عزّ و مال و خویش و تبار
آل او کشتی و صحابہ نجوم ہر دو در بحر و شب ضرور شمار
گر ستائی درین زمانہ بجے میشدی زین شماط اجر اخوار

نغمہ خوان بطرز خاقانی
ولیا خوشتر از دُرِ شہوار

بعد والے تین قصیدے حکیم افضل الدین خاقانی کے اس قصیدہ کی زمین ہیں جس کا مطلع ہے:

الصّبوح الصّبوح کامد کار انشار انشار کامد یار

چنانچہ حضرت صوفی صاحبؒ نے دوسرے قصیدہ کے مقطع میں واضح کر دیا ہے۔

نغمہ خوان بطرز خاقانی ولیا خوشتر از دُرِ شہوار

تیسرے مطلع کے چند اشعار یہ ہیں:۔

ذات تو شده باعث ایجاد دو عالم — دادند ز نام تو شرف لوح و قلم را
محبوب خدا سید کونین محمدؐ — کو قبلہ دین است عرب را و عجم را
در لعل تو کردند نہاں چشمۂ حیواں — در لفظ تو کردند عیاں فضل و کرم را
با بذل تو آری و بلی جمع نہ گردد — ۱۲ جود تو نہ تابد اثر لا و نعم را
بر دیدۂ خور خاک ددش کحل جواہر — ۱۳ بر عرش بریں مرکبت آسودہ قدم را
از ہول تو زنار شکستند بہ پیراں — وز خوف تو در چین بشکستند صنم را
چوں لیل و نہار از رخ و زلف تو کنایہ — زاں خاص نمودہ است خداہر دو قسم را
آں بوالفرج و انوری و عرفی شیراز — دیدندی اگر ایں ہمہ اعجاز قسم را

از حیرت ایں نظم ہمہ یکسر نگفتی
حسّان عجم وسیؒ داؤد نغم را

حیات وسی میں جناب مولانا عبدالحنان صاحب عبقری نے حضرت صوفی صاحبؒ کے کلام کا نمونہ پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی ایک نعت جس کا مطلع ہے: پیش از رہ کا استاد فطرت فرش و ایواں ساختہ
پایۂ قدرت فرازِ کون و امکاں ساختہ
اسی زمین میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب وسی قدس سرہٗ نے ۲۴ اشعار

لہ حیات وسی۔ مولانا زین العابدین صاحب اختری ص ۳۹

کا ایک نعتیہ قصیدہ لکھا ہے جس کے چند اشعار یہ ہیں :

ای نقاب از شام بر خورشید تاباں ساختہ — صبح را اندر پرندِ شام پنہاں ساختہ

صبح تو در روز باشامِ سیہ باشد قریں — شام تو در شب قراں با مہرِ رخشاں ساختہ

صبح تو اندر میان شام مہر آرد بروں — ص۱۵۹ شام تو بر مہر رخشاں مارِ پیچاں ساختہ

شام تو در بوئی دلکش نرخ عنبر می برد — صبح تو در جانفزائی کارِ حیواں ساختہ

جا غبار درگہِ والائے سلطانُ الرُّسل — از علو و برتری بر فرقِ کیواں ساختہ

ساخت ایوانی ز امکاں حضرتِ رحمٰن پاک — اندر آں شاہِ دیں را صدرِ ایواں ساختہ

کے رسد عیسیٰ بدو کو را مقام آمد فلک — ص۱۶۰ مرکب آں شاہِ دیں را برعرش جولاں ساختہ

گرچہ یزداں خلق کردہ خوبرویاں بے شمار — لیک در خوباں ترا اُو شاہِ خوباں ساختہ

آنکہ او اندر طریقت خلطِ بدعت می کنند — در لباسِ شیخ رہبر کارِ شیطاں ساختہ

شعرِ تو بر اہلِ بدعت ہمچو زخمِ ذوالفقار

وسیبا شعرِ ترا حق رجمِ شیطاں ساختہ ص۱۶۱

دیوان وسیبی میں "س" کی ردیف میں حضرت صوفی صاحبؒ کے پانچ قصیدے مسلسل ہیں۔ ان قصیدوں میں بالترتیب ۴۹، ۱۳۱، ۵۳، ۳۷ اور ۶۴ اشعار ہیں۔ پہلے دو قصیدے حکیم سنائی کے اُس قصیدہ کی زمین میں ہیں جس کا مطلع ہے :

طلب اے عاشقانِ خوش رفتار — طرب اے شاہدانِ شیریں کار

حضرت صوفی صاحب قُدِّسَ سِرُّہٗ کے پہلے قصیدہ کے چند اشعار ملاحظہ ہوں :

عجب ای والہانِ صورتِ یار — عجب ای صادقانِ عشقِ نگار

حبّذا حبّذا رخِ دلدار | فرّخا فرّخا جمالِ نگار
می برد دل ز کبک از رفتار ص۸۷ | می دہد جاں بطوطی از گفتار
مظہرِ حُسنِ سرمدی رویش | مطلعِ نورِ ذات آن رخسار
اصطفا مصطفیٰؐ بنامش شد | ارتضیٰ مرتضیٰؓ بدو پندار
حُسن را لعل و دلبری را کان | حلم را کوہ و علم را امطار
جاہ را تاج و تاج را گوہر | ماہ را حُسن و حُسن را اسرار
معجزِ عیسیٰ از دمش منسوخ | چشمۂ خضر از لبش بیکار
دانش اندر کمالِ او حیران ص۸۸ | درک در فضلِ او شدہ بیکار
نورِ مطلق حبیبِ یزدانی | بندۂ خاص ایزدِ ستّار
شد کمالاتِ آن امامِ رُسل ص۸۹ | خارج از حدِ وہم و حصر شمار
بر سر و چشمِ ولیسیٰ مسکیں | یا حبیبی قدم بنہ یکبار
ولیسیا دثنائش از تہِ دل | مطلعے خوب تر بکن تکرار

چوتھے مطلع کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

مژدہ آورد باد در گلزار | اینک اینک رسید ابرِ بہار
اینک اینک دمن شدہ مینو ص۹۰ | اینک اینک چمن شدہ فرخار
شاخِ گل سبز چون پرِ طوطی | سرخ غنچہ بشاخ چوں منقار
بر سرِ شاخ طوطئ خوش خواں | نغمۂ نعت می کند تکرار
گیتی از فرطِ خرّمی گوئی | شبِ میلادِ سیّدِ ابرار

زبدۂ کائنات رحمت حق　　حامل وحیٔ احمد مختار
دادوی درد بیکسیاں لطفش ۹۱　　خشم او درد خاطر فجار
سورۂ انتخاب طلعت او　　آیت لاجواب آں رخسار
جان بیمار می طپد بے تو　　یکدمی آ بہ پرسش بیمار

ولیا نغمۂ دگر سر کن
بہ ثنائے محمد مختار ۹۲

پانچویں مطلع کے چند اشعار یہ ہیں:

البشر والبشر و اولی الابصار　　اینک اینک نمود روئی نگار
آں نگارے کہ از نگار و بہار ۹۲　　مہر را چہرہ ماہ را رخسار
باجمالش جمال مہر داغی　　باکمالش کمال بیضا عار
کیست احمد خدائے را محبوب　　افتخار جہان جہان وقار
سرور انبیا رسے شفیع امم　　دستگیر ہمہ بروز شمار
طوبیٰ از قد او بود ظلّی　　جنت از کوی او بود یک غار
سلسبیل از لبش بود اثرے ۹۳　　کوثر از لعل او ہمی انگار
شاہد صادق و بشیر و نذیر　　اوّل و خاتم و سر اخیار
زاہد عابد و حلیم و سعید　　رہبر و ہادی و مطیع عزاز
قرب حق گر ترا بود منظور ۹۴　　قرب او جوئی تا بر سر یکدگار
ولیی از قیل و قال سود نہ ۹۵　　صدق کن پیشہ قیل و قال گذار

۱۴۔ حضرت ویسی رحؔ اور اُن کی شاعری کے متعلق دوسروں کے خیالات

حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب ویسی قُدّس سرّہٗ ایک عارف کامل اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے ایک بلند پایہ شیخ طریقت ہونے کے ساتھ ساتھ آسمان شاعری کے نہایت ہی درخشندہ ستارے کی حیثیت رکھتے تھے۔ وہ ایک عاشق صادق تھے۔ اُن کا کلام، اُن کے کیفیاتِ دلی اور وارداتِ قلبی کا صحیح ترجمان ہے۔ اُن کی شاعری میں خلوص، سوز و گداز اور درد و اثر کی فراوانی ہے۔ اُن کی غزلوں اور قصیدوں میں ان دونوں اصناف شاعری کے تمام محاسن بدرجہ اتم موجود ہیں۔ زبان و بیان پر اُن کو پوری قدرت حاصل ہے اور پڑھنے والا اُن کے کلام میں عشق و محبت کی گرمی، تاثراتِ قلبی کی پُرجوش اور پُرخلوص ترجمانی اور انداز بیان کی تازگی اور شگفتگی سے گہرے طور پر متاثر ہوتا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ ہندوستان میں فارسی شاعری کے اس گوہرِ شب چراغ، لولوئے تابدار، خاقانیٔ بنگال اور حسّانِ عجم کی طرف بہت کم لوگوں نے توجہ کیا ہے اور آپ کے حالات اور شاعری کے متعلق بہت کم لکھا گیا ہے۔

امیر الملک نواب سیّد محمد صدّیق حسن[۱] خان بہادر مرحوم (متوفی ۱۸۹۰ء

---

[۱] امیر الملک نواب والاجاہ سیّد محمد صدّیق حسن خان بہادر مرحوم ـــــ آپ کے والد مولوی سیّد اولاد حسن صاحب قنوجیؒ ۔ امیر المومنین سیّد احمد شہید بریلویؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ (بقیہ حاشیہ ص ۴۹۵)

نے اپنی کتاب "شمع انجمن"[1] میں تمام دوسرے شاعروں کی طرح آپ کا بھی مختصر ذکر کیا ہے۔ اور آپ کے پانچ اشعار نقل کئے ہیں۔ جن میں سے چار دیوان میں موجود ہیں۔ نواب صاحب مرحوم نے آپ کا تخلص دیسی کے بجائے صوفی لکھا ہے، جو غلط ہے۔ نواب صاحب رقمطراز ہیں:

صوفی ــــــ تخلص مولوی فتح علی بنگالی ست علاقہ چاٹگام

[بقیہ حاشیہ ص ۴۹۴ کا]

نواب صاحب ۱۲۴۸ھ = ۱۸۳۲ء میں قنوج ضلع فرخ آباد (یو-پی) میں پیدا ہوئے۔ مفتی صدرالدین خاں دہلوی کے شاگرد تھے۔ علوم تفسیر و حدیث نامور علماء سے حاصل کیا تھا۔ حدیث کی اجازت شیخ عبدالحق محدث بنارسی سے حاصل کی تھی۔ ریاست بھوپال میں ملازم ہوئے اور بتدریج ترقی کر کے عہدۂ وزارت و نیابت پر مامور رہے۔ ۸ مئی ۱۸۷۱ء کو نواب شاہ جہاں بیگم والیۂ بھوپال (بیوہ) سے عقد ہوا۔ چودہ[14] سال تک ریاست کا انتظام آپ کے اختیار میں رہا۔ ۱۸۸۴ء میں سیاسی، انتظامی اور شخصی شکایات کی بناء پر آپ کو خطابات اور اختیارات سے الگ کر دیا گیا۔ ماثر صدیقی میں آپ کے صاحبزادے نواب محمد علی حسن خاں نے آپ کی ۲۲۲ کتابوں کی فہرست شامل کی ہے۔ اکثر کتابیں مذہبی نوعیت کی ہیں۔ بھوپال، مصر اور قسطنطنیہ (ترکی) سے شائع ہوئیں۔ جمادی الآخر ۱۳۰۷ھ = فروری ۱۸۹۰ء میں آپ کا بھوپال میں انتقال ہوا۔ آپ کا علمی کارنامہ حیرت انگیز اور شاندار ہے۔ آپ کا خاندان لکھنؤ میں آباد ہے (قاموس المشاہیر جلد دوم ص ۳۸؛ امپیریل گزیٹیر آف انڈیا جلد ہشتم ص ۱۳۲-۱۲۸؛ موج کوثر- شیخ محمد اکرام ص ۵۰-۴۸۔

[1] شمع انجمن ۱۲۹۳ھ = ۱۸۷۶ء میں انیس المطابع شاہ جہانی میں طبع ہو کر بھوپال سے (بقیہ حاشیہ ص ۴۹۶ پر)

دانا بدو شعور شہر کلکتہ محل تحصیل وجوہ معاش وفنون انتعاش اور مقام قیام محلی بفضائل ومخلی از رذائل۔ درمناظرہ کلام طلق اللسان ودر نظم نعوت سرور انبیاء صلعم شیوا بیان۔ از نتایج موزونی اوست۔"

برلبت آب زندگانیہا | بریم جان زتشنہ جانیہا
وصف من لبیت پیش نخل قدت | کردہ ام گو بلند خوانیہا

بگذار بُت خانہ قدم از سرِ اعجاز | کا فتند بسر جملہ بتان بوسہ زنی را
تا چند زنی آتش غم در دلِ صوفی | باری بنگر شاد کن آن سوختنی را

یوسف باحسن کی رسد، عاقل ازین جا پی برد
آن را زلیخا می خرد، این را خدا شد مشتری

شمع انجمن میں جو اشعار نقل کئے گئے ہیں۔ اُن میں سے پہلا دو شعر، دیوان وسیمی کی اٹھارہویں غزل کا مطلع اور تیسرا شعر ہے اور دیوان مطبوعہ ۱۹۳۵ء کے ص۱۲ پر موجود ہے۔ دوسرا دونوں شعر دیوان کی بائیسویں غزل کا پانچواں اور گیارہویں شعر ہے اور دیوان کے ص۲۵ پر موجود ہے۔ اس غزل میں گیارہواں شعر مقطع ہے۔ یہاں اس شعر میں وسیمی کی جگہ صوفی غلط لکھا گیا ہے۔ آخری یعنی پانچواں شعر دیوان میں موجود

[بقیہ حاشیہ ص۴۹۵ کا]

شائع ہوئی۔ اس میں کُل ۹۷۸ شاعروں کا مختصر ذکر ہے۔ اس کی ایک جلد خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری بانکی پور۔ پٹنہ ۴ میں موجود ہے (تذکرہ فارسی ۹۶۹۲)

۱؎ شمع انجمن۔ نواب صدیق حسن خاں مرحوم۔ بھوپال ۱۲۹۳ھ۔ ص۲۶۸

۲؎ ص۲۱، ص۲۵، ص۳

نہیں ہے۔

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی کے نامور خلیفہ شمس العلما حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحبؒ کے ایک مرید کلکتہ کے رہنے والے جناب حاجی عبدالغفور صاحب جو سرہند شریف ضلع پٹیالہ (پنجاب) میں آباد ہو گئے تھے۔ انہوں نے تصوّف و معرفت پر ایک کتاب "رہنمائے ابرار" لکھی جو غالباً ۱۹۳۵ء یا ۱۹۳۶ء میں اکسپرٹ لیتھو پرنٹنگ پریس لاہور سے شائع ہوئی۔ یہ کتاب بڑی تقطیع کے ۳۳۶ صفحات پر مشتمل ہے اس کتاب کے ص ۱۶۹ پر مصنف نے اپنے پیر اوّل شمس العلما حضرت مولانا غلام سلمانی صاحبؒ اور ص ۱۷۳ پر اپنے پیر ثانی حضرت مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحبؒ کا ذکر کیا ہے اور ص ۳۳۳ پر ان دونوں بزرگوں کے پیر و مرشد قطب ارشاد حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب ویسی قدس سرہٗ کا ذکر ہے اور دیوان ویسی سے کلام کا نمونہ بھی پیش کیا ہے۔ ص ۳۳۵ پر حضرت صوفی صاحبؒ کے مزار مبارک واقع مانک تلہ کلکتہ ۶ کا خاکہ بھی ہے۔ اس کتاب "رہنمائے ابرار" کی ایک جلد حضرت مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحبؒ کے خلیفہ الحاج الحافظ مولانا سید ابو البشر محمد بشیر الدین صاحب مدظلّہٗ کے پاس ڈھاکہ میں موجود ہے اس کتاب کے آخری صفحہ پر تیل جالا لائبریری ۲۲ مسجد بڑی لین۔ کلکتہ کی مہر ہے رہنمائے ابرار کے مصنف حاجی عبدالغفور صاحب کے صاحبزادے جناب ابو نصر صاحب کلکتہ کارپوریشن کے کاؤنسلر تھے[1]۔ افسوس ہے کہ بعض ناگزیر حالات کے سبب کتاب

---

[1] خط جناب الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مدظلّہٗ۔ جدو ناتھ باسک لین۔ ڈھاکہ ۱ بنام راقم الحروف مورخہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۷۵ء۔

رہنمائے ابرار یا حضرت صوفی صاحبؒ کے متعلق اس کتاب کا ضروری اقتباس تا دمِ تحریر ناچیز راقم الحروف کو حاصل نہ ہو سکا۔ اس لئے حضرت صوفی صاحبؒ کے متعلق جناب حاجی عبد الغفور صاحبؒ کے خیالات آئینہ ویسی میں پیش کرنے سے معذور رہا۔

حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب رح فرفرا شریف کے خلیفہ علامہ ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحبؒ (متوفیٰ ۱۹۶۹ء) نے بنگلہ زبان میں اپنے دادا پیر حضرت صوفی سیّد فتح صاحب ویسی رحؒ کے حالاتِ زندگی، اُن کی شاعری اور اُن کی دینی خدمات کے متعلق ایک مفصّل مضمون لکھا تھا[۱]۔

حضرت صوفی صاحب قُدِّسَ سِرُّہٗ کے متعلق پہلی باضابطہ اور مستند کتاب حیات ویسی کے نام سے ممتاز المحدثین جناب مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلّہ، نے کلکتہ سے ۱۹۵۵ء میں شائع کیا۔ مولانا اختری مدظلّہ، حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحبؒ کے خلیفہ مولانا شاہ صوفی احمد علی[۲] صاحب حمید جلالی رح کان کھولی شریف گارڈن کلکتہ، ۲۴ کے بڑے داماد اور سجادہ نشیں بزرگ ہیں۔ صوفی صاحبؒ کے متعلق حیاتِ ویسی ایک مختصر لیکن قابلِ قدر تصنیف[۳] ہے۔

'حیات ویسی' کی ایک تقریظ میں مولانا سعید احمد صاحب اکبر آبادی مدظلّہ،

---

[۱] خط جناب الحاج مولانا سیّد محمد شبیر الدین صاحب مدظلّہ۔ جگن ناتھ باسک لین ڈھاکہ ۱ بنام راقم الحروف مورخہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۷۵ء۔

[۲] دیکھئے ص ۲۵۶-۲۵۲ [۳] دیکھئے ص ۲۵-۲۵۱

سابق پرنسپل مدرسہ عالیہ کلکتہ وسابق صدر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ لکھتے ہیں:

"بنگال کی ارضِ تابناک نے جن ارباب علم وفضل اور اصحاب باطن کو پیدا کیا ہے۔ اُن میں جناب حضرت پیر مولانا مولانا صوفی فتح علی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو ایک ممتاز مقام حاصل ہے۔ آپ عربی فارسی کے نامور عالم تھے اور فارسی میں شاعری بھی کرتے تھے۔ کلام میں ایک عجیب قسم کی والہانہ شوریدگی وخودربودگی پائی جاتی ہے۔ ایک ایک شعر حقائق معرفت وتصوف میں ڈوبا ہوا ہے۔ عشق حقیقی کا سوز و گداز جگہ جگہ نمایاں ہے۔ تصوف کے مختلف مسائل کو بعض مقامات پر استعارکے پیرایہ میں اس طرح سمجھایا ہے کہ مسئلہ بالکل صاف ہوجاتا ہے۔ ان معنوی خصوصیات کے علاوہ الفاظ کی شان وشوکت، تراکیب کی چُستی اور بندش کی طرفگی اپنا الگ لطف دیتی ہے۔ آپ کا مجموعۂ کلام "دیوان ویسی" کے نام سے ۱۹۳۵ء میں مطبع قیومی کان پور کی طرف سے شائع ہوا تھا۔ لیکن ضرورت تھی کہ صرف چھاپنے پر قناعت نہ کی جاتی۔ بلکہ اشتہار وغیرہ کے ذریعہ جن حلقوں میں صاحب دیوان علیہ الرحمہ متعارف نہیں ہیں۔ اُن میں بھی ان کو متعارف کرایا جاتا۔ تاکہ انہیں محسوس ہوتا کہ ایک خالص بنگالی نژاد درویش بھی مولانا عبدالرحمٰن جامی اور حکیم خاقانی کے رنگ میں شاعری کرسکتا ہے۔"[۱]

حیات ویسی کی ایک دوسری تقریظ میں انجمن حلقہ ذکر وحفظ القرآن بنگال کے صدر، جناب مولانا شاہ صوفی عبدالحنّان صاحب عبقری مدظلہ تحریر

---

[۱] حیات ویسی۔ مولانا زین العابدین اختری مدظلہ حصہ اُردو ص ۵۲-۵۳

فرماتے ہیں :

"سیرت صالحین کا مطالعہ کرنا موجبِ محبت و باعثِ طاعت ہے ...

...... بنگال کے فلکِ ولایت میں کتنے ستارے اور سیارے ثاقب ہماری نگاہوں سے غائب ہیں۔ جن کے لوائح، سوانح سے ہم بے خبر ہیں۔ لیکن اُن کے فیوض و برکات سے ضرور بہرہ ور ہو رہے ہیں۔

سحبان زمان، حسّان ثانی، سراج العرفاء، تاج الشعراء، قطب الارشاد، شاہ سیّد فتح علی ویسی مرشدآبادی قدس اللہ سرہٗ، ہندوستان کے مشائخ کبار و خیار ابرار میں سے ہیں۔ آپ ایک شہرت کبریٰ اور آسمان ارشاد و بنگال کے شعراء تھے۔ آپ کی مقدس سیرت میں عزیزم ممتاز المحدثین مولانا زین العابدین اختری سلمہ اللہ العلی نے بڑی محنت و جانفشانی سے یہ رسالہ مرتب کیا ہے، جو فی الحقیقت مخزن عرفاں و معدن احسان ہے۔"[1]

حیات ویسی کی تیسری تقریظ میں ممتاز المحدثین جناب مولانا امیر الدین احمد ایم۔اے۔ رقمطراز ہیں :-

"...... اس کی اہمیت کو مدنظر رکھ کر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ مولانا اختری صاحب نے اپنی انتھک کوششوں سے قطب ارشاد حضرت پیر مولانا شاہ صوفی سیّد فتح علی ویسی رحمۃ اللہ علیہ جیسی معظم ہستی کی مختصر سوانح حیات کو عوام کے سامنے بطور یادگار پیش کر دیا ہے۔"

---

[1] حیات ویسی۔ مولانا زین العابدین اختری مدظلہٗ۔ حصہ اُردو ص ۵۶-۵۵

جس کی کمی اب تک محسوس کی جارہی تھی۔حضرت قطب الارشاد کی ذات گرامی مغتنمات عالم میں سے تھی۔آپ تمام بنگال و آسام کے مایہ ناز بزرگ اور مجدد طریق وسیہ ہیں۔جو اب تک تمام بنگال و آسام میں رائج ہے۔آپ صحیح معنی میں سچے عاشق رسول تھے۔جس کا زندہ ثبوت دیوان وسیی بزبان فارسی اب بھی موجود ہے۔"[۱]

حیات وسیی کی چوتھی تقریظ میں جناب مولانا شاہ خلیل الرحمٰن صاحب عارف، سابق ایڈیٹر عصر جدید کلکتہ اور مدینہ بجنور لکھتے ہیں:

"قطب الارشاد حضرت پیر مولانا شاہ صوفی فتح علی وسیی رحمۃ اللہ علیہ کی ہستی صوبہ بنگال میں ایک برگزیدہ مقدس ہستی تھی۔جن کے فیوض و برکات سے بنگال کا گوشہ گوشہ جگمگا اٹھا اور رشد و ہدایت کی نہروں سے ایک عالم سیراب ہوا اور ہو رہا ہے۔"[۲]

حیات وسیی کی ایک تقریظ میں ممتاز المحدثین جناب مولانا ابو محفوظ الکریم معصومی بہاری مدظلہٗ، سینیر مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ رقمطراز ہیں:

"گذشتہ صدی کے ایک عظیم المرتبت صوفی و صاحب طریقت حضرت المتخلص بہ وسیی کے مختصر حالات ہمارے محترم دوست مولانا زین العابدین اختری صاحب نے سپرد قلم کیا ہے۔وسیی کی سوانح حیات پر آئندہ توجہ صرف کرنے والوں کے لئے مولانا کی کوشش ایک مفید تمہید ثابت ہوگی۔

حضرت وسیی فارسی کے پُرگو شاعر تھے۔اُن کے اشعار میں مشرب صوفیہ کے مضامین پُر زور اسلوب بیان اور حسین و جمیل طرز تعبیر میں ادا ہوئے ہیں۔ کلام کا مجموعہ زیور طبع سے آراستہ ہے۔جس کے مطالعہ سے حضرت وسیی رح کی عظمت دل پر نقش ہو جاتی ہے۔"[۳]

---

[۱] حیات وسیی۔مولانا زین العابدین اختری مدظلہٗ، حصہ اردو ص ۵۷

[۲] حیات وسیی۔مولانا زین العابدین اختری مدظلہٗ حصہ اردو ص [illegible]

[۳] حیات وسیی۔مولانا زین العابدین اختری مدظلہٗ حصہ اردو ص ۶۱

دیوان وسیی کے مرتّب مولوی سیّد میر حسن صاحب شاہ پوری مرحوم کے پوتے ڈاکٹر سیّد محمد حسن صاحب، جو ڈھاکہ کالج (بنگلہ دیش) میں اسلامی تاریخ و تمدّن کے شعبہ کے صدر اور ڈھاکہ یونی ورسٹی میں اسوشیئیٹ پروفیسر ہیں۔ پاکستان میں ایرانی شہنشاہیت کے ڈھائی ہزار سالانہ جشن کے موقع پر ۲۵ اکتوبر ۱۹۷۱ء کو ڈھاکہ کی اسلامی اکیڈمی کے ایک جلسہ میں حضرت صوفی صاحبؒ اور بنگال کے فارسی شاعروں میں ان کی خدمات کا مختصر جائزہ لیتے ہوئے ایک مقالہ پیش کیا تھا۔[1]

۱۵۔ حضرت وسیؒ کو خراجِ عقیدت

جناب مولانا شاہ خلیل الرحمٰن صاحب نندن پوری نے حضرت صوفی سید فتح علی صاحب وسیی قُدّس سرّہٗ کتاب شمس العارفین میں اِس طرح خراجِ عقیدت پیش کیا ہے:

جلیل مقتدائی فاضلان ست	سبیل پیشوائی کامران ست
فخیم الشّان سحبان زمان است	عظیم الجاہ و فخر عالمان ست
خبیر دار حدیث و علم تفسیر	بلیغ و ناصح و شیریں زبان ست
کرم فرمائی بر حالِ غریباں	معین و دستگیری عاجزان ست
سراجِ بزمِ عرفانِ طریقت	امام حافظان و حاجیان ست

---

[1] خط جناب مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مدظلہٗ ڈھاکہ ۲ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۵ اگست ۱۹۷۴ء؛ دیکھئے صفحات ۲۱-۴۳۰

جناب صوفی فتح علی آں
کہ دانش صافی و اعلیٰ چناں است[1]

جنابِ مولانا شاہ صوفی **عبدالحنّان** صاحب عبقری صدر انجمن حلقہ ذکر وحفظ القرآن بنگال، حضرت صوفی صاحبؒ کو اس طرح خراج عقیدت پیش کرتے ہیں:

خورشید صداقت، ماہ ولایت، حضرت وسی فتح علیؒ
کیوانِ کرامت، قطب ہدایت، حضرت وسی فتح علیؒ

دریائے حقیقت، دُرِّ لطافت، حضرت وسی فتح علیؒ
دانائے رموز شرع و طریقت، حضرت وسی فتح علیؒ

آں کنز دقائق، دُرجِ معارف، کان فواضل، مرشدِ حق
آبادکن ایں ملک ولایت حضرت وسی فتح علیؒ

حمّاد خدا، مدّاح محمدﷺ ختم رُسُل، حسّان عجم
استادِ غزل، سحبانِ بلاغت حضرت وسی فتح علیؒ

در نعتِ نبیﷺ تحریر نمود، از فیض اتم، دیوان عجب
تاج شعرا، سلطانِ عبارت حضرت وسی فتح علیؒ

آں مست مئی عشق احدی، شیدائے رسول حق و علی
آں بحرِ عنایت و جذبہ رافت حضرت وسی فتح علیؒ

---

[1] حیات وسیؒ — مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہٗ حصہ اردو صفحہ ۲۸ بحوالہ شمس العارفین مطبوعہ رزّاقی پریس کان پور ۱۳۱۸ھ صفحہ ۲۲ - مملوکہ جناب مولانا عبدالحنّان صاحب عبقری

در ماہ ولادت خیر بشر، در سال ہزار و سہ صد و چار
فرمود اجابت دعوت جنت حضرت وسی فتح علیؒ
آں کیست بملک بنگالہ، شیرازہ شیراز آوردہ
گو عنبر یا آں نہر حلاوت حضرت وسی فتح علیؒ[1]

۱۶- خاتمۂ کتاب

حضرت مولانا فضل الرحمٰن[2] صاحب گنج مراد آبادیؒ حضرت مولانا محمد قاسم[3] صاحب نانوتویؒ۔ اور سید احمد خان[4]ؒ کے معاصرین میں

---

[1] حیات وسی - مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہ، حضرت اُردو صک

[2] حضرت مولانا فضل الرحمان صاحب گنج مراد آبادی رح۔ والد محترم کا اسم گرامی شاہ اہل اللہؒ تھا۔ ملانواں ضلع اُنّاؤ کے رہنے والے تھے ۱۲۰۸ھ ۱۷۹۳ء میں پیدا ہوئے۔ ۲۲ صفر ۱۳۱۳ھ ۱۴ اگست ۱۸۹۵ء گنج مراد آباد ضلع اُناؤ (اُترپردیش) میں انتقال ہوا۔ مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب دہلوی سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ حضرت شاہ محمد آفاق رح دہلوی (متوفی ۱۲۵۱ھ) کے خلیفہ تھے۔ مریدوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ آپ کے خلفا میں حضرت مولانا سید محمد علی صاحب مونگیریؒ (بانی دارالعلوم ندوۃ العلما لکھنؤ) بڑے نامور بزرگ ہوئے ہیں۔ قاموس المشاہیر جلد دوم صہ ۱۲۶؛ تذکرہ مولانا فضل الرحمان گنج مراد آبادی رح۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ۔

[3] حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رح (یکے از بانیان دارالعلوم دیوبند) والد کا نام شیخ اسد علی تھا۔ ۱۲۴۸ھ ۱۸۳۲ء میں پیدا ہوئے۔ (بقیہ نمبر ۳ و ۴ صفحہ ۵۰۵ پر)

حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب ویسیؒ بڑا اعلیٰ وارفع، بلند و بالا مقام رکھتے تھے۔ اِن چار بزرگوں کا تعلق امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کی دینی اور اصلاحی تحریک سے ہے۔ اِن چاروں کے طریقِ کار میں کچھ فرق ہے۔ لیکن منزلِ مقصود ایک ہے۔ انیسویں صدی عیسوی کے دورِ زوال و انتشار میں

[بقیہ حاشیہ ۳۰ وہم صـ۵۰۴ کا]

مولانا مملوک علی صاحب نانوتویؒ کے شاگرد اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ (متوفی ۱۳۱۷ھ) کے خلیفہ تھے۔ ۴ جمادی الاوّل ۱۲۹۷ھ = وسط اپریل ۱۸۸۰ء کو دیوبند ضلع سہارن پور (اُتر پردیش) میں وصال ہوا۔ حجۃ الاسلام۔ آب حیات۔ تقریر دلپذیر، مباحثہ شاہ جہاں پور اور قبلہ نما وغیرہ آپکی مشہور تصانیف ہیں۔ آپ کا قائم کردہ دارالعلوم دیوبند ضلع سہارن پور، ہندوستان کی سب سے بڑی دینی درسگاہ ہے۔ اور اس کا شمار دنیا کے چند بڑے اسلامی مراکز میں ہوتا ہے۔ قاموس المشاہیر۔ نظامی بدایونی جلد دوم صـ۱۹۸، موج کوثر۔ شیخ محمد اکرام صـ۲۱۸

۳۵ جواد الدولہ عارف جنگ سر سید احمد خاں۔ ۵ ذی الحجہ ۱۲۳۲ھ = ۱۷ اکتوبر ۱۸۱۷ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام محمد متقی تھا۔ تقویٰ سیّد تھے۔ سرکار انگریزی کے محکمہ انصاف میں ملازم رہے۔ ۱۸۷۷ء میں محمڈن اینگلو اورنٹیل کالج علی گڑھ میں قائم کیا۔ جو اب مسلم یونیورسٹی کی شکل میں ان کی ایک عظیم یادگار ہے۔ ۲۷ مارچ ۱۸۹۸ء کو علی گڑھ میں انتقال ہوا۔ آثار الصنادید۔ اسباب بغاوت ہند۔ جام جم۔ سلسلۃ الملوک۔ تفسیر القرآن اور خطبات احمدیہ ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ قاموس المشاہیر جلد اوّل صـ۲۱۵، (بقیہ حاشیہ نمبر ۳ صفحہ ۵۰۶ پر)

ان بزرگوں کی اعلیٰ خدمات آبِ زر سے لکھے جانے کے لائق ہیں۔

حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب رح اور حضرت مولانا فضل الرحمان صاحب گنج مراد آبادی رح میں بڑی مماثلت ہے۔ دونوں بزرگ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجدّدیہ سے وابستہ ہیں۔ دونوں شیخ طریقت، عارف کامل اور عاشق رسول ہیں۔ حضرت صوفی صاحب رح پر بہت کم لکھا گیا ہے۔ ملک کے مشرقی حصّہ خصوصاً بنگال میں ان کی ذات والا صفات سے احیائے دین کی تحریک کو بڑی تقویت حاصل ہوئی اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجدّدیہ کو بہت ترقی ہوئی۔ اُن کا سلسلہ معرفت ملایا سے مصر تک پھیلا

[بقیہ حاشیہ ۴ و ۱ صفحہ ۵۰۵ کا]

داستان تاریخ اُردو۔ مولانا حامد حسن قادری ص۲۴۹-۳۱۲؛ موج کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص۶۲-۸۶

لہ امام الہند حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رح۔ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رح کے صاحبزادے اور شیخ فاروقی تھے۔ ۱۴ شوال ۱۱۱۴ھ = فروری ۱۷۰۳ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ ۶۲ سال کی عمر میں دہلی میں ۱۱۷۶ھ = ۱۷۶۲ء میں انتقال کیا۔ مزار شریف مہدیان میں مولانا آزاد میڈیکل اور دلی جیل کے پیچھے ہے۔ قرآن پاک کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ حجۃ البالغہ، فیوض الحرمین، شفاء القلوب اور انفاس العارفین آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رح، مولانا شاہ رفیع الدین صاحب رح، مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رح اور مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رح آپ کے صاحبزادے تھے۔ امیر المومنین سید احمد شہید رح کے خلیفہ مولانا شاہ اسماعیل شہید رح آپ کے پوتے تھے۔ قاموس المشاہیر جلد دوم ص۲۷۹؛ قاموس الاسلام ص۱۷۱، رود کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص۵۶۳-۴۸۷

ہوا ہے اور لاکھوں مسلمان اُن کے سلسلہ سے وابستہ ہیں۔ اُن کے فیوض و برکات اور ان کے تصرّفات جاری ہیں۔ وہ عاشقِ صادق ہیں اور اُن کا کلام شاعری کی تمام خوبیوں کے ساتھ عشقِ رسولؐ کا اعلیٰ ترین نمونہ: ؎

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما
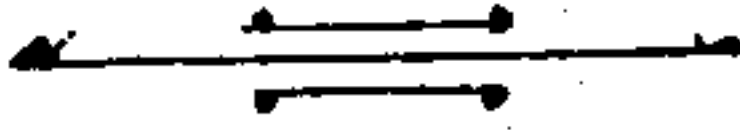
۱۷- انتخابِ غزلیات

اب قطب الارشاد حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب ولیسیؒ کی کچھ مکمل غزلیں پیش کی جاتی ہیں:

غزل

مشرقِ حبِّ محمدؐ مطلعِ دیوانِ ما ۔۔۔ مطلعِ خورشیدِ عشقش سینۂ سوزانِ ما

در تہہِ ہر لفظ پنہاں نالۂ دل سوزِ ما ۔۔۔ وز بنِ ہر حرف پیدا آتشِ پنہانِ ما

ہر غزل آتشکدہ ہر بیت آں یک شعلہ ۔۔۔ آتشی برافروختہ ہر مصرعِ دیوانِ ما

پادشاہِ کشورِ عشقم جنون دستورِ من ۔۔۔ مسندِ ما خاکِ کویش کوئی اُو ایوانِ ما

ہر کجا در سینہ ام گل کردہ زخمِ عشقِ او ۔۔۔ شد گلستاں آخرا دل سینۂ ویرانِ ما

مطلعِ حسنِ ازل آں چہرۂ رخشانِ دوست ۔۔۔ مشرقِ نورِ قدم آں طلعتِ جانانِ ما

آنکہ او محبوبِ رحماں دل شہیدِ آں اُو ۔۔۔ آنکہ او مطلوبِ یزداں آرزوئے جانِ ما

خاتمہ بالخیر باشد گر بود بر وقتِ مرگ ۔۔۔ بر رخِ زیبات حیراں دیدۂ گریانِ ما

ولیسیا از دین و ایماں این قدر دانیم بس ۔۔۔ دین ما عشقِ محمدؐ حُبِّ او ایمانِ ما

غزل

جانِ من بنما رُخِ گلفام را ۔۔۔ کامراں کن ایں دلِ ناکام را

یک زماں از چہرہ پردہ برفگن | محو فرما ظلمت ایّام را
صید کن دلہائے عالم یکسرہ | برکشا یکبار مشکین دام را
منکہ سرمستِ جمالِ احمدم | کی بہ مشت خاک گیرم جام را
جرعۂ از جام عشقش نوش کن | چارہ ساز این عقلِ نافرجام را
عاقلاں دانند ما دیوانہ ایم | ننگ را داریم ننگ و نام را
لمعۂ از حسن کردی خودنما | مست و شیدا ساز خاص و عام را
از لبِ شیریں و چشم غمزہ زن | نرخ بشکن شکّر و بادام را
حلقۂ جعدت باعجاز رخت | جمع باہم کردہ صبح و شام را

وسیمی از خواہی جمالِ مصطفیٰ
ترک فرما راحت و آرام ما

غزل

تمنّا می کند جانم بہ ہجر دوست مُردن را | دل من آرزو دارد بپایش جان سپردن را
نصیب من ز عشق تو اگر روزِ ازل کردند | رُخ از دردِ فراق تو بخون دیدہ شستن را
نفس ہر دم شمردن کار م از عشقت بود در روز | نصیبم کردہ ہجر تو بشب اختر شمردن را
نہ باشد مسکن جانم بجز خاکِ سر کویش | بیار ای باد بہر من غبار خاک مسکن را
تنم از بار ہجر تو چناں زار و زبوں گشتہ | کہ جانم ترک میخواہد نمودن خانۂ تن را
فراق تو بود دشوار و آساں آمدہ مُردن | نمودم ترک دشوار و گرفتم بیش مُردن را

نسیما عرض کن باری حبیب پاک رحماں را
کہ دارد آرزو وسیمی نثارت جاں نمودن را

غزل

جانم رسید بر لب دریاب زود مارا | دردا کہ سوخت ہجرت فریاد رس خدارا
خوں می خورم بہ ہجرت رحمی بکن خدارا | دردا کہ چشم مستت از ما ربود ما را
باللّٰہ غنیؐ عشقت پروانہ گفت دشب | گر صادقی بدہ جاں انجام کن وفا را
لعل شکر نیت شکر بطعم حنظل | با گرد خاک پایت نے قدر توتیا را
گم کردگان راہیم ای خضر رہبری کن | با یک نگاہ بینم آں نور کبریا را
خوباں اگرچہ نجم اند ماہیم و مہر رویت | با آفتاب خواہد کے عاقلی سُہا را
گہہ جاں کشد بہ بیدا گہہ دل کشد بہ صحرا | ہیہات درد عشقت دیوانہ کرد ما را
خون جگر ہمانا خوردن بدرد عشقت | اَشْہٰی لَنَا وَ اَحْلٰی مِنْ قُبْلَۃِ الْعَذَارَا
طوبٰی آرزو یم حرفیست حاصل آں | خواہم ز ہر دو گیتی دیدار مصطفٰی را
باتاب حُسن رُویت صبری نماند دل را | واں دل کہ صبر دارد دل نیست سنگ خارا
ز ایجاد ہر دو گیتی مقصود بُود اُو را | بیند جمال ذاتش بر روت آشکارا

مستی ز جام عشقش تقدیر وسیمی آمد
اُکنوں چہ چارہ جز آنکہ فرماں برد قضارا

غزل

اگر آن شاہ خوبانم نہد بر چشم من پا را
بخاک پای او بخشم معاد دنیا و عقبیٰ را

درون سینہ ام ہر دم زند عشقش چنان شعلہ
کہ آہِ آتشینِ من گدازد سنگ خارا را

چہ شد آن شاہِ خوباں را کہ بر عالم نہ بخشاید
مگر از حالِ زارِ من خبر نی شاہِ رعنا را

صبا باری بگو از من بآن سلطان خوباں را
کہ بی دیدار روی تو نخواہم چشم بینا را

بیا ای احمد مرسل، بیا ای مظہرِ رحمت
بحالِ من نظر فرما بچشمِ من بنہ پا را

ندارم غیر تو یاور ندارم غیر تو دلبر
توئی قبلہ توئی مرجع توئی فریادرس ما را

بامید نگاہ تو ز دیدہ اشک می ریزم
خدا را یک نظر فرما گشا آن چشم شہلا را

فغان از اختر بختم کہ جز غم نیست تاثیرش
کہ از تاثیر ہجراں نا گذارد قلب شیدا را

بیا ای درد را درمان بیا ای رافع حرماں
بنہ بر زخم من مرہم گشا لعلِ شکرخا را

بیا ای لولوی لالا، بیا ای لولوت لالا
بیا ای لالات بالا بیا را سرو بالا را

بہ نعتِ آں شہِ خوباں، چہ خوش ویسی غزل گفتی
نثار نظم تو عاشق کند ہم دین و دنیا را

غزل

چشم تو کند مست غزال تتری را
رفتار تو دیوانہ کند کبک دری را

یک پرتو تو ہوش برد حور و ملک را
یک عکس تو آشفتہ کند جن و پری را

آن قامتِ رعنا ببرد رونق گلبن — از رنگ برد روی تو گل برگ تری را
ای تابِ تو خاموش کند مشعلِ خورشید — بیتاب کند نورِ تو نورِ قمری را
آشفته کند خال و خطت حلقهٔ عنبر — قیمت ببرد زلف تو مشکِ تتری را
از شرمِ رخت صبح گریبان بزند چاک — شوریده کند شورِ تو مرغِ سحری را
رومی و حبش شام و عرب هند و عجم چین — آیند بدرگاه تو دریوزه گری را
خورشید و قمر حور و پری نجم و ملائک — دریوزه کنند از رخ تو جلوه گری را
ویسی چو زدم چنگ بدامانِ محمد
خود دور نمودیم ز دل دربدری را — ص ۲۵

غزل

دوش جانم سوخت از فریادِ بی تاثیرِ ما — آه تاثیرے ندارد این نالهٔ شبگیر ما
ریخت چشمم لعل و گوهر بر خیالِ لعلِ او — در نگاهش گشت بی سنگ این همه تدبیر ما
ناله و فریاد و زاری می کنم از حد فزون — تا که روزی عزم سازد از پی نخچیر ما
بعد ازین سر می نهم در دشت و صحرائے جنون — کز خرد حل گشتنی نی عقدهٔ تقدیر ما
پیر می گیرند و می گویند پیرم اصل هست — راه بی رهبر چو رفتن باشد از تسخیر ما
هر کسی را رهبری هر دست را یک دامنی — دست ما و دامنِ احمد بس این تدبیر ما
سیدِ جملهٔ جمیلان احمدِ محبوبِ حق — حبِ او بس بهر ما عشقِ او بس پیر ما
بهر تعزیرِ جرایم چند از مار و کشی — بهر حق مپسند ای جان بیش ازین تعزیر ما

ای چہ پیش آمد کہ دردِ غیر او دل می برد
شاید ایں آمد جزائی جرم و ہم تقصیر ما

یا الٰہی قلب مجنونم ز غیرش باز دار
حُبِ او کن بندِ ما و عشق او زنجیر ما

ہائے ہے یا رب چرا ایں نعت دل را می برد
می کند باطل چرا ہر دم ہمہ تدبیر ما

ہائے ہے اغراض ما دل سبرد از یاد نعت
شور حسیم کرد باطل را آں ہمہ تقدیر ما

بُت درون پردۂ ما بود تا مت بر زباں
فاش اینک پردۂ ما گشت و ہم تزدیر ما

یا رسول اللہ دل و نبیی ز شربت پارہ شد
حسبِ تو بر لب بُود در دل بُتِ بے پیر ما

غزل

گفتم کہ شبیہ قدِ تو لولوئے لالا
دریا بہ فغاں آمد و فریاد کہ لالا

ہم رنگ لبِ لعلِ تو گل برگ نباشد
ہم چشم دو چشمت نبود نرگس شہلا

بالائے ترا سرو بگفتم غلط افتاد
از سرو سہی تر بود آں قامتِ بالا

یاقوت مجیز و چو لبِ تو نبد رخشاں
خندہ بود آں روی ترا لولوئے لالا

از ہر چہ کنم وصفِ تو نعتت بود افزوں
وز ہر چہ ثنائے تو کنم ذاتِ تو بالا

منزل گہہ گرد رہِ تو فرقِ عطارد
جولاں گہہ اسپ تو بود عرشِ معلّٰی

از مشک فزوں نیست دل آویز تو بوئے
وز شہد بود حرفِ لبِ لعلِ تو اعلیٰ

ہیہات من اندیشم تکاہ شہید خوباں
افسوس من و غلبۂ آں حضرتِ والا

از ماہ بود صورتِ زیبای تو روشن
وز مہر بود طلعتِ تابانِ تو اعلیٰ

ولیسی چہ کنم گر نہ دہم جاں بغم دوست
در سر بود در سر سودائی تو اولی ص۳۶

غزل

شد گدای در گہہ او ہمنشین آفتاب — نقش نعل مرکبش آمد نگین آفتاب
سید دنیا و دیں محبوب رب العلمین — احمد مرسل کہ شد گردش قرین آفتاب
ہر کجا عکس رخش افتاد زتاب ذرہ اش — می چکد خوے خجالت از جبین آفتاب
گر ذلیل پست شاں یابد ز لطفش یک نظر — می نہد از برتری پا بر ترین آفتاب
ہر سیہ قلبیکہ از نورش بیابد پرتوے — از فروغ دل شود پہلو نشین آفتاب
گر حریص بے نوا بردرگہش ساید جبیں — خود ز استغنا کشد دست از نگین آفتاب ۳۹
مست او آلودہ ام الخبائث کے شود — زہرہ گر ساقی بود در ساتگین آفتاب
خاکسار انش سر ہمت فرد می نادرند — گرچہ در مہہ باشد آں لعل ثمین آفتاب
برق آہ قلب من از معجز عشق شما — چوں ید بیضا بر آید ز آستین آفتاب

ولیسی مسکیں تو از پرتو عشق شما
کے شود چوں ماہ تاباں نورچین آفتاب ص۳۰

غزل

اے لعل دہاں بخش تو چوں آب روانست — در جان و تنم عشق تو چوں آب روانست

جن و ملک وحور و بشر بہر و صالت
دل باختہ و نعرہ زن وجامہ درانست

تنہا نہ منم در غمِ عشق تو پریشاں
شیدائے جمالِ رُخِ تو جملہ جہانست

آں صورت زیبای تو بُستانِ دل آرا
وان قامت رعنای تو شمشاد درانست

از حلقۂ لعل تو روان چشمۂ حیواں
وز دائرۂ جعد خورشید عیانست

مقصود ز ایجاد جہاں ذات تو آمد
مطلوب وجود تو از ین کون مکانست

دالہ شدۂ حسن تو ہر عابد و زاہد
دیوانۂ عشق رُخِ تو پیر و جوانست

وستی بغم و درد و فراق ہوس تو
آشفتہ و سرگشتہ و نالاں وطپانست

ماف

غزل

ترکانِ مستِ چشمت خوں ریز عاشقانست
بنگر کہ تیغ ابرو پیوستہ درمیانست

از بہر یک نگاہت ای چشم حسن وخوبی
از سینہ آہ خیزد وز دیدہ خوں روانست

از حال من چہ پرسی در ہجر تو کہ چون است
دل گشتہ قطرۂ خوں تن گشتہ استخوانست

از شوق بدر رویت ای خاتم رسالت
در سینہ داغ پیدا کاہش بدل عیانست

ترک نگاہِ چشمت بستہ کمر بہ یغما
وی دل ربودہ از من امروز فکر جانست

از درد دوری تو بنگر چہ حال دارم
دل ہمچو ارغوانست رُخ ہمچو زعفرانست

از آتش فراقت اے شاہِ خوباں
در سر بخار حرماں در سینہ دل طپانست

در ہجر تو چہ گویم چونست حال زارم
شد قلب ہمچو پیکاں تن گشتہ چوں کمانست

ز آشوب ترک چشمت این است حال جانم   گاہی قتیل غمزہ گاہی شہید آلست

ولیسی مپرس حالم کز ہجر خاک پایش
گہہ پائمال حسرت گہہ خاک رہ روالست   ص۵۲

غزل

روی تو خورشید لیکن با کمال دیگرست   حسنت از صبیح اللہ جمال دیگرست

یک وبال جان من آمد تغافلہائے او   التفات او بغیر من وبال دیگرست

آں نہال نی قدش کز خاک تربتا سرکشد   از زمین جان بہ آمد این نہال دیگراست

انبیا را گرچہ باشد جاہ پیش ذوالجلال   لیک او را پیش حق جاہ و جلال دیگراست

شور و غوغا ہست ہر کس را العشق مصطفیٰ
لیک ولیسی را العشقش ہست و حال دیگراست   ص۵۳

غزل

جاں روی تو گر بیند از ہر دو جہاں خیزد   در خاک رہت یابد از گنج رواں خیزد

بر تربت من بالے گر از سر رحم آئی   جاں بہر قدم بوستا ز خاک دواں خیزد

خاک سر کوئی تو گر مسند من باشد   دلداد دلم یکسر از تخت رواں خیزد

در دانۂ اشک من جاں آب شدہ ریزد   این آں گہر غلطاں کز آب رواں خیزد

سرگشتۂ عشق تو با خضر نہ پرداذد   لب تشنۂ حرف تو اب آب رواں خیزد

هر جا کہ گذاری پا از معجزہ حُسنت | زیرِ قدمت جاناں چوں سبزہ رواں خیزد
دل باختۂ نعتت ای پادشہہ خوباں | گر شعر مرا خواند از آب رواں خیزد
محبوب خدا باری بنمائی رخ خوبت | تا خاطر مجنونم از کون و مکاں خیزد

دیوانۂ تو وارثی گر خاک رحمت یابد
از مشک و گل و ریحاں ای سرو رواں خیزد ص ۶۴

غزل

جانم ز ہجر آمد بلب آں شاہ خوباں کے رسد | ایں نالۂ شبگیر ما یا رب بیاباں کے رسد
عالم صبا حالی شنو افتاں و خیزاں ہاں برو | حالی بکن حالم باد کاخر بساماں کے رسد
گر آید آں نور مبیں سازم فدایت جان و دل | ہر چند ہستند بس غنیں آخر بجاناں کے رسد
جانم ز درد آمد بجاں زیں درد کے یابم اماں | از حد گذشت ایں درد جاں یا رب بدرماں کے رسد
ای شہسوار اصطفا سر زنا بیا رحم خدا | باری بگو ای مصطفیٰ دستم بداماں کے رسد

گر نور ردئ مصطفیٰ خواہی بکن جاں را فدا
وارثی بدست ہجو ما ایں گنج آساں کے رسد ص ۷۳

غزل

باز چشمم راست طوفانی دگر | باز اشکم راست طغیانی دگر
باز حسنش را بہار دیگر است | باز چشمم راست نیسانی دگر

باز در دل خار غمہا در شکست — باز حسنش را گلستانی دگر

باز داغِ دل چو لالہ بر فروخت — باز در دل خاست لبستانی دگر

شعر ویسی را ملک بر خواند و گفت

باز پیدا گشت خاقانی دگر ص۱۰۲

غزل

از حسن تو اے دلبر مہتاب بتاب اندر — وز رشک رخت جاناں خورشید سحاب اندر

از آتشِ ہجرِ تو داریم دلِ سوزاں ص۱۱۷ — می خیزم و می مانم چو بو کباب اندر

در عشق تو اے گلرو دائم شدہ ام سوزاں — می سوزم و می سازم چوں شمس بتاب اندر

آں ویسی بے ساماں در ہجر تو ای جاناں

بس عاجز و بس حیراں چوں خر بخلاب اندر ص۱۱۸

غزل

بہ پیچ و تاب افگندہ جہاں را جعدِ پیچانش — درخشاں کرد عالم را دو رخسارِ درخشانش

چو دیدم حسن رخسارش دلم شد عاشقش ہر پر — نہادم پا بہ صحرائی کہ پیدا نیست پایانش

تو تا در سینہ بنشستی گذشتم از دل و ایماں — شدم من بندۂ عشق و نہادم سر بفرمانش

جمالش بدر تابندہ شب آمد حلقۂ زلفش — رخش خورشید رخشندہ بود مشرق گریبانش

زبہر قتل عشاقش سناں آمد سرِ مژگاں — دو ابروئے سیہ تالش بود شمشیر برانش

زجورِ چرخ دوانش بلابپائی غم افتادم | خداوندا نجاتم دہ ز جورِ چرخ دورانش
جو لعل تو بحرف آید خضر لب تشنہ می شاید | نیر زد با کلام تو پشیزی آبِ حیوانش
اگر ریحاں ندیدستی بگرد مہر تابندہ | بگرد مہر رخسارش نگر آں خط ریحانش
غلام چشم فتانش چہ طرز دلبری داند | کہ بینم فتنہ گشتہ یک جہاں بر چشم نمانش
قدش گلبن، زباں سوسن، بخطش ریحاں رخش لالہ | اگر گوئی بجا باشد ز سرتا پا گلستانش
بہر جا خوئی او افتد بجسم مردہ جاں آید | مگر ز آب بقا یکسر سرشتہ پاک یزدانش
دو گیتی خلقتے آمد سزاوار قدرِ احمد | دو عالم پیکرے باشد محمد مصطفیٰ جانش
بروز اہد سر کویش مرالبس جنت الماویٰ | ترا بادا مبارک روضۂ فردوس و حورانش
ہمیں نعت مدیح تو بود بر ہر کسے ظاہر | منم خاقانی دوراں بنگالہ است شردانش

رسید از عالم معنی بگوشش دل ندائے خوش
کہ احمد سرورِ عالم تولیٰ و یسیٰ حسّانش

۱۲۰

غزل

دادم شبی اما چہ شب صد برق ہجراں در بغل | صد شام غم در آستیں صد صبح خنداں در بغل
یا مصطفیٰ خیر الوریٰ ز اعجاز حسنت دائما | باشد کف پائی ترا صد بدر تاباں در بغل
از مہر رخسار شما دارد دلِ مجنوں ما | مہتاب تاباں پیش پا خورشید رخشاں در بغل
یا شافع یوم الجزا یوسف نمی ماند ترا | دارد زنخدان شما صد چاہ کنعاں در بغل
دادم دلی آتش نشیں با قلب مجنوں ہم نشیں | جوش جنوں در آستیں سودائی جاناں در بغل

تا کشوم من گامزن در راہت اے گل پیرہن — دردت بباشد زاد من خار مغیلان در بغل

یک حرف زن آں لب کشا بہر دل بیمار ما — کامد لب لعل ترا صد چاہ حیوان در بغل

روز قیامت ہر کسے از گور می آید بر دل ۱۲۷ — من نیز خیزم در جنون صد زخم پیکان در بغل

روز قیامت ہر کسے اُمید دارد ہر کسے — من چشم دارم ہر کسے با چشم حیران در بغل

ویسیؔ چہ غم روز جزا بینم جمال مصطفیٰؐ

آں روز باشد عید ما با زخم خنداں در بغل ۱۲۸

غزل

ز چشمم تا شدی غایب جہاں تاریک می بینم — بیا کز خاک پائی تو جواہر سرمہ در چینم

فراقت آتش سوزاں غم تو درد بے درماں ۱۳۰ — نصیب از گردش دوراں ہمیں آمد ہمیں بینم

بجائے دین و ایمانم نشستہ در دلم عشقت — کنوں عشق تو ایمانم غم و حیرت بود دینم

عبیر و نافہ چینیم غبار درگہ احمدؐ — بیار اے باد بوئی از عبیر و نافہ چینم

تو دور آسماں یارب جدا از دوست افتادم — بخواہ اے داور دوراں ز دور آسماں کینم

نسیم ار بگذری بر درگہش یارا بگو از من — جدا اے شہسوار من ز تو تا چند بنشینم

ز زیر بار سنگینم نجاتم دہ بدید اے — کہ از کوہ فراق تو بزیر بار سنگینم

بلد یائے غم افتادم دمے آ دستگیرم شو — دگر زیں آتشیں موجش نجات خود نمی بینم

بمسکیناں درگاہت چو فرمائی نظر یا اے — بعالم ہم نظر فرما کہ خاک پائے مسکینم

جمال صبح و حُسن ماہ تسکینم نمی بخشد — مرا جز دیدن روئے محمدؐ نیست تسکینم

بشوق آن شه خوبان سراپا گشته ام شعله — بجنبش ای دیده گریان بآب اشک تسکینم
صبا بلبل ندا در زد کجائید ای دل افگاران — که آهنگ نوائی در دل و در قلب مسکینم
بده ساقی مئے احمر که در یاد لب لعلش ۱۳۱ — سرشک گریهٔ خونین سراپا کرد رنگینم

غزل

کار عاشق چیست در درد دل عشق دلبر داشتن — دل به دلبر داشتن وز غیر دل بر داشتن
یک دلی داری و دلبر هم یکی می بایدت — زشت باشد چون زن قحبه دو دلبر داشتن
باوجود آنکه حسن مصطفیٰ ص شد جلوه گر — کار بوجهل است در دل مهر دیگر داشتن
هر کجا خورشید خاور زرفشان شد بر فلک — ابلهی باشد نظر بر نور اختر داشتن
تا نباشی خاک راه مصطفیٰ ص از جان دل — کے ببخشد سود بر لب نام حیدر داشتن
جز تو از طٰه که دارد خلعت زیبا به بر — جز تو از یٰسین که آرد تاج و افسر داشتن
مر مرا باور نمی آمد ز روے اعتقاد — ترک سنت کردن و حب پیمبر داشتن
جز دو جعد عنبرینت کس شنیده در جهان — بر رخ خور سایبان از مشک اذفر داشتن
یا کسی دیدست جز رخسار پر انوار تو — ماه تابان را ز عنبر تاج بر داشتن
رهبر آمد در ره حق سیرت خیر الوریٰ — پیروش بر خویش لازم گیر و رهبر داشتن
گفتمی خورشید خاور اے شه مردان ترا — گر توانستی خود اندر لعل کوثر داشتن

ولیا در عشق احمد ص کس نیارد همچو تو
خوش بظاهر بودن و در باطن اخگر داشتن ۱۳۸

غزل در منقبت شاہ اولیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ

ای دل بیا و سوی نجف رو شتاب کن | کحل البصر ز خاک در بوتراب کن
یارب بچشم من ز نسیمش روان بخش | قلب مرا ز تاب غمش آفتاب کن
بادے جمال خویش نما پردہ بر فگن | شیدائی خود فقیر و شہہ و شیخ و شاب کن
جعد سیاہ را بہ رخ خویش تاب دہ | برقع ز مشک تر برخ ماہتاب کن
مردم ز اضطراب و غم ای شاہ اولیا | باری بیا دوائے غم و اضطراب کن
برگیر ذو الفقار و بمیداں دمے بیا | شمشیر را ز خون لیماں خضاب کن
من مرد جاہ و حشمت و دینار نیستم | ۱۴۴ھ با من بجا کپائے سگ خود خطاب کن
ہرگز گماں مبر کہ ز عشق تو سر کشم | خواہی تو رحم و لطف نما یا عتاب کن

وسیمی دوائی درد خود از مرتضیٰ بخواہ
یا مرتضیٰ دوائی دل من شتاب کن ۱۴۵ھ

غزل

ای عیاں حسن ازل از روئے تو | وے نہاں خود در شب گیسوئے تو
تو ز ہر سو سوئے حق داری نظر | چشم ہر کس از ہمہ سو سوئے تو
خلق می گویند خوش لبئے گل است | مر مرا خوشتر ز ہر بو بوئے تو
موشگافیہا چو کردم شد عیاں | ہر دو عالم قیمت یک موئے تو

جوئے خوں از دیدگاں دارم رواں — درفراقِ قامتِ دلجوئے تو

بر ہلالِ عید چشمِ ہر کسے — دیدۂ من بر ہلالِ ابروئے تو

ایکہ گوئی غارتِ ہوش کہ کرد — چشمِ تو رخسارِ تو بازوئے تو

اے جمالِ روئے تو منظورِ حق — بارک اللہ آں جمالِ روئے تو

چند گوئی از تو دل ویسی کہ برد

صورتِ تو، سیرتِ تو، خوئے تو ۱۵۲

غزل

اے دل بدردِ ہجرت از جاں طمع بریدہ — وے جاں بشوقِ رویت دست از جہاں کشیدہ

آنکس کہ دیدہ رویت دیدہ زغیر بربست — از عقل و ہوش رفتہ و ز خانماں بریدہ

تا درمیانِ سینہ دردِ تو جا نمودہ — جانم درونِ سینہ از آہ دل طپیدہ

تیرِ نگاہ چشمت تا بر جگر نشستہ — خوں شد رواں ز دیدہ بر جائے آب دیدہ

فضل و جمالِ ذاتت اے نورِ چشمِ عالم — نے گوش کس شنیدہ نے ہیچ دیدہ دیدہ

ایں شکل و ایں شمائل ویں حسن دلربائی — گردوں ندیدہ گاہے با صد ہزار دیدہ

تا اے ہلالِ ابرو، رو در کشیدن از من — پشتم خمیدہ از غم چوں ابروئی خمیدہ

از جسم تاب بردہ آں جعد ناب دادہ — وز چشم خواب بردہ آں چشمِ خوابدیدہ

آنی کہ از دو گیتی در صورت و شمائل — ایزد ترا ستودہ، مولیٰ ترا گزیدہ

در حسن و خوبروئی کس نیست با تو ہمسر — حق را توئی ز خوباں محبوبِ برگزیدہ

در جائے خویش ماندہ، درماندہ و پریشاں
وسیؔ بجستجو یت، ہر چند در دویدہ ۱۵۷ھ

غزل

ای بحسن و دلبری افزوں ز مہر و مشتری — مشتری بر تو فدا و مہرت از جاں مشتری

مشتری گشتہ ترا خود خالق ارض و سما — ماہ کنعاں را اگر سر کے با تو آرد ہمسری

ہمسری خیرہ سری باشد کسے گر با تو کرد — ایکہ در حسن و بہا از جنس امکاں برتری

برتری دارد غبار درگہت بر مہر و ماہ — سرمہ سازد گرد درگاہ تو باید گر پری

گر پری دیدی ترا بر تو شدی از جاں فدا — ای فدایت انس و جاں بر انس و جانت سروری

سرور ہر دو جہانی پادشاہ انبیا — از ازل گشتہ بر تو شانِ دلبری

دلبرے چوں تو ندیدہ چشم عالم ہیچ گاہ — شاہدے چوں تو نیارد دور چرخ چنبری

چنبر عبادت کمند گردن خورشید و ماہ — ماہ و خور از جاں کنند لیل و نہارت چاکری

چاکرت در جاہ رفعت بر تر آمد بر فلک — ہم گدائی درگہہ تو پادشاہ خاوری

خاور آمد عالمِ امکاں و ذاتت آفتاب ۱۵۸ھ — ایکہ حسن سرمدی و نور حق را مظہری

مظہر رحمت چو ذاتت شد مقرر از ازل — باز گو ای رحمت حق از چہ بر من ننگری

ننگری ای رحمت حق گر بحال زار من — حال زار من نہ بیند ہیچ روئی بہتری

بہتر مخلوق خالق انبیا آمد ند — لیک ای محبوب حق بر انبیا تو بہتری

بہتر آمد در جہاں آنکس کہ از جاں بندہ است — بندۂ درگاہ تو دارد شکوہ سنجری

سنجر وقتم اگر تاجم شود خاک درت
ویسی دوانم از عشق تو ساند رہبری
صفحہ ۱۷۵

غزل

از یوسف من داری ای باد خبر چیزی ۔ برگوی بمن باری زان غیرت بشر چیزی
ہر آہ جگر سوزم باشد ز شرر چیزی ۔ ہر طفل سرشک من از لخت جگر چیزی
بس سحر و فسوں خوانم تا بر سر رحم آئی ۔ ہیہات نمی بینم در سحر اثر چیزی
در خرقۂ زنم آتش زیں بیش من در سوائی ۔ زاں رہ کہ نمی یابم در زہد اثر چیزی
از حال گرفتاراں چوں شرح دہی پیشش ۔ یاد آر ز حال من ای باد سحر چیزی
گوئی کہ بخور چیزی تا جاں نزد از تن ۔ آری بخورم ہر شب از خون جگر چیزی
تاراج نمودستی صبر و خرد و دینم ۔ از حسن ادا چیزی وز طرز نظر چیزی
دانم کہ بہ بخشائی بر حال دل زارم ۔ از نامۂ غمناکم خوانی تو اگر چیزی
مرغان چمن نالاں گل جامہ دراں دیدم ۔ دانم کہ ز سودایت دارند بسر چیزی
ہر دم غزلے تازہ خوہم بثنائے تو ۔ بینم چو ترا ہر دم در حسن دگر چیزی

ویسی بثنائے تو بر صفحۂ رخسارش
از خون سرشک خود بنوشتہ نگر چیزی
صفحہ ۱۸۰

غزل

نیامد چوں تو جانانی سراپا نور تابانی ۔ بلب چوں لعل رمّانی دوای درد پنہانی

نکردہ خالق یکتا نظیرت در جہاں پیدا | بچہرہ رشک بستانی بکاکل عنبر افشانی
نباشد کس تو چو دلبر بملک دلبری ہمسر | بعظمت شاہ شاہانی بحسن سر یزدانی
نخیزد چوں تو جانانی بحسن و دلبری یکتا | سراپا لطف رحمانی سراسر نور تابانی
نیامد چوں تو یکتائی بزیبائی در رعنائی | بطلعت بدر تابانی بقد سرو خرامانی
نباشد چوں خد و قدت سرافرازی و رعنائی | یکم گلبن دوم طوبیٰ سہ دیگر صبح خندانی
نباشد چوں رخ و رویت بلطف دلستانگی نکیسر | یکم جنت دوم گلشن سوم خورشید افشانی
نیامد چوں در امکانی بدیں حسن خدا دادی | بمعنی سر رحمانی بصورت جوہر جانی
کجا خیزد چو تو دلبر سراپا پاک تر از جاں | حبیب رب رحمانی چو حشمت پاک دامانی
نیامد چوں تو ئی ہرگز سراسر غمزدہ جانی | یکم درے دوم بدرد سوم لولوئے غلطانی
چو ابرویت کجا خیزد بدیں خوبی و زیبائی | یکم قوس و دوم مہ نو، سوم شمشیر عریانی

نیامد چوں من اے دیسی بشیدائی و رسوائی
یکم مجنوں، دوم وامق، سوم محمود سلطانی ۱۸۲ھ

غزل در منقبت حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رح

دلم در عشق تو نالاں محی الدین جیلانی رح | بہجرت چشم من گریاں محی الدین جیلانی رح
دل و جانم بشوق تو بہر دم زار می نالد | نما آں طلعت تاباں محی الدین جیلانی رح
بحال من نظر فرما نگر حال زبون من | کجائی اے شہ خوباں محی الدین جیلانی رح
شموس اولیں گم شد چو شد خورشید تو تاباں | بگردد شمس تو پنہاں محی الدین جیلانی رح

گذشتہ نوبت آناں کنوں نوبت ترا باشد مسلّم شد ترا میداں محی الدین جیلانیؒ

توئی آں محبوب سبحانی کہ برجنِ بشر داری شرف ای ہادی دوراں محی الدین جیلانیؒ

محی الدین جیلانیؒ محی الدین جیلانی ۱۸۳ مرادردِ زباں ہر آں محی الدین جیلانیؒ

زدم چنگل بدامانت نہادم سر بفرمانت غلام تو منم از جاں محی الدین جیلانیؒ

کمینہ بندہ ات ویسی تمنّا می کند ہر دم

شود بر پائے تو قرباں محی الدین جیلانی ۱۸۴
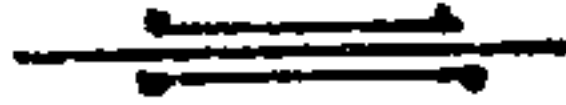
کتابیات

سلسلہ وار نمبر	کتاب کا نام	مصنف	مقام اشاعت	سال اشاعت
۱۔	آبِ کوثر	شیخ محمد اکرام	لاہور	۱۹۵۸ء
۲۔	آثار الصنادید	سر سید احمد خاں	دہلی	۱۹۶۵ء
۳۔	اعیانِ وطن	شاہ محمد شعیب	پٹنہ	۱۹۴۷ء
۴۔	آفتابِ شرف	ابو اشرف معصومی مجددی	کلکتہ	۱۹۳۳ء
۵۔	المنجد	فادر لوئیس	بیروت	۱۹۷۳ء
	امپیریل گزیٹیر آف انڈیا			
۶۔	جلد ششم	سکریٹری آف اسٹیٹ فار انڈیا	اوکسفورڈ	۱۹۰۸ء
۷۔	جلد ہفتم	//	//	//
۸۔	جلد نہم	//	//	//
۹۔	جلد دہم	//	//	//
۱۰۔	جلد سیزدہم	//	//	//
۱۱۔	جلد چہاردہم	//	//	//
۱۲۔	جلد شانزدہم	//	//	//
۱۳۔	جلد ہفدہم	سکریٹری آف اسٹیٹ فار انڈیا	اوکسفورڈ	۱۹۰۸ء

سلسلہ وار نمبر	کتاب کا نام	مصنّف	مقامِ اشاعت	سالِ اشاعت
۱۴-	جلد بست و یکم	سکریٹری آف اسٹیٹ فار انڈیا	اوکسفورڈ	۱۹۰۸ء
۱۵-	جلد بست و دوم	//	//	//
۱۶-	جلد بست و سوم	//	//	//
۱۷-	جلد بست و چہارم	سکریٹری آف اسٹیٹ فار انڈیا	اوکسفورڈ	۱۹۰۸ء
۱۸-	ایڈوانس ہسٹری آف انڈیا	آر.سی. مجمدار اچ.سی. رائے چودھری کالی کنکر دت	لندن	۱۹۵۱ء

بنگال ڈسٹرکٹ گزیٹیرس:

سلسلہ وار نمبر	کتاب کا نام	مصنّف	مقامِ اشاعت	سالِ اشاعت
۱۹-	ضلع بردوان	جے.سی.کے.پٹرسن	کلکتہ	۱۹۱۰ء
۲۰-	ضلع بیربھوم	اِل.اس.اس اومیلی	کلکتہ	۱۹۰۹ء
۲۱-	ضلع ٹپیرا	جے.ای ویبسٹر	الہ آباد	۱۹۱۰ء
۲۲-	ضلع جلپائی گوری	جان.اِف.گرڈننگ	الہ آباد	۱۹۱۱ء
۲۳-	ضلع چٹاگانگ	ال.اس.اس.اومیلی	کلکتہ	۱۹۰۸ء
۲۴-	ضلع ڈھاکہ	بی.سی.الین	الہ آباد	۱۹۱۲ء
۲۵-	ضلع دیناج پور	اِف.ڈبلو.اسٹرونگ	الہ آباد	۱۹۱۲ء
۲۶-	ضلع راج شاہی	اِل.اس.اس.اومیلی	کلکتہ	۱۹۱۶ء
۲۷-	ضلع رنگ پور	جے.اے.واس	کلکتہ	۱۹۱۱ء
۲۸-	ضلع مالدہ	جی.ای.لیمبورن	کلکتہ	۱۹۱۸ء

سلسلہ وار نمبر	کتاب کا نام	مصنف	مقام اشاعت	سال اشاعت
۲۹-	ضلع مدنا پور	ال۔اس۔اس۔اومیلی	کلکتہ	سنہ ۱۹۱۱ء
۳۰-	ضلع مرشدآباد	ال۔اس۔اس۔اومیلی	کلکتہ	سنہ ۱۹۱۴ء
۳۱-	ضلع میمن سنگھ	اف۔اے۔بیچ سے	کلکتہ	سنہ ۱۹۱۷ء
۳۲-	ضلع ندیا	جے۔اچ۔ای۔گیرٹ	کلکتہ	سنہ ۱۹۱۰ء
۳۳-	ضلع ہوگلی	ال۔اس۔اس۔اومیلی، من موہن چکرورتی	کلکتہ	سنہ ۱۹۱۲ء
۳۴-	تاریخ ادب اُردو	رام بابو سکسینا، اُردو ترجمہ: مرزا محمد عسکری	لکھنؤ	سنہ ۱۹۲۹ء
۳۵-	تاریخ ادب ہندی	سید ظہیر الدین علوی	الٰہ آباد	سنہ ۱۹۵۳ء
۳۶-	تاریخ اودھ جلد پنجم	نجم الغنی، مولوی	لکھنؤ	سنہ ۱۹۱۹ء
۳۷-	تاریخ سلسلہ فردوسیہ	محمد معین الدین دردائی	بہار شریف	سنہ ۱۹۶۲ء
۳۸-	تاریخ ہند	ایشوری پرساد، ڈاکٹر	الٰہ آباد	سنہ ۱۹۳۵ء
۳۹-	تحفۂ بہار	عبدالمتین، مولانا	پٹنہ	
۴۰-	تذکرۃ الصالحین	حبیب اللہ مختار	پٹنہ	سنہ ۱۹۴۸ء - ۳۰ - ۱۹۴۹ء
۴۱-	تذکرہ مجدد الف ثانی رح	محمد منظور نعمانی، مولانا	لکھنؤ	سنہ ۱۹۷۰ء
۴۲-	تذکرہ مولانا فضل الرحمٰن	ابوالحسن علی ندوی، مولانا سید	لکھنؤ	سنہ ۱۹۵۸ء
۴۳-	تقویم دو ہزار سال	ابوالحسن محی الدین خاں، خواجہ	لکھنؤ	

سلسلہ وار نمبر	کتاب کا نام	مصنف	مقام اشاعت	سال اشاعت
	ٹائم ٹیبل			
۴۴۔	ایسٹرن بنگال ریلوے	جنرل منیجر ایسٹرن بنگال ریلوے	چٹاگانگ	۱۹۵۴ء
۴۵۔	ایسٹرن ریلوے	جنرل منیجر ایسٹرن ریلوے	کلکتہ	۱۹۷۱ء
۴۶۔	نارتھ ایسٹرن ریلوے	جنرل منیجر نارتھ ایسٹرن ریلوے	گورکھپور	۱۹۷۴ء
۴۷۔	نارتھ ایسٹ فرنٹیر ریلوے	جنرل منیجر نارتھ ایسٹ فرنٹیر ریلوے	گوہاٹی	۱۹۷۰ء
۴۸۔	ٹورسٹ آسام	محکمہ سیاحت آسام	گوہاٹی	
۴۹۔	حیات وسی	زین العابدین اختری مولانا	کلکتہ	۱۹۵۵ء
۵۰۔	حضرت شاہ جلالی پیر قبلدار جیونی (بنگلہ)	زین العابدین اختری مولانا	کلکتہ	۱۹۷۲ء
۵۱۔	خصائص نعمت	محمد جمیل نصاری مولانا شیخ	کلکتہ	۱۹۲۴ء
۵۲۔	داستان تاریخ اردو	حامد حسن قادری مولانا	آگرہ	۱۹۵۷ء
۵۳۔	دیوان حافظ	شمس الدین حافظ شیرازی خواجہ	کانپور	
۵۴۔	دیوان وسی	سید فتح علی حضرت صوفی	کانپور	۱۹۳۵ء
۵۵۔	ذکر خیر المعروف صحیفہ مجنو	محبوب عالم، خواجہ	لاہور	۱۹۲۶ء
	رپورٹ مردم شماری ۱۹۴۱ء			
۵۶۔	بنگال	آر۔ اے۔ ڈوش	شملہ	۱۹۴۲ء
۵۷۔	آسام	کے۔ ڈبلیو۔ پی۔ مرار	شملہ	۱۹۴۲ء

سلسلہ وار نمبر	کتاب کا نام	مصنف	مقام اشاعت	سال اشاعت
۵۸ـ	ڈسٹرکٹ سنسس ہنڈ بک جلد ۴۹ـ اعظم گڑھ (یو پی)	پی ـ پی کٹھناگر	الہ آباد	۱۹۶۶ء

رسالے

سلسلہ وار نمبر	کتاب کا نام	مصنف	مقام اشاعت	سال اشاعت
۵۹ـ	آج کل	محکمہ اطلاعات، حکومت ہند	دہلی	جنوری ۱۹۶۸ء
۶۰ـ	آج کل	"	دہلی	دسمبر ۱۹۶۹ء
۶۱ـ	آج کل	"	دہلی	دسمبر ۱۹۷۵ء
۶۲ـ	ماہ نو	محکمۂ اطلاعات، حکومت پاکستان	کراچی	ستمبر ۱۹۵۳ء
۶۳ـ	ماہ نو	"	کراچی	مئی ۱۹۵۷ء
۶۴ـ	ماہ نو	"	کراچی	مئی ۱۹۵۹ء
	ماہ نو	"	کراچی	ستمبر ۱۹۵۹ء
۶۵ـ	ماہ نو	محکمۂ اطلاعات، حکومت پاکستان	کراچی	اپریل ۱۹۶۱ء
	ماہ نو	"	کراچی	اکتوبر ۱۹۶۱ء
۶۶ـ	ماہ نو	"	کراچی	دسمبر ۱۹۶۲ء
۶۷ـ	ماہ نو	محکمۂ اطلاعات، حکومت پاکستان	کراچی	اگست ۱۹۶۴ء
۶۸ـ	معارف	شبلی اکاڈمی، دار المصنفین	اعظم گڑھ	جولائی ۱۹۶۴ء
۶۹ـ	نیا دور	محکمہ اطلاعات، حکومت اترپردیش	لکھنؤ	اگست ۱۹۷۵ء
۷۰ـ	نقیب	خانقاہ مجیبیہ، پھلواری شریف	پٹنہ	مارچ ۱۹۷۰ء

سلسلہ وار نمبر	کتاب کا نام	مصنف	مقام اشاعت	سال اشاعت
۷۱-	رود کوثر	شیخ محمد اکرام	لاہور	۱۹۵۸ء
۷۲-	روزانہ صدائے عام	سید رضی حیدر، محمد مرغوب	پٹنہ	مئی ۱۹۵۵ء
۷۳-	سوانح حیات سید عبد الباری شاہؒ	محمد سعید خاں، مولانا	دہلی	۱۹۵۴ء
۷۴-	سوانح حیات حافظ حامد حسن علویؒ	محمد سعید خاں، مولانا	دہلی	
۷۵-	سید احمد شہید	غلام رسول مہر	لاہور	۱۹۵۲ء
۷۶-	سیرۃ الاشرف (حصہ اول)	امیر احمد کاکوروی، الحاج منشی	لکھنؤ	۱۳۷۰ھ / ۱۹۵۰-۵۱ء
۷۷-	سیرت مولانا حافظ جون پوریؒ	عبد الباطن، مولانا	ڈھاکہ	۱۳۸۹ھ / ۱۹۶۹ء
۷۸-	شیراز ہند۔ جون پور	سید اقبال احمد	جون پور	۱۹۶۳ء
۷۹-	صراح	ابو الفضل محمد عمر		۱۹۱۰ء
۸۰-	عین جاریہ	سید احمد اللہ، مولانا صوفی شاہ	ڈھاکہ	۱۹۶۴ء
۸۱-	فہرست ڈاک خانہ جات (بقاعدہ ابجد) دو جلد، ستمبر ۱۹۶۹ء	ڈائرکٹر جنرل پوسٹ اینڈ ٹیلی گراف	فرید آباد	۱۹۷۲ء
۸۲-	فہرست ڈاکخانہ جات (ضلع وار) اپریل ۱۹۶۹ء	" " "	ناسک	
۸۳-	فہرست آل انڈیا پوسٹل انڈکس کوڈ	" " "	ناسک	۱۹۷۴ء
۸۴-	فہرست ریلوے اسٹیشن دسمبر ۱۹۵۹ء	انڈین ریلوے کانفرنس اسوسی ایشن	دہلی	۱۹۶۲ء

سلسلہ وار نمبر	کتاب کا نام	مصنف	مقام اشاعت	سال اشاعت
۸۵۔	نیو شیشن انڈین براڈ شا (ستمبر ۱۹۶۲ء)	ڈبلو تھیوین کمپنی لمیٹیڈ	کلکتہ	۱۹۶۲ء
۸۶۔	قاموس المشاہیر، جلد اوّل	نظامی بدایونی	بدایون	۱۹۲۴ء
۸۷۔	قاموس المشاہیر، جلد دوم	نظامی بدایونی	بدایون	۱۹۲۶ء
۸۸۔	کرنٹ اسٹڈیز پٹنہ کالج	پرنسپل پٹنہ کالج	پٹنہ	۱۹۶۹ء
۸۹۔	کیٹیلوگ خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری	محکمہ تعلیمات حکومت بہار	پٹنہ	
۹۰۔	کلیاتِ اقبال	علامہ اقبال	لکھنؤ	۱۹۵۳ء
۹۱۔	کیفیت العارفین	شاہ عطا حسین گیاوی	گیا	۱۳۵۱ھ ۱۹۳۲-۳۳ء
۹۲۔	گم گشتہ حالات اجودھیا (تاریخ پارینہ مدینۃ الاولیاء)	عبدالغفار اودھی، مولوی	لکھنؤ	
۹۳۔	لکھنؤ کا دبستان شاعری	ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر	علی گڑھ	۱۹۴۴ء
۹۴۔	مجدد اعظمؒ	محمد علیم	دھلی	۱۹۵۸ء
۹۵۔	مختصر تاریخ ادب اُردو	اعجاز حسین، ڈاکٹر	دہلی	۱۹۵۲ء
۹۶۔	مزارات اولیائے دہلی	محمد شاہ عالم فریدی، مولوی	دہلی	۱۳۴۶ھ ۱۹۲۷-۲۸ء
۹۷۔	مسالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین	مرزا عبدالستار بیگ	آگرہ	
۹۸۔	مسلم بنگالی ادب (اردو ترجمہ)	انعام الحق، ڈاکٹر	کراچی	۱۹۵۷ء

سلسلہ وار نمبر	کتاب کا نام	مصنف	مقام اشاعت	سال اشاعت
۹۹۔	سنز آف مرشد آباد	پورنا چند مجمدار	مرشد آباد	سنہ ۱۹۰۵ء
۱۰۰۔	مقدمہ سیرۃ النبیؐ	بیگم فاطمہ فضل الرحمٰن	کراچی	سنہ ۱۹۷۰ء
۱۰۱۔	مکتوبات امام ربانی (دفتر اول حصہ اول)	الجنتہ العلمیہ	حیدر آباد	
۱۰۲۔	مکتوبات امام ربانی (دفتر اول حصہ دوم)	الجنتہ العلمیہ	حیدر آباد	
۱۰۳۔	مکتوبات امام ربانی (دفتر دوم)	الجنتہ العلمیہ	حیدر آباد	
۱۰۴۔	موج کوثر	شیخ محمد اکرام	کراچی	سنہ ۱۹۵۸ء
۱۰۵۔	موڈرن انڈین ہسٹری	سرکار اینڈ دت		

نارتھ ویسٹ فرنٹیر پراونسز ڈسٹرکٹ گزیٹیر۔

سلسلہ وار نمبر	کتاب کا نام	مصنف	مقام اشاعت	سال اشاعت
۱۰۶۔	ضلع ہزارہ	ایچ۔ ڈی۔ واٹسن	لندن	سنہ ۱۹۰۷ء
۱۰۷۔	ہسٹری آف بنگال جلد دوم مسلم پیریڈ	سر جدو ناتھ سرکار	ڈھاکہ	سنہ ۱۹۴۸ء
۱۰۸۔	ہسٹری آف چٹاگانگ	سید مرتضیٰ علی	ڈھاکہ	سنہ ۱۹۶۴ء
۱۰۹۔	ہندی ادب کی تاریخ	محمد حسن، ڈاکٹر	علی گڑھ	سنہ ۱۹۵۵ء
۱۱۰۔	ہند و پاکستان کے اولیاء	شوکت علی فہمی	دہلی	
۱۱۱۔	ہندوستان ایر بک سنہ ۱۹۷ء	ایس سی سرکار	کلکتہ	

سلسلہ وار نمبر	کتاب کا نام	مصنف	مقام اشاعت	سال اشاعت
	یونائیٹڈ پروونسیز آف آگرہ اینڈ اودھ ڈسٹرکٹ گزیٹیرس۔			
۱۱۲۔	ضلع فیض آباد	ایچ۔آر۔نیویل	الہ آباد	سنہ ۱۹۰۵ء
۱۱۳۔	ضلع میرٹھ	ایچ۔آر۔نیویل	الہ آباد	سنہ ۱۹۰۴ء
	نقشے:			
۱۱۴۔	امپیریل اٹلاس آف انڈیا	سرویر جنرل آف انڈیا	ڈیرہ دون	
۱۱۵۔	امپیریل گزیٹیر آف انڈیا جلد بست و ششم	سکریٹری آف اسٹیٹ فار انڈیا	اوکسفورڈ	سنہ ۱۹۰۸ء
۱۱۶۔	اوکسفورڈ اسکول اٹلس	اوکسفورڈ یونیورسٹی پریس	لندن	سنہ ۱۹۷۳ء
۱۱۷۔	روڈ میپ آف انڈیا	سرویر جنرل آف انڈیا	ڈیرہ دون	سنہ ۱۹۷۳ء
۱۱۸۔	ریلوے میپ آف انڈیا	سرویر جنرل آف انڈیا	ڈیرہ دون	سنہ ۱۹۷۱ء
۱۱۹۔	کلکتہ اینڈ ہوڑہ گائڈ میپ	سرویر جنرل آف انڈیا	ڈیرہ دون	سنہ ۱۹۴۳ء
۱۲۰۔	میپ آف کلکتہ	جنرل منیجر ایسٹرن ریلوے	کلکتہ	سنہ ۱۹۵۴ء
۱۲۱۔	میپ کیٹلاگ	سرویر جنرل آف انڈیا	کلکتہ	سنہ ۱۹۴۵ء
۱۲۲۔	اسٹیٹ میپ آف ویسٹ بنگال	علی پور ڈرائنگ آفس	کلکتہ	سنہ ۱۹۵۸ء
۱۲۳۔	متعدد ڈگری اور اسٹینڈرڈ شیٹ	سرویر جنرل آف انڈیا	ڈیری دون	

خطوط:

۱۔ جناب ابو زاہد جلیل احمد صاحب، مکان نمبر ۹۲، دھان منڈی رہائش علاقہ ڈھاکہ (بنگلہ دیش)

سلسلہ وار نمبر | کتاب کا نام | مصنف | مقام اشاعت | سال اشاعت

۲۔ جناب مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہ۔ خانقاہ کان کھولی شریف گارڈن ریچ کلکتہ ۲۴

۳۔ جناب سید شمس العالم صاحب مقام چندور (میاں پارا) ڈاکخانہ آرام باغ۔ ضلع ہوگلی۔

۴۔ جناب مولوی عبد الباسط صاحب (پوکھریرہ ضلع سیتامڑھی) رام لوچن ملک اسٹریٹ کلکتہ

۵۔ جناب عبد الحلیم صاحب، خانقاہ سفیان۔ ڈاکخانہ سفیان۔ براہ بائسی۔ ضلع پورنیہ۔

۶۔ آنریبل مسٹر جسٹس عبد الرحمٰن چودھری سپریم کورٹ ڈھاکہ (بنگلہ دیش)

۷۔ جناب اخوند کار عبد الرحمٰن صاحب۔ پوسٹ ماسٹر سیج گرام۔ براہ بھرت پور ضلع مرشد آباد

۸۔ جناب مولانا عبد السلطان صاحب، پوسٹ ماسٹر گرڈا۔ براہ موست۔ ضلع ہوگلی

۹۔ جناب مولوی سید عبد السلام صاحب وکیل ۲۔ جدو ناتھ بساک لین ڈھاکہ ۱ (بنگلہ دیش)

۱۰۔ جناب مولانا عبد القادر صاحب (کٹھاتوں) مدرسہ سیتاپور۔ ڈاکخانہ جگت بلبھ پور ضلع ہگلی۔

۱۱۔ جناب مولوی عبد الکریم صاحب سب پوسٹ ماسٹر بھرت پور ضلع مرشد آباد۔

۱۲۔ جناب سید عبد المتین صاحب شاہ پوری۔ مقام پناسی۔ ڈاکخانہ بہاران (براہ کنوا۔ ضلع بردوان)۔ ضلع مرشد آباد۔

۱۳۔ جناب ڈاکٹر عزیز احمد صاحب۔ الیسٹ کوتوالی بھاگل پور ۲۔

۱۴۔ جناب مولوی قمر الہدیٰ صاحب مقام کہٹہ۔ ڈاکخانہ مانتوب۔ براہ سلاؤ۔ ضلع نالندہ

۱۵۔ جناب ڈاکٹر محمد ابو تراب صاحب (صدر حضرت حمید بنگالی وقف کمیٹی، نورمنزل، منگل کوٹ۔ ضلع بردوان۔

۱۶۔ مرشد زادہ جناب محمد اسرار الحق خان صاحب۔ مدظلہ۔ نزد جامع مسجد۔ اعظم گڑھ

۱۷۔ جناب مولانا محمد اظہار الحق صاحب ۔ مدرسہ صوفیہ نوریہ ۔ ڈاکخانہ صوفیہ مدرسہ ۔ براہ
میرسرا ۔ ضلع چاٹگانگ (بنگلہ دیش)

۱۸۔ جناب الحاج مولانا سید ابو البشر محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ، ۲ جدو ناتھ بائک لین
آف مدن موہن بابک روڈ ۔ ڈھاکہ ۱ (بنگلہ دیش)

۱۹۔ مرشد زادہ جناب سید محمد جان عالم صاحب مدظلہٗ ایڈوکیٹ ۲۹۔ وائز اسٹریٹ ۔
واری ۔ ڈھاکہ ۳ (بنگلہ دیش)

۲۰۔ جناب مولانا سید شاہ محمد رضا صاحب بخاری (خانقاہ سہروردیہ) مقام و ڈاکخانہ
حضرت پور ۔ براہ دوبراج پور ۔ ضلع بیربھوم ۔

۲۱۔ جناب مولانا ابو صالح محمد رضوان الکریم صاحب (بندپوری) ۲/۱ دیدار بخش لین ۔ کلکتہ ۶

۲۲۔ ہادینا و مرشدنا جناب الحاج الحافظ مولانا محمد سعید خاں صاحب قبلہ ادام اللہ فیوضہٗ
نزد جامع مسجد اعظم گڑھ ۔

۲۳۔ جناب محمد عبد العزیز صاحب نزد جامع مسجد برہ پورا ۔ بھاگل پور ۱

۲۴۔ مرشد زادہ جناب محمد عضد الدین خاں صاحب مدظلہٗ ۔ ظفر منزل ۔ نزد سکندر لاج
دگی روڈ ۔ علی گڑھ ۔

۲۵۔ جناب ابو الفتح محمد صفی اللہ صاحب ۱۰ نارتھ بروک ہال روڈ ۔ ڈھاکہ ۱ (بنگلہ دیش)

۲۶۔ جناب محمد مصطفیٰ صاحب ۔ پوسٹ ماسٹر شاہ پور ۔ براہ بھرت پور ۔ ضلع مرشد آباد ۔

۲۷۔ جناب مولوی چودھری ملوک چند صاحب ایڈوکیٹ ۶۵ لشکر دگھی (ویسٹ) روڈ ۔

۲۸۔ جناب سب پوسٹ ماسٹر صاحب ٹمن شیرہاٹ ۔ ضلع ہوڑہ (۷۱۱۴۱۰)

۲۹- جناب مولانا محمد فرید الدین صاحب عطّار - خطیب امین باغ مسجد، شانتی نگر
ڈھاکہ ۱۷ (بنگلہ دیش)

۳۰- جناب حاجی نبی محمد صاحب ۷ بی گیس اسٹریٹ - راجہ بازار - کلکتہ ۹

۳۱- مرشد زادہ جناب قاضی نجیب الرحمٰن صاحب مدظلہٗ، وکیل ۲/۱ دیدار بخش
لین - کلکتہ ۱۶

۳۲- جناب محمد نظام الدین صاحب سفیان - مقام و ڈاک خانہ ہنگاجیہ
ضلع سلہٹ (بنگلہ دیش)

عکس مزارات مبارک و عکس اوراق کتب مرسلہ

۱- جناب سید ابو الکلام صاحب بنڈیل شریف - ڈاکخانہ بنڈیل جنکشن - ضلع ہوگلی

(۱) مزار پُر انوار حضرت سید عبد الباری شاہ رحمۃ اللہ علیہ بنڈیل شریف - ضلع ہوگلی -

(۲) خانقاہ بنڈیل شریف - ضلع ہوگلی

۲- جناب مولانا محمد اظہار الحق صاحب مدرسہ صوفیہ نوریہ - ڈاکخانہ صوفیہ مدرسہ - براہ میرسرائے
ضلع چاٹگام -

(۱) مزار مبارک حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوری رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ) ملے یاش ضلع چاٹگام

۳۔ جناب الحاج مولانا سیّد ابوالبشر محمد بشیر الدین صاحب مدظلہٗ نمبر ۲ بیدو ناتھ باسک لین۔ رتھ کھولا۔ ڈھاکہ نمبر ۱

(۱) مزار مبارک حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب ویسی رح مانک تلہ۔ کلکتہ نمبر ۶

(۲) لوح مزار مبارک حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب ویسی رح مانک تلہ۔ کلکتہ نمبر ۶

(۳) احادیث الخوانین (تاریخ حمید) صفحہ ۲۷ ؛ مطبوعہ کلکتہ سنہ ۱۸۷۱ء

(۴) مزار مبارک حضرت شیخ حمید الدین دانشمند بنگالی رح منگل کوٹ ضلع بردوان

(۵) خلافت نامہ حضرت شیخ حمید الدین دانشمند بنگالی رح۔ منگل کوٹ ضلع بردوان

(۶) سرورق دیوان ویسی مطبوعہ سنہ ۱۸۹۸ء

۴ ۔ عزت مآب جناب الحاج سیّد ابوالبشر محمود حسین صاحب چیف جسٹس سپریم کورٹ بنگلہ دیش۔ ڈھاکہ

(۱) مزار مبارک حضرت مولانا کرامت علی صاحب جون پوری رح۔ رنگ پور (خلیفہ حضرت سید احمد ...)

(۲) مزار مبارک اور مسجد حضرت شاہ احسن اللہ صاحب صدیقی رح۔ موسوری کھولا۔ ضلع ڈھاکہ

۵ ۔ جناب مولانا ابو صالح محمد رضوان الکریم صاحب نمبر ۲۱ دیدار بخش لین۔ کلکتہ

(۱) مرقد انور حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی۔ فرفرا شریف۔ ضلع ہوگلی

(۲) مزار مبارک حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب عباسی رح فرفرا شریف ضلع ہوگلی

۶ ۔ جناب ڈاکٹر محمد ادریس صاحب ڈنٹسٹ۔ نزد نٹ راج ہوٹل۔ سبا قرنگ ...

(۱) گنبد خضریٰ (منقول از عکس رنگین۔ مکہ معظمہ۔ سعودی عرب)

۷۔ منقول از حیات ویسی رح مولفہ جناب مولانا زین العابدین صاحب اختر مدظلہٗ

خانقاہ کان کھولی شریف۔ گارڈن ریچ۔ کلکتہ ۲۴

(۱) دستخط مبارک قطب ارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسیؒ (حیات ویسی حصہ بنگلہ) صفحہ ۲۵

(۲) تحریر مبارک قطب ارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسیؒ (حیات ویسی حصہ بنگلہ صفحہ ۲۱۳، ۲۱۴)

۸۔ منقول از ہزارہ ضلع گزیٹیر (صوبہ سرحد) مرتبہ ایچ۔ ڈی۔ واٹسن۔ مطبوعہ لندن ۱۹۰۷ء

(۱) بالاکوٹ ضلع ہزارہ (کنہار ندی اور پل) (دہانہ وادی کاغان۔ ہزارہ گزیٹیر مقابل صفحہ ۳۰۲)

(۲) گڑھی حبیب اللہ خاں۔ ضلع ہزارہ (ہزارہ گزیٹیر مقابل صفحہ ۲۲۶)

۹۔ جناب جمیل احمد خاں صاحب معرفت اترولہ کولڈ اسٹوریج اینڈ آئس فیکٹری فیض آباد روڈ۔ گونڈہ (۲۷۱۰۰۱)

(۱) مزار مبارک حضرت حافظ حامد حسن صاحب علویؒ فیض آباد۔ روڈ۔ گونڈہ

۱۰۔ جناب بابو اسرار الحق خاں صاحب نزد جامع مسجد۔ اعظم گڈھ (۲۷۶۰۰۱)

۱۔ مزار مبارک حضرت مولانا محمد سعید خاں قدس سرہٗ۔ منگراواں۔ ضلع اعظم گڑھ۔

ضمیمہ

آئینۂ ویسی

ا۔ نواب سیّد محمد صاحب مرحوم (مولانا آزاد)

(بہ سلسلۂ فٹ نوٹ صـ ۱۲۸ ، صـ ۲۰۶ اور صـ ۲۶۹-۲۶۸)

خان بہادر نواب سیّد محمد صاحب مرحوم، آئی۔ ایس۔ او (مولانا آزاد) کے متعلق ڈھاکہ گزیٹیر کے جدید ایڈیشن مطبوعہ ۱۹۶۹ء کے صـ ۳۴۶ پر لکھا ہے کہ "نواب سیّد محمد آزاد اُردو کے نثر نگار تھے۔ وہ لکھنؤ کے ایک معیاری اور اعلیٰ ادبی ہفتہ اودھ پنچ میں باقاعدہ مضامین لکھتے تھے۔ وہ رسالہ طنز و مزاح کے لئے مشہور تھا۔ اس ہفتہ وار اور اُردو کے دوسرے موقّر رسالوں میں ان کے جو مضامین شائع ہوئے ان کے مجموعوں کو نئی ڈکشنری، لو فر کلب، خیالاتِ آزاد اور نامۂ پیام کے نام سے کتابی شکل میں شائع کر دیا گیا ہے۔ نوابی دربار اُن کی حیات میں شائع ہوا اور ڈھاکہ میں کئی بار اُس کے کچھ حصّوں کو اسٹیج کیا گیا۔ جس سے اُردو کی مقبولیت میں اضافہ ہوا۔"

(خط جناب عطاء الرحمٰن صاحب جمیلی، سپرنٹنڈنگ انجنیئر، ڈھاکہ بحکم جناب مولانا ابو البشر محمد بشیر الدین صاحب مدظلہٗ مورخہ ۸ر اکتوبر ۱۹۷۵ء)

۲۔ عزّت مآب جناب سیّد ابو البشر محمود حسین صاحب مدظلہٗ چیف جسٹس

(بہ سلسلہ صفحہ ۱۴۰ - ۱۳۹)

بنگلہ دیش میں جناب اخوند کارمشتاق احمد صاحب کے استعفا دینے اور ہزاکسلنسی مسٹر جسٹس ابو سعادت محمد صائم صاحب بالقابہٗ کے صدر مملکت مقرر ہونے کے بعد عزّت مآب الحاج جناب سیّد ابو البشر محمود حسین صاحب مدظلہٗ ۷ر نومبر ۱۹۷۵ء کو بنگلہ دیش سپریم کورٹ کے چیف جسٹس مقرر ہوئے۔ اسی سال حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ بنگلہ دیش وفدِ حج کے سربراہ کی حیثیت سے مکہ معظّمہ تشریف لے گئے تھے۔ وہاں سے ۲۸ر دسمبر ۱۹۷۵ء کو ڈھاکہ واپس ہوئے۔

(خط جناب عطاء الرحمٰن صاحب جمیل، سپرنٹنڈنگ انجینئر، ڈھاکہ مورخہ ۵ جنوری ۱۹۷۵ء اور خط جناب الحاج مولانا ابو البشر سید محمد بشیر الدین صاحب مدظلہٗ۔ ڈھاکہ ۱ مورخہ ۹ر جنوری ۱۹۷۶ء)

۳۔ حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب ویسی رح کے مزار شریف کے کتبے

(بہ سلسلہ صفحہ ۱۷۸ اور صفحہ ۲۱۷)

جناب مولانا زین العابدین صاحب اختر ہی نے مطلع فرمایا کہ مانک تلہ کلکتہ ۶ میں حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب ویسی قدس سرّہٗ کے مزار مبارک پر اُن کے خلیفہ حضرت مولانا محمد ابو بکر صاحب صدیقی رح نے جو کتبہ لگوایا تھا، وہ صرف فارسی میں تھا۔ بعد میں بنگلہ کتبہ حضرت ویسی رح کے پوتے جناب مولوی سیّد محمد جان عالم صاحب ام-اے، بی-ال ایڈوکیٹ ڈھاکہ نے لگوایا۔ بنگلہ اور اُردو کا موجودہ کتبہ عنایت پور ضلع پابنا کے

خواجہ شاہ صوفی یونس علی صاحب رحؒ اور اُن کی بیگم نے لگوایا تھا۔

(خط ممتاز المحدثین جناب مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہٗ۔ خانقاہ کان کھولی شریف۔ گارڈن ریچ۔ کلکتہ ۲۴ مورخہ ۱۸ ستمبر ۱۹۷۵ء)

۴۔ جناب امیر الاسلام صاحب شرقی

(بہ سلسلہ فٹ نوٹ ص ۱۷۹)

جناب امیر الاسلام صاحب شرقی مدظلہٗ کے متعلق ڈھاکہ ضلع گزیٹیر کے جدید ایڈیشن مطبوعہ ۱۹۶۹ء (مرتبہ جناب ایس۔ ان۔ اچ۔ رضوی مرحوم) کے ص ۳۵۰ پر لکھا ہے کہ " جناب امیر الاسلام صاحب شرقی ۱۹۰۳ء میں پیدا ہوئے۔ محکمہ انکم ٹیکس کے ایک ریٹائرڈ سرکاری ملازم ہیں۔ اُنھوں نے فی البدیہہ قطعہ تاریخ کہنے میں کمال حاصل کیا۔ اور اس حیثیت سے وہ خواجہ محمد افضل متوفی ۱۸۷۵ء جنھیں افضل المورخین کہا جاتا تھا۔ اُن کے سچّے جانشین ہیں "

(خط جناب عطاء الرحمٰن صاحب جمیل سپرنٹنڈنٹ انجینیر ڈھاکہ۔ بحکم جناب مولانا ابوالبشر سید محمد شبیر الدین صاحب مدظلہٗ۔ رتھ کھولا۔ ڈھاکہ ۱۔ مورخہ ۸ اکتوبر ۱۹۷۵ء)۔

۵۔ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب وَیسیؒ کے ایصال ثواب کا سالانہ جلسہ

(بہ سلسلہ ص ۱۸۳)

حسب سابق اس سال بھی اتوار ۲۰ اگہن = ۲۱ دسمبر ۱۹۷۵ء کو قطب ارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب وَیسیؒ قدس سرّہٗ کے ایصال ثواب کا سالانہ جلسہ

ممتاز المحدثین جناب مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہٗ (گوشہ نشین کان کھولی شریف ضلع چوبیس پرگنہ) کے زیر اہتمام دِلّی وال قبرستان مانک تلہ کلکتہ ۱۹۷۶ء میں منعقد ہوا بنگال کے مختلف اضلاع سے حضرت صوفی صاحبؒ کے متوسلین کا شاندار اجتماع ہوا۔ اس سال علاقہ کے غیر مسلم بھی کثیر تعداد میں جلسہ میں شریک ہوئے۔ مولانا اختری صاحب مدظلہٗ کے صاحبزادے جناب مولانا غلام محی الدین صاحب جیلانی، خود مولانا زین العابدین صاحب اختری اور جناب مولانا محمود بخت بختیاری سجّادہ نشین کان کھولی شریف نے اپنی تقریر سے سامعین کو محظوظ فرمایا۔

۳ر اور ۴ر جنوری ۱۹۷۶ء کو مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہٗ، مولانا کے ہم زلف مولوی نور حسین صاحب اور مولانا محترم کے بھتیجوں ڈاکٹر ناظم الدین احمد اور نور الاسلام صاحبان نے خرچ کثیر سے اپنی موجودگی میں دِلّی وال مسجد مانک تلہ کی ضروری مرمت کرا کے آہک پاشی کرائی۔

(خط جناب مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہٗ۔ کلکتہ ۲۴ مورخہ ۴ر جنوری ۱۹۷۶ء)

۶۔ اولادِ امجاد حضرت صوفی سیّد فتح علی صاحب ویسی قدس سرہٗ

(بہ سلسلہ صفحہ ۱۹ اور صفحہ ۱۹۲)

(۱) رابعہ بنگال حضرت سیّدہ زہرا قدس سرہا کے پوتے جناب سیّد عبدالمتین صاحب شاہ پوری مدظلہٗ کے صاحبزادے کا نام سیّد فرید القادر نہیں بلکہ سیّد

کردار ہے (ص۱۹۲)۔ (خط جناب سید عبدالسّلام صاحب ۲ جدوناتھ باساک لین، ڈھاکہ ۱ مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۷۵ء بحوالہ جناب سید عبدالمتین صاحب مدظلہٗ)

(۲) بی بی سیدہ زہرا قدس سرہا کی پوتی سیدہ حلیمہ بانو کے شوہر جناب فیض احمد صاحب مدظلہٗ "حق اللہ" کلیان پور - محمد پور - ڈھاکہ ۷ میں رہتے ہیں وہ جوان صالح اور حضرت صوفی سید فتح علی صاحب وَیسی رح کے نور باطنی کے سچے طالب ہیں۔

(خط جناب مولانا ابوالبشیر سید محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ ۱ مورخہ یکم نومبر ۱۹۷۵ء۔ مرسلہ جناب فیض احمد صاحب مدظلہٗ ڈھاکہ ۷)

۷۔ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب وَیسی رح کے خلفا اور مریدین

(بسلسلہ ص۲۰۰، ص۲۱۵ اور ص۲۱۶)

(۱) سلسلہ وار نمبر ۱، مولوی احمد علی صاحب فرید پوری رح - آپ ۱۲۶۳ بنگلہ فصلی = ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے۔ اور ۲ اگہن ۱۳۲۶ بنگلہ فصلی = وسط نومبر ۱۹۱۹ء کو انتقال فرمایا۔ اپنے علاقہ میں شاہ جان شریف رح کے نام سے مشہور ہیں مزار آپ کا دربار اولیاء، شورِ شیرؔ، دائرہ شریف۔ ڈاکخانہ چندی پور (براہ نڑیا) ضلع فرید پور میں ہے۔ سالانہ عرس ۲ اگہن اور ۲۰ ماگھ کو ہوتا ہے۔ نور حق گنج نور، شجرہ طریقہ مجددی، سفینہ سفر مدینہ، سرِّ حق جامع نور، مطلع العلوم، لطائف شافیہ اور عینیق وغیرہ آپ کی تصانیف ہیں۔ یہ کتابیں بنگلہ اور ہندی میں ہیں۔ دائرہ شریف

شورِ نشتر کے موجودہ سجّادہ نشین جناب شاہ نورجلال صاحب مدظلّہٗ ہیں (خط جناب مولانا سیّد ابوالبشر محمد شبیر الدین صاحب مدظلّہٗ، ڈھاکہ ۱، مورخہ ۳ ار ستمبر ۱۹۷۵ء)

(۲) سلسلہ وار نمبر ۲۰، جناب سیّد واجد علی صاحب مہدی باغ کلکتہ :-

آپ کے خلیفہ خواجہ شاہ صوفی یونس علی صاحب عنایت پور ضلع پابنا (ص ۲۱۷) کے بڑے صاحبزادے اور خلیفہ جناب حسام الدین رح کا ستمبر ۱۹۷۵ء کے پہلے ہفتہ میں انتقال ہوا۔ ۵ ر ستمبر کو ریڈیو بنگلہ دیش سے آپ کے وفات کی خبر نشر کی گئی۔ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی رح کی صاحبزادی رابعۂ بنگال حضرت بی بی سیّدہ زہرا قدس سرہا کے پوتے جناب سیّد عبدالمتین صاحب شاہ پوری مدظلہٗ (ص ۱۹) مولانا حسام الدین رح کے فاتحہ میں شریک ہوئے

(خط جناب سید عبد السّلام صاحب وکیل، ۲ جدو ناتھ باسک لین۔ ڈھاکہ ۱ مورخہ ۶ ار ستمبر ۱۹۷۵ء۔)

۸ آرام باغ ضلع ہوگلی

(بہ سلسلہ فٹ نوٹ ص ۲۱۱ و ص ۲۱۲)

آرام باغ میں ایک ممتاز عالم دین مولانا سید عبد السّلام صاحب رح گذرے ہیں۔ آپ سلطان الواعظین کے نام سے مشہور تھے۔ عربی، فارسی اور اُردو ادب پر عبور کامل حاصل تھا۔ اہل زبان کی طرح فارسی اور اُردو میں تحریر و تقریر کی صلاحیت رکھتے تھے۔ نہایت فصیح البیان مقرّر تھے۔ مثنوی مولانا روم رح، دیوان حافظ اور دیوان ویسی رح کے

اشعار بکثرت یاد تھے۔ چشمہ فیض کے نام سے ایک قابل قدر کتاب تصنیف فرما کر قوم پر بڑا احسان کیا۔

(خط جناب مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہٗ، گارڈن ریچ۔ کلکتہ ۲۴۔ مورخہ ۸ نومبر ۱۹۷۵ء)۔

۹۔ فرفرا شریف کا سالانہ جلسہ

(بہ سلسلہ صـ ۲۴۵)

جناب مولانا زین العابدین صاحب اختری تحریر فرماتے ہیں کہ فرفرا شریف ضلع ہوگلی میں ایصال ثواب کا سالانہ جلسہ انگریزی تاریخ کے حساب سے ۵، ۶، اور ۷ مارچ کو نہیں، بلکہ ہر سال ۲۱، ۲۲، اور ۲۳ پھاگن بنگلہ فصلی کو منعقد ہوتا ہے۔ (خط جناب مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہٗ، کلکتہ ۲۴۔ مورخہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۷۵ء) سالانہ جلسہ کے انعقاد کی انگریزی تاریخیں جناب مولانا عبدالسلطان صاحب سابق مدرس مدرسہ فتحیہ فرفرا شریف ضلع ہوگلی نے تحریر فرمایا تھا (خط مورخہ ۶ اگست ۱۹۷۴ء)۔ انگریزی اور بنگلہ فصلی تاریخوں میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ بنگلہ فصلی پھاگن کی ۲۱، ۲۲، اور ۲۳ تاریخیں عموماً ۴، ۵، اور ۶ مارچ کو ہوتی ہیں۔ اور کبھی کبھی ۵، ۶، اور ۷ مارچ کو بھی، جیسے ۱۹۳۷ء، ۱۹۳۹ء، ۱۹۷۴ء اور ۱۹۷۵ء میں۔

۱۰۔ مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی رح کے خلفا اور مریدین

(بہ سلسلہ صـ ۲۴۷، صـ ۲۴۹، صـ ۲۵۰ اور صـ ۲۸۸)

(۱) جناب مولانا شاہ صوفی روح الامین صاحب رح بشیرہاٹ (صـ ۲۴۷، صـ ۲۵۰)۔

حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی رح کی جو سوانح حیات بنگلہ زبان میں اُن کے خلیفہ مولانا روح الامین صاحب رح نے شائع کیا تھا اس میں ۴۵۹ صفحات ہیں۔ حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحب صدّیقی رح کی سوانح حیات کے سلسلہ میں یہ کتاب نقش اوّل کی حیثیت رکھتی ہے۔ فرفرا شریف ضلع ہوگلی (دیکھیے ص۲۳۶) کے بارے میں مولانا نے تحریر فرمایا ہے کہ فرفرا شریف میں ایک مقام شہید گنج کے نام سے مشہور ہے۔ وہاں مسلمان فوجی شہید ہوئے تھے۔ دوسری جگہ صوفی جنگل کہلاتی ہے۔ وہاں صوفی سپاہی سکونت پذیر تھے۔

(خط جناب مولانا زین العابدین صاحب اخنری کلکتہ ۲۴، مورخہ ۴ دسمبر ۱۹۷۵ء)

(۲) ص ۲۴۹ مولانا عبدالعزیز صاحب کنک پوری رح:۔

مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی رح کے ایک نامور خلیفہ مولانا عبدالعزیز صاحب کنک پوری رح تھے۔ آپ ضلع ہوگلی کے ہری پال تھانہ میں وہاں سے چند میل کے فاصلہ پر کنک پور گاؤں میں پیدا ہوئے۔ ہندوستان کے بہت سے مشہور مدرسوں خصوصًا مدرسہ سہارن پور میں تعلیم حاصل کی۔ بڑے جیّد عالم اور عارف کامل تھے۔ طبیعت میں سخاوت اور فیاضی کا مادّہ بہت تھا۔ کتب بینی اور خدمت خلق میں مصروف رہتے تھے۔ مولانا کے ذاتی کتب خانہ میں حدیث، تفسیر، فقہ، اصول فقہ، بلاغت، اور تصوّف کی بہت ساری کتابیں موجود ہیں۔ زیادہ تر کتابیں عربی اور فارسی میں ہیں۔ مولانا عبدالعزیز صاحب کنک پوری رح کے صاحبزادے ممتاز المحدّثین جناب مولانا ہدایت اللہ صاحب مدظلہٗ بہت ہی لائق و فائق عالم دین ہیں۔

(خط جناب مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہٗ - کلکتہ ۲۴ مورخہ ۸ نومبر ۱۹۷۵ء)

(۳) مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی رح کے مریدوں میں (ص ۲۸۸) ایک بزرگ اور جید عالم مولانا شاہ صوفی محمد ایوب صاحب مدظلہٗ ہیں۔ ضلع ہوگلی کے جنوبی حصہ میں دان کونی اسٹیشن کے پاس متھورڈانگہ میرگلہ میں پیدا ہوئے۔ گارڈن ریچ ضلع چوبیس پرگنہ (کلکتہ ۲۴) کے پانچوڑ میں آپ کی شادی ہوئی۔ بڑی محنت اور جانفشانی سے آپنے تعلیم حاصل کی اور مدرسہ عالیہ کلکتہ سے ممتاز المحدثین کی سند حاصل کی۔ نہایت فصیح البیان مقرر ہیں۔ اپنی تقریروں میں اکثر دیوانِ علی و سیّی کے اشعار پڑھتے ہیں۔ ابھی حیات ہیں۔ لیکن کافی ضعیف ہو چکے ہیں۔

(خط جناب مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہٗ - کلکتہ ۲۴ - مورخہ ۳ جنوری ۱۹۷۶ء)

۱۱- اولاد امجاد حضرت حامد حسن صاحب علوی قدس سرہٗ

(بہ سلسلہ ص ۳۵۵)

حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی قدس سرہٗ کے چھوٹے پوتے عبد السبحان صاحب کی شادی اعلیٰ حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب قبلہ ادام اللہ فیوضہٗ کے مشورہ سے بحری آباد ضلع غازی پور کے حافظ ذکی اشرف صاحب فاروقی کی چھوٹی صاحبزادی سے ہوئی ہے۔ بحری آباد کے فاروقی خاندان کا تعلق ولید پور ضلع اعظم گڑھ (فوٹ نوٹ ص ۳۰۲) سے ہے۔

حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی رح کی سب سے چھوٹی پوتی بی بی رضیہ سلطانہ کی شادی

بڈو پور تھانہ شاہ گنج ضلع جون پور میں ہوئی ہے۔

(بحوالہ جناب مولانا عبدالوہاب صاحب اصلاحی کوہنڈہ، بمقام منگراؤں شریف ضلع اعظم گڑھ ۲ فروری ۱۹۷۶ء)

۱۲-جناب بابو محمد اسرار الحق خاں صاحب مدفیوضہٗ

(بہ سلسلہ فٹ نوٹ ص ۳۶۷ اور ص ۴۰۴)

(۱) اعلیٰ حضرت قبلہ عالم مولانا محمد سعید خاں صاحب قدس سرہٗ کے بڑے نواسے محترم المقام جناب بابو محمد اسرار الحق خاں صاحب مدظلہٗ اس سال حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے تھے۔ وہاں سے ۲۶ جنوری ۱۹۷۶ء کو اعظم گڑھ واپس آئے۔ سفر حج پر روانگی سے قبل عرب مسجد، مدن پورا بمبئی ۸ میں ایک آدمی اور اس مبارک و مسعود سفر سے واپسی کے بعد اس مسجد میں ۱۳ آدمی موصوف کے دست حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ان میں سے اکثر مراٹھی نوجوان ہیں۔

(خط جناب بابو محمد اسرار الحق خاں صاحب مدظلہٗ۔ جامع مسجد اعظم گڑھ۔ مورخہ ۲۸ جنوری ۱۹۷۶ء)۔

(۲) بابو محمد اسرار الحق خاں صاحب مدفیوضہٗ نے ایل۔ ایل۔ بی کا فائنل امتحان دیدیا ہے۔ امتحان کا ریزلٹ جلد ہی شائع ہونے کی امید ہے۔

(۳) آپ کے صاحبزادے بابو کاشف اسرار ۲۰ مارچ ۱۹۷۵ء کو اپنی ننھیال میں پیدا ہوئے ان کا نام اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ نے رکھا۔ (منگراواں شریف ضلع اعظم گڑھ۔ ۵ فروری ۱۹۷۶ء)

۱۳۔ جناب مولانا مخلص الرحمن صاحبؒ ۔ ڈھاکہ

(بہ سلسلہ ص ۴۱۴)

اعلیٰ حضرت قبلہ عالم الحاج مولانا محمد سعید خاں صاحب قدس سرّہ کے خلیفہ جناب مولانا مخلص الرحمٰن صاحبؒ ۔ اسلام مشن ۸ ریل گیٹ، تیج گاؤں، ڈھاکہ ۸ (بنگلہ دیش) نے یکم اگست ۱۹۷۵ء کو دوپہر کے وقت ڈھاکہ میں انتقال فرمایا۔

(خط جناب سید عبدالسلام صاحب وکیل۔ جلدونانھ باسک لین۔ ڈھاکہ ۱ مورخہ ۵ اگست ۱۹۷۵ء)

جناب مولانا مخلص الرحمٰن صاحب رح تھانہ رام گنج ضلع نواکھالی کے رہنے والے تھے۔ مشرقی بنگال میں آپ کی مساعی جمیلہ سے حضرت صوفی رشید فتح علی صاحبؒ کے سلسلہ کو بڑی ترقی حاصل ہوئی۔ جناب حاجی غلام مولیٰ اور جناب حاجی غلام کبریا دونوں آپ کے بھتیجے ہیں اور ان دونوں کو اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرّہ سے شرف بیعت حاصل ہے۔

۱۴۔ معذرت

(بہ سلسلۂ فہرست مریدین اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرّہ ص ۴۱۶-۴۱۳)

ناچیز راقم السطور کو نہایت ہی افسوس ہے کہ فریضۂ حج کی ادائیگی کے سلسلہ میں محترم المقام جناب اسرار الحق خاں صاحب مدظلہ کی اعظم گڈھ میں غیر موجودگی، ذرائع تحقیق کی بعض وقتی ناگزیر دشواریوں اور بعض غلط فہمیوں کی بنا پر ہادینا و مرشدنا حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب

قبلہ قدس سرہٗ کے مریدین کی فہرست میں بعض ایسے قریبی متوسلین اور معتقدین کے نام بھی شامل ہوگئے ہیں، جن کو اعلیٰ حضرت قبلہ عالم رحؒ سے شرف بیعت حاصل نہیں ہے۔ اِن میں سے بعض حضرات ایسے ہیں، جن کو اعلیٰ حضرت قبلہ عالم ادام اللہ فیوضہٗ کے پیر و مرشد حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی قدس سرہٗ، اُن کے کسی خلیفہ یا سلسلہ کے کسی صاحب اجازت سے شرف بیعت حاصل ہے اور بعض کو یہ شرف ابھی حاصل نہیں ہو سکا ہے۔

کتاب کا یہ حصّہ چھپتے ہی بطور نمونہ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ کی خدمت بابرکت میں سنیچر ۲۴ جنوری کو روانہ کیا گیا، جو اعظم گڑھ میں ۲۶ کو موصول ہوا۔ اسی روز جناب بابو محمد اسرار الحق خان مدظلہٗ سفرِ حج سے اعظم گڑھ واپس آئے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ عالمؒ نے کتاب کے اس حصّہ کا مطالعہ فرمانے کے بعد ۹ ایسے ناموں کی نشاندہی کی جن کو حضور قبلہ قدس سرہٗ سے شرف بیعت حاصل نہیں ہے اور ناچیز کو مطلع کرنے کا حکم دیا۔ اسرار بابو نے ۲۸ جنوری کو مجھے خط لکھا، جو جمعہ ۳۰ جنوری سنہ ۱۹۷۶ء کو ملا۔

چونکہ اصولی طور پر صوفیائے کرام کے یہاں اس بات کی بڑی اہمیت ہے اور بیعت کے سلسلے میں اس ضابطہ کی بڑی سختی سے پابندی کی جاتی ہے۔ اس لئے حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی رحؒ کے سلسلہ سے وابستہ ہونے کے باوجود، کتاب کو اس قسم کی اصولی غلطی سے پاک رکھنے اور کسی قسم کی غلط فہمی کے احتمال سے فہرست مریدین کی تصحیح ضروری اور لازمی ہو گئی۔

جناب ڈاکٹر اعجاز احمد گریڈیہہ (۳۲۷) اور جناب محمد عبد الجمیل صاحب بنگلور (۴۴۲) کو اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ سے شرف بیعت حاصل نہیں ہے۔ جناب عبد الجمیل صاحب

بنگلور اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ کے خلیفہ جناب مولانا آزاد رسول صاحب مدظلہ، نئی دہلی (م۱) کے متوسلین میں ہیں۔ جناب سید امتیاز احمد صاحب کراچی (م۲۸) کو بھی اعلیٰ حضرت قبلہ رح نے ان لوگوں میں شامل کیا تھا، جن کو حضور قبلہ قدس سرہٗ سے شرف بیعت حاصل نہیں ہے۔ لیکن محترم المقام مرشد زادہ جناب عضد الدین خاں صاحب مدفیوضہٗ نے راقم السطور کو یکم فروری ۱۹۷۶ء کو منگرانواں شریف میں بتلایا کہ جناب سید امتیاز احمد صاحب کراچی کو اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہٗ سے شرف بیعت حاصل ہے۔

جناب سید محمد مجیب الرحمٰن صاحب جمشید پور (سلسلہ وار نمبر م۲) کو حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی رح کے خلیفہ جناب حکیم شاہ محمد احسن صاحب الٰہ آبادی رح (م۳ ص۳۶۸) سے؛ جناب عبد الحلیم صاحب سفینیاں ضلع پورنیہ (م۳) کو اپنے والد محترم اور حضرت علوی رح کے خلیفہ جناب صوفی عبد الستار صاحب رح (م۱۲ ص۳۶۹) سے؛ جناب حاجی محمد اسحاق صاحب عید مرحوم، مالی گاؤں ضلع ناسک (م۷) کو حضرت علوی رح کے خلیفہ جناب مولانا عبد الرؤف صاحب رح مئو ضلع اعظم گڑھ (م۹ ص۶۳۸) سے؛ جناب مولوی مصباح الدین صاحب مرحوم جلال پور ضلع فیض آباد (م۱۱) کو حضرت علوی رح کے خلیفہ جناب محی الدین خاں صاحب جمعدار مرحوم بریا ضلع اعظم گڑھ (م۷ ص۳۶۸) سے؛ جناب مولوی عبد الوہاب صاحب اصلاحی، کوہنڈہ ضلع اعظم گڑھ (م۱۷) کو حضرت علوی رح کے خلیفہ مولوی عبد السلام صاحب گرام پارا ضلع اکیاب (برما) (م۲۵ ص۳۶۹) سے اور جناب حاجی محمد کناسبا اللہ صاحب مدن پورہ بمبئی ۸ (م۲۰) کو اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ کے خلیفہ جناب مولوی عبد الحکیم صاحب بخش پور ضلع اعظم گڈھ (م۶) سے شرف بیعت حاصل ہے۔

۱۵- شیخ طریقت غوث زماں ہادی دینا و مرشدنا الحاج الحافظ حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب قبلہ قدس سرہٗ کا انتقال پُر ملال

اعلیٰ حضرت قبلۂ عالم قدس سرہٗ کو کبھی کبھی ریاحی درد کا دورہ ہوتا تھا۔ اور ایسے موقعوں پر پائے مبارک میں انگوٹھے کے پاس تکلیف بڑھ جاتی تھی۔ اس سلسلہ میں کئی بار اعظم گڑھ اور پٹنہ میں جانچ پڑتال بھی ہوئی اور دوائیں تجویز کی گئیں۔ کبھی کبھی دوائیں زیر استعمال بھی رہتی تھیں۔ لیکن دواؤں کی طرف زیادہ توجہ نہ تھی اور کسی خاص دوا کو طویل عرصہ تک استعمال کرنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ ستمبر ۱۹۷۳ء کے بعد اعلیٰ حضرت قبلہ نے کوئی سفر نہیں کیا اور اعظم گڑھ سے باہر تشریف نہیں لے گئے۔

اوائل نومبر ۱۹۷۵ء میں بھی ریاحی درد کا دورہ ہوا تھا۔ لیکن پٹنہ میں کسی ذریعہ سے اس کی خبر نہیں ہو سکی اور نہ اعلیٰ حضرت قبلہؒ نے اپنے کسی خط میں اس بات کا ذکر فرمایا۔ بعد میں یہ خبر جناب عبد الحلیم صاحب ہفنیان ضلع پورنیہ کے خط سے معلوم ہوئی۔ نومبر میں اعلیٰ حضرت قبلہ نے اس ناچیز غلام کو پانچ خطوط لکھے۔ لیکن پانچوں خط میں تحریر فرمایا کہ "الحمد للہ بخیریت ہوں"۔

عام طور پر مہینے میں حضور قبلہ قدس سرہٗ کے چھ سات خطوط ملتے تھے۔ لیکن خلاف توقع دسمبر ۱۹۷۵ء میں کوئی خط نہیں ملا۔ سخت اضطراب، پریشانی اور بے چینی کی کیفیت تھی۔

لیکن بقر عید کے موقع پر جناب اعجاز احمد صاحب ٹپنہ سے اعظم گڑھ گئے اور خدمت عالی میں حاضر ہوئے۔ اعظم گڈھ سے اُن کی واپسی کے بعد اعلیٰ حضرت قبلہ کی خیر و عافیت معلوم کر کے خوشی ہوئی اور اضطراب دُور ہوا۔ لیکن جنوری میں بھی خط بہت کم آیا۔ ۶ر جنوری کو خط کے ذریعہ مطلع فرمایا کہ "الحمد اللہ بخیریت ہوں۔ بُک پوسٹ مل گیا۔ صحت ٹھیک ہے"۔ ۱۹ر جنوری کو تحریر فرمایا کہ "الحمد اللہ بخیریت ہوں، ممکن ہے کہ اسرار اعظم گڈھ ۲۵ تک آجائیں۔ بمبئی سے ۲۶ر کو تار آیا کہ بخیریت پہنچ گئے ہیں" آخری خط جو ۲۵ر جنوری کو روانہ کیا اس میں تحریر فرمایا کہ "الحمد اللہ بخیریت ہوں۔ کل ۲۶ کو اسرار اعظم گڑھ پہنچ رہے ہیں"

میری ہدایت پر میرے ایک عزیز بھائی نے جناب بابو محمد اسرار الحق خاں صاحب محترم سے عرب سجارہ۔ مدن پورہ بمبئی ۸ میں ملاقات کر کے مجھے مطلع کیا کہ اسرار بابو بس تک اعظم گڈھ روانہ ہو رہے ہیں۔ لیکن جب اعظم گڈھ سے محمد ریاض صاحب موزے والے بمبئی پہنچے اور اُن سے اسرار بابو محترم نے اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کی خیر و عافیت دریافت کیا۔ ریاض صاحب نے تبلایا کہ اعلیٰ حضرت فرما رہے تھے کہ "اسرار آجاتے تو آرام سے سو جاتا"۔ اسرار بابو بمبئی میں کچھ اور قیام کرنا چاہتے تھے۔ لیکن اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کی زبان مبارک سے "آرام سے سو جاتے" کے الفاظ معلوم کر کے فوراً اعظم گڈھ روانہ ہوئے۔ اور وہاں ۲۶ر جنوری کو پہنچے۔

ہم نے کینہ وصیی کے صفحہ ۳۸۵ سے صفحہ ۴۸۰ تک ۹۶ صفحات طبع ہونے کے بعد ۲۴ر جنوری کو اعلیٰ حضرت قبلہ کی خدمت میں روانہ کئے گئے تھے، جو خدمت عالی میں ۲۶ کو موصول ہوئے۔

اس کو مطالعہ فرماکر مسرّت اور شادمانی کا اظہار فرمایا اور ۲۸ جنوری کو اسرار بابو کو بتلایا کہ مریدوں کی فہرست میں ۹ ایسے آدمیوں کے نام شامل ہو گئے ہیں۔ جن کو اعلیٰ حضرت قبلہ سے شرف بیعت نہیں ہے اور ہدایت کی کہ ناچیز راقم السطور کو اس سلسلہ میں مطلع کیا جائے۔ چنانچہ اسرار بابو نے اس ناچیز غلام کو ۲۸ کو خط لکھا، جو ۳۰ جنوری کو ملا۔

اعلیٰ حضرت قبلۂ عالم قدس سرّہٗ کو جمعرات ۲۹ جنوری تک کوئی تکلیف نہ تھی۔ لیکن جمعہ ۲۷ محرم الحرام ۱۳۹۶ھ = ۳۰ جنوری ۱۹۷۶ء کو صبح ۸ بجے طبیعت کی خرابی کا حال بتلایا۔ ریاحی درد کے باعث جسم کے بالائی حصّہ میں سر مبارک تک سخت تکلیف تھی۔ کئی بار اسرار بابو سے تیل مالش کرایا۔ اسی درمیان میں قے ہوئی۔ جس سے کچھ سکون ہوا۔ مولانا اسلم جیراج پوری مرحوم کے صاحبزادے جناب ڈاکٹر محمد معظّم صاحب نے آکر دیکھا۔ دوا تجویز کی۔ لیکن ریاحی درد کی جو دوا قبل سے زیر استعمال رہتی تھی اس کی ایک خوراک کھایا۔ ساڑھے دس بجے سونف کھایا۔ گیارہ بجے اگربتّی اور لوبان جلانے کو کہا۔ اندازہ ہے کہ اسی وقت سے فرشتوں اور روحانین کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ جمعہ کے بعد بند کمرے میں کئی بار ہاتھ پھیلاتے تھے اور سینہ مبارک تک لاتے تھے۔ اس درمیان میں بار بار کمرہ بند کرنے کا حکم دیا اور بار بار اسرار کو اپنے پاس بلاتے رہے۔ کمرہ میں ایک دو بار حضرت عالیہ مدظلہا بھی تفتیش حال کے لئے تشریف لے گئی تھیں۔ عصر کے وقت تک یہی حال رہا۔ چار بجے جب جامع مسجد میں مؤذن نے اذان پکارا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ختم کر کے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ پر پہنچا کر روح پاک جسد عنصری سے پرواز کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

مشرقی ٹونس کی وادی میں روح آباد کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد میں ایک غوث وقت حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۸ محرم الحرام ۸۰۸ھ - ۲۶ جولائی ۱۴۰۵ء کو انتقال فرمایا تھا اور آٹھ سال بعد اسی ندی کی وادی میں کچھوچھہ شریف سے ۳۷ میل (۶۰ کیلومیٹر) کے فاصلہ پر اعظم گڑھ میں ۲۷ محرم الحرام ۱۳۹۶ھ - ۳۰ جنوری ۱۹۷۶ء کو ایک دوسرے غوث وقت حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب قبلہ قدس سرہٗ کا انتقال ہوا۔ ٹونس ندی تو کتنی خوش نصیب ہے کہ صرف پچاس میل (۸۰ کیلومیٹر) کے فاصلہ پر تیری وادی میں دو غوث وقت آرام فرما ہیں۔

مرشد زادہ محترم المقام جناب محمد عضد الدین خاں صاحب مدظلہٗ کو علی گڑھ بذریعہ ٹیلی فون ٹرنک کال ساڑھے پانچ بجے شام میں اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ کے انتقال پُرملال کی خبر دی گئی۔ وہ فوراً اسٹیشن آئے اور ٹرین کے متعلق معلومات حاصل کر کے مکان گئے اور پھر فوراً اسٹیشن جاکر دہلی کلکتہ ایکسپریس سے روانہ ہوئے۔ صبح بنارس پہنچے اور ۳۱ جنوری کو صبح ۸ بجے اعظم گڑھ پہنچ گئے۔

جناب مرشد زادہ صاحب محترم کے اعظم گڑھ پہنچتے ہی تقاضائے بشریت کے تحت گھر میں کہرام مچ گیا۔ تمام لوگ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کے انتقال کے صدمہ سے بے تاب ہو کر رونے لگے۔ حضور قبلہ قدس سرہٗ کے چھوٹے بھائی جناب مولوی محمد مسعود خاں صاحب وکیل ایم۔ ایل۔ اے بہت بڑی جرأت اور ہمت کے انسان ہیں اور جنہیں اعلیٰ حضرت قبلہ کے انتقال کے بعد گذشتہ شام کو اعظم گڑھ جیل سے تین روز کے لئے پیرول پر رہا

کیا گیا تھا۔ وہ مرشد زادہ محترم کو دیکھتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ لیکن جس طرح ۳۰ ستمبر ۱۹۵۹ء کو شیخ طریقت حضرت حامد حسن صاحب علویؒ کے انتقال کے موقع پر خداوند قدوس نے اعلیٰ حضرت قبلہ عالم میں صبر و سکون کی جو غیر معمولی صلاحیت پیدا کر دی تھی، صبر کی وہی بے پناہ طاقت ۳۱ جنوری کو جناب مرشد زادہ صاحب محترم کو بخش دی اور انہوں نے کمال صبر و رضا کے ساتھ سب کو خاموش کیا۔ سب کی ڈھارس بندھائی اور تجہیز و تکفین کے کاموں میں مصروف ہو گئے۔

ٹیلی فون کے سلسلہ میں بھی ایک عجیب بات یہ ہوئی کہ علی گڑھ میں پہلے مرشد زادہ صاحب محترم کے ٹیلی فون کا نمبر ۱۵۱۸ تھا۔ کچھ دنوں قبل یہ نمبر ۲۵۱۸ ہو گیا۔ اس سال بقرعید کے موقع پر جب مرشد زادہ صاحب اعظم گڑھ تشریف لائے تو اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہٗ نے ان سے ٹیلی فون نمبر کی تبدیلی کے بارے میں دریافت فرمایا اور دو تین بار اس نمبر کو دہرایا۔ اور بعد میں اسے نوٹ کر دیا۔ چنانچہ انتقال پُر ملال کے بعد اس نئے نمبر سے رابطہ قائم کیا گیا۔ بغیر کسی انتظار اور دشواری کے علی گڑھ سے ٹیلی فون کا رابطہ فوراً قائم ہوا اور مرشد زادہ محترم کو جلد سے جلد اس حادثہ جانکاہ کی اطلاع ہو گئی اور وہ بغیر کسی تاخیر کے اعظم گڑھ روانہ ہوئے۔

برڑیل شریف ضلع ہوگلی کلکتہ۔ ڈھاکہ۔ پٹنہ۔ گیا۔ جمشید پور۔ رفیع گنج ضلع اورنگ آباد کے متوسلین کو بذریعہ ایکسپریس ٹیلی گرام خبر کی گئی۔ اعظم گڑھ تار آفس والوں نے یقین دلایا کہ دو گھنٹے کے اندر ہر جگہ تار مل جائے گا۔ لیکن کہیں بھی تار پندرہ گھنٹے سے قبل نہیں مل سکا کاش اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کے انتقال پُر ملال کی خبر کا یہ ایکسپریس ٹیلی گرام

دس گھنٹے کے اندر بھی مل سکتا، تو اکثر و بیشتر متوسلین کو نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل ہو جاتی۔

کچھ دنوں سے اعلیٰ حضرت قبلہ عالم زیادہ تر شمالی رُخ والے اس کمرہ میں رہتے تھے۔ جہاں بچے پڑھتے ہیں اور صرف رات کو سونے کے وقت پچھم رُخ والے کمرہ میں تشریف لیجاتے تھے۔ اسی شمالی رُخ والے کمرہ میں آپ کا وصال ہوا اور وہیں سامنے صحن میں آپ کو غسل دلایا گیا۔ غسل دلانے میں اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ کے دونوں صاحبزادے بابو محمد ظفر الدین خاں، بابو محمد عضد الدین خاں، آپ کے نواسے بابو محمد اسرار الحق خاں آپکے چھوٹے بھائی جناب مولوی محمد مسعود خاں صاحب وکیل اور جناب خدا یار خاں شامل تھے۔ جناب معین الجبار خاں صاحب جو ان باتوں کا کافی تجربہ رکھتے ہیں، غسل دلاتے وقت ضروری ہدایات دے رہے تھے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کے جسد اطہر میں حسب سابق نرمی اور لچک موجود تھی۔ چہرۂ مبارک پر آثار مسرت و شادمانی اور لبوں پر وصال جاناں کے تبسم کی دید تھی۔

غسل دلانے کے بعد میت کو کچھ دیر اُسی کمرہ میں جہاں انتقال ہوا تھا اُسی جگہ ایک چٹائی پر رکھا۔ پھر جامع مسجد لائے۔ جامع مسجد کے بیرونی حصہ والی عمارت میں دس بج کر ۳۵ منٹ پر نماز جنازہ ہوئی۔ شہر کے ہزاروں آدمی نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ مرشد زادہ جناب **محمد عضد الدین** صاحب محترم نے نماز جنازہ پڑھائی۔

جسد اطہر کو ایک ٹرک پر رکھ کر ساڑھے بارہ بجے دن میں **منگرانواں** لائے۔ منگرانواں اور اطراف کے لوگ یہاں منتظر تھے۔ منگرانواں میں چار بجکر ۴۵ منٹ پر پھر نماز جنازہ ہوئی۔ اعلیٰ حضرت قبلہ کے آبائی وطن نونا رہی کے پاس بکھرا علاقہ پھول پور کے

جناب حافظ عبدالرحمٰن صاحب مدظلہ، جنہوں نے اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کو قرآن پاک حفظ کرایا تھا، نماز جنازہ پڑھائی۔ ۵ بجے شام میں جناب محمد اظہار الحق صاحب، مرشد زادہ محمد عضد الدین خاص صاحب، بابو محمد اسرار الحق خاں اور جناب محمد حنیف صاحب اعظم گڈھ نے جسد اطہر کو قبر میں اُتارا اور ۱/۲ ۵ بجے مملکت سلوک و عرفان کے تاجدار، ہزاروں دلوں پر حکومت کرنے والے شہنشاہ عالی جاہ، دُنیائے اسلام کے اُس عظیم رُوحانی پیشوا اور تلقین و ارشاد کے اُس آفتاب عالم تاب کی لاش مبارک کو سپرد خاک کرنے کا کام مکمل ہوا۔ جس نے گذشتہ ۳۵ سال سے اللہ کے بندوں کو اللہ سے ملانے کے لئے کبھی آرام نہیں کیا تھا اور جس کی کوششوں سے ہزاروں دل سوز محبت سے آشنا ہو کر نور عرفان سے جگمگا اُٹھے تھے۔ آخر عشرہ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ = اوائل نومبر ۱۹۰۷ء کی پیدائش تھی۔ انتقال کے وقت عمر شریف قمری سال کے مطابق ۷۰ سال ۴ ماہ کی اور شمسی سال کے مطابق ۶۸ سال دو ماہ تقریباً ۲۵ یوم کی تھی۔

اسرار بابو کی طرف سے اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کے انتقال پُر ملال کا اکسپریس تار جو اعظم گڈھ سے ۳۰ جنوری کو ۱/۲ ۵ بجے شام میں روانہ کیا گیا تھا۔ ناچیز راقم السطور کو ۳۱ جنوری ۱۹۷۶ء کو ۱/۲ ۹ بجے صبح ملا۔ اس حادثہ فاجعہ کی خبر کے لئے تیار نہ تھا۔ دل پر جو گذری، اُس کا بیان ممکن نہیں۔ اہلیہ رونے لگیں۔ بچے سوگوار ہو گئے۔ فوراً تیار ہوا۔ ڈاکٹر شمس الدجیٰ صاحب کے یہاں خبر کیا۔ باقر گنج جاکر ڈاکٹر محمد ادریس صاحب کے یہاں اطلاع دیا۔ پھر ہمدرد دواخانہ جاکر اعجاز احمد صاحب سے ملا۔ دس بجے کے بعد پچھم جانے والی سب سے پہلی ٹرین اپر انڈیا اکسپریس تھی۔ اُس سے اعظم گڈھ روانہ ہونے کا فیصلہ کیا گیا۔

کالج آیا، فرصت کی درخواست دی اور انتہائی ضبط کے باوجود بادیدۂ گریاں پرنسپل سے ملا۔ گھر آیا، سوا گیارہ بجے روانہ ہوا، اسٹیشن آیا اور ڈاکٹر محمد ادریس صاحب، ان کی اہلیہ، ان کی دو چھوٹی بچیوں، اعجاز احمد صاحب، عزیزی محمد شمیم کلاتھ مرچنٹ اور عزیزی شمس الہدیٰ استھانوی کے ساتھ ۱۲ بجکر ۵۰ منٹ پر اعظم گڈھ روانہ ہوا۔ چھ بجے بنارس پہنچا۔ نماز مغرب کے بعد ٹیکسی سے روانہ ہوا۔ ۸ ½ بجے پرندا بازار میں دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ ۵ ½ بجے شام کو منگراؤں میں جسد اطہر کی تدفین کا کام مکمل ہوا۔ آخری دیدار کی سعادت نصیب نہیں ہوئی۔ تار غیر معمولی تاخیر سے ملنے کے باعث اس طرح کا خطرہ موجود تھا۔ پھر روانگی سے قبل پٹنہ میں جناب مرشد زادہ صاحب محترم کا وہ خط ساڑھے دس بجے دن میں مل گیا تھا، جو موصوف نے علی گڑھ سے روانگی کے بعد ٹرین ہی میں تحریر فرما کر ٹاٹا نگر جانے والے جناب قمر صاحب کے حوالہ کیا تھا کہ پٹنہ میں وہ خط اعجاز صاحب، ڈاکٹر محمد ادریس صاحب یا ناچیز راقم الحروف کو پہنچا دیا جائے۔ خط میں لکھا تھا کہ ظہر کے وقت تک باہر سے آنے والوں کا اعظم گڈھ میں انتظار کیا جائے گا۔ پرندا بازار سے ٹیکسی منگراؤں کی طرف موڑ دی گئی اور پونے نو بجے شب میں مرشد زادہ جناب ظفر الدین خاں صاحب کے دولت کدہ پر پہنچے۔ ظفر الدین بابو کو بالکل خموش، سراپا غم و اندوہ پایا۔ اعلیٰ حضرت کے برادر عزیز محترمی جناب مولوی محمد مسعود خاں صاحب وکیل ام۔ ال۔ اے موجود تھے۔

نماز عشا پڑھ کر سو گئے۔ صبح نماز کے بعد منگراؤں گاؤں سے اتر سڑک کے کنارے اپنے آقا کے مزار شریف پر دربار عالی میں حاضر ہوئے۔ فاتحہ پڑھا۔ بیٹھ

لگے۔ شمیم محبت کی عطر بیزیاں یاد آنے لگیں۔ کثرتِ حزن و ملال سے عالمِ بے خودی میں صبر و ضبط کا بند ٹوٹ گیا۔ قلب و جگر سے آہ و بکا، نالہ و فریاد اور آنکھوں سے سیلابِ اشک جاری ہوا: ؎

جاں زتن بُردی و در جانی ہنوز | دردہا دادی و درمانی ہنوز
آشکارا سینہ ام بشگافتی | ہم چناں در سینہ پنہانی ہنوز
ملکِ دل کردی خراب از تیغِ ناز | وندراں ویرانہ سلطانی ہنوز

تقریباً ایک گھنٹہ بے خودی کی یہ کیفیت طاری رہی۔ آخر اعجاز احمد صاحب نے سنبھالا اور سہارا دیا۔ پھر مکان پر واپس آیا۔ کچھ دیر بعد اعظم گڑھ سے مرشد زادہ جناب عضد الدین خاں صاحب اور محمد اسرار الحق خاں صاحب آ گئے۔ ان دونوں سے ملا اور اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کی علالت، انتقال پُر ملال اور جسدِ اطہر کی تدفین وغیرہ کے سلسلہ میں مفصل معلومات حاصل ہوئیں۔

۱۶۔ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ کا مزارِ پُر انوار

منگراواں سے تقریباً تین فرلانگ (۶۶۰ گز) کے فاصلہ پر بجانب شمال پختہ سڑک کے کنارے متصل اُتر پورب دو بیگھہ رقبہ کا اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ اور ان کے برادرِ عزیزی مولوی محمد مسعود خاں صاحب محترم کے نام کا ایک چک[۱] ہے۔ اس چک

---

[۱] موضع منگراواں راۓ پور۔ پتہ دیال پور، پرگنہ نظام آباد۔ تحصیل صدر، ضلع اعظم گڑھ۔ یو۔ پی۔ کے جس قطعہ اراضی میں اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ کا مزار مبارک ہے۔ اس میں ۱۹۶۱ء۔ ۱۹۶۲ء کے کشت دار سرد ے

(بقیہ حاشیہ ص۵۶۴ پر)

کے شمالی مغربی گوشہ میں اعلیٰ حضرت قبلہ کی قبر تیار کی جا رہی تھی۔ لیکن منگرانواں پہنچنے پر مرشد زادہ جناب محمد عضدالدین صاحب محترم نے مزار مبارک کے پاس مسجد اور خانقاہ وغیرہ کی ضروریات کا خیال رکھتے ہوئے اس قطعہ اراضی میں قدرے شمال مشرق کی طرف قبر مبارک تیار کرائی اور وہیں دفن ہوئے۔

اعلیٰ حضرت **قبلہ عالم قدس سرہٗ کا مزار پُر انوار آپ کے وطن موضع منگرانواں** کے حدود اور اس موضع کے شمالی حصہ میں ۲۵ درجہ ۵۵ دقیقہ ۱۲ ثانیہ شمالی عرض البلد اور ۸۳ درجہ ۳ دقیقہ ۱۲ ثانیہ مشرقی طول البلد اور بنارس اعظم گڈھ روڈ پر واقع بر ندرا بازار شہر راہا سے جنوب مشرق میں مینہ نگر اور کمہار یا کو جانے والی پختہ سڑک پر بر ندرا بازار سے ۱/۳ کیلو میٹر یعنی ۳۳۹۰ گز کے فاصلہ پر واقع ہے (منگرانواں، اس کے محل وقوع اور ذرائع آمد و رفت کے لئے ص۴۰۰ سے ص۴۰۳ تک ملاحظہ فرمائیں) مزار مبارک کے سامنے سے ۱۱۰ گز پچھم دائیں طرف

[بقیہ حاشیہ ص۵۶۳ کا]

کے مطابق چار سروے پلاٹ شامل ہیں۔ پختہ سڑک کے کنارے پچھم کی طرف سے تین چھوٹے چھوٹے پلاٹ ۵۳۱۷، ۵۳۱۸، اور ۵۳۱۹ ہیں اور ان تینوں کے اُتر ایک بڑا پلاٹ ۵۳۲۰ ہے لیکن اب ان پلاٹوں کی درمیانی حدیں باقی نہیں ہیں اور پورا کھیت ایک پلاٹ ہے۔ ۱۹۴۲ء کے سروے کے مطابق پلاٹ نمبر ۵۳۲۰ کے اُتر عبدالصمد صاحب مرحوم کی اہلیہ بی بی صابرہ خاتون کے تین پلاٹ ۵۳۲۱، ۵۳۲۲، اور ۵۳۲۳ ہیں۔ ۵۳۲۱ پورب میں اور ۵۳۲۳ پچھم میں ہے۔ تینوں پلاٹوں کی درمیانی حدیں اب بھی موجود ہیں۔ پلاٹ نمبر ۵۳۲۱ اور ۵۳۲۲ کی درمیانی میڑھ دکھن میں جس مقام پر پلاٹ نمبر ۵۳۲۰ کی شمالی میڑھ سے ملتی ہے اس مقام اتصال کے ٹھیک سامنے

(بقیہ حاشیہ ص۵۶۵ پر)

تین کیلومیٹر کا پتھر نصب ہے، جہاں سے کھریا ۹ کیلومیٹر اور ترڈا ۲۶ کیلومیٹر پورب ہے۔ مزار مبارک کے سامنے سے ۱۳۰ گز پورب بائیں طرف دو میل کا کھمبا ہے۔ تین کیلومیٹر کے سنگی نشان سے سو میٹر (۱۱۰ گز) پورب سڑک کے وسطی حصہ سے مزار مبارک کی مسجد کی جنوبی دیوار اور اس کا دروازہ ۱۱۰ فٹ اور خاص مزار مبارک ۱۵۰ فٹ اُتر ہے۔

جس قطعہ اراضی میں مزار مبارک واقع ہے۔ اس کے جنوبی مشرقی گوشہ میں سڑک پر منگرا تواں موضع کا بس اسٹینڈ ہے۔ بس اسٹینڈ کا نشان سڑک کے شمالی

[بقیہ حاشیہ ص۵۶۴ کا]

پلاٹ نمبر ۲۲۰۵ میں پندرہ فٹ دکھن اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ کا مزار مبارک ہے۔

جس قطعہ اراضی میں اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ کا مزار مبارک واقع ہے ۱۹۶۲ء کے نئے سروے کے مطابق وہ چک ۲۲۴۷ اور ۲۲۴۸ دو سروے پلاٹ پر مشتمل ہے۔ ۲۲۴۷ کا رقبہ ۰۶۴ کڑی یعنی ۶۴ ڈسمل اور ۲۲۴۸ جو قدرے چھوٹا اور شمالی مشرقی گوشہ میں ہے۔ اس کا رقبہ ۴۲۹ کڑی یعنی ۴۳ ڈسمل ہے۔ پورے چک کا مجموعی رقبہ ۱۰۶۹ کڑی یعنی ایک ایکڑ ۷ ڈسمل ہے، جو اس علاقہ کے پونے دو بیگھ کے برابر ہے۔ چک کے دکھن پختہ سڑک ہے جس کا سروے پلاٹ نمبر ۲۲۲۴ ہے اور چک کے اُتر اور پچھم مسماۃ بی بی صابرہ خاتون کا چک ہے، جس کا نمبر ۲۲۴۰ اور رقبہ ۵ ایکڑ ۶۳ ڈسمل ہے۔

جس قطعہ اراضی میں اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہٗ کا مزار مبارک واقع ہے وہ چک اُتر میں ۳ جریب ۹ کڑی۔ پورب میں دو جریب ۷ کڑی۔ دکھن میں ۴ جریب ۲۰ کڑی اور پچھم

(بقیہ حاشیہ ص۵۶۸ پر)

۱۶-

نقشہ

شمالی حصہ موضع منگراؤں ضلع اعظم گڑھ

پیمانہ

ایک انچ = ۲۲۰ گز

۱۷- مزار مبارک اور مسجد
حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب ؒ
پیمانہ: ایک انچ = ۲۴ گز یا ۷۲ فٹ

منگراول شریف ضلع اعظم گڑھ
تپہ : ہیال پور - پرگنہ نظام آباد

شمال

چک بی بی صابرہ خاتون
خسرہ ۲۲۴۰
چک بی بی صابرہ خاتون
زوجہ عبد الصمد مرحوم
رقبہ ۱۵ ایکڑ ۸۷ ڈسمل
۱۳۲ فٹ
(۲ جریب ۱۰ گڑی)
۲۵۶ فٹ
(۳ جریب ۹۰ گڑی)
مزار مبارک
خسرہ ۲۲۴۸
خسرہ ۲۲۴۷
مسجد
نل
چک اعلیٰ حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب قبلہ قدس سرہ
رقبہ ۱ ایک ایکڑ ۲۰ ڈسمل (پونے دو بیگھہ)
۱۷۴ فٹ
(۲ جریب ۱۰ گڑی)
۲۷۴ فٹ
(۴ جریب ۳۰ گڑی)
برندا بازار کو
خسرہ ۲۲۲۴
سڑک
منگراواں بس اسٹینڈ
۱۰ میٹر
منگراواں گاؤں کو
کھمہا کو
دکان
کھلیان
عبد الرزاق صاحب
ٹیوب ویل
سکنوال
دکان عبد الوالی
چک کی سڑک

کنارے کے درخت نمبر ۹ میں لگا ہوا ہے اور مزار مبارک اسی کنارے کے درخت نمبر ۶ اور ۷ کے درمیانی علاقہ کے سامنے ہے۔ بس اسٹینڈ کا سائن بورڈ ہندی میں ہے اور اس پر لکھا ہوا ہے۔ اتر پردیش راجیہ سڑک پری وہن نگم فیز اسٹاپ ٹنکر انواں اعظم گڑھ۔ اس بس اسٹینڈ کے سامنے سے کنکر کی ایک اچھی سڑک دکھن میں گاؤں کو جاتی ہے۔ جس میں تقریباً ڈیڑھ فرلانگ (۳۳۰ گز) کے فاصلہ پر بائیں طرف ایک تالاب ہے اور تالاب کے شمالی کنارے پر پختہ سڑک کے سامنے مدرسہ ہے اور مدرسہ سے پورب جونیر ہائی اسکول ہے۔ یہ دونوں ادارے اعلیٰ حضرت کے برادر عزیز مولوی محمد مسعود خان صاحب وکیل ام۔ ایل۔ اے کی کوششوں سے قائم ہوئے ہیں۔ کنکر والی سڑک کے پورب مدرسہ اور پختہ سڑک کے درمیان والی پوری زمین مدرسہ اور اسکول کی ہے۔

[بقیہ حاشیہ ص ۳۶۵ کا]

میں دو جریب ۱ کڑی ہے۔ اس طرح پورے حلقہ کی پیمائش ۱۱ جریب ۹ کڑی کے برابر ہے۔ فیتہ سے پیمائش کرنے میں اتر میں ۲۵۷ فٹ۔ پورب میں ۱۷۶ فٹ۔ دکھن میں ۲۷۴ فٹ اور پچھم میں ۱۳۲ فٹ ہے۔ یعنی پورے حلقہ کی پیمائش ۸۳۹ فٹ ہے۔ رقبہ ۴۰۸۸۷ مربع فٹ یا ۴۵۴۳ مربع گز ہے۔

ٹیہ دیال پور پرگنہ نظام آباد میں ۱۸ انچ کا معیاری ہاتھ تسلیم کیا جاتا ہے اور ایک لٹھ ساڑھے چار ہاتھ یعنی ۶ فٹ ۹ انچ اور جریب کی دس کڑیوں کے برابر ہوتا ہے۔ ایک جریب میں ۱۰۰ کڑیاں ہوتی ہیں۔ ہر کڑی کی لمبائی ۸ انچ اور پوری جریب کی لمبائی ۶۶ فٹ ۸ انچ ہوتی ہے

(بقیہ حاشیہ ص ۵۶۹ پر)

اعلیٰ حضرت قبلہ کے مزار مبارک کے سامنے سے سوا دو فرلانگ (۴۴۵ گز) پچھم سے ایک دوسری سڑک بھی دکھن کی طرف گاؤں کو جاتی ہے۔ برندا بازار کی طرف سے آنے پر گاؤں میں جانے کے پہلے یہی سڑک ملتی ہے۔ گاؤں کے قریب اس سڑک پر عیدگاہ اور قبرستان ہے۔ مدرسہ کے پاس تالاب کے سامنے دونوں سڑکوں کو ملا دیا گیا ہے۔ منگراؤاں کا بس اسٹینڈ پہلے اس سڑک پر تھا۔ لیکن بعد میں پورب والی سڑک کے مقام اتصال کے پاس منتقل کر دیا گیا۔

اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کے مزار مبارک والے قطعہ اراضی کے اُتر اور پچھم دونوں طرف عبدالصمد صاحب مرحوم کی بیوہ مسماۃ بی بی صابرہ خاتون کا چک ہے۔ جس میں دھان کی فصل ہوتی ہے اور اس چک کے اُتر محکمہ تحفظ مویشیان کے مرکز کے ڈاکٹر انچارج کا مکان بنایا گیا ہے۔ بس اسٹینڈ کے پاس سے چک بندی نقشہ کے مطابق وہاں تک ایک سڑک بھی بنائی جائے گی۔ مزار مبارک والے چک کے دکھن پختہ سڑک ہے اور پورب میں چک بندی والی نئی سڑک کے بعد جناب عبدالرزاق صاحب کی کھلیان اور اُن کا ٹیوب ویل ہے۔ یہیں ایک کمرہ میں تحفظ مویشیان کا مرکز ہے۔ سڑک کے دونوں طرف جانے کی ایک ایک دکان ہے۔ جنوبی دکان کے مالک

[بقیہ حاشیہ ص۵۶۸ کا]

اس علاقہ کے سروے کی اصطلاحات میں کرٹی کا لفظ ایک قسم کے رقبہ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس معنی میں ۲۸ کرٹی کا ایک لبیوہ اور ۵۶۰ کرٹی کا ایک بیگھہ ہوتا ہے۔ دس کرٹی کا ایک ڈسمل اور ایک ہزار کرٹی کا ایک ایکڑ ہوتا ہے۔

بدرالدین صاحب نے عبدالرزاق صاحب کے ٹیوب ویل سے کچھ پورب اپنا مکان بھی بنوالیا ہے اور وہ باہر سے آنے جانے والوں کے لئے کھانا بھی تیار کرنے کا خیال رکھتے ہیں۔ سڑک کے اُتر کھلیان میں عبدالوافی صاحب کی چائے کی دکان ہے۔

اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرّہٗ کا مزار مبارک چک کے شمالی مغربی گوشہ سے ۱۵۰ فٹ پورب قدرے دکھن، شمالی مشرقی گوشہ سے ۵۹ فٹ پچھم قدرے دکھن، جنوبی مشرقی گوشہ سے ۷۰ فٹ شمال مغرب کی طرف چک کی شمالی میڑھ سے پندرہ فٹ دکھن اور سڑک کے کنارے جنوبی میڑھ سے ۱۳۰ فٹ کے فاصلہ پر واقع ہے چونکہ مزار شریف دھان کے کھیت میں ہے جو قدرے نشیب ہے۔ اس لئے مزار مبارک کے چاروں طرف تقریباً ڈھائی فٹ زمین چھوڑ کر ½۲ فٹ کی گہرائی سے دس انچ موٹی ایک پختہ دیوار بنائی گئی ہے۔ تاکہ برسات میں کھیت کے پانی سے مزار شریف کو نقصان نہ پہنچے سیمنٹ اور بالو پر تیار کی گئی اس پختہ دیوار کی بیرونی حد ½۱۶ فٹ لمبی اور ½۱۲ فٹ چوڑی ہے اور پورا حلقہ ۵۸ فٹ ہے اس پختہ حفاظتی دیوار کے اندر اب مزار شریف کا خام حصّہ ۱۴ فٹ دس انچ لمبا اور دس فٹ دس انچ چوڑا ہے اور اس کا رقبہ تقریباً ۱۶۱ مربع فٹ ہے "یہی ہے تربت شاہ ولی" ۱۲۹۶ھ سے اسکی تاریخ نکلتی ہے[۱]۔

مزار پُر انوار کو تقریباً دوسو مربع گز کے ایک احاطہ میں محفوظ کرلیا گیا ہے۔ اُتر میں ۱۴ فٹ، پورب میں ۱۲ فٹ، دکھن میں دس فٹ اور پچھم میں ۱۵ فٹ زمین چھوڑ کر احاطہ تعمیر کیا گیا ہے۔ اس احاطہ کی شمالی دیوار چک کی شمالی میڑھ پر سے گذر

---

[۱] قطعہ تاریخ از پروفیسر محمد ذکی الحق صاحب بہار نیشنل کالج۔ پٹنہ ۲ مطبوعہ روزنامہ صدائے عام پٹنہ
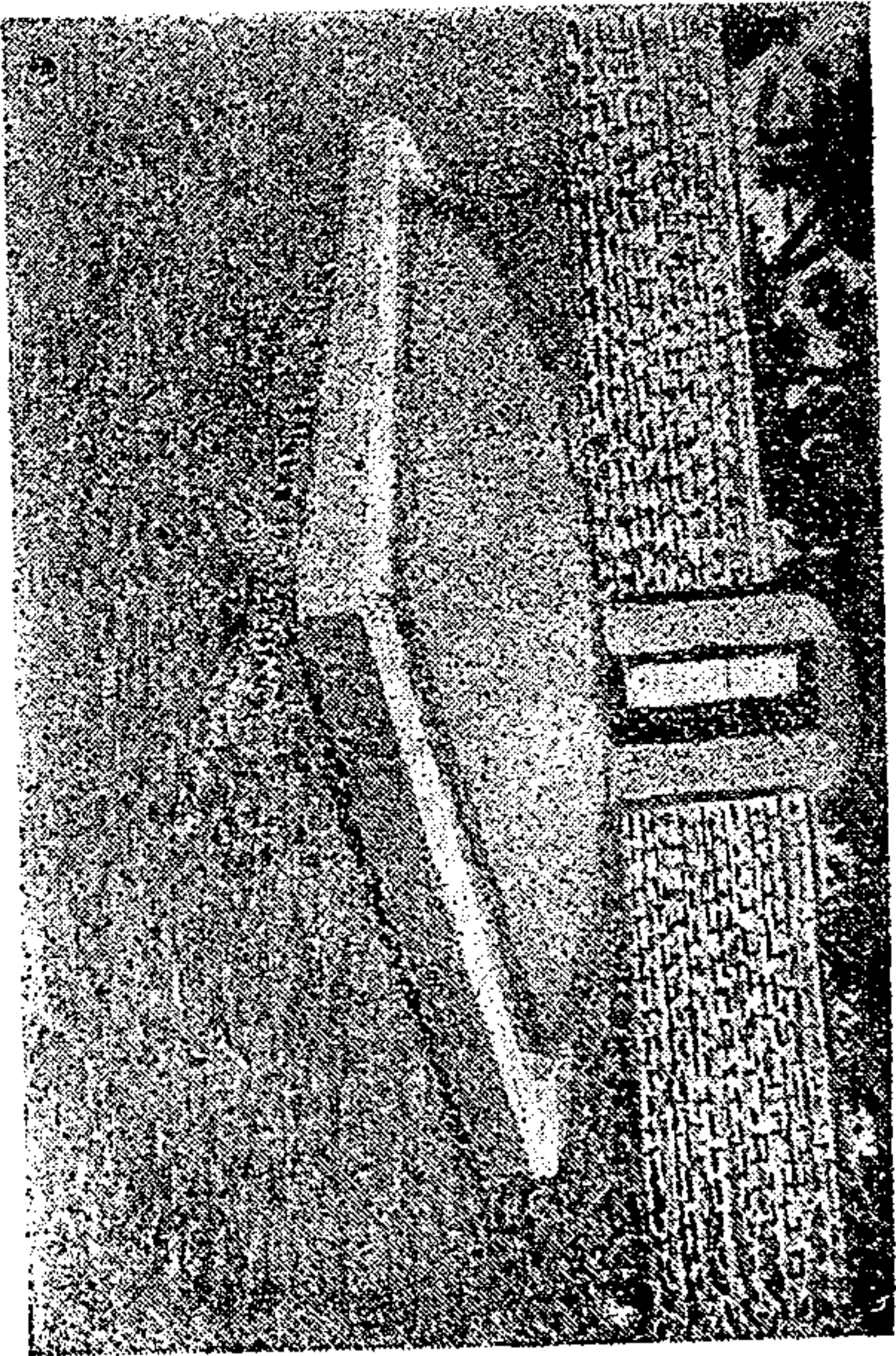
۲۱- مزار پرانوار حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحبؒ منگراواں شریف ضلع اعظم گڈھ

احاطہ کی یہ ۶ فٹ اونچی اور ۱۰ انچ موٹی پختہ دیوار مٹی کے گارے پر تیار کی گئی ہے۔ اس دیوار کو اندر اور باہر دونوں طرف سے سیمنٹ بالو سے پلاسٹر کر دیا جائے گا۔ احاطہ اندر سے اتر میں ۴۸ فٹ ۵ انچ، پورب میں ۴۳ فٹ، ۳ انچ، دکھن میں ۴۲ فٹ ۹ انچ اور پچھم میں ۴۴ فٹ، ۳ انچ ہے۔ دس انچ موٹی دیوار کو شامل کر کے باہر سے احاطہ کی اوسط لمبائی ۴۶ فٹ، ۴ انچ اور اوسط چوڑائی ۴۰ فٹ ایک انچ ہے۔ اس کا اندرونی رقبہ ۱۷۶۸ مربع فٹ یا ۱۹۹ مربع گز ہے۔ مزار شریف کے احاطہ میں جانے کا راستہ اس کی جنوبی دیوار میں مشرقی گوشہ کے قریب ہے۔ مزار شریف کے احاطہ کی مغربی دیوار قطعہ اراضی کے شمالی مغربی گوشہ سے ۳۲ فٹ ۷ انچ اور مشرقی دیوار شمالی مشرقی گوشہ سے ۴۷ فٹ چار انچ کے فاصلہ پر ہے۔ احاطہ کے اندر گل پھول لگائے جائیں گے اور کوئی چھوٹا سایہ دار درخت بھی لگانے کی تجویز ہے۔

مزار پر انوار کے احاطہ سے متصل دکھن جنوبی دیوار سے ملحق ۴۲ فٹ ۵ انچ لمبے اور ۳۰ فٹ چوڑی مسجد کا احاطہ ہے۔ اس احاطہ میں پچھم کی طرف ۲۸ فٹ ۹ انچ لمبی اور ۱۵ فٹ چوڑے حصہ یعنی ۴۳۱ مربع فٹ یا ۴۸ مربع گز کے رقبہ پر فوری اور وقتی طور پر ایک چھپر ڈال دیا گیا ہے۔ تاکہ متوسلین اور دوسرے نمازیوں کو دھوپ، گرمی اور بارش سے تکلیف نہ ہو۔ مسجد کا دروازہ اس احاطہ کی جنوبی دیوار میں مشرقی گوشہ کے پاس ہے اور اسی گوشہ میں پائپ لگوا دیا گیا ہے مزار شریف کے احاطہ میں جانے کا راستہ مسجد کے احاطہ کے اندر ہو کر رکھا گیا ہے۔

اتوار یکم فروری ۱۹۷۶ء کو مزار شریف کے پاس ۶ گز کی گہرائی سے ایک پختہ حفاظتی دیوار بنانے کا فیصلہ کیا گیا اور نماز ظہر کے بعد اس حفاظتی دیوار کی بنیاد کی کھودائی کا کام شروع ہوا۔ مولوی محمد مسعود خان صاحب وکیل کے مشورے پر اس کی گہرائی ساڑھے چھ فٹ کر دی گئی۔ سوموار ۲ فروری کو دن بھر کھودائی کا کام ہوتا رہا۔ منگل ۳ فروری ۱۹۷۶ء کو دس بجکر ۳۵ منٹ پر مرشد زادہ جناب محمد عضد الدین صاحب محترم نے اس پختہ حفاظتی دیوار کی خشت بنیاد رکھا اور تیزی میں کام شروع ہوا۔ مزدوروں کے علاوہ اعلیٰحضرت قبلہ عالم کے غلاموں نے عاشقانہ اور والہانہ انداز سے کام شروع کر دیا۔ بدھ ۴ فروری کو احاطہ کی تعمیر شروع ہوئی۔ سب سے پہلے اتر کی پچھم کی دیوار بنائی گئی۔ جمعرات ۵ فروری کو حفاظتی دیوار کو مکمل کر لیا گیا اور اس کی بنیاد کے پاس خالی جگہوں کو بڑی احتیاط سے مٹی سے بھر دیا گیا۔ ہلکی بارش ہوئی، باران رحمت کا نزول ہوا۔ اسی روز احاطہ کی مشرقی دیوار کا کام شروع ہوا۔ جمعہ ۶ فروری کو مشرقی دیوار کو مکمل کیا گیا۔

اعلیٰحضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ کے انتقال کے ایک ہفتہ یعنی ۱۶۸ گھنٹے بعد جمعہ ۵ صفر المظفر ۱۳۹۶ھ مطابق ۶ فروری ۱۹۷۶ء کو ٹھیک چار بجے شام میں محترم المقام مرشد زادہ جناب محمد عضد الدین خاں صاحب نے مسجد کی مغربی دیوار کے لئے تین کدال مٹی کھودا، تین کدال بابو محمد اسرار الحق خاں صاحب اور پھر دوسرے متوسلین نے۔ کعبہ شریف کا رخ بتلانے والے ایک عربی قطب نما کی مدد سے کعبہ شریف سے ۱۱ درجہ کے زاویہ پر مسجد کی بنیاد تیار کی گئی اور اعلیٰحضرت قبلہ عالم کے جسد اطہر کی تدفین کے ٹھیک

۴۴ ۱ گھنٹے بعد جمعہ کو ۵ بجکر ۳۵ منٹ پر جناب مرشد زادہ صاحب محترم نے مسجد کی بنیاد کی پانچ اینٹیں رکھیں۔ رات میں چند ذمّہ دار حضرات نے شمالی قطب کی مدد سے بھی مسجد کے رُخ کو اچھی طرح جانچ لیا۔

سینچر ۷ فروری کو مسجد کی مغربی دیوار کا بڑا حصّہ تیار ہو گیا اور پھر مزار مبارک کے احاطہ کی جنوبی اور مسجد اور اس کے احاطہ کی شمالی دیوار کی تعمیر کا کام شروع ہوا۔ اسی دیوار میں مزار شریف کے احاطہ میں دروازہ کا کواڑ لگایا گیا۔ اعلیٰ حضرت کا یہ ناچیز اور کمترین غلام ملازمت کی پابندیوں کے باعث اتوار ۸ فروری کو دس بجے جناب ڈاکٹر محمد ادریس صاحب، جناب حبیب الدین صاحب ہیسوی۔ جناب حاجی محمد عیسیٰ صاحب جمشید پور اور حاجی محمد منیر صاحب فتح گنج کے ساتھ بادیدۂ گریاں منگرانواں سے روانہ ہوا۔ روانگی کے وقت جناب ڈاکٹر محمد ادریس صاحب جناب مرشد زادہ صاحب محترم کے پاس پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔

جناب مرشد زادہ صاحب محترم نے مزید تین دنوں قیام فرمایا۔ مسجد اور اس کے احاطہ کی مشرقی اور جنوبی دیوار کو مکمل کرایا۔ جنوبی دیوار میں دروازہ اور جنوبی مشرقی گوشہ میں پائپ لگوایا۔ منگل ۱۰ فروری کو مسجد پر چھپر ڈال دیا گیا۔ اور نماز ظہر اس چھپر کے نیچے ادا کر کے علی گڑھ روانہ ہوئے۔ ۱۱ فروری کی صبح کو وہاں پہنچے ۱۴ فروری کو علی گڑھ سے اس ناچیز غلام کے نام خط روانہ کیا اور منگرانواں شریف سے اپنی روانگی کے تین دن قبل کے حالات سے مطلع فرمایا۔

منگراؤاں میں اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کے جسد اطہر کی تدفین کے بعد اس قطعہ اراضی میں جہاں مزار شریف واقع ہے۔ پہلی بار مغرب کی نماز باجماعت سنیچر ۳۱ جنوری ۱۹۷۶ء کو ہوئی تھی۔ دربار عالی میں متوسلین کی آمد کے بعد اتوار یکم فروری ۱۹۷۶ء کو مزار شریف سے کچھ دکھن جہاں اب مسجد کا بیرونی صحن ہے۔ ظہر کے وقت سے نماز باجماعت کا آغاز ہوا عصر کے وقت نماز پڑھنے کی جگہ کھیت کو کچھ ہموار کر لیا گیا۔ ظہر، عصر اور مغرب کی نمازیں جناب مرشد زادہ صاحب محترم کی امامت میں ہونے لگیں۔ اس میں تمام متوسلین حاضر رہتے تھے۔ مرشد زادہ جناب محمد عضد الدین خان محترم اور بابو محمد اسرار الحق خان صاحب نماز مغرب کے بعد اعظم گڑھ چلے جاتے تھے اور صبح میں چاشت کے قبل آجاتے تھے۔ شدید سردی اور دو روز مہاوٹ پڑنے کے باوجود بھی کچھ عاشقان جانباز نے راتوں کو بھی اسحار حمت آباد میں قیام کیا عشا اور فجر کی نمازیں باجماعت پڑھیں اور ذکر و فکر کا جو سلسلہ اس عاشق صادق کی ابدی آرامگاہ کے پاس یکم فروری کو شروع ہوا تھا اسے جاری رکھا۔ قاضی جی کے رفیع گنج اورنگ آباد کے جناب حاجی ولی محمد صاحب جو یکم فروری کو ۹ بجے دن میں منگراواں پہنچے تھے اور وہاں سے ۱۳ فروری کو مکان واپس ہوئے۔ بارہ دنوں کے قیام کے دوران ہر فروری کو نماز جمعہ کے سوا دن رات اپنے آقا کے دربار عالی میں حاضر رہے ان کا کھانا بھی وہیں بھیجا جاتا رہا۔

مزار شریف والے قطعہ اراضی سے متصل پورب جناب عبدالرزاق صاحب کی کھیلیان اور ان کا ٹیوب ویل ہے۔ منگل ۱۰ فروری کو دربار کی مسجد میں نل لگنے سے قبل پانی کی ساری ضروریات ان کے ٹیوب ویل سے پوری ہوتی رہی۔ اس سلسلہ میں

ان کے صاحبزادے جناب عبدالخالق صاحب نے بھی بڑی محبت کا ثبوت دیا۔ منگرانواں کے مقامی متوسّلین میں جناب حاجی شیخ بدرالدین صاحب نمبردار۔ جناب حاجی حکیم الدین صاحب اور جناب عبدالجبار صاحب برابر حاضر رہے اور جوش وخروش کے ساتھ تمام ضروری خدمات انجام دیتے رہے۔

اعلیٰ حضرت قبلۂ عالم قدس سرّہٗ کے متوسّلین میں بعض مقامات کے احباب کو اکسپریس تار سے اور بعض مقامات کے لوگوں کو اخبار "صدائے عام" پٹنہ کی ۲۷ فروری ۱۹۷۶ء میں شائع ہونے والی خبر سے اعلیٰ حضرت کے انتقال پُرملال کا حال معلوم ہوا اور جس سے جتنا جلد ہو سکا غم و اندوہ سے نڈھال پروانہ وار اپنے آقا کے دربار میں پہنچنے کی کوشش کی۔ شروع میں روزانہ دس بارہ آدمی آتے تھے اور پانچ چھ واپس جاتے تھے۔ روزانہ دسترخوان پر تیس پینتیس آدمی موجود رہتے تھے اور پچاس کے قریب نماز با جماعت میں شریک ہوتے تھے۔

سنیچر ۳۱ جنوری کی صبح کو جناب مرشدزادہ صاحب محترم علی گڑھ سے، اسی روز رات کو ۹ بجے پٹنہ سے ناچیز راقم السطور، ڈاکٹر محمد ادریس صاحب، اُن کی اہلیہ اور دو بچیوں اعجاز احمد صاحب، شمس الہدیٰ استھانوی اور محمد شمیم صاحب کلاتھ مرچنٹ کے ساتھ پہنچا۔ یکم فروری کو ۹ بجے دن میں قاضی چک ضلع اورنگ آباد سے حاجی ولی محمد صاحب، ماسٹر بشیر احمد اور انوار احمد صاحب۔ پٹنہ سے ڈاکٹر شمس الدّجیٰ صاحب جمشید پور سے محمد اعجاز صاحب۔ بنڈیلی شریف ضلع ہوگلی سے ریاض احمد صاحب عرف چنّو بابو۔ محرم علی صاحب، جناب سعید اختر صاحب اور کلکتہ سے

جناب عبدالرشید صاحب (گوپال بابو) محمد ایوب صاحب۔ محمد سلیم صاحب، اعجاز الحق
صاحب اور محمد قاسم صاحب اور کوہنڈہ ضلع اعظم گڑھ سے مولانا عبدالوہاب صاحب
اصلاحی آئے۔ سوموار ۲ فروری کو جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی سے حفیظ الدین صاحب میرٹھی
اور دھنباد سے بابو نشاط عالم صاحب آئے۔ منگل ۳ فروری کو گیا سے سید محمد شمیم
صاحب، بہار شریف سے حاجی محمد آفاق خاں صاحب۔ استھانواں ضلع نالندہ سے
شمیم احمد صاحب جمشید پور سے حاجی محمد شیراتی صاحب حاجی محمد احسان صاحب حاجی
محمد منیر صاحب، محمد معین صاحب۔ عالم گیر صاحب، محمد ہاشم صاحب اور محمد جلیب
صاحب (قاضی چک) آئے۔ بدھ ۴ فروری کو پٹنہ سے مظفر اقبال صاحب
انگلہ گیا سے سید محفوظ الحق صاحب سید ابوصالح متین صاحب سید محمد حسنین
صاحب بھوسنڈا ضلع گیا سے محمد قاسم انصاری صاحب جمشید پور سے نثار اللہ
صاحب، حاجی نثار صاحب اور عبدالکریم صاحب بہار شریف سے محمد زین الدین
صاحب اور ابوالحسن صاحب جمعرات ۵ فروری کو ڈھاکہ سے جناب حاجی غلام مولیٰ
صاحب بخش پور ضلع اعظم گڑھ سے مولانا عبدالحکیم صاحب مدظلہ۔ جمعہ ۶ فروری کو
ڈہری اون سون سے جناب حسیب الدین صاحب جمشید پور سے انوار احمد صاحب پہنچے
ان کے علاوہ مبارک پور۔ اعظم گڑھ۔ جون پور اور جمشید پور وغیرہ سے بہت سارے
متوسلین آتے رہے، جن کے نام یاد نہیں رہ سکے جمشید پور کے حاجی محمد عیسیٰ صاحب
اور محمد یوسف صاحب ۲۷ جنوری کو اعظم گڑھ آ گئے تھے اور اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کے
انتقال کے روز موجود تھے۔

اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ نے انتقال سے ۲۲ گھنٹے قبل جمعرات

۲۹ جنوری ۱۹۷۶ء کو ان چار خوش نصیبوں کو بیعت سے مشرف فرمایا۔ ان چاروں کو اعلیٰ حضرت قبلہ کے آخری مرید ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

۱۔ جناب محمد شاہد صاحب کلرک شبلی نیشنل کالج، اعظم گڑھ

۲۔ جناب جان محمد صاحب (ہیڈ ماسٹر) محلہ دلی سنگار۔ اعظم گڑھ۔

۳۔ جناب محمد یوسف صاحب ٹاٹا نگر جمشید پور۔

۴۔ جناب محمد ظہیر الدین صاحب نمبر ۵ بی۔ پارک سرکس۔ کلکتہ ۱۷

ان چاروں کو مرید کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا تھا کہ آج کی بیعت کو شرف قبول محمد ظہیر الدین کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔ محمد ظہیر الدین صاحب نے تعمیرات کے کاموں میں بڑی محنت کی اور مہمانوں کی بہت خدمت کی۔

منگل ۱۰ فروری کو ڈھاکہ سے حاجی غلام کبریا صاحب اور جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی سے مولانا آزاد رسول صاحب مدظلہ۔ بھوپال سے مولانا شریف الحسن صاحب کچھ احباب کے ساتھ۔ مالی گاؤں ضلع ناسک سے چار اور ٹاٹا نگر جمشید پور سے چھ آدمی پہنچے تھے۔

اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ کے مزار مبارک کے گرد حفاظتی دیوار، احاطہ کی چہار دیواری مسجد اور اس کی چہار دیواری اور پانی کے نل وغیرہ کی تعمیر پر مرشد زادہ محترم المقام جناب محمد عضد الدین خاں صاحب نے تقریباً ساڑھے چار ہزار روپیہ خرچ کیا۔ تعمیرات کے کاموں میں اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ کے مریدین اور متوسلین نے بڑے خلوص جوش اور انہماک کے ساتھ حصہ لیا۔ بوڑھے اور جوان کا فرق مٹ گیا تھا اس کار خیر کے انجام دینے کے سلسلہ میں جوش ومحبت اور اظہار عقیدت کے عملی مظاہرہ

ہیں ہر شخص دوسرے پر سبقت لے جانا چاہتا تھا۔ اعلیٰ حضرت کے غلاموں پر ایک والہانہ کیفیت طاری تھی۔ شمع کے گرد پروانوں کا ہجوم اور اُن کی بے قراری کا منظر قابلِ دید تھا۔ ؎

اے آتشِ فراقت دلہا کباب کردہ

اخیر جون ۱۹۷۵ء سے آخیر دسمبر ۱۹۷۵ء تک اعلیٰ حضرت قبلۂ عالم قدس سرّہٗ نے قرآن پاک کا ساڑھے سترہ پارہ ٹیپ ریکارڈ کرادیا، جو محفوظ ہے۔ اس ٹیپ ریکارڈ کی تین کاپیاں موجود ہیں۔ ایک کاپی اعظم گڑھ میں۔ دوسری علی گڑھ میں اور تیسری شبلی نیشنل اسکول کے ماسٹر عین القضاۃ صاحب کے پاس ہے۔

بدھ ۱۴ فروری کو جناب مرشد زادہ صاحب محترم اعظم گڑھ سے ٹیپ ریکارڈ لائے اور نمازِ ظہر کے بعد اُس ٹیپ ریکارڈ سے تقریباً دس منٹ تک قرآن شریف کا کچھ حصہ سنوایا۔ اعلیٰ حضرت قبلۂ عالم قدس سرّہٗ کی آواز مبارک سننے کے بعد مریدین اور متوسلین میں اضطراب، بیقراری اور بے چینی کی کیفیت پیدا ہوئی۔ گریہ و زاری، آہ و بکا کا آغاز ہوا۔ چنانچہ نازک حالات کے پیشِ نظر جناب مرشد زادہ محترم نے ٹیپ ریکارڈ بند کر دیا۔ ؎

سوزِ عاشق اس مجلس میں عشق کا مارا جانے ہے

پوچھو شمع پروانے سے وہ حال ہمارا جانے ہے

۱۷۔ چند ضروری پتے

۱۔ الحاج جناب سید محمد جان عالم صاحب ایڈوکیٹ ۲۹ دائر اسٹریٹ
دری۔ ڈھاکہ ۳ (بنگلہ دیش)

۲۔ جناب سید ابوالکلام صاحب۔ خانقاہ نیڈیل شریف۔ ڈاکخانہ نیڈیل
جنکشن۔ ضلع ہوگلی پن ۷۱۲۱۲۳

۳۔ مرشد زادہ جناب محمد ظفر الدین خاں صاحب مدظلہٗ۔ منگراؤں۔
براہ محمد پور۔ ضلع اعظم گڑھ۔ پن ۲۷۶۲۰۵

۴۔ مرشد زادہ محترم المقام جناب محمد عضد الدین خاں صاحب مدظلہٗ
ظفر منزل۔ نزد سکندر لاج۔ ڈِگی روڈ۔ علی گڑھ ۶ پن ۲۰۲۰۰۱
ٹیلیفون ۴۵۱۸

۵۔ جناب بابو محمد اسرار الحق خاں صاحب مدظلہٗ۔ نزد جامع مسجد۔ علی گڑھ اعظم گڑھ
پن ۲۷۶۰۰۱۔

۷۸۶

دمِ عارف نسیمِ صبحدم ہے
اسی سے ریشۂ معنی میں نم ہے
اگر کوئی شعیبؑ آئے میسّر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

(حکیم الامت علامہ اقبالؒ)

ملنے کا پتہ
ڈاکٹر محمد مطیع الرحمٰن ۔ یونی ورسٹی فلیٹ ۔ لا کالج کمپاونڈ پٹنہ ۶

آئینۂ ویسی

یعنی

اسلام آباد چاٹگام کے مسلمانوں کی مذہبی اور علمی تاریخ،
حسان عجم، داؤد ثانی، قطب الارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب
ویسی چاٹگامی ثم مرشد آبادی قدس سرہ، اُن کے والد محترم
پیر و مرشد، خلفاء اور متوسلین کے حالات اور کارنامے اور ان
کی شاعری کا مفصل تنقیدی جائزہ

محمد مطیع الرحمٰن